حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

شمارہ ۱ جنوری سنہ ۱۹۸۶ء جلد ۹

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۴۴ بخشی بازار الہ آباد

حامل مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افادات وصی اللہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الہ آباد

چندہ [illegible]
سولہ ۱۶ روپیے

چندہ سالانہ غیر ممالک

نام	ہوائی	بحری
انگلینڈ	۶ پونڈ	۴ پونڈ
افریقہ زیمبیا	"	"
ویسٹ انڈیز	"	"

چندہ سالانہ
تیس ۳۰ روپیے

چندہ سالانہ غیر ممالک

نام	ہوائی	بحری
پاکستان - برما	۵ پونڈ	۴ پونڈ
عرب ممالک	۶ "	"
امریکہ	۸ "	"

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

- 4 FEB 1986

فی پرچہ تین ۳ روپئے

مدیر: عبدالمجید عفی عنہ

شمارہ ۱ | ربیع الثانی ۱۴۰۶ھ مطابق جنوری ۱۹۸۶ء | جلد ۹

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبدالمجید صاحب ۲۳ بخشی بازار - الہ آباد ۳

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام عبدالمجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار - الہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲ - ۹ - اے - ڈی -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ کہ خانقاہ الٰہ آباد سے حضرت مصلح الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کے ارشادات و ملفوظات، حالات و تعلیمات کی اشاعت کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا اسکا تیئیسواں (۲۳) سال شروع ہو رہا ہے چنانچہ "وصیۃ العرفان" کی نویں جلد کا یہ پہلا شمارہ ہے جو پیش نظر ہے ۱۹۸۶ء کے لئے اسکا سالانہ چندہ تیس (۳۰) روپیہ ہوگیا ہے۔

ناظرین کے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ الحمد للہ رسالہ کی افادیت روز افزوں ہے اور اس کے تمام ہی مضامین مفید اور تصوف کی روح ہوتے ہیں۔ ایک محترم نے "تنویر السالکین" کو بہت پسند کیا۔ ایک دوسرے صاحب نے "مکاتیب شیخ" کے طبع ہونے پر مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور حضرت کے ملفوظات کا تو کہنا ہی کیا ہے انھیں سب چیزوں کے اعتبار سے بعض احباب نے تو اپنا یہ تأثر ظاہر کیا ہے کہ میں اکثر رسالوں کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں اور کئی رسالے منگواتا بھی ہوں لیکن جو روحانی لطف اور قلبی نشاط اور قرب مع اللہ کی دولت کا حصول اسکے مضامین سے ہوتا ہی اسکی الگ ہی شان ہے۔

اور اسمیں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس دینی خدمت کی توفیق عطا فرما رکھی ہو وہ ان کا عین کرم ہے۔ دعا ہو کہ اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ ساتھ حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ کے ارشادات اور نصائح پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اس سلسلہ کی جملہ خدمات کو قبول فرمائے۔ بیت۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

(اطلاع)

رابطۃ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ (مسلم ورلڈ لیگ) نے جدہ میں ۲۱ لغایۃ ۲۳ فروری ۱۹۸۶ء کو اسلامی تصانیف اور جرائد و رسائل کی توسیع کے سلسلہ میں کتابوں کی ایک نمائش کرنا طے کیا ہے۔ ارباب تصانیف اور اصحاب رسائل کیلئے توسیع اشاعت کا ایک نادر موقعہ ہے ——— (ادارہ)

اور جو چیزیں خدا کے پاس ہیں (جنکا ابھی ذکر ہوا یعنی بہشتی باغ اور نہریں وغیرہ) یہ نیک بندوں کے لئے بدرجہا بہتر ہے (کفار کی چندروزہ عیش و مسرت سے)

(معارف القرآن ص۲۷ ج۲)

پہلی آیت میں یہ جو فرمایا کہ واللہ عندہ حسن الثواب ہ تو اسکے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ثواب حسن ہے یعنی ایسا بدلہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا اس پر قادر نہیں یا یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قرب درجات تو مختلف ہیں لیکن اسکی عندیت (یعنی اللہ تعالیٰ کے پاس ہونا) یہ جنت اور ما فیہا سے ثواب میں بڑھکر ہے۔

لَا یَغُرَّنَّکَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوا فِی الْبِلَادِ ہ علامہ بغویؒ کہتے ہیں کہ مشرکین خوشحالی اور خوش عیشی میں تھے۔ تجارتیں کرتے تھے اور نعمت میں زندگی بسر کرتے تھے اسپر بعض مسلمانوں کو خیال ہوا کہ دیکھو اللہ تعالیٰ کے دشمن کیسے آرام میں ہیں اور ہم کتنی مشقت میں اسپر یہ آیت نازل ہوئی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ نہ غبطہ کرو کسی فاجر پر اسلئے کہ تم نہیں جانتے کہ مرنیکے بعد وہ کس چیز سے ملاقات کرے گا۔ بیشک اسکے لئے اللہ تعالیٰ کے پاس ایک قاتل ہے جسکو کبھی موت نہ آسے گی یعنی دوزخ۔

حضرت مستوردؓ بن شداد سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا کی حقیقت آخرت کے مقابلے میں بس ایسی ہے کہ جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی کو دریا میں ڈالے اور دیکھے کہ کتنا پانی لیکر وہ دریا سے لوٹی۔ (یعنی جو نسبت انگلی میں لگے ہوئے پانی کو دریا کے ساتھ ہے یہی نسبت دنیا کو آخرت کے ساتھ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مثال تقریب فہم کے لئے فرمائی ہے ورنہ تو دنیا کو آخرت کے ساتھ یہ نسبت بھی نہیں کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی)۔

لٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ ۔ یہاں سے ایک توہم رفع فرمانا چاہتے ہیں اور وہ یہ کہ پہلے فرمایا تھا کہ کافرین کا سامان جو دنیا میں خوش عیشی کر رہے ہیں وہ متاع قلیل ہے تو اس خیال سے ہو سکتا ہے کہ متاع متقین جو کہ لذات دنیا سے اعراض کرتے ہیں وہ اقل قلیل ہو اسی کو دور فرمانے کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا یعنی متقین نے بھی دنیا میں کچھ کم کمائی نہیں کی ان لوگوں نے ایسی کمائی کی ہے جو نعمائے جنت کا وسیلہ ہیں۔ پس ان سے بڑھکر دنیا میں کس نے نفع حاصل کیا لہٰذا یہ کسی طرح خسران میں نہیں ہیں۔

نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ نزل اس ضیافت کو کہتے ہیں جو آنیوالے مہمان کے لئے تیار کی جائے پس نُزل کے لفظ میں متقین کی رفعت شان کا بیان ہے اسلئے کہ انکو اللہ تعالیٰ نے مہمان قرار دیا اور ظاہر ہے کہ کریم کے پاس جو چیزیں موجود ہوتی ہیں اور جن پر وہ قادر ہوتا ہے ان میں سے عمدہ ہی چیز مہمان کو پیش کرتا ہے وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ اور وہ چیز جو خدا کے پاس ہے یعنی ثواب اور درجات قرب رضا و رحمت یہ بہتر ہے متاع دنیا سے بلکہ تمام چیز سے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ ایکبار میں حاضر ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مشرب یعنی بالاخانہ میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے تھے اور آپ کے جسم مبارک اور چٹائی کے درمیان کوئی چیز نہ تھی اور آپ کے سر کے نیچے چمڑے کا ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور پیر کے نیچے ایک چمڑا تھا جو مڑا ہوا رکھا تھا اور آپکے سرہانے ایک مشکیزہ لٹکا ہوا تھا جب میں نے چٹائی کے نشانات آپ کے پہلوئے مبارک پر دیکھے تو میں رو دیا آپ نے فرمایا کہ تمھیں کس چیز نے رلا دیا؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول کسریٰ اور قیصر کیسی عیش کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور آپ تو اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم راضی نہیں ہو کہ ان دونوں کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت ہو؟ ایک روایت

میں ہے کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیے کہ آپ کی امت پر وسعت فرما دے اسلیئے کہ فارس و روم پر وسعت کی گئی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت بھی نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا کہ اے ابن خطاب ابھی تک تمھارا یہی خیال ہے۔ یہ ایسی قوم ہے کہ ان کیلئے طیبات دنیا ہی مقدم کر دیئے گئے ہیں۔

عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دنیا مومن کا قید خانہ اور اسکی قحط سالی ہے جب دنیا سے جدا ہوگا تو قید خانہ اور قحط سالی سے نکلے گا۔

قتادہ بن نعمان روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو محبوب رکھتے ہیں تو اسکو دنیا سے اس طرح بچاتے ہیں جیسے تم میں کا کوئی شخص اپنے بیمار کو پانی سے بچائے۔

(۵)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَهُمْ فِيْهَا اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا (نساء رکوع ۸) اور جو لوگ ایمان لے آئے اور اچھے کام کیے ہم انکو عنقریب ایسے باغ میں داخل کرینگے جنکے نیچے نہریں جاری ہونگی اسمیں ہمیشہ ہمیش رہینگے ان کے واسطے ان میں پاک صاف بیبیاں ہونگی اور ہم انکو نہایت گنجان سائے میں داخل کرینگے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایک ایسا درخت ہے کہ سوار اسکے سائے میں سو سال تک چلے گا لیکن وہ ختم نہ ہوگا۔ آپؐ نے یہ بیان کرکے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو حق تعالیٰ کا یہ ارشاد پڑھ لو وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ یعنی ان باغوں میں لمبا لمبا سایہ ہوگا۔ اور امام احمد نے اسکے آخر میں اتنی زیادتی اور بیان کی ہے کہ اسکا پتہ جنت کو

ڈھانک لیگا۔

ابن ابی حاتم نے ربیع بن انس سے اللہ تعالیٰ کا قول وندخلھم ظلاً ظلیلاً کی تفسیر یہ نقل کی ہے کہ وہ عرش کا سایہ ہوگا جو کبھی زائل نہ ہوگا۔

(معارف القرآن سے)

حاکم نے حضرت ابو سعید خدریؓ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کی عورتیں پاک ہونگی یعنی وہ بول و براز اور ناک سے بہنے والی کدورت سے پاک و صاف ہونگی۔ حضرت مجاہدؒ نے مذکورہ چیزوں پر اضافہ کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ بچے پیدا کرنے اور ناپاک نطفے سے بھی پاک ہونگی ظلاً ظلیلاً ظل کے بعد ظلیل کا لفظ ذکر کرکے اشارہ کر دیا کہ وہ سایہ ہمیشہ رہنے والا ہوگا جیسا کہ کہا جاتا ہے شمس شامس (بہت روشن آفتاب) اور لیل لیل (یعنی بہت اندھیری رات) اس سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ جنت کی نعمتیں ہمیشہ رہنے والی ہونگی

(ص ۴۴۲ معارف القرآن ج ۲ از مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ)

(۶)

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۝ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَیْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى

الظَّالِمِينَ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا
وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَافِرُونَ وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ
كُلًّا بِسِيمَاهُمْ وَنَادَوْا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ
يَطْمَعُونَ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا
لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ وَنَادَى أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رِجَالًا يَعْرِفُونَهُمْ
بِسِيمَاهُمْ قَالُوا مَا أَغْنَى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ أَهٰؤُلَاءِ
الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ
وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ٥ (اعراف رکوع ۵)

ترجمہ:۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے (اور یہ نیک کام چنداں مشکل بھی نہیں کیونکہ ہماری عادت ہے کہ) ہم کسی کو کوئی کام اسکی قدرت سے زیادہ نہیں تبلاتے (غرض) ایسے لوگ جنت (میں جانے) والے ہیں (اور) وہ اسمیں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور جو کچھ ان کے دلوں میں (کسی معاملہ کی وجہ سے دنیا میں باقتضاء طبعی) غبار (اور رنج) تھا ہم اسکو (بھی) دور کردیں گے (کہ خوب الفت سے رہیں گے اور) ان کے (مکانات کے) نیچے نہریں جاری ہونگی اور وہ لوگ (غایت فرح و سرور سے) کہیں گے اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہمکو اس مقام تک پہونچایا اور ہماری کبھی (یہاں تک) رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالےٰ ہمکو نہ پہونچاتے واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لیکر آئے تھے (چنانچہ انھوں نے جن اعمال پر جنت کا وعدہ کیا تھا وہ سچا ثابت ہوا) اور ان سے پکار کر کہا جاویگا کہ جنت تمکو دی گئی ہے تمھارے اعمال (حسنہ) کے بدلے۔ (ف) یہ ندا کرنیوالا ایک فرشتہ ہوگا جیسا کہ درمنثور میں بروایت ابن ابی حاتم کے ابی معاذ بصری سے مرفوعاً منقول ہے اسکے یہ الفاظ ہیں فیذھب الملك فیقول سلام علیکم تلکم الجنۃ اورثتموھا بما کنتم تعملون۔

(اور جب اہل جنت، جنت میں جا پہونچیں گے اسوقت وہ) اہل جنت اہل دوزخ پر

(اپنی حالت پر خوشی ظاہر کرنے کو اور انکی حسرت بڑھانے کو) پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اسکو وعدہ کے مطابق پایا سو (تم تو بتلاؤ کہ) تم سے تمھارے رب نے جو وعدہ کیا تھا (کفر کے سبب دوزخ میں پڑو گے) تم نے بھی اسکو واقع کے مطابق پایا، وہ (اہل دوزخ جواب میں) کہیں گے ہاں (واقعی سب باتیں اللہ ورسول کی ٹھیک نکلیں) پھر (ان دوزخیوں کی حسرت اور جنتیوں کی مسرت بڑھانے کو) ایک پکارنے والا (یعنی کوئی فرشتہ) دونوں (فریق) کے درمیان میں (کھڑا ہو کر) پکاریگا کہ اللہ کی مار ہو، ان ظالموں پر جو اللہ کی راہ سے اعراض کیا کرتے اور اس میں (ہمیشہ بزعم خود) کجی (کی باتیں) تلاش کرتے رہتے تھے (کہ اس میں عیب اور اعتراض پیدا کریں) اور وہ لوگ (اسکے ساتھ) آخرت کے بھی منکر تھے اور ان دونوں (فریق یعنی اہل جنت اور اہل دوزخ) کے درمیان ایک آڑ (یعنی دیوار) ہوگی (جسکا ذکر سورۂ حدید میں ہے فضرب بینھم بسور الخ اسکا خلاصہ یہ ہوگا کہ جنت کا اثر دوزخ تک اور دوزخ کا اثر جنت تک نہ جانے دے گی رہا یہ کہ پھر گفتگو کیونکر ہوگی ممکن ہے کہ اس دیوار میں جو دروازہ ہوگا جیسا سورۂ حدید میں ہے بسور لہ باب اس میں سے یہ گفتگو ہو جاوے یا ویسے ہی آواز پہونچ جاوے) اور (اس دیوار کا یا اسکے بالائی حصہ کا نام اعراف ہے اور اس پر سے جنتی اور دوزخی سب نظر آویں گے سو) اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے وہ لوگ اہل جنت اور اہل دوزخ میں سے ہر ایک کو ان کے قیافہ سے پہچانیں گے (قیافہ یہ کہ اہل جنت کے چہروں پر نورانیت اور اہل دوزخ کے چہروں پر ظلمت اور کدورت ہوگی جیسا دوسری آیت میں وجوہ یومئذ مسفرۃ ضاحکۃ الخ) اور یہ (اہل اعراف) اہل جنت کو پکار کر کہیں گے، السلام علیک۔ ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہونگے اور اسکے امیدوار ہوں گے (چنانچہ حدیثوں میں آیا ہے کہ انکی امید پوری کردی جائے گی۔ جنت میں جانے کا حکم ہو جاوے گا۔

(باقی آئندہ)

(مکتوب نمبر ۹۴)

سوال : میں اس شب میں حاضر خدمت ہوا تھا لیکن وہ ملاقات نہایت مختصر تھی خیال یہ تھا کہ دوسرے روز حسب وعدہ خدمت عالی میں ہوں گا تو کچھ عرض کرونگا اور آپ کے ارشادات سے استفادہ بھی کرونگا اور لطف اندوز بھی ہونگا لیکن مکروہات دنیا نے فرصت نہ دی جب ان سے چھٹکارہ ملا تو ناوقت ہو چکا تھا۔ الٰہ آباد جاتا ہوں تو میرے لئے کاموں کا انبار لگا رہتا ہے۔ میں اس کوتاہی کے لئے معذرت خواہ ہوں۔

خدا گواہ ہے کہ مجھے آپ سے ایک قلبی اور روحانی تعلق ہے اور اسکا خیال میرے لئے سکون بخش ہے۔ فرصت کے لمحات میں آپکی یاد برابر آیا کرتی ہے اور مجھے اپنی محرومی پر بہت افسوس ہوتا ہے۔ میں اگر الٰہ آباد میں ہوتا تو ہفتہ میں ایک دو بار ملاقات کا شرف ضرور حاصل ہوتا۔ پھر بچوں کی دوری سے بھی ذہنی انتشار رہتا ہے کاش الٰہ آباد پہونچ جاتا تو دونوں مسئلے حل ہو جاتے۔ دعاء فرمائیے کہ خداوند کریم مجھے آپ کے بہت قریب کردے۔ آپ کی پر خلوص دعائیں میرے حق میں بہت مفید ثابت ہوتی ہیں۔

ابھی تک تو نماز کی پابندی اور تلاوت قرآن پاک کا شغل برابر جاری ہے اور دل اللہ کی یاد کی طرف کھنچتا ہے۔ اللہ کی یاد میں ایک فرحت اور اطمینان محسوس ہوتا ہے اور باطل اشیاء کے ذکر سے ایک نفرت محسوس ہونے لگتی ہے۔ دعاء فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے خاتمہ کرے۔

بچوں کی مفارقت سے بڑی فکر لاحق رہتی ہے اگرچہ اللہ پر پورا بھروسہ ہے لیکن شائد تقاضائے بشریت ہے کہ یہ خیال برابر قائم رہتا ہے کہ نہ جانے ان کا کیا حال ہو۔

تحقیق : الحمدللہ بخیریت ہوں۔ محبت نامہ ملا پڑھکر بہت مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس

تعلق کو جانبین کے لئے مثمر بنا دے۔ آپ کا مجھے یاد کرنا محبت ہی کی علامت ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اپنا قربِ خاص نصیب فرمائے۔ الحمد للہ کہ نماز و تلاوت پابندی سے جاری ہے اور ذکر اللہ موجب طمانیت ہو رہا ہے، اللّٰھم زد فزد۔ اللہ تعالےٰ اپنی یاد کو اس طرح فرما دے کہ غیر اللہ سے قلب بالکل فارغ ہی ہو جائے۔

بیشک بچوں کی جدائی سے تکلیف ہوتی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ خاطر خواہ انتظام فرما دے۔ جب اس امر کا احساس ہے کہ اس ماحول میں زہر موجود ہے تو انشاء اللہ تعالےٰ، اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھیں گے۔ دعاء اور اہتمام ضروری ہے۔ بیشک بچوں کی تربیت کی بہت کچھ ذمہ داری والدین ہی پر ہے اللہ تعالیٰ سب کو نیک ہدایت دے۔ مکاتبت کی پابندی کا خیال قابل مبارک باد ہے۔ ضرور اہتمام کیجئے، نفع دیکھئے گا اللہ تعالیٰ اصلاح حال و بال فرما دے۔

(مکتوب نمبر ۴۵)

حال: میں اپنے معمولات پر پابندی کے ساتھ عامل ہوں معاملات اور معاشرت میں بھی حتی الوسع اوامر اور نواہی کا خیال رکھتا ہوں۔ حضرت والا کی ہدایت کے موافق اب وساوس کی طرف توجہ نہیں کرتا اس طرح کچھ کم معلوم ہوتے ہیں۔ نماز میں حدیث نفس اور خیالات پریشاں سے چھٹکارا نہیں ملا۔ حالت کا صرف اتنا اندازہ ہے کہ پہلے سے خراب نہیں الحمد للہ۔ بس یہ سوچتا ہوں کہ کام میں لگا رہتا ہوں

کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے می کنم   یابم او را یا نیابم جستجوئے میکنم

بصد عجز و نیاز حضرت والا سے اپنے اور متعلقین کے لئے دعاء کا مستدعی ہوں۔

تحقیق: الحمد للہ۔ احباب کی دعاؤں سے بعافیت ہوں۔ الحمد للہ کہ معمولات پر دوام حاصل ہے معاملات اور معاشرات میں بھی، اوامر و نواہی کا خیال رکھتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس ترکیب سے وساوس بالکل جاتے رہیں گے۔ حدیثِ نفس اور خیالات پریشاں بھی بتدریج جاتے رہیں گے الحمد للہ کہ تنزل نہیں ہے

ترقی ہی کی طرف رخ ہے۔ کام میں لگا رہنا ہی اصل ہے۔ یہ شعر بس حرز جاں بنانے کے لائق ہے۔ دل سے دعا کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۱۵۴)

حال: پس از سلام مسنون نیاز مشحون عرض ہے کہ الحمد للہ یہ ناکارہ خادم حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے تا ایندم بخیر و عافیت ہے۔ امید ہے کہ حضرت والا کا مزاج مبارک بعافیت ہوگا۔ تحقیق: الحمد للہ بعافیت ہوں۔

حال: ہر پنجشنبہ کو بعد نماز صبح عام نمازیوں کو "وصیۃ الاحسان" سنانے کا التزام کرلیا ہے۔ حضرت والا دعا فرمائیں کہ یہ سلسلہ اپنے نفس کے لئے بھی اور دوسروں کے لئے بھی باعث اصلاح نفس ہو اور مفید ہو اس سے دلوں میں اخلاص پیدا ہو۔ تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

حال: یہاں سے دس بارہ میل پر ایک شہر ہے آمبور وہاں ایک صاحب ہیں۔ حضرت مولانا محمد حسن صاحب امرتسری سے بیعت ہیں .... عرصۂ دراز سے ان سے اصلاحی تعلق قائم ہے۔ حضرت اقدس قدس سرہٗ کے مواعظ اور ملفوظات کا بہت مطالعہ کرتے رہتے ہیں اور مواعظ دوسروں کو سنایا بھی کرتے ہیں۔ بہت مخلص آدمی ہیں طریق سے مناسبت ہے۔ وہاں مسجد کے امام ہیں اور لڑکوں کو قرآن مجید پڑھایا کرتے ہیں۔ اکثر یہاں آتے رہتے ہیں۔ حضرت مولانا امرتسری سے دریافت کئے بغیر کوئی کام نہیں کرتے لاہور جاکر بھی آتے ہیں۔ یہاں میرے پاس آنے کے متعلق بھی مولانا سے دریافت کیا ہے کہ یہ حضرت والا کا خادم ہے۔ میں کبھی کبھی وہاں جاتا ہوں تو مولانا مدظلہ نے اجازت یہاں کی دی ہے کل پنجشنبہ کے دن یہاں آئے تھے انھوں نے یہ مژدہ سنایا کہ وہ بھی آمبور میں "وصیۃ الاحسان" سنا رہے ہیں۔ خوشی ہوئی کہ آدمی سلیقے والے ہیں تفہیم اچھی طرح کرانے کا ڈھنگ حاصل ہے

انشاء اللہ بہتوں کو فائدہ ہوگا۔
تحقیق: خدا کرے فائدہ ہو۔
حال: دل چاہتا ہے کہ "وصیۃ الاحسان" کے مضامین دلوں میں خوب اتار دئیے جائیں۔ تحقیق: ضروری ہے۔ الحمدللہ کہ دل چاہنے لگا
حال: میں نے حافظ صاحب موصوف الصدر صاحب سے کہا کہ کوئی خواہ کسی شیخ سے عقیدت رکھنے والا ہو اگر ان مضامین کو اپنے دل میں اچھی طرح سمجھکر پیوست کرلیگا تو انشاء اللہ اپنے شیخ سے صحیح استفادہ کرسکے گا۔
تحقیق: بالکل صحیح ہے۔
حال: حضرت میں کسی کو کچھ سمجھاتا بتلاتا ہوں تو یہ دیکھتا ہوں کہ وہ شخص اس سے متاثر ہوا ہے یا نہیں اب دل میں یہ بات آتی ہے کہ یہ بھی اخلاص کے خلاف معلوم ہوتا ہے سنانا سمجھانا ہمارا کام ہے پھر آگے کا معاملہ حق تعالے کے حوالہ کر کے بیفکر ہوجانا چاہیئے۔ حضرت والا کیا خیال میرا صحیح ہے؟
تحقیق: صحیح کیا معنی یہی توکل اور حقیقی اصلاح ہے۔ مبارک ہو۔
حال: اسکے متعلق کوئی ضابطہ کی بات ارشاد فرمادیں گے تو بڑی ذرہ نوازی ہوگی
تحقیق: لکھدیا ہے

تکیہ بر تقوی و دانش در طریقت کافریست راہرو گر صد ہنر دارد توکل بایدش

(مکتوب نمبر ۴۵۲)

حال: سیدی وسندی، مرشدی ومولائی، مرجع ارباب ہدایت۔ مرکز دائرۂ ولایت دلیل سبیل فلاح ورشاد، رہنمائے طریق استقامت وسداد مظہر انوار نبوی منبع آثار مصطفوی، لازال اللہ شموس فیوضکم بازغۃ ومتعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتکم الطیبۃ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
حال، طالب عافیت مزاج سامی! تحقیق: بخیریت ہوں۔

حال: گذارش خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ الحمدللہ خیریت کے ساتھ یہاں پہونچ گیا بہت عافیت اور سکون کے ساتھ ہوں۔ تحقیق: الحمدللہ۔

حال: حضرت والا کے پاس قیام ایسا ہے کہ جنت کی عافیت یاد آتی ہے اور حق یہ ہے کہ یہ مساکنِ طیبۃ امن ہیں دنیوی حوادث سے بچنے کے لئے۔

تحقیق: ہے تو یہی بات

حال: اور اگر انھیں روضۃ من ریاض الجنۃ کہا جائے تو تعبیر غلط نہ ہوگی۔ یہاں چار چھ روز کا وقت نکلنا مشکل ہوتا ہے مگر وہاں یہی دن طرفۃ العین میں گذر جاتے ہیں۔ تحقیق: بیشک

حال: پا بہ جولاں واپسی ہوتی ہے۔ دل وہیں لگا رہتا ہے اور جی کا لگا رہنا بڑی برکات کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ حاضری میں دوام حضور اور نسبۃ تامہ عطا فرمائیں۔ ہر بار کی حاضری مفید ہی رہی مگر اس بار تو ایسا معلوم ہوا کہ کئی عقبات طے ہو گئے۔ تحقیق: خوب

حال: یک بیک ایک خیال گیا اور اس سے بہتر دوسرا خیال آگیا۔ لحہ بلحہ یہ کیسے ہو جاتا ہے یہ عقول متوسطہ سے بالا تر ہے۔

تحقیق: بیشک۔

حال: ہرچند کہ علمی فوائد بھی حضرت والا کے کلمات طیبات سے ہوتے ہیں مگر الفاظ بہانہ ہیں انکے تحت حقائق ہوتے ہیں جسے صرف وجدان باور کرتا ہے

تحقیق: خوب

حال: اللہ کا شکر ہے کہ حضرت والا کی باتوں سے یک گونہ مناسبت ہو گئی ہے اور یہ روز افزوں ترقی پر ہے۔ باتیں اچھی طرح سمجھ میں آتی ہیں۔ بسا اوقات حضرت والا کی بات نقل کرنے میں بیساختہ وہی لب ولہجہ بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ تحقیق: الحمدللہ

حال: حضرت والا کی ہر بات میں ایک روشنی ہے اور ہر اسوہ میں ایک

ہدایت مضر ہے ۔ تحقیق : بیشک ۔

حال : اسباق کا نقشہ ذہن میں ہے ضمناً جو باتیں آگئیں وہ بھی بہت سی یاد ہیں۔ منہاج العابدین کے پہلے سبق میں شریک ہوا اس سے بھی کچھ خیر و برکت میسر آگئی ۔ ایک سبق کی ایک بات خوب یاد ہوگئی یعنے رحم علی الخلق اور ترک مباراۃ ۔ اس کے موافق عمل کی توفیق ہو تحقیق آمین

حال : مجلس میں حضرت والا نے فرمایا تھا کہ نفس کو مشائخ نے لطائف میں شمار کیا ہے مگر بذاتہ یہ لطیفہ نہیں ہے منور ہونے کے بعد یہ لطیفہ سمجھا جاتا اور سب سے آخر میں روشن ہوتا ہے ۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ امارہ لوامہ بنتا ہے اور بہت دنوں بعد مطمئنہ ہوتا ہے ۔ تحقیق : بیشک

حال : اب یہ تصور کہ اپنا نفس کس درجہ میں ہے یہی مراقبہ اصل کام ہے اور یہی فکر غالب ہے کہ یہ مراقبہ اور محاسبہ کامل رہے ۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل خاص اور حضرت والا کی برکت سے یہ کام آسان فرما دیں تحقیق آمین

باطنی مجاہدہ اس سے دنیا ناواقف رہتی ہے مگر معاملہ یہ ہوتا ہے کہ ۔ع ۔
جل اٹھتا ہے جو یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں ـــــ تحقیق : ٹھیک لکھ رہے ہیں۔

حال : الحمد للہ علیٰ احسانہٖ کہ بات کچھ سمجھ میں آگئی ہے ۔ اس میں فکر دائم اور قلب ہائم معین بن رہا ہے ۔ جب بھی ذرا کوئی خیال نامناسب آیا فوراً اسکے دفع میں توجہ ہو جاتی ہے ۔ معاً توفیق ہوتی ہے کہ استغفار یا لاحول ولا قوۃ کا استحضار ہو جاتا ہے اور "یطہرہا مابعدہا" کا مصداق ہو جاتا ہے ۔

تحقیق : الحمد للہ

حال : حضرت والا نے فرمایا ہے کہ ـــــ سالک کا اصل کام دفع وساوس و خطرات ہے نہ کہ کثرت اذکار ۔

تحقیق : یہ نہیں کہا ہے بلکہ یہ کہا ہے : ـــــ " ولیس من اداب المریدین کثرۃ الاوراد بالظاہر فان القوم فی المکابرۃ اخلاء خواطرہم و معالجۃ اخلاقہم

ونفی غفلت عن قلوبھم لا فی تکثیر اعمال البر الذی لابد لھم اقامۃ الفرائض والسنن الراتبۃ فاما الزوایات من الصلوٰۃ النافلہ فاستدامۃ الذکر بالقلب اتم لھم۔ (ترجمہ! مریدین کے آداب میں سے کچھ ظاہر اوراد کی کثرت نہیں ہے اسلئے کہ قوم صوفیہ کا اہم وظیفہ تو بس یہ ہو کہ وساوس ردیہ سے قلب کو خالی کیا جائے رذائل اخلاق سے خالی ہو کر فضائل سے متصف ہو جائے اور قلب سے غفلت دور کی جائے۔ نہ یہ کہ یہ سب تو نہو اور اعمال بر کی کثرت کرلی جائے بلکہ جو کچھ انکے ذمہ ضروری ہو وہ یہ کہ فرائض، واجبات اور سنن راتبہ (موکدہ) کا اہتمام کریں رہیں دیگر نفل نمازیں تو قلب کو دوام ذکر کیساتھ متصف بنانا انکی ادائیگی سے اہم واقدم ہے۔

اس سے اپنے سمجھے ہوئے کی تصحیح کر لیجئے۔

حال: جب سے اس دولت عظمیٰ سے کچھ بہرہ میسر آیا ہے کم ہی کوئی خارجی چیز اثر انداز ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہر کام آسان ہے انکی حفظ وصیانت شامل حال ہے ہمہ وقت دل اسی کا خواہش مند ہے کہ ذرہ برابر کوئی بار دل پر نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ دینی ودنیوی اعتبار سے ہر بعد کا دن پہلے دن کے اعتبار سے اچھا ہی ہو رہا ہے۔ غم دنیا سے بڑی حد تک نجات ہے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے وظیفۂ باطن کا پابند بنا دیں۔ اور اپنی مہربانی سے حقیقت شناس کلی۔ تحقیق: آمین۔

(مکتوب نمبر ۴۵۳)

حال: ایک بات کا استفسار کرتا ہوں ایک شاہ ۔۔۔۔ صاحب مدرسہ امینیہ دہلی میں مدرس تھے پھر مدینہ طیبہ مقیم ہو گئے اور چوبیس سال بعد ایکمرتبہ پچھلے سال اور دوسری مرتبہ اس سال آئے ہوئے ہیں بکثرت لوگ انکے مرید ہیں روزانہ بیس تیس مرید ہوتے ہیں لیکن یہ سب باتیں تو میرے دل پر ذرا اثر انداز نہیں البتہ بغیر شرط بیعت ذکر ہر شخص کو بتلاتے ہیں اور دل پر انگلی

رکھکر اللہ اللہ کہتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہونٹ کو بند کردو، زبان تالو سے لگاؤ
آنکھیں بند کرو اور خیال کرو کہ دل اللہ اللہ کہتا ہے اس عمل سے قلب جاری
ہو جائے گا۔ چنانچہ بہتوں کا ہوگیا اپنی مجلس میں یہ مراقبہ ہی سب کو کراتے
ہیں ـــ عرض اسکی مجھکو بھی ہے اگر اجازت ہو تو جب تک وہ کراچی میں
ہیں انکی مجلس مراقبہ میں جاؤں اور مشق خود کروں۔ چونکہ یہ بلا محنت معلوم ہوتا
ہے۔ باقی آنحضور کے بعد نہ مجھکو کسی پیر کی ضرورت ہے نہ مقتدا کی اگر اس
امر کی تحصیل میں کچھ فائدہ ہو اور آنجناب اجازت کی مصلحت سمجھیں تو
اجازت دیدیں نہ مجھکو اجازت ہی پر اصرار نہ عدم اجازت پر اشتباہ۔ مجھے تو
سب کچھ سمجھایا آپ نے ہے اور تا موت آپکا ہی کا ہوں۔ طلب ایسے امور میں
اجازت کی مجھکو یہ بھی نہیں معلوم کہ کچھ بدتمیزی یا خلاف آداب بزرگاں تو نہیں
تحقیق: الحمد للہ بخریت ہوں۔ آپ نے اجازت طلب فرمائی ہے ایک شیخ کی
خدمت میں حاضر ہونے کی جنکی طرف لوگوں کا رجوع عام ہے تو میں ایسے کار خیر سے
آپکو کیسے منع کر سکتا ہوں، ضرور جائیے اور جسقدر نفع اخذ کر سکیں کرلیں، اصل
مقصود خدا ہے شیخ مقصود نہیں جس جگہ خدا ملے دریغ نہ کرنا چاہیئے۔ مگر
مشائخ کا ارشاد گرامی ہے کہ۔ شیخ ایک ہونا چاہیئے ـــ تو پھر دوسرے سے
تعلق مشائخ کے فتوے سے منع ہوگا تعلیم و تربیت ایک ہی سے ہونا چاہیئے
متعدد شیخ سے بیک وقت منع ہی نہیں بلکہ نہایت تشتت کا سبب اور
اور طریق کے خلاف ہے۔

(راقم عرض کرتا ہے کہ کسی مسترشد کا اپنے شیخ کو کامل و مکمل اور علم سلوک میں اکمل زمانہ سمجھتے ہوئے بھی سوال کی جو
حیثیت رہجاتی ہے ظاہر ہے چنانچہ سائل کو بھی اسکی کھٹک ہوئی تھی لیکن حضرت والا نے جو جواب اس کا مشائخ کے
قول اور انکے فتوے سے دیا۔ اور مدنی شیخ اور اللہ اللہ کے مراقبہ کے حصول کے معاملہ میں براہ راست
اسکے خود منع نہیں فرمایا اس سے حضرت اقدس کی تواضع، مشائخ کی عظمت اور حق تعالیٰ کا تادب
جیسا کچھ معلوم ہوتا ہے وہ حضرت ہی کا حصہ تھا۔ وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء)

اگر کسی امام سے کوئی امر مخل بالامامۃ صادر ہوجائے اور وہ توبہ کرے تو اسکا کیا حکم ہے؟ اسکے بارے میں مولانا تھانوی فتاوی میں تحریر فرماتے ہیں۔

"اگر قبل عزل توبہ کرلے تو کفر کا حکم مرتفع ہوجائیگا۔ احکام آخرت میں تو فوراً اور احکام دنیویہ میں جبکہ آثار و قرائن سے اخلاص فی التوبہ پر قلب شہادت دے کما صرح بھذا الشرط فی توبۃ قاطع الطریق والمرتد بقولھم حتی یتوب لا بالقول بل بظھور سیماء الصلحاء وبقولھم حتی یظھر علیہ التوبہ۔ وبقولھم حتی یظھر علیہ آثار التوبہ ویری انہ مخلص۔ ولبقولھم حتی یری علیہ خشوع التوبۃ وحال المخلص کذا فی الدر المختار ورد المحتار۔ قلتُ والعلۃ صون المسلمین عن ضرر القاطع والمرتدان لم یخلصا وھذا الضرر من السلطان اعظم ان لم یخلص فاشتراطہ فیہ اولیٰ

اس میں صرف قولی توبہ کو کافی نہیں قرار دے رہے ہیں بلکہ اسکے اوپر سیماء الصلحاء کا ظہور یا آثار توبہ کا یا خشوع توبہ کا ظہور بھی شرط کرتے ہیں اور وجہ یہ فرماتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو ضرر سے بچایا جاسکے کیونکہ اگر وہ توبہ میں مخلص نہ ہوگا تو خادع اور منافق ہوگا اسلئے اس سے ضرر پہونچے گا۔ فقہاء کے اس ارشاد کی روشنی میں آپ سے دریافت کرتا ہوں کہ:۔

صدق دل سے توبہ کرنے میں یہ بھی داخل ہے یا نہیں کہ میری مخالفت علی الاعلان اور میری برائی اور رسوائی اور غیبت عام طور پر کیگئی اور نزاع کھا دوٹ کا اسکو ذہبی بنایا گیا لہٰذا بقاعدہ "التوبہ بقدر الحوبۃ السر بالسر والعلانیہ بالعلانیہ" عام طور پر اسکا اعلان کرنا بھی اس قاعدۂ مذکورہ میں داخل ہے یا نہیں؟

پھر اسکی وجہ سے لوگوں میں جو سوء ظن ہوا ہوگا کہ میں نے فریق مخالف کے ساتھ کچھ کیا ہوگا جیسا کہ آجکل رائج ہے یہ بھی داخل ہے یا نہیں؟ نیز گھربار چھوڑنے سے اور مجھے جو بار اس مقدمہ میں ہوا اسکا کون ذمہ دار ہوگا؟ اور جھوٹا استغاثہ جو کیا تھا اس کا

اعلان اور اسکی تردید عام طور پر کرنا یہ بھی صدقِ توبہ میں داخل ہے یا نہیں؟
اس سلسلہ میں ایک بات یہ بھی کہنی چاہتا ہوں کہ ہم لوگ تغلبی ہو گئے ہیں اور تغلبی ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جنکا مقصد اور نظریہ ہی دوسروں پر غلبہ حاصل کرنا ہو جس طرح سے بھی ممکن ہو۔ جاہ سے۔ قوت سے۔ زور سے۔ روپیہ سے۔ کچہری سے۔ حکام سے۔ جھوٹ سے۔ فساد سے یا قتل وقتال سے۔ بس یہی لوگ تغلبی کہلاتے ہیں۔ یعنی جتنی صورتیں غلبہ حاصل کرنے کی ہوسکتی ہیں اسے استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ اگر سچ سے کام نہیں چلتا تو جھوٹ میں کوئی تامل نہیں تنہا نہیں کرسکتے تو دوسرے لوگوں کو ساتھی بنایا جاتا ہے اور جب عوام کو ساتھ لینے سے بھی کامیابی نہیں ہوتی تو حاکم کو ساتھ لینے کی کوشش کیجاتی ہے۔ اپنے پاس مال نہیں ہوتا تو چندہ کی راہ اختیار کی جاتی ہے اور ان سب سے طاقت اور غلبہ حاصل کرنا ہوتا ہے اور بس۔ جب ہمارا آج یہ حال ہے تو اب :۔

میں کہتا ہوں کہ میں مغلوب ہوگیا ہار ہی مان گیا' اور اسکی علامت یہ ہے کہ گھر وطن، مسجد، خانقاہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ دوسروں کا مقصد پوری طرح حاصل ہوگیا لہٰذا اب اسکے حاصل ہونے کے بعد کون سی حاجت مجھ سے معافی کی رہ جاتی ہے؟ میں مغلوب ہوگیا وہ لوگ غالب ہو گئے انکا مقصد اضرار تھا وہ حاصل ہوگیا۔ مجھکو جو نقصان پہونچنا تھا وہ تو پہونچ گیا۔ کتنے لوگوں کو مجھ سے سوءظن ہوا ہوگا اور جنکو پہلے سے کچھ رہا ہوگا انکی خوشی کا سبب ہوا۔ اور میرے جو احباب تھے انکو کیسا کچھ رنج اور قلق ہوا ہوگا۔ پھر اب اسکے بعد نہ تو مجھکو ضرورت ہے انکی توبہ کی اور نہ انھیں کو اسکی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔

رہا یہ کہ آپ نے جو تحریر فرمایا ہے کہ برادران میں جو خلفشار کی صورت ہے ایک حدتک ختم ہوجاتی ہے ــــ تو اسکے متعلق یہ عرض ہے کہ اگر یہ خلفشار عقائد کے اختلاف اور دیوبندی رضائی کی وجہ سے ہے تو وہ کیسے ختم ہوسکتا ہے اسکے ختم ہونے کی تو صرف یہی ایک صورت ہے کہ یا تو سب رضائی ہوجائیں

یا سب دیوبندی ہو جائیں تب ہی یہ ختم ہو سکتا ہے اور یہ کس کے اختیار میں ہے کیونکہ رضائی ہونے کی آپ اجازت کب دیں گے اور وہ لوگ سب کے سب دیوبندی ہونا کب پسند کریں گے؟ لہٰذا میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ یہ اختلاف جو ہے اسکی بنا، مذہب ہے یا کچھ اور۔ میرے نزدیک تو مذہب اسکی بنا نہیں ہے۔

یہ لڑائی ووٹ کی تھی یہ سب کو معلوم ہے کہ پردھان ہونا چاہتا تھا ہار گیا اسکی عداوت اس طرح نکالی۔ اور یہ خلفشار کیا ہے؟ جو واقعہ ہے وہ سبکو معلوم ہے۔ پھر تو نقصہ بہت آسان ہے۔ اب اسکو خلفشار کہنا اسکا کیا مطلب ہے، سمجھ میں نہیں آیا ووٹ تو فتحپور میں تھا۔ جب وہ ناکام ہوا اسکی وجہ سے پوری برادری میں خلفشار کیوں ہے اسکی وجہ بھی سمجھ میں نہیں آتی یہ آپکی تحریر کا جواب دے رہا ہوں

وصی اللہ عفی عنہٗ

اسکے بعد مولوی عبدالحکیم صاحب کے نام ایک اور بھی تحریر ان کے مذکورہ بالا خط کے جواب کے سلسلے میں لکھی گئی۔ وہو ہذا۔

مولانا سلمہٗ اللہ تعالیٰ وابقاہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کا جوابی کارڈ کئی روز ہوئے ملا تھا۔ جواب میں تاخیر اس وجہ سے ہوئی کہ جواب نامناسب نہ ہو جائے۔ اس میں آپ نے دو نمبر قائم فرمائے ہیں۔ دونوں کا جواب ایک ہی نمبر میں دیتا ہوں وہ یہ کہ:۔

برادری کا سدھار ایک ضروری اور مفید اور علماء کا منصبی فریضہ ہے اسکے ادا کے تو علماء مکلف ہیں اسکو کرنا اپنا فرض منصبی ادا کرنا ہے۔ اسکو نہ تو میری اجازت پر موقوف رکھنا چاہیئے اور نہ میرے کسی فعل پر۔ دیکھئے جب آدمی مرجاتا ہے یا کہیں چلا جاتا ہے جس کے آنے کی امید نہ ہو تو برائے نزاع اور کینے بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ میں بھی آہستہ آہستہ سب بھول جاؤں گا۔

اور لوگ بھی مجھ سے بے خطر ہو جائیں گے۔ ایسی حالت میں کسی شخص کے آنے سے میرا کیا نفع ہے۔ کوئی توبہ کرتا ہے کرے یا آپ حضرات کرائیں یہ امر یہاں آنے پر توموقوف نہیں۔ توبہ کے متعلق ایک شرعی تحقیق بحوالہ کتب لکھتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔

کسی امام یا خلیفہ سے اگر کوئی امر مخل بالامامۃ صادر ہوجائے اور وہ اس سے توبہ کرے تو اسکے متعلق مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ امداد الفتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ "البتہ اگر قبل عزل توبہ کرے تو کفر کا حکم (اس امام سے) مرتفع ہو جائے گا۔ احکام آخرت میں تو فوراً اور احکام دنیویہ میں جبکہ قرائن و آثار سے اخلاص فی التوبہ پر قلب شہادت دے کما صرح بھذا الشرط فی توبہ قاطع الطریق والمرتد بقولھم حتیٰ یتوب لا بالقول بل بظھور سیماء الصلحاء وبقولھم حتی یظھر علیہ التوبہ۔ وبقولھم حتی یظھر علیہ آثار التوبہ ویریٰ انہ المخلص وبقولھم حتی یریٰ علیہ خشوع التوبہ وحال المخلص۔ کذا فی الدر المختار ورد المختار والعلۃ صون المسلمین عن ضرر القاطع والمرتد ان لم مخلصا۔ (النور ماہ ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ)

دیکھیے اس میں صرف زبانی اور قولی توبہ کو کافی نہیں قرار دے رہے ہیں بلکہ اسکے اوپر سیماء صلحاء۔ آثار توبہ۔ اور خشوع توبہ وغیرہ کے ظہور کو قبولیت توبہ کے لئے شرط فرما رہے ہیں اور وجہ اسکی یہ فرماتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو اس کے ضرر سے بچایا جاسکے کیونکہ اگر وہ توبہ میں مخلص نہوگا تو خادع اور منافق ہوگا اسلئے اس سے ضرر پہونچے گا اور سنیئے بیان القرآن میں ہے کہ وقل اعملوا فسیریٰ اللہ عملکم ورسولہ والمؤمنون۔ والمومنون میں اشارہ ہے اس قول کیطرف جو حد توبہ میں علماء نے بیان فرمایا ہے کہ تائب میں سیماء صالحین ظاہر ہونے لگیں کیونکہ مومنین کی رویت اسی سے متعلق ہوسکتی ہے۔

اب ان حالات میں غور فرمائیے کہ شریعت کا آئین کیا حکم ہے اور یہی

وہ چیز ہے جسے حضرات علماء حزم اور احتیاط سے تعبیر فرماتے ہیں دین میں اسکی تعلیم فرمائی گئی ہے لہٰذا کم از کم ہم لوگوں کو ان احکام شرعیہ پر عمل کرنا ہی چاہیئے اگر ہم ہی لوگ اس پر عمل نہ کریں گے تو پھر کون عمل کرے گا۔ پس ہمکو عمل کرنا چاہیئے کوئی کرے یا نہ کرے۔ انھیں احکام پر عمل نہ کرنے کیوجہ سے آج ہملوگوں کو یہ روز بد دیکھنا پڑ رہا ہے۔ اور تجربہ کے بعد تو بیوقوف شخص بھی سمجھ جاتا ہے۔ پڑھے لکھے لوگوں کو چاہیئے کہ یہ سب باتیں عوام کو بتائیں نہ یہ کہ خود ہی انکی خواہشات کے پابند ہو جائیں۔

آپ یہ بھی خوب جانتے ہیں کہ توبہ کرے تو گذشتہ فوت شدہ نمازیں اور روزے علیٰ ہذا اور دوسرے حقوق جو اس پر واجب ہیں ادا کرنے ہی سے ساقط ہونگے علیٰ ہذا حقوق العباد بھی سب ادا کرنے ہی سے ادا ہوں گے۔ اور یہ بہ قاعدۂ التوبہ بقدر الحوبۃ، السرّ بالسرّ، العلانیہ بالعلانیہ ادا کرنے ہوں گے۔

مکتوبات معصومیہ[۲۳] میں یہ حدیث ہے یا معاذ اذکراللہ عند کل شجر و حجر واحدث بکل ذنب توبہ السر بالسرّ والعلانیہ بالعلانیہ۔ (رواہ البیہقی فی کتاب الزہد)

اور سنیئے! حضرت وحشیؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قاتل تھے جب مسلمان ہوئے تو حضورؐ نے باوجودیکہ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ آپکی شان تھی ان سے یہ فرمایا ھل تستطع ان تغیب وجھک یعنی کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ مجھے اپنی صورت نہ دکھاؤ، یہ سنکر حضرت وحشیؓ چلے ہی گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے نہیں آئے۔ حالانکہ اسلام کے بارے میں آتا ہے کہ ماقبل کی سب باتوں کو ختم کر دیتا ہے الاسلام یجب ما قبلہ۔

بوستان میں ہے کہ لقمان علیہ السلام کو ایک شخص نے غلطی سے اپنا غلام سمجھکر پکڑ لیا اور بہت دنوں تک ان سے کام لیتا رہا پھر جب اسکو معلوم ہوا کہ یہ میرے غلام نہیں ہیں تو ان سے معافی چاہی۔ حضرت لقمان علیہ السلام نے فرمایا کہ ؎

بسالے زجورت جگر خون کنم بیک ساعت از دل بدرچوں کنم

یعنی برسہا برس تک تو تیرے ظلم و جور کا شکار رہا اب اسکو ذراسی دیر میں اپنے دل سے کیسے بھلادوں۔

اور سنئے! حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن صاحب کو مخالفین نے ان کے وطن صفی پور سے تالی بجاکر نکالدیا تالی بجانے والوں میں انکا لڑکا کلّو بھی تھا پھر جب حضرت کو اللہ تعالیٰ نے مشہور کیا اور لوگ آنے جانے لگے تو وہ لڑکا کلّو بھی آیا۔ جب وہ آتا تو حضرت اسکو بہت زور سے ڈانٹتے اور نکالدیتے تھے۔

حضرت مولانا تھانویؒ کے متعلق لوگ جانتے ہیں کہ کوئی شخص حضرت سے بے ادبی کرتا اور معافی مانگتا تو یہی فرماتے تھے کہ میرے یہاں معافی بہت آسان ہے، فوراً معاف کردیتا ہوں مگر دل ملنا بہت مشکل ہے اور اس پر یہ شعر پڑھتے تھے ؎

بسالے زجورت جگر خوں کنم بیک ساعت از دل بدرچوں کنم

وصی اللہ عفی عنہ،

راقم عرض کرتا ہے کہ اپنے ان دونوں سابقہ جوابات میں بڑی وضاحت کے ساتھ حضرت والا نے مولوی عبدالحکیم صاحب کو معاملہ کی نوعیت تو یہ کی حقیقت اور صدق و اخلاص کی اہمیت سمجھانی چاہی اندازہ ہوتا ہے کہ مولوی صاحب نے بات سمجھ لی چنانچہ سفارش پر نادم ہوئے اور آئندہ اس سلسلہ میں کچھ نہیں فرمایا۔

معافی اور سفارش کے سلسلے میں مولوی عبدالحکیم صاحب اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے مابین مکاتبت ہو ہی رہی تھی کہ اسی درمیان میں مولوی عبدالقیوم صاحب الہ آباد تشریف لائے اور ایک موقع پر حضرت والا کے ملفوظاً مجلس اور علماء کی اصلاح کے سلسلہ میں جو گفتگو حضرت نے فرمائی تھی اسپر اپنے تأثر کا اظہار فرماتے ہوئے مولوی صاحب نے کسی صاحب سے کہا کہ

واقعی حضرت بالکل صحیح فرماتے ہیں کہ آج دنیا میں جتنے فسادات ہیں وہ عوام کی ذات سے نہیں بلکہ یہی پڑھے لکھے لوگ اور مولویوں

کیونکہ سب سے اُنکی اصلاح ہو جائے تو عوام خود بخود درست ہو جائیں"
ان صاحب نے اس خیال سے کہ مولوی صاحب کا یہ تأثر صحیح تاثر ہے برسبیل تذکرہ حضرت والا سے عرض کر دیا۔ ہو سکتا ہے کہ حضرت والا نے دریافت ہی فرمایا ہو کیونکہ حضرت والا کبھی کبھی خود بھی دریافت فرما لیتے تھے کہ آج کی مجلس سے لوگوں نے کیا اثر لیا۔

بہرحال جب حضرت کے علم میں مولوی صاحب کا یہ تاثر آیا تو حضرت اقدس نے ایک اصلاحی موقع پا کر خدام میں سے کسی کے واسطے سے مولوی صاحب موصوف کے پاس لکھوایا

(تحریر بنام مولوی عبدالقیوم صاحب بقلم یکے از خدام)

ان دنوں مولوی عبدالحلیم صاحب کے خط کے سلسلے میں جو خطوط آپ لوگوں کو لکھے گئے اور اس کے جو جوابات آپ حضرات نے مرحمت فرمائے اسی سلسلہ کی ایک کڑی یہ بھی ہے کہ حضرت والا نے فرمایا ہے کہ :-

آپ نے یہ جو کہا کہ فساد کا سبب اہل علم ہی حضرات ہوتے ہیں اور یہی لوگ منشاء فساد ہوتے ہیں۔ تو یہ تو صحیح ہے اسی کلیہ کے پیش نظر میں یہ کہتا ہوں کہ شاید گاؤں کا جو فساد تھا اس کا سبب بھی اسی قسم کے لوگ ہوں گے اور ہو سکتا ہے کہ میں ہی اسکا سبب رہا ہوں تو اب جبکہ میں وہاں سے چلا آیا اور وطن کو ترک کر دیا تب تو فساد بھی ختم ہو جانا چاہیئے اسلئے کہ بنار فساد اب وہاں نہیں رہ گیا پھر اسکے بعد کسی کا معافی مانگنا اور کسی کو معافی کے لئے لانا یہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اسکا کیا مطلب ہے؟ آپ نے بھی بہت پہلے اس مسئلہ میں سلسلہ جنبانی فرمائی تھی اب دوسرے مولوی صاحب نے بھی اسکو چھیڑا، حالانکہ میں نے وطن جو چھوڑا اور اتنا بڑا اقدام جو کیا تو کچھ سوچ سمجھ کر کیا ہے اور ہر شخص کو یہی حکم کیا ہے۔ پھر یہ بھی سمجھتا ہوں کہ آپ لوگوں کو بھی واقعات کا پورا علم ہے اور

کون مفسد ہے اور کس درجہ مفسد ہے اسکو بھی آپ بخوبی جانتے ہیں اور معافی کسے کہتے ہیں۔ صدق دل سے معافی کیسی ہوتی ہے اسکے لئے قرائن کس قسم کے ہوتے ہیں، ان سب باتوں سے کیسے کہوں کہ آپ لوگ ناواقف ہیں جبکہ اپنے اپنے معاملات میں دیکھتا ہوں کہ آپ لوگ باریک سی باریک بات کو سمجھتے ہیں اور سمجھکر اسی کے مطابق معاملہ کرتے ہیں۔ لیکن ہمارے ہی معاملہ میں کیا فہم وعقل ختم ہوجاتی ہے اور بالکل بھولے بن جاتے ہیں۔ ایک شخص معافی بھی نہیں مانگتا اور آپ لوگ اسکی سفارش کرنے کیلئے تیار۔ ایک شخص کو ظالم سمجھتے ہوئے پھر اسی کی حمایت کرنا اور ساتھ دینا شرعًا تو کیا جائز ہوتا عقل سے بھی کب جائز ہے؟ جو شخص مفسد ہو جس کا ہر قول وفعل از اول تا آخر فساد ہی فساد ہوا اور جسکی وجہ سے کسی کو سخت سی سخت ایذا رپہونچی ہو اور ہر قسم کا نقصان ہوا ہو اسی سے صلح کیلئے اسی کی سفارش کرنا عقلاً کب روا ہے؟ آپ بھی ان سب باتوں کو جانتے ہیں لیکن سوا اسکے کیا سمجھا جائے کہ دوسرے کو بیوقوف بنانا چاہتے ہیں تو آپسے کہتا ہوں کہ اسکے لئے ہم ہی رہگئے ہیں اور آپسے کہتا ہوں کہ یہ سب باتیں اچھی نہیں ہیں اسی کا نام فساد ہے اگر میری یہ باتیں صحیح ہوں تو اسکے متعلق کچھ اپنا خیال ظاہر فرمایئے اور اس تحریر کو اور دوسرے سمجھدار لوگوں کو بھی سنا دیجئے۔ والسلام

آخر میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ اسپر غور فرمایئے کہ یہ سب جو ہورہا ہے تو کسکا کرشمہ ہے؟ میرے نزدیک یہ سب کرشمہ ہے جہل کا بعض قومیں جہل پر کچھ اس طرح مفطور ہوتی ہیں کہ جہالت انکی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے اور اس سے انکا نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے اب اگر کوئی اللہ کا بندہ انکو اس سے نکالنا چاہتا ہے تو اسی کے دشمن بن جاتے ہیں اور اسکی ہدایت کو اپنے لئے مضر سمجھتے ہیں اس سے نکلنا نہیں چاہتے اسلئے کہ اسکی اصلاحات کو خواہ کیسی ہی شفقت اور دلسوزی سے کیوں نہو سختی پر محمول کرتے ہیں اور اسکو اُس کا نقص گمان کرتے ہیں حالانکہ جس چیز کو یہ لوگ نرمی اور اخلاق سے تعبیر کرتے ہیں اسکا ثمرہ قوم میں غم ہونیکی شکل میں تو نکل سکتا ہے کہ اسکے بعد بھی اختلاف ختم ہوجاتا ہے لیکن اس قسم کی نرمی سے اصلاح تو قیامت تک نہیں ہوسکتی جیسا کہ عام طور سے مشاہدہ ہے اگر یہ بات سمجھ میں آتی ہو تو اسکو بھی سمجھ لیجئے۔ والسلام

(ہمیں) اس جگہ اس بات سے استدلال کرنا مقصود ہے کہ (دیکھو) حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت سلمان فارسیؓ نے نصیحت کے لئے کسی دوسرے موقع اور وقت کا انتظار نہیں کیا کیونکہ وہ اپنے مخاطب کے دل کو پختہ اور مضبوط جانتے تھے ۔ پھر عزیز من ! جو کوئی مجمع میں نصیحت کرنے کیوجہ سے (تمپر ناراض ہو اور) تمکو ملامت کرے (کہ مجھے بھرے مجمع میں کیوں کچھ کہا) اسکی یہ ناراضی فقط قلبی نفاق کیوجہ سے ہے (اسکے دل میں ضرور کھوٹ ہے) اور منافق شخص کی کچھ بھی رعایت (کی ضرورت) نہیں بلکہ حق بات صاف صاف اس سے کہنا چاہیئے (اور اچھی طرح اسکے کان کھولنے چاہئیں) اگر وہ نفاق سے بچا ہوا ہوتا تو نصیحت سے ضرور خوش ہوتا تا ہم اس زمانہ میں کہ آجکل نصیحت کرنے والوں کی خود ہی کمی ہے لیکن جہاں تک ممکن ہو نرمی اور شفقت و رحمت (کا پہلو ملحوظ رکھنا) چاہیئے مبادا کہیں تمہاری سختی سے اسکو نیک کام سے نفرت نہ بڑھ جائے (چنانچہ عہد نمبر ۲ میں بیان ہو چکا ہے کہ جس شخص کو نصیحت کا سلیقہ نہ آتا ہو اور حسن سیاست سے حصہ نہ ملا ہو اسکو نصیحت کرنا جائز نہیں) اور سختی سے نفرت بڑھنے کی وجہ یا تو یہ ہوتی ہے کہ خود اس شخص میں توفیق کی کمی ہے یا تمہارا اخلاص کامل نہیں ۔ سیدی علی خواصؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی کو ایک بار دو بار نصیحت کر چکو اور ہر دفعہ میں تمہاری بات نہ مانے تو سمجھ لو کہ اسکا نفس (اسی طرح اپنی پہلی حالت پر قائم ہے ابھی اسمیں صلاحیت پیدا نہیں ہوئی) تو ایسے شخص کے لئے دوسرے وقت کا انتظار کرنا چاہیئے (کیونکہ ایسی حالت میں) اگر اس پر نصیحت کی بھرمار کی گئی تو اندیشہ ہے کہ کبھی انکار سے پیش نہ آئے (اور نصیحت کو بالکل بالائے طاق رکھکر) بات سننے سے بھی صاف انکار نہ کرنے لگے اگرچہ تم قرآن کی آیتیں ہی کیوں نہ پڑھکر سناؤ (تو اس صورت میں اس کمبخت کا دین ہی برباد ہو جائے گا) چنانچہ دشمنی اور کینہ رکھنے والوں میں اس حالت کا آجکل مشاہدہ ہوتا ہے (تو ان لوگوں کو بار بار نصیحت نکرنا چاہیئے کہ مبادا

کہیں انکار نہ کر بیٹھیں تو دین وایمان سے بھی ہاتھ دھوڈالیں ہاں) جن کے قلوب میں سلامتی ہے انکو نصیحت (سے ایسا نفع ہوتا ہے) جیسے سونے والا (نیند سے) بیدار ہو جائے۔ (نصیحت سے انکی آنکھیں کھل جاتی ہیں)۔

(عہد ۹۳ جو شخص شریعت کی تلوار یا تازیانۂ شرع سے مارا گیا ہو ہمارے دل میں اسکے لئے شفقت ورحمت پیدا ہونی چاہیئے)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب ہم کسی ایسے شخص کو دیکھیں جو شریعت کی تلوار سے قتل کیا گیا ہو یا تازیانۂ شرع سے اسپر مار پڑی ہو تو ہمارے دل میں اسکے لئے شفقت ورحمت پیدا نہ ہونی چاہیئے تاکہ حق تعالیٰ کی جانب کی پوری رعایت رہے (کیونکہ جب حق تعالیٰ نے اسکے لئے ایک سزا مقرر فرمادی اور یقیناً حق تعالیٰ اپنے بندوں پر ہم سے زیادہ مہربان ہیں تو خدا کے نزدیک وہ سزا شفقت ومہربانی کے خلاف نہیں بلکہ اسوقت وہی عین شفقت ہے پھر ہم مہربانی کرنے والے کون ہوتے ہیں اسکی ایسی مثال ہے جیسے باپ اپنے بیٹے کو کسی جرم کی سزا دے رہا ہو تو سب یہی کہتے ہیں کہ اسوقت باپ کی مار ہی بیٹے کے حق میں شفقت ہے کیونکہ باپ کو سب سے زیادہ اپنی اولاد عزیز ہوتی ہے جب وہ اس سزا کو اپنے ہاتھ سے اسپر جاری کر رہا ہے تو دوسروں کو شفقت ومحبت ظاہر کرنے کا کیا حق ہے دوسرے آدمی باپ سے زیادہ کبھی نہیں ہوسکتے اسی طرح یہاں بھی سمجھو بلکہ باپ میں تو بوجہ بشریت کے یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ شاید قصور سے زیادہ سزا دے رہا ہو اسکی سمجھ نے غلطی کی ہو اور حق تعالیٰ کی جناب میں یہ احتمال بھی نہیں ہو سکتا کہ اس نے کسی جرم کی سزا قصور سے زیادہ مقرر کی ہے) پس (بجائے شفقت وغم کے) ہم کو اس خوشی میں مشغول ہونا چاہیئے کہ (سزا کی بدولت وہ شخص) گناہوں سے پاک وصاف ہو جائیگا۔ حق تعالیٰ ان لوگوں کے بارے میں جنکو حد زنا میں سزائے تازیانہ دی جائے ارشاد فرماتے ہیں وَلَا تَأْخُذْكُم بِهِمَا رَأْفَةٌ فِي دِينِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ

یعنی زنا کرنے والوں پر حکم خداوندی جاری کرتے ہوئے تمھارے دلوں میں شفقت نہ آنے پائے اگر تم کو خدا پر اور قیامت کے دن پر ایمان و یقین ہے تو حق تعالےٰ (اس صورت میں) شفقت نہ آنے کو ایمان کی شرط بتلا رہے ہیں۔ شیخ احمد زاہد سے منقول ہے وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی شخص کو تنگی اور پریشانی میں مبتلا دیکھو تو جلدی سے یہ مت کہدیا کرو کہ یہ بیچارہ اس سزا کا مستحق نہ تھا کیونکہ اس میں ایک قسم کا دعویٰ ہے کہ تمھاری رحمت اور مہربانی اس خدا کی رحمت سے بھی بڑھی ہوئی ہے جس نے اس شخص کے واسطے تکلیف و پریشانی مقدر فرمائی حالانکہ حق تعالیٰ ماں سے بھی زیادہ اپنے بندہ پر مہربان ہیں اسی طرح کسی کو (مبتلائے مصیبت دیکھکر) جلدی سے یہ بھی نہ کہدیا کرو کہ یہ اسی کا مستحق اور اسی سزا کے قابل تھا کیونکہ اس میں ایک گونہ اپنے بھائی کی مصیبت پر مسرت و رضا کا ترشح ہوتی ہے علاوہ ازیں یہ بات محض تحصیل حاصل بھی ہے (کیونکہ اگر وہ مستحق نہ ہوتا تو حق تعالیٰ اس پر مصیبت ہی کیوں بھیجتے جب اسکا اس سزا کے قابل ہونا سبکو معلوم اور کھلی ہوئی بات ہے تو تمھارے کہنے ہی کی ضرورت کیا ہے؟ اور عزیز من! عذاب کا مستحق کون نہیں ہے ہر شخص سزا کے قابل ہے) وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ اگر حق تعالیٰ ہر ہر گناہ پر مواخذہ فرمایا کرتے تو روئے زمین پر کسی چلنے والے کو نہ چھوڑتے (مگر خدا کی عنایت ہے کہ ہر بات پر سزا نہیں دیتے کسی کسی گناہ پر گرفت کرتے ہیں پس کسی کو کیا منہ ہے جو دوسرے کو یوں کہے کہ یہ اسی مصیبت و عذاب کا مستحق ہے کیا یہ کہنے والا گناہوں سے بچا ہوا ہے) بلکہ ادب کی بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے اسکی مصیبت دور کرنے کی درخواست کرو اور اسکے واسطے صبر و استقلال اور عفو و درگذر کا سوال کرو کیونکہ حق تعالیٰ کسی شخص کے لئے کوئی مصیبت ایسی مقدر نہیں فرماتے جو اسکے کسی سابق عمل کی سزا نہ ہو (ہر مصیبت کسی پہلے عمل کا بدلہ ہوتی ہے جسکو) خدا تعالےٰ نے یاد رکھا اور انسان نے بھلا دیا۔ اب جن لوگوں کو اس گناہ کا علم نہیں وہ کہتے

(پھرتے) یا یہ کہ فلاں غریب جھوٹی تہمت میں پھانس دیا گیا حالانکہ وہ مسکین خدا کی اور بیوی کی طلاق کی قسمیں کھاتا ہے کہ میں بالکل مظلوم ہوں (تو بات یہ ہے کہ) یہ لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ اس شخص پر فقط جھوٹی تہمت کیوجہ سے مصیبت آئی اور) یہ مواخذہ اسی کی بنا پر ہوا حالانکہ بسا اوقات کسی دوسرے گناہ کی وجہ سے پکڑ ہوتی ہے جو اس سے یقیناً سرزد ہوا تھا (اور وہ جھوٹی تہمت صرف ظاہر میں سزا اور مصیبت کا ایک بہانہ ہو جاتی ہے) اور انسان ہمیشہ خطائیں کرتا اور بھولتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ رحمت و مغفرت فرماتے رہتے ہیں واللہ غفور رحیم۔

(عہد ۳۵ : اپنے دوستوں کو ہدایت کرتے رہیں کہ ہمجنسوں میں سے جسکی حالت بدل جائے اسپر رحم کیا کریں ہنسا نہیں)

ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ اپنے ذاکر شاغل عابد زاہد متقی دوستوں کو ہدایت کرتے رہا کریں کہ ان کے ہمجنسوں میں سے جسکی حالت میں تغیر آجاوے مثلاً پہلے وہ جن نیک کاموں کا پابند تھا اب ان کے بجائے برے کام کرنے لگا یا سستی اور کاہلی کرنے لگا (یا برے کام تو نہیں کرتا مگر) ان نیک کاموں کو اسنے چھوڑ دیا ایسے شخص کی حالت پر رحم کیا کریں (اس پر ہنسیں نہیں نہ اپنے آپ کو اچھا سمجھکر ناز کریں) کیونکہ (انکو بھی اس قسم کی حالت پیش آنے سے ڈرتا رہنا چاہیئے) ان میں سے ہر ایک پر ایسی حالت پیش آنے کا اندیشہ ہے کیونکہ ہر زمانہ میں جو حالت اکثر کی ہوتی ہے اسی پر حکم لگایا جاتا ہے (اور آجکل اکثر کی حالت اسی طرح بدل جاتی ہے پس سب کو ویسا ہی سمجھا جاوے گا اسلئے کسی کو اپنی طرف سے بے فکر نہ ہونا چاہیئے ایسا اندیشہ ہر ایک کے واسطے لگا ہوا ہے) ہر عابد، زاہد متقی، ذاکر، شاغل کو ہمیشہ ڈرنا چاہیئے کہ مبادا کہیں وہ دین کی دولت جو اسکے پاس ہے زائل نہ ہو جائے کیونکہ اسکا دین پر جما رہنا اس زمانہ کیحالت کے بالکل خلاف ہے۔ نیک کام کرنے والے آجکل گھٹتے چلے جارہے ہیں اور برے کام

کرنے والوں کی زیادتی اور ترقی ہے۔ یہاں تک کہ آخر کار بدکاروں ہی پر قیامت قائم ہوگی۔ اور عزیز من! یہ خوب سمجھ لو کہ ذکر اللہ کرنے والا خدا کا جلیس اور اس کا ہمنشین ہوتا ہے جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ ہر شخص ہمیشہ حق تعالیٰ کی ہمنشینی کے لائق نہیں ہوا کرتا، یہ مرتبہ تو بڑے بڑے اہل دربار کا ہوتا ہے کہ وہ ہمیشہ دربار الٰہی میں بے تکلف آتے جاتے ہیں ان پر یہ اندیشہ نہیں ہو سکتا کہ کبھی یہ نعمت ان سے سلب بھی ہو جائیگی باقی ہم جیسوں کو اگر ایک دو مرتبہ اس دربار عالی میں باریابی ہو بھی جائے تو بے فکر نہ رہنا چاہیے (معلوم کس دن روک دیا جائے) عزیز من! دنیا کے بادشاہوں (کی حالت) میں ہی غور کرلو کہ ہر شخص ان کے پاس بیٹھنے کی (ہمت اور) جرأت نہیں کر سکتا اگرچہ وہ کتنا ہی خواہشمند کیوں نہ ہو بلکہ اگر بالفرض کوئی خود جاکر ان کے پاس بیٹھ بھی جائے تو اسکو جبرًا مجلس سے اٹھا دیا جاتا ہے اسکو خوب سمجھ لو۔ عالم ظاہر کی حالت عالم غیب کے مشابہ اور اسی کا نمونہ ہے۔ واللہ علیم حکیم۔

(عہد۳۴: جہاں تک ممکن ہو اپنے بھائیوں سے ممتاز ہو کر نہ رہیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جہاں تک ممکن ہو اپنے بھائیوں سے کسی خصلت محمودہ میں ممتاز ہو کر نہ رہیں کیونکہ اس سے ہمارے بھائیوں کی رونق بجھ جائیگی اور ہماری رونق بڑھ جائیگی تو بس ضرورت کے وقت ہم کو امتیاز ظاہر کرنا چاہیئے (بلا ضرورت امتیازی شان بہتر نہیں) اور حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے اسی کو محبوب رکھتے ہیں جسکی پیچھے کوئی تلاش نہ کرے اور سامنے کوئی تعظیم نکرے (اسلئے امتیازی شان سے بچنا چاہیئے کہ اس سے شہرت ہو جاتی ہے) ہاں اگر کسی کو اللہ تعالے نے مقتدیٰ بنا دیا ہو تو وہ معذور ہے کیونکہ خود اسکی نیت تو ممتاز بننے کی نہیں ہوتی (پس وہ اسی حالت میں خدا کا محبوب ہوتا ہے حق تعالیٰ خود اسکو مشہور کر دیتے ہیں تاکہ مخلوق کو اس سے فیض پہونچے

وہ شہرت اور امتیاز کا طالب نہیں ہوتا) اور امتیاز ظاہر نہ کرنے کی ایک صورت یہ ہے کہ مثلاً سلطان کیطرف سے علماء اور صالحین میں مال تقسیم کیا جائے اور ہمارے سوا سب نے قبول کر لیا ہو کسی نے ان میں سے ہدیہ سلطانی کو رد نہ کیا ہو تو ادب کی بات ہے کہ جس طرح سب علماء اور صالحین نے قبول کر لیا ہم بھی اسکو قبول کرلیں پھر اسکو غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیں اور خود اسمیں سے کچھ نہ کھا دیں ہاں اگر مضطر اور مجبور ہوں (تو اس میں سے خود کھانے کا بھی اندیشہ نہیں لاچاری کیوقت مُردار بھی حلال ہوجاتا ہے بشرطیکہ قدرِ ضرورت سے زیادہ اور جمع کرنے کی نیت سے نہ لیا جائے) اپنے دستوں کے ساتھ ہماری یہ شان اسوقت تک ہونا چاہیئے جبتک کہ وہ دنیا میں منہمک نہوے ہوں اور جو چیز اپنے پاس آتے دیکھیں امیر اس طرح نہ جھپٹتے ہوں جیسے درندہ شکار پر دوڑتا ہے اگر وہ ایسا کرنے لگیں تو ہمکو بادشاہوں وغیرہ کے اموال بالکل رد کر دینے چاہئیں اور اس بارہ میں ان سے ممتاز ہوکر رہیں اور کچھ پرواہ نکریں کیونکہ اس وقت ہمارا امتیاز ویسا ہی ہوگا جیسا کہ صلحاء کو اعمال صالحہ کیوجہ سے فاسقین سے امتیاز ہوا کرتا ہے اور اگر ہم میں سے کوئی (ایسے درجہ میں ہو کہ) کہ امراء اور بڑے طبقہ کے لوگوں میں اسکے ذریعہ سے لوگوں کی ضرورتیں پوری ہوتی ہوں اسوقت تو نہایت ضروری ہے کہ ہم امراء کے ان اموال و ہدایا کو جو ہماری ذات خاص کے لئے آدیں لوگوں کی مصلحت کا خیال کر کے بالکل واپس کر دیا کریں کیونکہ (اس صورت میں اگرچہ ہماری ایک ممتاز شان ہوگی مگر) یقیناً اسکا ثواب ممتاز نہونے کے ثواب سے میزان اعمال میں بہت بھاری ہوگا آجکل امراء کی نظر میں اس شخص سے زیادہ کسی درویش کی بھی قدر و منزلت نہیں ہوسکتی جو دنیا سے بے رغبت ہوکر انکے چاندی سونے کو انھیں کیطرف واپس نہ کر دیتا ہو پس (اس ذریعہ سے اور) اس ٹٹی کی آڑ میں وہ مخلوق کی ہزاروں حاجتیں انسے پوری کرا سکتا ہے کیونکہ وہ جب دیکھیں گے کہ یہ شخص ان چیزوں کی بھی قدر نہیں کرتا

جس کے طالب سلاطین دنیا ہیں تو لامحالہ اسکی عظمت اور قدر و منزلت کریں گے اور آگے پیچھے پھریں گے اور ہمیشہ اسکی سفارش قبول کیا کریں گے اور اسکے برخلاف جب وہ یہ دیکھیں گے کہ کوئی عالم یا درویش دنیا سے محبت رکھتا ہے اور ان سے مراتب اور مناصب کی یا ہدایا و عطایا کی تمنا رکھتا ہے یا تولیت وقف اور مدرسی و مشیخت کی درخواست کرتا ہے یا یہ چاہتا ہے کہ حکام کے ذریعہ سے شاہی دسترخوان پر اسکا روزینہ مقرر ہو جائے یا اسکو طلب دنیا کے لئے سفر کرتے اور دنیا کو جمع کرنے کے لئے ان سے بھی زیادہ پوری ہمت صرف کرتے ہوئے دیکھیں تو پھر وہ اسکے کیونکر معتقد ہو سکتے ہیں۔ مالک بن دینارؒ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

یا معشر العلماء یا ملح البلد ما یصلح الملح اذا الملح فسد

اے علماء کی جماعت تم شہر میں بمنزلہ نمک کے ہو (بتلاؤ) اگر نمک ہی خراب ہو جائے تو اسکو کون درست کر سکتا ہے۔ (یعنی کھانے کی لذت اور درستی تو نمک سے ہوتی ہے لیکن اگر نمک میں خرابی آجاے تو اسکو کون چیز درست کر سکتی ہے نمک کی خرابی کا کوئی بھی علاج نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح عوام کی حالت تو علماء کے ذریعہ درست ہوتی ہے اگر علماء ہی بگڑ جائیں تو انکو کون درست کرے گا) پس اے عزیز! اگر تم چاہتے ہو کہ سلاطین اور امراء اور اکابر دولت کی نظر میں تمھاری عزت و جاہ قائم اور محفوظ رہے تو دنیا سے بے رغبتی اختیار کرو اور انکے ہدایا اور خیرات کے دفتر میں اپنا نام نہ لکھواؤ۔ میں اس بات کا ذمہ لیتا ہوں کہ تمھاری عظمت ان کے قلوب میں بلکہ ہر دیکھنے والے کے دل میں ہیبت و محبت پیدا ہو جائیگی اور وہ تمھاری ہر سفارش کو منظور کیا کریں گے۔

اور سیدی علی خواصؒ فرمایا کرتے تھے کہ علماء اور عابدوں کو (مبتلی میں کرنے) کے لئے دنیا کی محبت سے زیادہ کوئی جادو نہیں نیز اس سے بڑھکر کوئی ایسا مضبوط پھندہ نہیں جس سے انکا شکار ہو سکے (بس دنیا کی حرص ہی انکو اپنا شکار بنا لیتی ہے اسکے سوا کوئی چیز ان پر قابو یافتہ نہیں ہو سکتی، غور کرو

عقاب جب آسمان میں اڑتا ہوا ہو تو دنیا کا بڑے سے بڑا بادشاہ بھی اسکو ہاتھ نہیں لگا سکتا مگر جب اسکو شکار کرنا چاہتے ہیں تو ایک بوسیدہ ہڈی جال میں لگا دیتے ہیں جس کے اوپر وہ آسمان سے گرتا پڑتا آتا ہے یہاں تک کہ اسکو پکڑ لیتے ہیں اور بچے تک اس سے کھیل تماشہ کرنے لگتے ہیں۔ پس انسان وہ ہے جو (یہ واقعات) دیکھکر عبرت حاصل کرے۔ والسلام۔

(عہد ۴۷: خدا کی جانب کو ہمیشہ اپنی جانب پر ترجیح دیا کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا) کہ خدا کی جانب کو ہمیشہ اپنی جانب پر ترجیح دیا کریں اور کبھی ایسا کام نکریں جو خدا کی حفاظت اور پناہ توڑنے کا سبب بنجائے۔ مثلاً کسی ایسے مسکین و یتیم کو جسکا بجز خدا کے کوئی مددگار نہیں ایذا نہ دیں (کیونکہ یہ لوگ اللہ کی پناہ میں ہیں انکو ایذا دینا خدا کی پناہ کو توڑنا ہے) اسی طرح سے جس شخص نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی ہو اسکو بھی تکلیف نہ دینا چاہیئے (کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص صبح کی نماز جماعت سے ادا کرتا ہے وہ دن بھر اللہ کی پناہ میں رہتا ہے) حجاج بن یوسف باوجودیکہ نہایت ہی سفاک و ظالم تھا اس پر بھی ایسے شخص کا کبھی خون نکرتا تھا جس نے اس دن صبح کی نماز جماعت سے پڑھی ہو اور یہ کہا کرتا تھا کہ یہ (اللہ کی پناہ میں ہے (تو میں خدا کی پناہ کو توڑنا نہیں چاہتا) حتیٰ کہ بعض آدمی اس سے جھوٹ موٹ بھی کہدیا کرتے تھے (کہ ہم نے صبح کی نماز جماعت سے پڑھی ہے) اور بعد میں اس جھوٹ کی اسکو خبر بھی ہوتی جبھی اسکے اطلاع ہو سکتا (اور قتل کا ارادہ نکرتا) اور یہ کہتا کہ اس شخص نے مجھے شبہ میں ڈال دیا ہے اب میں اسے قتل نہ کرونگا مجھے خدا کی پناہ توڑنے سے ڈر لگتا ہے۔

عزیزمن! پس ہمکو ایسی بات سے ڈرنے کا حجاج سے زیادہ حق ہے تو کبھی ایسے شخص کو تکلیف نہ دینا چاہیئے جسکا پناہ خداوندی میں ہونا قرآن و حدیث سے معلوم ہو چکا ہو یہ کیسی نازیبا حرکت ہو کہ ہم اپنی پناہ کی تو اسقدر رعایت کریں کہ جو کوئی ہمیں دست درازی کرنا چاہے اسکے دشمن بنجائیں اور خدا کی پناہ کا کچھ بھی خیال نکریں

حضرت یحییٰ بن معاذؒ فرماتے ہیں کہ دنیا حق تعالیٰ کی کھیتی ہے اور یہاں کے لوگ اسکی کاشت ہیں، موت اس کھیتی کی ہنسیا ہے (جس سے کھیت کاٹا جاتا ہے) اور ملک الموت اس کھیتی کے کاٹنے والے ہیں۔ قبر اس کے ماڑنے اور رکھنے کی جگہ ہے، قیامت اسکا کھلیان ہے اور پھر جنت اور دوزخ اسکی خواہشات کا گھر، فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر جس نے جہاں کا کام کیا ہوگا وہاں جائے گا۔

حضرت لقمان حکیم سے مروی ہے کہ انھوں نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا کہ بیٹے! دیکھو یہ دنیا ایک گہرا سمندر ہے جس میں بہت سے لوگ ڈوب گئے ہیں لہذا تم اس میں سے اللہ کے تقویٰ کی کشتی پر سوار ہو کر گذرنا چنانچہ اسی مضمون کو بعض حضرات نے یوں ادا کیا ہے کہ ؎

ان للہ عبادًا فطنا طلقوا الدنیا وخافوا الفتنا
نظروا فیھا فلما علموا انھا لیست لحیّ وطنا
جعلوھا لجّۃً واتخذوا صالح الاعمال فیھا سفنا

یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے سمجھدار بندے بھی ہیں جنھوں نے دنیا کو اس میں مفتون ہونے کے خیال سے طلاق ہی دیدی انھوں نے دنیا کے انجام میں غور کیا اور جب یہ جان لیا کہ کسی زندہ رہنے والے کا وطن نہیں بنی ہے یعنی فانی ہے تو انھوں نے اسکو گہرا سمندر سمجھا اور اپنے اعمال صالحہ کو اس میں سے گذرنے کے لئے کشتی بنالی۔

حضرت مولفؒ فرماتے ہیں کہ یہ سمجھ لو کہ بس اعمال صالحہ ہی میں تمھارے لئے سفر کا سامان موجود ہے اسکے سوا اور کوئی چارۂ کار نہیں لہذا اسی پر حریص ہونا چاہئے لیکن افسوس زمانہ تیزی کے ساتھ گذرتا جارہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا اس سفر میں راستہ کا سایہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب حکیم (یعنی قرآن) شمع راہ۔ اور نفس کو خواہشات سے روکنا اسکی رسی ہے۔ جس کہ

پکڑ کر چلا جا سکتا ہے اور موت اس سفرِ فی البحر کا ساحل ہے۔ وہاں تک کشتی کو صحیح سالم لے جانا ہے اور قیامت اس تجارت کی منڈی ہے جس کے لئے یہ سفر کیا جارہا ہے اور اللہ اس بازار کا مالک ہے جو جس لائق ہوگا اسکے ساتھ وہی معاملہ فرمائے گا۔ نہ صحیح عمل رد کرے گا نہ اسکے اجر میں کچھ کمی کرے گا۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ کل بروز قیامت دنیا کو اس طرح لایا جائے گا کہ وہ اپنی رنگینیوں اور رونق میں فخر کرتی اور اکڑتی ہوئی آئے گی اور عرض کرے گی کہ اے رب مجھے اپنے محسنین کا گھر بنا دیجئے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں تیرے لئے انکا گھر بننا کبھی پسند نہ کرونگا تو ہے کیا چیز؟ محض لاشئے۔ تو اڑنے والی خاک ہوجا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ دنیا کو قیامت میں ایک بوڑھی عورت کی شکل میں پیش کیا جائے گا جسکے چہرہ پر شکن پڑی ہوگی نیلگوں آنکھوں والی، بڑے بڑے دانت منھ کے باہر نکلے ہوں گے۔ اور وہ نہایت ہی برے اخلاق والی ہوگی۔ اور اسکا یہ کریہہ منظر جو بھی دیکھے گا اس سے نفرت کرے گا چنانچہ سب مخلوق (اولین و آخرین) کے سامنے اسکو پیش کیا جائے گا (وہ لوگوں کو دیکھے گی اور سب لوگ بھی اسکو دیکھیں گے) لوگوں سے کہا جائے گا کہ تم لوگ اسکو پہچانتے ہو؟ سب لوگ یک زبان ہوکر عرض کریں گے کہ خدا نکرے کہ ہم اسکو پہچانیں یعنی نفرت کی وجہ سے کوئی اسکو پہچاننا بھی پسند نکرے گا۔ پس کہا جائیگا کہ ارے یہ وہی دنیا ہے جس پر تم لوگ نازاں تھے اور فخر کیا کرتے تھے اور اسکی وجہ سے باہم قتل و قتال کیا کرتے تھے۔ ایک دوسری روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ حکم ہوگا اور اسکو جہنم میں ڈالدیا جائے گا۔ اسپر وہ کہے گی کہ اے میرے متبعین اور میرے دوستو اور ساتھیو کہاں گئے؟ چنانچہ سب دنیا داروں کو بھی اسکے ساتھ کردیا جائیگا۔

فقیہ ابواللیث ثمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کے دوزخ میں جانے سے

یہ نہ سمجھا جائے کہ اسکو بھی عذاب ہوگا ایسا نہیں ہے دنیا کا کیا قصور تھا جو اسکو عذاب دیا جائے بلکہ اسکو اس لئے جہنم میں ڈالیں گے تاکہ اہل دنیا یعنی دنیادار اسکو دوزخ میں دیکھکر آج اسکی بے بسی اور بے کسی کا مشاہدہ کرلیں اور دنیا میں مال کو جو خدا بنا رکھا تھا اور اسکی پرستش کرتے تھے تو آج اسکی رسوائی اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ جس طرح سے کہ بتوں کو بھی دوزخ میں ڈالدیا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بلاشبہ تم اور جنکی تم پرستش کرتے ہو وہ بت وغیرہ سب اس جہنم کا ایندھن بنیں گے جسکے اوپر پل صراط پر تم سب کو چلنا ہوگا۔ تو یہاں بھی ظاہر ہے پتھر کے بت کا کیا قصور جو اسکو دوزخ میں ڈالا گیا تو بات یہی ہے کہ اسکو صرف اسلئے ڈالا جائے گا کہ انکی پرستش کرنے والوں پر حسرت اور عذاب کی سختی اور زیادہ ہو۔ لہٰذا مومن کو چاہئے کہ اعمال کو آخرت کے لئے کرے اور دنیا کی جانب صرف بقدر ضرورت اور حاجت ہی کے متوجہ ہو بدون اسکے کہ اسکی جانب اپنے قلب کو معلق کرے کہ یہ برا ہے (باقی ضرورت کے بقدر اسکو حاصل کرنا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ فریضۃٌ بعد الفرائض ہے۔)

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لوگو تم پر تعجب ہوتا ہے کہ تم لوگ دنیا کے لئے مرے جاتے ہو (عمل کرتے ہو) حالانکہ تمکو بدون عمل کے بھی روزی ملتی رہتی ہے اور آخرت کے لئے عمل نہیں کرتے حالانکہ وہاں بدون عمل (صالح) کئے روزی نہ پاسکو گے۔

حضرت ابوعبیدہ اسدیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ جس شخص کے قلب میں دنیا کی محبت خوب سما گئی تو اس قلب کو دنیا سے تین چیزیں نقد ملیں گی ایک تو کبھی نہ ختم ہونے والی مشقت میں مشغولی۔ دوسرے کبھی پوری نہ ہونے والی تمنائیں اور آرزوئیں۔ اور تیسرے ایسی حرص میں ابتلا جسکی مشقت تا عمر لازم حال رہے۔

دنیا اور آخرت دونوں طالب بھی ہیں اور مطلوب بھی لیکن اس طرح سے

کہ جو طالب آخرت ہوتا ہے دنیا اسکی طالب ہوتی ہے یہانتک کہ یہ شخص بھی دنیا سے پورا پورا رزق کا فائدہ حاصل کرلیتا ہے۔ اور جو طالب دنیا ہوتا ہے تو آخرت بھی اسکے پیچھے پیچھے لگی رہتی ہے یہاں تک کہ یہ شخص مرجاتا ہے اسکو موت آجاتی ہے اور پھر آخرت اسکو اچانک پکڑلیتی ہے۔

ابو حازم کا ارشاد ہے کہ میں نے دنیا کو دو حال سے خالی نہ پایا یا تو وہ میرا حصہ ہے اور میرے لئے مقدر ہے تب تو وہ مجھے ملکر ہی رہیگی مجھ سے نوت ہونے کے کیا معنی؟ اور یا وہ میرے غیر کے حصے کی ہے پھر وہ مجھے مل ہی نہیں سکتی (میں لاکھ سر پٹک کر مرجاؤں لا حاصل) جسطرح جو شئے میرے لئے ہو وہ میرے غیر سے روکدی گئی ہے اسی طرح سے جو غیر کی ہے مجھ سے روکدی گئی ہے۔ لہذا میں ان دونوں کی خاطر اپنی عمر کو برباد کیوں کروں (یعنی جو خواہی نخواہی ملکر رہے گی اسکے لئے پریشان کیوں ہوں اور جو ہرگز ہرگز نہ مل سکے گی اسکے لئے کیوں تعب برداشت کروں) اور یہ بھی فرمایا کہ دنیا کی جو چیز مجھے ملی ہے وہ بھی دو حال سے خالی نہیں ایک تو ایسی ہے کہ اسکا خاتمہ میرے خاتمہ سے پہلے ہو جائے گا اس پر تو میں غالب آگیا اور ایک وہ کہ میرا اختتام اسکے ختم ہونے کے پہلے ہی ہو جائے گا یعنی میں تو مرجاؤں گا اور اس چیز کو دوسروں کے لئے (ورثاء کے لئے) چھوڑ جاؤنگا۔ تو پھر ان دونوں صورتوں میں کیوں اپنے رب کی نافرمانی کروں (اور حرام و حلال کا خیال کئے بغیر اندھا دھند اسکی طلب میں لگوں کہ اول تو آخر مجھے ملنی ہی ہے اور میرے ہی سامنے اس کو ختم ہو جانا ہے اور دوسری چیز غیروں کے پاس چلی جانی ہے تو نفع دوسرے اٹھائیں اور حرام کا وبال میں اپنے سروں یہ کہاں کی دانشمندی ہے۔)

حضرت سفیانؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت سلمان رضی اللہ کے پاس عیادت کے لئے گئے حضرت سلمانؓ بیمار تھے انکو دیکھکر حضرت سلمانؓ رونے لگے۔ حضرت سعدؓ نے فرمایا کہ اے ابو عبداللہ

آپ کیوں رُو رہے ہیں ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہوئے اور حضرتؐ آپ سے الحمدللہ راضی اور خوش تشریف لے گئے ہیں (پھر اب رونے کی کیا بات ہے) حضرت سلمان نے کہا کہ بھائی میں کچھ اسلئے نہیں رویا کہ موت سے ڈر رہا ہوں یا مجھے درہم و دینار یا دنیا کی کچھ محبت ہے لیکن میرے رونے کا سبب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے ایک عہد لیا تھا اور یہ فرمایا تھا کہ تم میں سے ہر شخص کا ساز و سامان بس ایک مسافر سوار کا سا ہونا چاہیئے اور میرے پاس جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں ہر طرف تکیے وغیرہ رکھے ہیں حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ کے ارد گرد (تکیے کے علاوہ) ایک ٹب غسل کرنے کے لئے اور ایک لکڑی کا بڑا پیالہ اور ایک لوٹا وضو وغیرہ کے لئے رکھا ہوا تھا (اسی کو انھوں نے بہت ساز و سامان جانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سادہ زندگی کے خلاف سمجھا اور اسی پر بہت روئے)

اسکے بعد حضرت سعدؓ نے ان سے کہا کہ اے ابوعبد اللہ آپ ہمیں کچھ نصیحت فرمایئے تاکہ آپ کے بعد ہم اس پر عمل کریں۔ فرمایا کہ اے سعد! خدا کو یاد رکھنا جب تم کسی غم میں مبتلا ہو جانا۔ اور اسی طرح سے جب تم کوئی فیصلہ کرنا تو خدا تعالیٰ کی موجودگی کو اپنے پیش نظر رکھنا۔ اور جب کوئی قسم کھا لینا تو اسکو پورا کرنے میں بھی خدا کے حکم کو سامنے رکھنا (یعنی کسی برائی سے بچنے پر ہو تو اسکو توڑنا مت اور اگر خدا نخواستہ کسی نیکی پر قسم کھا لیا ہے اسکے نہ کرنے کی تو اسکو فوراً توڑ دینا اور وہ نیک کام مت چھوڑنا غرض دونوں شکلوں پر اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا واللہ تعالیٰ اعلم)

حضرت جویبرؒ حضرت ضحاکؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ لوگوں میں سب سے بڑھکر زاہد کون ہے ؟ آپ نے فرمایا وہ شخص جو قبروں کو اور اس میں جسم کے پرانے اور بوسیدہ ہونے کو نہ بھولے اور دنیا کی تھوڑی زیب و زینت کو ترک کر دے۔ اور اختیار کرے اسکو جو باقی رہنے والی ہے یعنی آخرت کو اور ترک کرے اسکو

جو فانی ہے یعنی دنیا۔ اور اپنی عمر کے دن نہ گنے کہ اتنی گذر گئی ہے اور اتنی باقی ہے یعنی اپنے آپ کو موتیٰ ہی میں شمار کرے۔

ایک حکیم کا کہنا ہے کہ میں نے چار چیزوں کو طلب تو کیا لیکن انکا طریق طلب غلط اختیار کیا۔ ہم نے امیری مال میں طلب کی حالانکہ وہ قناعت میں تھی۔ اسی طرح سے ہم نے راحت کو کثرت میں طلب کیا (کہ خوب زیادہ سامان ہو تو آرام ملجائے) حالانکہ راحت قلتِ اسباب میں تھی۔ اسی طرح سے ہم نے کرامت اور بزرگی کو خوش خلقی میں تلاش کیا حالانکہ وہ تقویٰ میں تھی۔ اسی طرح ہم نے کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں کو حقیقی نعمت جانا حالانکہ حقیقی انعام اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ ہے کہ ہمارے گناہوں اور عیبوں کی ستاری فرماکر ہمکو رسوائی سے بچالیں اور ہمکو اسلام پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس شخص نے صبح اس حال میں کی کہ دنیا ہی اسکے سر پر سوار تھی تو اللہ تعالےٰ اسکے قلب میں تین چیزیں پیدا فرمادیں گے۔ کبھی نہ ختم ہونے والی فکر۔ کبھی نہ فراغت ملنے والا غم۔ کبھی نہ جانیوالا فقر (یہ حدیث ذرا سے فرق سے اوپر آچکی ہے)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے فرمایا کہ میں کسی پر کیا حسد کروں صبح کرتا ہوں تو حال یہ ہوتا ہے کہ خود تو مہمان رہتا ہوں اور مال میرا عاریۃ سا رہتا ہے۔ مہمان کا کیا آج ہے کل رخصت ہوا۔ اور عاریۃ کے مال کا کیا بھروسہ وہ تو جس کا ہے وہ لے ہی لے گا۔

حضرت فضیل بن عیاضؒ فرماتے ہیں کہ تمام برائیاں ایک مقفل کوٹھری میں بند سمجھو جسکی کنجی دنیا کی محبت ہے (تو جس شخص کو یہ حاصل ہوا اسکے پاس شر کا خزانہ موجود ہے) اسی طرح سے خیر اور نیکیوں کو بھی ایک کمرے میں مقفل سمجھو اور اسکی کنجی زہد فی الدنیا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے

ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ (عجیب بات ہے) میرا مومن بندہ خوش ہوتا ہے جب اسکو دنیا میں وسعت عطا کرتا ہوں حالانکہ وہ دنیا اسکو مجھ سے دور کرنے والی ہوتی ہے اور جب دنیا اس پر تنگ کر دیتا ہوں تو رنجیدہ ہو جاتا ہے حالانکہ یہ نقص دنیا اسکو مجھ سے قریب کرنیوالی ہوتی ہے (مطلب یہ کہ مجھ سے قریب کرنے والی شئے سے نفرت اور دور کرنیوالی چیز سے محبت میرے مومن بندہ کا شیوہ ہے افسوس صد افسوس۔

اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی اَيَحْسَبُونَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَل لَّا يَشْعُرُوْنَ کیا وہ (کفار) یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اسکے ذریعہ سے ان کے لئے مال اور اولاد میں کچھ اضافہ کر رہے ہیں (انکا یہ خیال غلط ہے، بلکہ) ہم انکو جو خیرات انھیں دینی ہے اسکو (دنیا ہی میں یعنی) جلدی دے رہے ہیں مگر وہ ایسے (احمق) ہیں کہ اس بات کو بھی نہیں سمجھتے (بلکہ اسکو میرے رضا کی دلیل بناتے ہیں)

حضرت انس بن مالکؓ ہی سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ حضرت ابوذر غفاریؓ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھے فرمایا کہ اے ابوذر تمھارے سامنے ایک بہت سخت گھاٹی پیش آئیگی مگر اسپر وہی لوگ چڑھ سکیں گے جو (ساز؛ سامان سے) ہلکے پھلکے ہونگے حضرت ابوذرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں سبک بار والے لوگوں میں سے ہوں یا بوجھ لدے ہوئے لوگوں میں سے۔ آپؐ نے فرمایا تمھارے پاس ایک دن کا کھانا ہے؟ کہا جی ہاں ہے۔ فرمایا کل آئندہ کا بھی ہے؟ عرض کیا جی ہاں ہے۔ فرمایا اور پرسوں کے لئے بھی کھانا ہے؟ ابوذرؓ نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمھارے پاس تین دن کا کھانا ہوتا تو تم مثقلین یعنی بوجھ سے لدے ہوئے لوگوں) میں سے ہوتے، ہلکے پھلکے لوگوں میں تمھارا شمار نہوتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اٹھائیسواں باب

(بلا اور مصیبت پر صبر کرنے کا بیان)

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندی اپنی سند کیساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اے بچے یا فرمایا کہ اے لڑکے کیا میں تجھے ایسے کلمات نہ بتلادوں کہ اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے تجھے نفع بخشیں! میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیے آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو اور برابر دھیان میں رکھو خدا تمھاری حفاظت فرمائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا ہمیشہ مراقبہ رکھو ہر کام میں اسکو اپنے پیش نظر رکھو تم اسکو اپنے سامنے پاؤ گے یعنی تمھاری مدد فرمائیگا اور عیش اور خوش حالی کے وقت بھی خدا کو یاد رکھو تو وہ تمکو تمھاری شدت اور پریشانی کے وقت بھی یاد رکھے گا۔ اور یہ کہ جب کوئی چیز مانگنی ہو بس اللہ تعالیٰ ہی سے مانگو اور جب کسی امر میں استعانت اور مدد طلب کرنی ہو تو اللہ تعالیٰ ہی سے طلب کرو۔ اور یہ سمجھ لو کہ تقدیر میں جو کچھ لکھا ہے اسے لکھکر قلم خشک ہو چکا ہے یعنی جو ہونا ہے لکھا جا چکا ہے ٹلنے والا نہیں چنانچہ اگر تمام مخلوق مل کر تمکو کسی ایسی چیز کا نفع پہونچانا چاہیں جو اللہ تعالےٰ نے تمھاری تقدیر میں نہیں لکھا ہے تو وہ اس پر قادر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح اگر وہ لوگ یہ چاہیں کہ تمکو کوئی ایسا نقصان پہونچا دیں جو اللہ تعالےٰ نے تمھارے لئے مقدر نہیں کیا ہے تو وہ اس پر بھی قادر نہیں ہو سکتے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے لئے عمل کرو شکر اور یقین کے ساتھ۔ اور یہ سمجھ لو کہ ناگوار طبع امور پر صبر کرنے میں بہت زیادہ بھلائی اور اجر ہے اور یہ بھی جان رکھو کہ خدائی امداد جو آتی ہے وہ صبر ہی کرنے پر آتی ہے۔ اور یہ کہ ہر شدت اور تکلیف کے بعد آسانی اور راحت بھی ہوا کرتی ہے اور ہر ضیق اور مشقت کے بعد نرمی اور فراخی ہوتی ہے۔

مگر تمکو ایسی حالت میں سفر کرنا ہرگز مناسب نہیں جانتا ہوں اور ماموں صاحب نے
کہہ لیا ہے کہ اگر تو جاوے تو جسقدر روپیہ درکار ہوگا مجھ سے طلب کر لینا اون سے روپیہ
لینے میں مجھکو یوں بھی اندیشہ نہیں کہ اگر واپس چلا آیا تو طعن کرینگے کیونکہ وہ تو میرے
پدر شفق کی جگہ پر ہیں مگر اور کسی سے یہ کرتے شرم آتی ہے اس ہی واسطے جو
کوئی پوچھتا ہے یہ کہتا ہوں کہ میرا قصد نہیں۔ نقط۔ سمجھ لوکہ یہ تمنائے مکہ مرجانا
بھی مکہ والوں میں محشور کرادیگا۔ تو حالت مرض میں جانا مناسب نہیں اور مجھکو روز بروز
کچھ قوت اور ہمت بڑھتی جاتی ہے گو بالکل صاف نہیں ہوں۔ نقط۔ والسلام
سب کا سلام پہونچے۔ مسعود تندرست ہوگیا ہے۔

(۵۸) عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خان۔ دام اشفاقہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند
آپ کا خط فرحت بخش صحت پہونچا بخدا کہ بہت بہت فرحت ہوئی اور شکر خدا تعالیٰ کا بجالائے
مجھکو اپنے مرض کا اسقدر رنج نہ تھا جسقدر تردد آپکی تکلیف کا تھا مگر شکر ہے کہ
کہ اس احقر کو بھی شفا ہوئی اور آپ کو بھی حق تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی مگر افسوس
ہوتا ہے کہ اس سال قدمبوس حضرت مرشد سے حرماں ہوا مگر اس میں بھی بہت
سے اسرار حکمت تھے کہ ہماری نظر اس سے قاصر ہے۔ مولوی خلیل احمد کا خط
۵ ذی الحجہ کا لکھا ہوا مکہ سے آیا جمعہ کا حج ہوا اور اس سال بہت مجمع حجاج ہوا کرایہ
ٹیکٹ کا سو روپیہ تک ہوگیا تھا اس پر بھی حجاج بمبئی سے واپس آئے ٹکٹ جہاز
کا نہ ملا مولوی خلیل احمد اور قافلہ انبیٹہ کا اور دیوبند کا سب لوگ مکان حضرت مرشدنا میں
فروکش ہوئے حضرت کے مزاج کی خیریت لکھی ہے۔ خود حضرت کا نامہ عالی حجاج
کے ہاتھ آویگا۔ بعض لوگ جنکے پاس خرچ قلیل تھا وہ بمبئی سے تو چلے گئے مگر جدہ سے
مکہ تک فی شتر ۵ ریال کرایہ ہوا اور عرفات کا کرایہ بھی ۵ ریال اور مشہور تھا کہ مدینہ کا
کرایہ چالیس ریال بدوی مانگتے ہیں نمعلوم کس قدر پر فیصلہ ہوا کثرت حجاج سے سب شے
گراں ہوگئی ۲۵ ذی الحجہ روانگی مدینہ طیبہ کی لکھی تھی۔ بہرحال اس خط سے اور دیگر خطوط
سے جو مکہ سے آئے خیریت مزاج حضرت مرشدنا اور سب اہل قافلہ اور احباب کی معلوم

ہوکر فرحت ہوئی۔ ادھر آپکا فرحت نامہ آگیا اب میرا حال بھی اچھا ہے تو اب ہرطرف سے خبریں سرور کی آتی ہیں۔ دنیا عجب کارخانہ عجیب ہے کہ گاہ رنج و ملال کا زور ہرطرف سے ہوتا ہے گاہ سرور کا زور و شور رہتا ہے یہ حال انقلاب آثار کیا قابل اعتبار کہا جائے معتبر وہ امر ہے جسکو بقا ہوئے اور دائما سرور و راحت کا موجب ہوئے تو وہ بجز رضامندی اپنے مالک تعالیٰ شانہ کے اور کوئی ہے نہیں جس کے نصیب ہو جائے۔ تا یار کرا خواہد و میلش بکدام است رزقنا اللہ تعالیٰ وایاکم۔ آپ کے خط کا جواب اسی روز لکھنے کا قصد تھا مگر چونکہ آپ نے اپنا فتحگڈھ جانا اور بعد ہفتہ واپس آنا لکھا چند روز وقفہ کرکے آج پنجشنبہ ۲۳ ستمبر کو خط لکھتا ہوں فقط۔ والسلام۔

(۵۹) حکیم عبدالعزیز خاں صاحب۔ السلام علیکم پچھلے خط میں آپ نے درباب پسر عبدالنبی خاں لکھا تھا۔ دعا سے تو دریغ نہیں مگر اصرار سے بخدا میرا دل گھبراتا ہے بس وہیں انکی طمانیت کردیں کہ دعا کرتا ہے۔ یہاں نہ لادیں دور ہی دور سے انکی تسلی رکھیں

ف۔ (قولہ: "اب میرا حال بھی اچھا ہے تو ہرطرف سے خبریں سرور کی آتی ہیں دنیا عجب کارخانہ عجیب ہے")

اس مکتوب میں حضرت نے حکیم عبدالعزیز خاں صاحب کو لکھا کہ مکہ سے بھی خطوط آئے حضرت مرشد (حاجی امداد اللہ صاحبؒ) کی خیریت مزاج اور سب احباب کی خیریت معلوم ہوئی اور آپکا بھی فرحت نامہ ملا۔ اسکے بعد لکھا کہ اب میرا حال بھی اچھا ہے تو اب ہرطرف سے خبریں سرور کی آتی ہیں دنیا عجب، کارخانہ عجیب ہے، کبھی رنج و ملال کا زور کبھی کبھی سرور و فرحت کا شور۔ تو بھائی میرے ان بدلتے رہنے والے انقلابات کے آثار کا کیا اعتبار؟ آج ہے کل نہیں۔ یہی حال دنیا کے رنج و خوشی کا ہے پس معتبر وہ حال ہے جسکو بقا ہو اور جو دائمی ہو اور وہ شے حق تعالیٰ شانہ کی رضامندی ہی ہے اب جسکو نصیب ہو جائے ع۔ تا یار کرا خواہد و میلش بکدام است۔ دیکھنا چاہیئے کہ دوست کسکو پسند کرتا ہے اور اسکا میلان کسکی جانب ہے۔ اللہ ہم سبکو اور تم کو بھی اس دولت سے نوازے۔ ۱۲

- والسلام -

، حکیم عبدالعزیز خاں صاحب السلام علیکم - آپکا پہلا خط مع مولوی اسمٰعیل
آیا اب کیا لکھوں کہ مولوی اسمٰعیل کو فقط زبانی باتیں سنکر خیال پک گیا
ہ فقط اسکی ظاہری باتیں تھیں چنانچہ مفصل لکھ چکا ہوں، اب آپکا دوسرا خط
ق یہ ہیں روپیہ مجھکو لینا سخت معلوم ہوتا ہے کہ اس وجہ سے لیا جا دے سے
ے دل کی خواہش یہ ہے کہ اسکو واپس کر دوں مگر تم ایسا کچھ لکھتے ہو اُنکے بارہا
فضول ہے مگر اسقدر محقق ہے کہ لاریب آپکو بوجہ حضرت کے بندہ سے خیال
ہ اور خود بیناکارہ خود غرض ہے نہ کسی کی بھلائی مجھ سے ہو سکے نہ کسی کے کام کا
، اگر زبانی دعا کر دی تو کیا ہوا تم کو مجھ سے جو کچھ خیال ہے وہ محض حسن ظن اور میں اپنے

(قولہ: الحق یہ ہیں روپیہ لینا مجھکو سخت معلوم ہوتا ہے)

معلوم ہوتا کہ حکیم صاحب موصوف نے حضرت کی خدمت میں ہدیہ ارسال فرمایا
ت گنگوہی کو اول تو یہ مقدار کچھ زیادہ معلوم ہوئی نیز اس ہدیہ کی بنا حضرت کے نزدیک
ع نہ تھی اسلئے اسکو قبول کرنا پسند نہ ہوا اسلئے فرمایا کہ تم کو میرا جو خیال ہوا وہ حضرت حاجی
صاحب کی غلامی کی وجہ سے ہوا - اور میں اپنے کو خود غرض پاتا ہوں کسی کے کام کا نہیں
ے - زبانی دعا کر دیا کرتا ہوں تو اس سے کیا ہوا؟ تم اگر کسی بات کو میری توجہ کا ثمرہ خیال
تے ہو تو یہ تمہاری خوش فہمی ہے ورنہ من آنم کہ من دانم - میرا نفس اپنی ہی غرض
رمحبت سے پُر ہے ایسی صورت میں ہدیہ کیسے قبول کروں — ملاحظہ فرمایا آپنے یہ تھا ہمارا کا
دی کہ کسی نے دعا کرائی اور حسب منشا اسکا کام پورا ہو گیا تو اس نے خوش ہو کر انتہائی محبت کیساتھ
ت کی توجہ گرامی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کچھ ہدیہ گذارا تو اسکو کسطرح سے قبول فرمانے سے گریز فرمایا اور اپنی
، تواضع کے ماتحت اسکے سامنے اپنا کچا چٹھا رکھدیا کہ بھائی تمہارا یہ خیال ہوگا کہ مجھے تمہاری بڑی فکر ہے
ہمارے نقصان کا بڑا رنج ہے تو عزیز من! ایسا نہیں ہے میں تو اپنی غرض کا شکار ہوں دوسرے کی فکر اس درجہ میرے
طبعی نہیں ہے اور بظاہر ارسال ہدیہ کی بنا یہی قرار دی گئی ہے جو صحیح نہیں تو پھر اسکا قبول بار ہوتا ظاہر ہے - واللہ اعلم

ور کو جانتا ہوں کہ اپنی محبت اور غرض سے پڑے ہے تم تو دوسرے درجہ میں ہو الحق کہ
حضرت مرشدنا سے بھی مجھکو جیسی چاہیئے اعتقاد و محبت نہیں ایک بار خدمت میں
ضرت کے بھی عرض کردیا تھا کہ آپ کے سب خادموں سے اسباب میں کم ہوں ہر شخص
کسی درجہ کی آپ کی محبت ہے اور اعتقاد مگر مجھ نالائق کو کچھ بھی نہیں اور یہ اسواسطے
ذکر کیا تھا کہ نفاق اپنا ظاہر کردوں اور حقیقۃ الحال کو عرض کردوں سو اب دیکھو کہ جب

---

۵ - (قولہ: یہ اس واسطے ذکر کیا تھا کہ نفاق اپنا ظاہر کردوں الخ)
اسی خط میں ذرا پہلے فرمایا تھا کہ "تم تو پھر بھی دوسرے درجہ میں ہو خود حضرت مرشدنا سے بھی مجھکو جیسی چاہیئے اعتقاد و محبت نہیں چنانچہ ایکبار میں نے خدمت میں حضرت کے عرض بھی یا تھا کہ آپ کے سب خادموں سے اسباب میں کم ہوں ہر شخص کو کسی درجہ میں آپکی محبت ہے ور اعتقاد ہے مگر مجھ نالائق کو کچھ بھی نہیں ۔ یہ اسواسطے ذکر کیا تھا کہ نفاق اپنا ظاہر کردوں حقیقت الحال کو عرض کردوں"
(راقم عرض کرتا ہے کہ اب اس حقیقتِ حالِ باطن کے ظاہر کر دینے کو حضرت گنگوہیؒ سے بغض وعناد رکھنے والے جو چاہے سمجھیں انکا نفس اگر یہی سمجھا دے کہ یہ تو اقراری مجرم ہوئے تو وہ یہی سمجھ لیں، اور یہ سمجھکر یہ بھی سمجھ لیں کہ ہر شخص کو اپنی اپنی قبر میں الگ الگ سونا ہے ہاں اعمالِ صالحہ اور اتباعِ سنت ہی کا نور روشنی پیدا کر سکتا ہے قبر کے اوپر کے ہنڈے اور باغات اندر کے لئے بالکل بے سود ثابت ہونگے اور محشر کی عدالت میں خدا کو بھی جواب دینا ہے بلکہ اپنے مرشد حضرت مصلح الامۃ کی تعلیمات کی روشنی میں حضرت کے متوسلین کے لئے تو حضرت گنگوہیؒ کا یہ فرمان وجد آفریں ہے اور حضرت کی شان کو دوبالا کر دینے والا ہے اسلئے کہ حضرت مرشدیؒ نے "تحذیر العلماء" میں تحریر فرمایا ہے کہ:-
" احیاء العلوم میں ہے کہ ابن ابی ملیکہؓ نے فرمایا کہ میں نے ایک سو تیس اور روایت میں ہے کہ ایک سو پچاس اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پایا ہے کہ سب کے سب نفاق سے بہت ڈرا کرتے تھے، اور یہ بھی کہا کہ حضرت عمرؓ ص ص

خود اس شخص مبارک سے کہ جس کے پاپوش کی بدولت دنیا میں عزت ہو رہی ہے اور یہ توجہ آپکو ہے ایکے ہی ساتھ اپنا یہ حال ہو تو پھر اور کوئی تو دوسرے درجہ میں ہے پس جب حال خود اپنا اپنے دوستوں کے ساتھ ہوا تو کسطرح میں ہدایا اپنے حوصلہ سے زیادہ قبول کروں وہ کسی خیال میں اور اپنا کچھ اور حال تو اب کیا کہوں نہ کہہ سکتا ہوں نہ چپ رہ سکتا ہوں۔ اسقدر پھر لکھتا ہوں کہ یہ روپیہ تمھاری غرض میں خرچ نہ ہوا تو اب ایسی حالت میں اگر قبول ہو تو بہتر ہے۔ آخر ہر روز لئے جاتا ہوں اور فی الواقع یہ امر مقرر ہے کہ مجھکو کسی محسن دوست عزیز سے آشنائی نہیں اپنے دل میں اپنی راحت و غرض اسقدر جاگزیں ہے کہ نہ کسی کے رنج سے رنج ہے نہ کسکی فرحت سے فرحت ہر دم اپنی ہی غرض در پیش ہے اگرچہ اس اپنے حال زار سے نادم ہوتا ہوں مگر طبعی بات کو ندامت سے سود نہیں ہوتا شرمندہ ہوتا ہوں اور پھر وہی طبیعت سرزد

حضرت عمرؓ حضرت حذیفہ سے اپنے بارے میں دریافت فرماتے رہتے تھے کہ اے حذیفہؓ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے میرا نام منافقین میں تو نہیں شمار فرمایا ہے؟

نیز امام غزالیؒ نے یہ بھی لکھا ہے کہ نفاق سے بعید تر وہ شخص ہے جسکو اپنے متعلق نفاق کا ڈر لگا ہوا ہو۔ اور اسکے قریب تر وہ شخص ہے جو اپنے تئیں یہ سمجھ رہا ہو کہ میں نفاق سے بری ہوں۔

حضرت حذیفہؓ سے کسی نے کہا کہ میں خدا سے ڈرتا ہوں اس بارے میں کہ کہیں منافق تو نہیں ہوں۔ انھوں نے جواب دیا کہ اگر تم منافق ہوتے تو تمھیں نفاق کا ڈر نہ ہوتا اسلئے کہ منافق کو اپنے اندر نفاق سے امن ہوتا ہے۔ نفاق سے تو مومن ہی خوف زدہ ہوتا ہے اور نفاق سے منافق ہی مامون رہتا ہے۔

اس تفصیل کے پیش نظر رکھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت گنگوہیؒ کا یہ حال بھی کسقدر رفیع حال تھا اور الحمدللہ اس سلسلہ میں حضرت کو سیرت صحابہ کی اقتدار حاصل تھی۔ سچ ہے " جنکے رتبے ہیں سوا انکو سوا مشکل ہے "۔ یہ گفتگو اس پر چلی تھی کہ حضرت گنگوہیؒ نے حکیم صاحب مرحوم

ہوتی ہے تو اب اگر آپ چشم پوشی کریں تو بہتر ہے ورنہ کیا کروں حق تعالیٰ آپ کے حسن ظن سے میرے ان اخلاق نازیبا کو زائل کردیوے اور تھوڑی سی عقیدت اپنے مرشد کی اگر دیدیوے تو پھر برادران دینی سے البتہ کچھ الفت ہو جاوے ورنہ قیامت کو میری حقیقت منکشف ہوکر اندیشۂ ندامت ہے اس ہی واسطے اب ظاہر کرتا ہوں کہ میرا نفاق ظاہر ہو جاوے کہ دوست یوں جانتے ہیں کہ یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور میں انکی طرف سے بالکل غافل اپنی غرض میں مبتلا ہوں ۔ سُنو اے برادر دین! تم سے بھی توقع ہے کہ میرے واسطے اس امر کی دعا کرو کہ حق تعالیٰ مجھکو اپنی حُب دیوے تو اسکے حُب سے حُب اُسکے اولیاء کی ہووے اور پھر اس حُب سے حُب برادران دینی کی ہوئے ورنہ جسقدر میری کوئی شکایت کرے بجا ہے میں خود مقر ہوں اور اپنا حال جانتا ہوں۔

کیونکہ وہ لوگ تو دوسرے درجہ میں ہیں میرا حال محبت وعقیدت کے سلسلہ میں تو اپنے مرشد کے ساتھ ایسا تھا جسکا اظہار بھی میں نے حضرت مرشد سے کردیا تھا سو اب خود دیکھو کہ جب ایسی مبارک ہستی سے جنکی جوتیوں کی برکت سے دنیا میں بندہ کی عزت ہورہی ہے اور اسی کی وجہ سے آپکی بھی توجہ عقیدت اپنے ساتھ ہے) اپنا یہ حال تو اور کوئی تو دوسرے درجہ میں ہے ۔ تو عزیز من! جب اپنا حال دوسروں کے ساتھ ایسا ہو تو کیسے حوصلے زیادہ وہ ہدیہ قبول کروں ۔ اسلئے آپ ہی اسکو میری جانب سے قبول کرلیجئے ۔ اللہ تعالےٰ میرے اخلاق کو آپ کے حسن ظن کے مطابق فرمادے اور تھوڑی سی عقیدت اپنے مرشد کی اگر دے دیوے تو برادران دینی سے البتہ کچھ الفت ہو جائے کہ ایک کی محبت وعقیدت دوسرے کیلئے جالب بنجاتی ہے بقول حضرت خواجہ صاحبؒ ؎ اگر تھوڑی سی حُبِ حق بفیض پیر ملجاتی تو ہاتھ آتی بڑی دولت بڑی اکسیر ملجاتی چنانچہ آگے حضرت گنگوہیؒ خود فرماتے ہیں کہ اے برادر دین تم سے توقع ہے کہ میرے واسطے اس امر کی دعا کرو کہ حق تعالیٰ مجھکو اپنی حب دیوے تو اسکے حب سے حب اولیاء کی ہوئے پھر اس حب سے حب برادران دینی کی ہووے ورنہ جسقدر میری کوئی شکایت کرے بجا ہے۔ میں خود مقر ہوں اور اپنا حال جانتا ہوں ۔ ۱۲

اور یہ بھی ضرور ہے کہ جب آدمی کو رنج ہوتا ہے تو خلاف توقع سے ہوتا ہے کہ جہاں آدمی توقع کسی کی رکھتا ہے اور وہ توقع برآمد نہیں ہوتی تو رنج ہو جاتا ہے اس ہی واسطے غیروں سے رنج کم ہوتا ہے اور عزیزوں اور دوستوں سے رنج ہو جاتا ہے کہ ان سے توقع بھلائی رکھتا ہے جب بھلائی د توقع میں نہ آئی رنج ہوا خلاف توقع ہونے کے سبب دل پر صدمہ ہوا سو چونکہ اپنے آپ سے مجھکو خود توقع نہیں کہ کسی سے سلوک کروں اور اپنے آپ قابل دوستی کے نہیں جانتا تو الحق اگر کوئی میری شکایت کرے تو مجھکو بری نہیں معلوم ہوتی کیونکہ اپنے آپ کو ایسا ہی جان رہا ہوں اور کیکی شکایت کو بجا جانتا ہوں کیونکہ میرے افعال ظاہری پر وہ لوگ مغرور ہوکر مجھکو اپنا دوست جان گئے پھر جب معاملہ خلاف پیش آیا تو ضرور شکایت ہوتی چاہیئے سواب آپ سنو سہارن پور کا آنا یا پنجلاسہ پہونچنا ایسا کیا مشکل تھا مگر اپنی غرض سے جو دل پُر تھا سو حیلہ حوالہ پیش کر دیئے تو یہ آپکی کمی توجہ کا باعث نہیں تم تو حضرت کی محبت وعقیدت کے ظل سے اس ناکارہ پر توجہ تام رکھتے ہو تم میں کوئی قصور نہیں سراسر کوتاہی بندہ کی ہے ۔ اب میں صاف صاف لکھتا ہوں اگر خود حضرت مرشدنا کو کوئی خدانخواستہ تکلیف پیش آدے تو بخدا مجھکو توقع اپنے نفس سرکش سے یہ نہیں کہ انکی خدمت گذاری میں ذرا بھی تکلیف گوارا کرے سو یہ میری شامت اعمال ہے کسی کا کیا قصور ؟ حضرت کی عنایات سے تو میں دنیا میں بہت مشہور ہوگیا اپنا کیا

ﮦ (قولہ ، اب میں صاف صاف لکھتا ہوں کہ اگر خود حضرت مرشدنا کو کوئی خدانخواستہ تکلیف پیش آئے الخ)

یہ بھی حضرتؒ کی تواضع اور انکسار کا ایک مظہر ہے اور اُدھر سے انعام واکرام اور اپنی جانب سے اسکے حق کی کما حقہ ادائیگی میں کوتاہی کا اعتراف کرکے ممنونیت اور مشکوریت کا اظہار ہے۔ روایت میں ہے کہ کسی نبی نے (غالباً حضرت آدمؑ نے) حق تعالیٰ سے دریافت کیا کہ آپکی نعمتیں تو بیشمار ہیں انکا شکر کیونکر ادا کروں ؟ فرمایا کہ اے آدم میری نعمتوں کا اعتراف واقرار اور اپنی ادائے شکر سے تقصیر ہی میری نعمتوں کا شکر ادا کرنا ہے ۱۲

علاج کروں۔ اے خدا اگر آخرت میں اسکا دسواں حصہ بھی نصیب ہو جاوے تو میرے برابر کوئی صاحب نصیب نہیں۔ مگر چونکہ دنیا ظاہر ہے اور آخرت میں باطن ظاہر ہو جاوے گا وہاں کچھ بھی توقع نہیں بندہ عتق الٰہی توبہ توبہ بس ختم کرتا ہوں۔ اور ایک یہ بھی کہتا ہوں کہ تم نے مولوی پیر محمد خاں سے شکر رنجی کا قصہ لکھا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ کیا وجہ ہوئی؟ باہم شکر رنجی اچھی نہیں لگا ہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ قصور فہم ہو جاتا ہے بات کچھ ہوتی ہے اور فہم میں دوسری طرح آجاتی ہے تو صفائی عمدہ بات ہے جب آپ ظاہر لکھ دیویں اسوقت پیر محمد خاں سے پوچھوں اور زیادہ اب آپکو بھی نہیں لکھ سکتا کہ بیمار ہو کیا تکلیف دوں۔ فقط۔ اہل پنجلاسہ کی دشمنی پر صبر کرنا لازم۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں اپنے واسطے کرتے ہیں۔ عبدالمجید خاں کا البتہ افسوس آتا ہے کہ وہ کیوں ایسا کام کرے جس سے آپکو ناخوشی ہو۔ مگر ایک نصیحت آپکو بھی لکھتا ہوں کہ حتی الامکان دوسرے کے فعل کی تاویل حسن کرنا اور جہانتک ہوسکے دوسرے کی بات کو بھلائی پر حمل کرنا اچھا ہے۔

۵۔ (قولہ: مگر ایک نصیحت آپکو بھی لکھتا ہوں الخ)

سبحان اللہ نصیحت بھی ایسی فرمائی جو جامع ہے بہت سی نصائح کو، وہ یہ کہ فرمایا کہ
(۱) حتی الامکان دوسرے کے فعل کی تاویل حسن کرنا یعنی جہانتک ہوسکے دوسرے کی بات کو نیک محل پر حمل کرنا۔
(۲) تھوڑے قصور پر چشم پوشی کرنا اچھی بات ہے۔ اسی میں راحت ہے ذرا ذرا سی بات پر الجھنا موجب تشویش قلب ہے۔
(۳) مخالفت کی برائی کا بدلہ نیکی سے دینا تو کیا کہنا بہت ہی عمدہ خصال ہے۔ اگر مردی احسن الی من اسیٰ کا مصداق ہے۔

آگے فرمایا کہ ان سے مقصود تمکو راحت دلانا ہے۔ تمھارے مخالف کی حمایت کرنا نہیں ہے لہٰذا اس نصیحت سے تم ناراض نہ ہونا اور ان بیش بہا گوہر کی پرکھ جی چاہے تو حضرت مرشدی حاجی صاحب (نور اللہ مرقدہ) سے کرالینا۔ بھائی میرے یہ تو مسنون اور بزرگوں کی نصیحتیں ہیں اگر میرا ان پر عمل نہیں ہوسکا تو آپ کو لکھتا ہوں بھلا آپ ہی عمل کریں۔ بزرگوں کی یہ قدیم نصائح ہیں۔

Monthly

[redacted]d. No.I 2/9/AD.(1)
[redacted] January 1986

WASI [redacted]
23, Buxi B [redacted]

شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۲ فروری ۱۹۸۶ء جلد ۹

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۲ بخشی بازار
الٰہ آباد

ماہنامہ
حامل مضامین تصوف و احسان افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ ششماہی
سولہ روپے

چندہ سالانہ
تیس روپے

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ تین روپے

مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ ۲ | جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۹۶ھ مطابق فروری سنہ ۱۹۷۶ء | جلد ۹

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شایع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱۷ ڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

جنوری ۸۶ء کا شمارہ بہت تاخیر سے روانہ ہو سکا بہت کوشش رہی کہ اب ماہ فروری کا پرچہ وقت سے ناظرین کو ملجائے لیکن ہم اسمیں کامیاب ہوسکے وجہ یہ ہو کہ کاتب صاحب رسالہ کے پاس اپنا پتا تُلا وقت اسکی کتابت کیلئے رہتا ہو کہ معمولی عوارض سے بھی بار بار رخنہ پڑجاتا ہو اس رسالہ کی کتابت کیلئے ضرورت ہوتی ہے کہ کاتب کا اردو خط بھی اچھا ہو اسکے ساتھ عربی خط بھی عمدہ ہو نیز اردو دانی کے علاوہ اسے فی الجملہ عربی فارسی میں بھی دسترس حاصل ہو اور آج کے اس دور میں بہمہ صفات جامع دشوار ہو جاتا ہے۔

بہرحال ان سب مجبوریوں کے ساتھ ساتھ بھی اپنا عزم محکم ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ حسب مقدور تمام دقتوں کا مقابلہ کرتے ہوئے دیر سویر رسالہ ناظرین کی خدمت میں پہونچتا رہی ر ۔ ناظرین سے بھی گذارش ہے کہ ہمکو تاریخ اشاعت کے سلسلہ میں غافل نہ تصور کریں بلکہ مجبور جانیں۔ اللہ تعالیٰ اسکے نظم پر پوری طرح قدرت عطا فرمائیں اور موانع مرتفع فرمائیں۔

الحمدللہ یہاں خانقاہ میں ہر طرح سے خیریت ہے۔ مجالس یومیہ جاری ہیں نیز مدرسہ میں بھی نہایت سکون کے ساتھ تعلیمی کام ہو رہا ہے۔ تعمیر مسجد اور مینار وغیرہ کا سلسلہ درمیان میں کچھ موقوف سا ہوگیا تھا اب مینارہ پر سنگ مرمر کی پٹیاں جمانے کا کام عنقریب شروع ہونے والا ہے سنگ مرمر آچکا ہے کاریگروں کا انتظار ہے۔ اللہ تعالیٰ اسکی جلد تکمیل فرمادے۔ آمین۔ والسلام

(ادارہ)

اور جب انکی نگاہیں اہل دوزخ کیطرف جا پڑینگی اسوقت ہول کھا کر کہیں گے ہمارے رب ہمکوان ظالم لوگوں کے ساتھ (عذاب میں) شامل نہ کیجئے اور جیسے ان اہل اعراف نے اوپر اہل جنت سے سلام وکلام کیا اس طرح یہ) اہل اعراف (دوزخیوں میں سے) بہت آدمیوں کو (جوکہ کافر ہوں گے اور) جنکو کہ انکے قیافہ (ظلمت وکدورت چہرہ) سے پہچانیں گے (کہ یہ کافر ہیں) پکاریں گے اور کہیں گے کہ تمہاری جماعت اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھنا (اور انبیاء کا اتباع نکرنا) تمہارے کچھ کام نہ آیا (اور تم اسی تکبر کی وجہ سے مسلمانوں کو حقیر سمجھکر یہی کہا کرتے تھے کہ یہ بیچارے کیا مستحق فضل وکرم ہوتے جیسا اَهٰؤُلَاءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْۢ بَيْنِنَا سے یہی مضمون مفہوم ہوتا ہے تو ان مسلمانوں کو اب تو دیکھو) کیا یہ وہی مسلمان ہیں جنکی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ان پر اللہ تعالیٰ (اپنی) رحمت نکرے گا (تو ان پر اتنی بڑی رحمت ہوئی کہ انکو یہ حکم ہوگیا کہ جاؤ جنت میں (جہاں) تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموم ہوگے
وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُوْرِهِمْ مِنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهَارُ یعنی جو غش وعداوت کہ دنیا میں آپس میں ان لوگوں میں تھی اسکو ہم نے نکال دیا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومنین جہنم سے رہائی پا دینگے تو ایک پل پر جو جنت ودوزخ کے درمیان ہوگا روک دیئے جاویں گے پھر ان کے بعض کا بعض سے بدلہ دلایا جائے گا جو آپس میں دنیا کے اندر کئے تھے یہانتک کہ جب یہ لوگ صاف ومہذب ہو جاوینگے اسوقت انکو جنت میں داخل ہونے کی اجازت دی جائیگی تو قسم ہے اس ذات کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان جس کے قبضہ میں ہے یقیناً ایک جنتی اپنے جنت کے گھر کے راستے سے زیادہ واقف ہوگا جتنا کہ دنیا کے گھر کے راستے سے واقف تھا۔

سدی نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ اہل جنت جب جنت کیطرف جائینگے تو اسکے دروازے کے پاس ایک درخت پائینگے جسکی جڑ میں دو چشمے ہونگے ان میں سے ایک میں سے پئیں گے جس سے انکے دلوں کے کینے زائل ہو جائینگے

یہی شراب طہور ہے اور دوسرے چشمے سے غسل کرینگے تو ان پر نعمت کی تازگی اس طرح ظاہر ہو جائیگی کہ پھر کبھی وہ لوگ پراگندہ سر اور متغیر اللون نہ ہونگے۔

وَنُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے دونوں نے کہا کہ پکارنے والا پکاریگا کہ تمھارے لئے صحت ہے تو کبھی بیمار نہ ہوگے اور تمھارے لئے حیات ہے تو کبھی نہ مروگے۔ اور تمھارے لئے جوانی ہے تو کبھی بوڑھے نہ ہوگے اور تمھارے لئے نعمت ہے تو کبھی غمگین نہ ہوگے۔ تو یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قول نُوْدُوْٓا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ کا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ ہر آدمی کا ایک گھر جنت میں ہے اور ایک گھر جہنم میں تو کافر مومن کے جہنم والے گھر کا وارث ہو جائیگا اور مومن کافر کے جنت والے گھر کا وارث ہوگا۔

وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ۔ اسمیں اختلاف ہے کہ اعراف پر کون لوگ ہوں گے۔ حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ ایک قوم ہوگی جس کے حسنات اور سیئات برابر ہوں گے اُنکی برائیاں اُنکو جنت سے روکدینگی اور انکی نیکیاں انکو جہنم سے نکالدینگی وہ لوگ یہاں اعراف پر کھڑے کر دیئے جاویں گے یہانتک اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں جو کچھ چاہیں گے فیصلہ فرما دیں گے پھر انکو اپنی رحمت سے جنت میں داخل کرینگے اور وہی لوگ جنت میں داخل ہونے والوں میں سے سب سے آخری ہونگے۔

عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن لوگوں کا حساب ہوگا تو جسکی نیکیاں اسکی برائیوں سے ایک بھی زیادہ ہو جائیگی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جسکی برائیاں اسکی نیکیوں سے ایک بھی زیادہ ہو جائیگی جہنم میں داخل ہوگا۔ پھر یہ آیت تلاوت کی فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ——— اور

پھر فرمایا کہ میزان عمل ایک حبہ کے بقدر سے اونچا نیچا ہوگا اور فرمایا کہ جنکی نیکیاں برائیاں برابر ہونگی وہ اصحاب اعراف میں سے ہوگا تو یہ لوگ پل صراط پر ٹھیرائے جائینگے۔ اور یہ لوگ اہل جنت، اہل نار کو پہچانیں گے۔ پھر جب اہل جنت کو دیکھیں گے تو پکار کر کہیں گے سلام علیکم اور جب انکی نگاہیں جہنم والوں کی طرف پھیردی جائینگی تو کہیں گے رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ۔

اور نیکیوں والے لوگ، تو انکو ایک نور عطا کیا جاوے گا وہ اسمیں چلیں گے اور وہ نور انکے آگے اور داہنے ہوگا اور اس دن ہر بندے کو ایک نور عطا ہوگا پھر جب سب لوگ پل صراط پر آجاویں گے تو اللہ تعالیٰ ہر منافق مرد، ہر منافق عورت کا نور چھین لے گا۔ پھر جب اہل جنت دیکھیں گے کہ منافقین کا یہ حال ہوا تو کہیں گے رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا۔

اور اعراف والے لوگ تو نور ان کے آگے سے نہ چھینا جائے گا اور انکی برائیاں انکو روکدینگی کہ وہ جا سکیں، تو ان کے قلوب میں طمع باقی رہیگی کیونکہ نور انکے آگے سے نہیں چھینا گیا یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قول لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ کا۔ اور یہ طمع اس نور کے لئے ہوگی جو انکے سامنے تھا۔ پھر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے اور اہل جنت میں سب سے اخیر میں داخل ہونے والوں میں یہی لوگ ہوں گے۔

شرجیل بن سعد نے کہا کہ اصحاب اعراف وہ قوم ہوگی جو اپنے آباء کے بغیر اجازت غزوہ میں نکلے ہونگے۔ مقاتل نے اپنی تفسیر میں مرفوعاً نقل کیا ہے کہ اعراف والے وہ لوگ ہونگے جنھوں نے اللہ کے راستے میں اپنے آباء کی نافرمانی کرتے ہوئے غزوہ کیا، پھر قتل کئے گئے تو وہ جہنم سے چھوٹ جائینگے اللہ کے راستے میں جہاد کرنے سے۔ اور روک دیئے جائیں گے جنت سے اپنے آباء کی معصیت کرنے کیوجہ سے تو یہ لوگ جنت میں داخل ہونے والوں میں سے سب سے اخیر میں ہوں گے۔

حضرت مجاہدؒ سے مروی ہے کہ اہل اعراف وہ قوم ہے جنکے احد الابوین ان سے راضی ہیں اور دوسرا ناراض۔ یہ لوگ اعراف پر روک دیئے جائیں گے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے درمیان فیصلہ فرمائیں گے اسکے بعد لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

عبدالعزیز بن یحییٰ نے کہا کہ اہل اعراف وہ لوگ ہیں جو زمان فترت میں مرے اور اپنے دین کو نہیں بدلا اور بعضوں نے کہا کہ اہل اعراف مشرکین کے بچے ہونگے اور کہا حسنؒ نے کہ یہ لوگ اہل فضل مومنین میں سے ہونگے جو اعراف پر چڑھ جاوینگے اور اہل جنت اور اہل نار دونوں پر جھانکینگے اور فریقین کے حالات کا مطالعہ کریں گے۔ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ۔ یعنی اہل جنت کو انکے چہروں کی چمک سے اور اہل نار کو انکے چہروں کی سیاہی سے پہچانیں گے۔

ابو مسلم فرماتے ہیں کہ یہ اہل اعراف ان جنتیوں اور دوزخیوں کو انکی علامات سے پہچانیں گے جن سے وہ دنیا میں انکو پہچانا کرتے تھے۔

(فائدہ) یہاں اہل اعراف کو سب سے آخری جنت میں داخل ہونے والا فرمایا گیا ہے اور ایک دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سب لوگ شفاعت کر چکیں گے حتیٰ کہ ہمارے پیغمبر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بھی جس کے قلب میں رائی برابر ایمان ہوگا وہ بھی بخشدیا جائے گا اور دوزخ سے نکال دیا جائیگا تو سب سے آخر میں اللہ تعالےٰ فرمائیں گے کہ تم لوگ شفاعت کر چکے، اچھا اب رب العلمین کی شفاعت باقی ہے چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ اپنے لپ بھر بھر کر انکو جہنم سے نکالیں گے اور جنت میں داخل فرمائیں گے یہ وہ لوگ ہونگے کہ ایمان کی چنگاری انکے قلوب میں اتنی ضعیف ہوگی کہ سب لوگ انکو کافر ہی سمجھتے ہوں گے یہانتک کہ رسول اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی بنا پر انکی شفاعت نہ فرمائیں گے حالانکہ

وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہونگے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ سب سے آخری جنتی یہ شخص ہوگا۔

اسی طرح ایک روایت آتی ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آخری جنتی ہوگا جو دوزخ سے نکلکر درخت کا سایہ لینے کی درخواست کرے گا اور اسی طرح سے بڑھتے بڑھتے جنت میں داخل ہوجائیگا۔

تو ہماری سمجھ میں اسکی تطبیق یہ آتی ہے کہ یہاں جو اہل اعراف کو آخری جنتی کہا گیا ہے یہ آخر حقیقی نہیں ہے بلکہ اضافی ہے یعنی جو لوگ کہ بدون دوزخ میں گئے ہوئے جنت میں جائیں گے ان میں سے سب سے آخر یہی اہل اعراف ہونگے ورنہ حقیقۃً سب سے آخری وہی شخص ہوگا جسکو اللہ تعالیٰ جہنم سے نکالکر جنت میں داخل فرمائیں گے۔ میری سمجھ میں وجہ تطبیق یہی ہے اگر کسی کی سمجھ میں اس سے عمدہ وجہ تطبیق ہو تو وہ وہی سمجھے۔

نیز ایک بات یہاں اور سمجھئے کہ جب آخر کار اہل اعراف کو جنت میں داخل فرمانا ہی منظور ہے تو پہلے انکو اعراف پر رکھکر پھر بعد کو کیوں داخل کیا جائے گا اول ہی دہلہ میں کیوں نہیں داخل کردیئے جائینگے تو اسکی وجہ یہ ہے کہ آخرت دارالجزار ہے وہاں ہر ایک کو اسکے عمل کا پورا پورا بدلہ ملے گا چنانچہ اپنی نیکیوں کیوجہ سے تو یہ لوگ جہنم میں نہ جائیں گے اور چونکہ اسی مقدار میں گناہ بھی تھے اس لئے جنت کے بھی مستحق نہ ہونگے بلکہ دونوں کے بیچ بیچ اعراف میں رکھے جائیں گے جو کہ عین عدل اور انکے عمل کے مناسب جزار ہوگی لیکن جب وہ اس چیز کو سمجھ لیں گے کہ ہم اپنے عمل کیوجہ سے تو جنت کے مستحق نہیں ہوسکے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل کا مظاہرہ فرمائیں گے اور بعد میں انکو جنت میں داخل کردینگے تاکہ انکو حق تعالیٰ کے عدل اور اسکے فضل کا مشاہدہ ہوجائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(آیات بالا کی تشریح معارف القرآن سے)

(قولہ تعالیٰ) وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم مِّنْ غِلٍّ ——— اس آیت میں اہل جنت کے دو خاص حال بیان کئے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ جنتی لوگوں کے دلوں میں اگر ایک دوسرے کیطرف سے کوئی رنجش یا کدورت ہوگی تو ہم اسکو انکے دلوں سے نکالدینگے یہ لوگ ایک دوسرے سے بالکل خوش بھائی بھائی ہو کر جنت میں جائیں گے اور بسیں گے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ مؤمنین جب پل صراط سے گذر کر جہنم سے نجات حاصل کرلیں گے تو انکو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک پل پر روک لیا جائے گا اور انکے آپس میں اگر کیکی کسی سے رنجش تھی یا کسی پر کسی کا حق تھا تو یہاں پہونچکر ایک دوسرے سے انتقام لیکر معاملات صاف کرلیں گے اور اس طرح حسد، بغض، کینہ وغیرہ سے پاک وصاف ہو کر جنت میں داخل ہونگے۔

تفسیر مظہری میں ہے کہ یہ پل، پلصراط کا آخری حصہ ہوگا جو جنت سے متصل ہے اور اس مقام پر حقوق کے مطالبات ہوں گے اسکی ادائیگی ظاہر ہے کہ روپیہ پیسہ سے نہ ہوسکیگی کیونکہ وہ وہاں کسی کے پاس نہوگا بلکہ بخاری ومسلم کی ایک حدیث کے مطابق یہ ادائیگی اعمال سے ہوگی حقوق کے بدلے میں اس کے عمل صاحب حق کو دیئے جائیں گے اور اگر اسکے اعمال سب اس طرح ختم ہوگئے اور لوگوں کے حقوق ابھی باقی رہے تو پھر صاحب حق کے گناہ اس پر ڈالدیئے جائیں گے۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کو سب سے بڑا مفلس قرار دیا ہے جس نے دنیا میں اعمال صالحہ کئے لیکن لوگوں کے حقوق کی پرواہ نہیں کی اسکے نتیجہ میں تمام اعمال سے خالی مفلس ہو کر رہ گیا۔

(باقی آئندہ)

(مکتوب نمبر ۴۵۴)

حال : حضرت ہی کے فیض و کرم کے صدقے ماشاء اللہ معمولات بہ سہولت ہی نہیں بلکہ ذوق و شوق سے ادا ہوتے رہتے ہیں ۔ تنہائی اور فراغت کے وقت ذکرالٰہی میں عجیب لذت سرور حاصل ہوتا ہے ۔ اکثر یہ لذت محبت و رقت و گریہ کیطرف منجر ہو جاتی ہے ۔ تحقیق : مبارک ہو ۔

حال : ذات واحد و بیچوں جل مجدہٗ کا تصور جس وقت کلی ہوتا ہے قلب میں ایک کیفیت سرور و انبساط اور محبت کی ایک لہر محسوس کرتا ہوں ۔ سیدی! امور بالا میں ایک خاص طمانینت و سکون حاصل رہتا ہے ۔ تحقیق : الحمد للہ ، بارک اللہ

حال : اور خیال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ باوجود اپنی کوتاہ عملی اور اور بدفہمی کے اپنی یاد کی توفیق بخشتے رہتے ہیں ۔ نہ کبھی کوئی مجاہدہ ہو سکا نہ طویل راتوں کو جاگنے کی توفیق ہوئی ، نہ یکسوئی کے ساتھ ذکر و اوراد ہو سکے تحقیق : بیشک ۔

حال : صرف یہی ہو سکا کہ کبھی کبھار گاہے ماہے اپنے کو ایک قدسی نفس مصلح الامۃ ملجا و ماویٰ کے آستانۂ علیا تک پہونچا دیا اور بس ۔

تحقیق : یہ کم چیز ہے اہل طریق کیخدمت میں حاضری اوراد سے بڑھکر ہے

حال : اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں کہ اس آمد و رفت میں خلوص کا بھی کچھ حصہ ہے یا نہیں ۔ تحقیق : بیشک ۔

حال : باوجود اپنی پراگندہ حالی کے حضرت والا کی شفقت و عنایت اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کو اپنے حال پر مبذول پاکر بیساختہ یہ شعر زبان پر آجاتا ہے ؎

میں صدقے اپنے خدا کے جاؤں یہ پیار آتا ہے مجھکو انشار
اِدھر سے ایسے گناہ پیہم اُدھر سے یہ دمبدم عنایت

میرے مولیٰ! مذکورہ بالا حالات سے جیسا کہ عرض کر چکا ہوں بڑا سکون رہتا ہے ۔
تحقیق : الحمد للہ ۔

حال : اب ایک دوسری حالت بھی ہے جس سے دل میں خوف اور دھڑکن بھی رہتی ہے وہ یہ کہ بسا اوقات خیالات پراگندہ کا غلبہ ہوتا ہے اور غفلت رہتی ہے ۔ کبھی نماز میں بھی اور خارج نماز میں بھی وساس اور خطرات کا ہجوم ہوتا ہے ،

تحقیق : یہ شیطان کا فعل ہوتا ہے آپ نے نہیں سنا جہاں مال ہوتا ہے وہیں پر چور جاتا ہے ۔

حال : اُن ہجوم سے کبھی کبھی بڑی بےچینی اور قلق ہوتا ہے اور بے اختیار رونے لگتا ہوں کہ اُنؐ کے نام کے ساتھ اور انکی عبادت کے ساتھ دل دوسرے امور میں مشغول ہے

تحقیق : یہی اسکی بیخ و بن کو اکھاڑ پھینکے گا ۔ دل مشغول ہے بجز اس میں طوع نہیں ہے وساوس کے دفع پر قدرت نہیں

حال : معلوم ہوتا ہے کہ ان کے در پر رسائی نہیں ہو رہی ہے

تحقیق : یہ غلط ہے ۔

حال : اور یہ شعر زبان زد ہوتا ہے ؎

ہر سو دَود آنکش زدرِ خویش برانی　　واں راکہ بخوانی بہ درکس ندوانی

(ہر طرف بھاگا بھاگا پھرتا ہے وہ جسکو تو اپنے دروازہ سے بھگائے اور جسے تو بلانا چاہے پھر اسکو تو کسیکے دروازہ نہیں دوڑاتا)

تحقیق : غلط ہے یہ اسکا مصداق نہیں ۔

حال : سیدی ! بیحد دعا ، و توجہ کا محتاج ہوں ۔ جو لوگ ذی استعداد ، خوش فہم بلند حوصلہ ہوتے ہیں ، انکا بہت کچھ کام ان صفات سے چل جاتا ہوگا ۔

تحقیق ، نہیں جی پوچھتا کون ہے ان باتوں کو ۔

حال : مگر حضرت والا کو معلوم ہی ہے کہ بد استعداد ، بدفہم اور انتہائی پست ہمت ہوں ۔ اسلئے یہاں تو اگر کچھ کام ہوا ہے تو حضرت ہی کے توجہ فیض اور عنایت سے اور جو کچھ ہوگا وہ بھی اسی سے ۔ تحقیق : جی ہاں

حال : انتہائی لجاجت سے دست بستہ دعا کی درخواست ہے ۔ ہر صلاح و فلاح کے لئے بالخصوص غفلت و خطرات کے ازالہ کے لئے تحقیق : دلسے دعا کرتا ہوں

(مکتوب نمبر ۴۵۵)

حال : یہاں پر قادیانی خلیفہ مرزا محمود کے لڑکے مرزا وسیم احمد کی نگرانی میں ایک زبردست مناظرے احقر کا ایک تحریری مناظرہ اڑلیہ اسمبلی کے ڈپٹی اسپیکر کی صدارت میں ہوا تھا جسے فریقین نے اپنے خرچ سے شایع کیا ہے۔ آپکی دعار سے وہ مناظرہ ہمیشہ کے لئے بطور اتمام حجت کے کارآمد بن گیا۔ اب قادیانی اس سے بہت متاثر ہیں۔ حضرت دعار فرمائیں کہ خداوند کریم مقلب القلوب انکے دلوں کو کھول دے اور توبہ کی توفیق دے۔

ما ۱۵ اپریل میں ایک صوبائی کانفرنس حضرت مولانا طیب صاحب مدظلہ کی صدارت میں ہونا طے پایا ہے حضرت والا کامیابی کی دعار فرمائیں اور اگر بار خاطر نہو تو ایک آدھ سطر دعائیہ تحریر فرمادیں تاکہ ہماری ڈھارس بندھ جاسے

حقیر کل تبلیغی دورے میں مدراس کی دعوت پر جارہا ہے۔ وہاں قادیانی فرقہ شدید ومدید ہے۔ دعار فرمائیں کہ خداوندکریم کامیاب فرمائیں۔ عرق النسار کے باعث چلنے پھرنے سے عاجز آگیا ہوں۔ دعار فرمائیں خداوندکریم شفار کلی روحانی وجسمانی عطا فرمائے۔ اس طویل تحریر سے حضرت والا کو یقیناً کلفت پہونچی ہوگی اسکی بھی معافی چاہتا ہوں ؎

مرد ناداں در سخن باشد دلیر　　زانکہ آگہ نیست در بالا و زیر

(کم فہم آدمی بات کرنے میں شیر ہوگا اسلئے کہ موقع کے نشیب وفراز سے واقف نہیں ہوتا)

تحقیق : آپ کے خط سے بڑی مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپکو ہر باطل کے مقابلہ میں ہمیشہ فتح مبین نصیب فرمادے۔ خدا کرے اس اطراف سے اب فتنہ قادیانی کا خاتمہ ہی ہوجائے۔ جلسہ کے متعلق جو توقعات ہیں اللہ تعالیٰ باحسن وجوہ پوری فرمادے۔ اور دوسرے معاملات میں جو سعی جاری ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس میں کامیاب فرمائے اور انھیں ہر طرح کے نقصان سے

محفوظ فرمائے۔ دینی تعلیم کے سلسلہ میں جو عزائم ہیں اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو اسمیں کامیابی مرحمت فرمادے اور ہم سب کو خلوص عطا فرمادے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کو جسقدر دین کیطرف آنے کی ضرورت ہے ظاہر ہے۔ جو شخص بھی اخلاص کے ساتھ اس مقصد کے حصول میں سعی کر رہا ہے میں بھی دعاء سے اسکا شریک ہوں ـــ آپ کے لئے دل سے دعاء کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کی کامیابی آپکو عطا فرمادے اور باطل کے مقابلہ میں فتح و ظفر دے۔ نیز مرض سے شفاء تام عطا فرمادے۔ آپکی تحریر سے خوش ہوا کلفت کیا معنی؟ بہت محظوظ ہوا۔

(مکتوب نمبر ۴۵۶)

حال: جب سے تجارتی لائن ترک کیا ظاہری و باطنی حال بظاہر اچھا پاتا ہوں۔ کام کے سلسلے میں چاہتا ہوں کہ کسی ایک جگہ قیام کر کے کسی مدرسہ ہی میں تعلیمی شغل میں رہتا۔ وصولی چندہ کے سلسلے میں ناگواری ضرور محسوس ہوتی ہے۔ اسی سلسلہ میں مئو ایک درخواست مدرسہ ۔ ۔ ۔ ۔ کیلئے دے آیا لیکن وہ حافظ چاہتے ہیں اور میں حافظ نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ میرا تعلیمی شغلہ بہت دنوں سے ہے اور کچھ تجربات ضرور رکھتا ہوں۔ تعلیم میری اردو ہندی مڈل تک ہے۔ شاید رمضان شریف کے بعد منتظمین انتخاب کریں۔

جیساکہ آپ کو معلوم ہے کہ میں عموماً تبلیغی جماعت کے کاموں میں حصہ لیتا رہتا ہوں اور اپنی اصلاح کے سلسلے میں کچھ مفید پاتا ہوں حالانکہ صحیح فائدہ اور اصلاح تو آنجناب کے در تک آنے جانے ہی سے ہوتی ہے اور اسکا یقین بھی ہے جیساکہ مواعظ کے مطالعہ کے بعد تحریر کر چکا ہوں۔ لیکن پھر بھی وہم ہوتا ہے کہ اس جماعت میں شرکت میری صحیح ہے یا نہیں؟ جیساکہ وہ حضرات یعنی تبلیغی جماعت والے اسکو جہاد فی سبیل اللہ کے نام سے پیش کرتے ہیں اور ثبوت میں یہ آیت

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجَاهَدُوْا الخ
یا اسی طور کے اور استدلات قرآن و حدیث سے پیش کرتے ہیں جو ٹھیک معلوم ہوتے ہیں علاوہ ازیں حضرت مولانا کے ملفوظات سے جو اشرف النصائح کے نام سے ہے اسمیں اسکی ترغیب معلوم ہوتی ہے اسلئے شریک ہوتا ہوں لیکن ان تمام دلائل کے باوجود میں آپ کے ہاتھ میں ہاتھ اس شرط پہ دے چکا ہوں کہ آپکی رہنمائی میرے لئے ہمیشہ مشعل راہ ہو۔ آخر ان تمام دلائل دبراہین سے الحمد للہ آپ خوب واقف ہیں بلکہ شب و روز اپنے آپکو اسمیں مستغرق ہی تو رکھتے ہیں اصل مقصود تو اصلاح ہے صورت چاہے جیسی ہو، باطنی اصلاح ظاہر سے بہر حال فوقیت رکھتی ہے۔ ہملوگ تو ہمیشہ محتاج اصلاح ہیں۔ گو جماعت میں نکلنے سے بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ کچھ لوگ دوسروں کی اصلاح اپنی اصلاح کے بغیر کر رہے ہیں لیکن حقیقتاً دوسروں سے زیادہ اپنی اصلاح ہوتی ہے۔

بہرحال اس سلسلے میں آنجناب کی قطعی رائے معلوم کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ دورخی پالیسی اگر ناحق ہے تو نہ رہے لیکن اگر ہمارے مناسب حال اسکی شرکت ہے تو کھلے دل سے شریک ہوتا رہوں۔ ایک بار میں نے اور پوچھا تھا کہ بستی کے اجتماع میں شریک ہوں یا نہیں تو معلوم ہوا کہ اگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی ہو تو میں کون روکنے والا تو بظاہر میری ناقص سمجھ میں نہ صرف یہ کہ اجازت بلکہ تاکید شدید معلوم ہوتی ہے لیکن یہ مبہم الفاظ میری سمجھ میں نہیں آئے۔ بڑی عنایت ہوگی اور میں بڑے خلجان سے چھوٹ جاؤنگا اگر واضح طریقہ سے معلوم ہو جائے۔

میں نے مندرجہ بالا تحریر بڑی جسارت کے ساتھ تحریر کی ہے لیکن وہ ایک دینی بات کے واضح ہونے کے لئے ورنہ آنجناب جانتے ہیں کہ میں آپ کی جناب میں جسارت کو شدید گناہ تصور کرتا ہوں اور آپ کی عزت و محبت

میرے قلب و جگر میں بہت کچھ ہے۔

تحقیق: الحمدللہ بخیریت ہوں۔ الحمدللہ کہ آپ بخیریت وطن پہونچ گئے اور یہ معلوم کر کے مزید مسرت ہوئی کہ الحمدللہ ظاہری و باطنی حال اچھا ہے۔

آپ کا یہ خیال صحیح ہے کہ ایک جگہ رہ کر جو کام کیا جاتا ہے اسمیں دلجمعی زیادہ ہوتی ہے ورنہ تو تشتت اور پراگندہ حالی لازم ہے جو کارخانۂ باطن کیلئے سخت تباہ کن ہے۔ اللہ تعالیٰ کوئی جگہ عطا فرمائیں تاکہ آپ سکون کیساتھ کام کر سکیں۔

آپ نے جس شغل کے متعلق لکھا ہے میں نے باوجود معلوم ہونیکے آپ سے منع تو نہیں کیا، پھر آپ کو کھٹک کیوں ہوتی ہے؟ اسکے بارے میں تو خود آپ ہی کو سوچنا ہوگا۔ چونکہ آپ مجھ سے اصلاحی تعلق رکھتے ہیں اسلئے آپ سے کہتا ہوں کہ دین کا کام مختلف نہج پر بہت سے اللہ تعالیٰ کے بندے کر رہے ہیں نے بھی جس طرز کو مفید پایا اور جس پر اپنے اکابر کو پایا اللہ تعالیٰ کی توفیق کے بقدر کچھ نہ کچھ کام کر ہی رہا ہوں تو اب میں یہ کیوں چاہوں کہ ساری دنیا بس اسی ایک طریقے سے کام کرے نہ یہ ہو سکتا ہے کہ ایک ہی شخص تمام دنیا یا سارے ہندوستان کی اصلاح کے لئے کافی ہو جائے اس لئے اس قسم کے سوال کے جواب میں میں لوگوں سے یہی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہے سمجھ دی ہے دیانۃً اگر کوئی کام مفید سمجھتے ہو تو کرو اسمیں میری یا کسی کی اجازت کی ضرورت کیا ہے؟

اب رہا یہ کہ مجھ سے جو تعلق رکھتے ہو تو اگر ضرورت سمجھتے ہو تو اسکا حق ادا کرو اور مقصد تعلق حاصل کرو اور نہ ضرورت سمجھو تو جانے دو۔ میں کسی چیز سے منع نہیں کروں گا۔ البتہ دیانۃً اسکو ضروری سمجھتا ہوں کہ آپسے حق تعلق کا مطالبہ کروں اور اصلاح نفس کیجانب متوجہ کروں۔

(مکتوب نمبر ۴۵۷)

حال: صحیفۂ عالی پُر از فیوض و برکات باعث سرفرازی ہوا۔ تحقیق: الحمدللہ

حال: جواب قدرے تاخیر سے ارسال خدمت سراپا خیر و برکت کیا جارہا ہے جس کے لئے عفو خواہ ہوں۔ تحقیق: دل سے معاف ہے۔

حال: الیواقیت والجواہر کی عبارت بغور پڑھی اور اس نتیجہ پر پہونچا کہ اس منزل کے لئے اہلیت از بس ضروری ہے نااہلی نہ صرف مانع ترقی ہے بلکہ انکار و الحاد کی طرف لیجانے والی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ تحقیق: بیشک۔

حال: ظرف کی صلاحیت کے بغیر مظروف کی مٹی پلید ہے۔ تحقیق: بیشک

حال: مگر اہلیت اور قلب میں صلاحیت کیسے پیدا ہو۔

تحقیق: بھائی صاحب اسی طرح سے ہوگی لگے رہیے۔

حال: یہ کام قدرے مشکل ضرور ہے مگر مرشد طریقت کی تعلیم کردہ تدابیر پہ عمل پیرا ہوکر انشاء اللہ آسانی ہے۔ تحقیق: بیشک آسانی ہے۔

حال: حضور والا سے درخواست ہے کہ اسکے لئے دعاء فرمادیں کہ میرے دلکو اللہ تعالیٰ صالح بنائیں اور ایسی تدابیر بھی تعلیم فرمادیں جس سے اہلیت کے حصول میں مدد ملے۔ تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔ آمین۔

حال: کیفیات و احوال کے متعلق عرض کیا گیا تھا کہ ان میں لذت معلوم ہوتی ہے اور اس سے اعمال کی بجاآوری کچھ سہل ہوجاتی ہے۔

تحقیق: یہ ٹھیک ہے یہی تو آپکو ہورہا ہے آپ اس سے عاری کب ہیں۔

حال: حضور والا کے جواب سے دل سے یہ خیال نکل گیا۔ اب انشاء اللہ ان چیزوں کیطرف التفات نہوگا۔ از خود حصول ہوجائے تو ہوجائے۔

تحقیق: نکل جانے کی ضرورت نہیں ہے ہر شے کا مرتبہ پہچاننا ضروری ہے میں نے لکھدیا اس سے ملول نہ ہونا چاہئے یہ مقصد ہے ورنہ طریق میں اس سے

غلو نہیں ہوتا۔

حال: بفضل ایزدی معمولات برابر جاری ہیں دوام و ثبات کے لئے دعا فرماویں صحبت شیخ واقعی ضروری ہے اور فیوض و برکات میں ازدیاد کے لئے گویا اکسیر۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کا موقع نکالدیں۔ تحقیق: آمین۔

(یہ تحریر بھی بھیجی گئی)

قال ابوعثمان الحیری — من لم تصح ارادته بدا ریزید مرورالایام علیه الا ادبارا ـ وقال ابوعثمان — المرید اذا سمع شیئاً من علوم القوم فعمل به صار حکمة فی قلبه الی اخرعمره ینتفع به ولو تکلم به انتفع به من سمعه ولو سمع شیئا من علومهم ولم یعمل به کان حکایة یحفظها ایاما ثم ینسا ها.

(رسالۃ القشیریہ ص۱۰۲)

قوله تعالیٰ — اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم الایة — قال صاحب روح المعانی: ان هذا التوبیخ والتقریع وان کان خطابا لبنی اسرائیل الا انه عام من حیث المعنی لکل واعظ یامر ولا یأتمر ویزجر ولا ینزجر ینادی الناس البدار البدار ورضی لنفسه التخلف والبوار یدعوا الخلق الی الحق وینفر عنه ویطالب العوام بالحقائق ولا یشم ریحا منه ۔ (ابوعثمان حیریؒ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنی ارادت ایک جگہ سے کامل نہ کی تو مرور زمانہ کیوجہ سے اسپر ادبار ہی بڑھتے گا۔ نیز فرمایا کہ مرید جب صوفیہ کے علوم سے کوئی بات سنے اور اسپر عمل بھی کرلے تو وہ اسکے قلب میں آخر عمر تک کیلئے ایک حکمت ہو جائیگی جس سے وہ منتفع ہوتا رہیگا اور اسکو بیان کریگا تو جو اسے سنے گا اسکو بھی نفع ہوگا۔ اور اگر سنکر عمل نہ کیا تو بس وہ ایک فسانہ ہوکر رہ جائیگا اسکو چند دنوں یاد رکھے گا اور پھر بھلا دے گا

اللہ تعالیٰ کے ارشاد اتامرون الناس الخ کے تحت صاحب روح المعانی فرماتے ہیں کہ اس زجر و توبیخ کے مخاطب اوّل اگرچہ بنی اسرائیل ہیں مگر معنیٰ کے اعتبار سے یہ ہر اس واعظ و ناصح عام ہے جو دوسروں کو برائی سے منع کرتا ہو اور خود نہ بچتا ہو زجر کرتا ہو اور منزجر نہ ہوتا ہو چیخ چیخ کر لوگوں سے کہتا ہو کہ آگے بڑھو آگے بڑھو اور خود پیچھے رہتا ہو خلق کو حق کیطرف بلاتا ہو اور خود حق سے نفرت کرتا ہو۔ عوام سے حقائق کا مطالبہ کرتا ہو اور خود اسکی بو بھی نہ سونگھی ہو۔)

گذشتہ صفحات میں عرض کیا تھا کہ شمس الدین عرف مُنڈی مرحوم کی معافی کے سلسلے میں جہانتک تحریرات مل سکیں تین حضرات تھے جنھوں نے سفارش کے انداز پر کچھ حضرت والا سے عرض کیا تھا ان میں سے مولوی عبدالقیوم صاحب فتحپوری مرحوم اور مولوی عبدالحکیم صاحب جین پوری مرحوم کی خط وکتابت پیش کر چکا ہوں اب حکیم مولوی ظہیرالدین ندوہ سرائے سے متعلق جو تفصیلات مل سکیں عرض کرتا ہوں آپ کے تعارف کے سلسلہ میں پہلے بھی کچھ عرض کر چکا ہوں اور قدرے بعد میں عرض کرونگا اسوقت ربط کے خیال سے انکا ایک مکتوب نقل کرتا ہوں جو انھوں نے حضرت اقدسؒ کے نام ارسال فرمایا جبکہ حضرت والاؒ نے مولوی عبدالحلیم صاحب کے نام لکھی مذکورہ بالا تحریر کی ایک نقل ان کے پاس بھی بھجوائی ۔ وہو ھذا ۔

(نقل عریضہ مولوی حکیم ظہیرالدین صاحب بنام حضرت والاؒ)

” میں ایک ضرورت سے اعظم گڈھ گیا تھا کل تقریباً آٹھ بجے شب میں گھر واپس آیا تو والا نامہ مطالعہ سے گذرا جو مولوی عبدالحکیم صاحب کے خط کے جواب پر مشتمل ہے میں نے اس جواب کو متعدد بار پڑھا الحمد للہ کہ جواب بہت زیادہ جامع ہے اور بہترین جواب ہے مجھکو بھی اس جواب سے بڑی بصیرت حاصل ہوئی اور نفع پہونچا

مجھکو مولوی عبدالقیوم صاحب اور مولوی عبدالحکیم صاحب کے خطاسے جو آنجناب کے پاس معافی کے سلسلہ میں بھیجا گیا بالکل ہی بے خبری رہی حالانکہ ہفتہ عشرہ سے زیادہ نہیں گذرا ہوگا کہ گھوسی میں مشتاق احمد صاحب کے دروازے پر مولوی عبدالحکیم صاحب سے مجھ سے اتفاقیہ ملاقات ہوگئی تھی اور کافی اطمینان سے ملاقات ہوئی تھی مگر انھوں نے اس مسئلہ پر مجھ سے کوئی گفتگو نہیں کی ۔

فریق مخالف بالخصوص وہ شخص جنکی معافی کی بابت مولوی عبدالحکیم
صاحب نے آپ کے پاس خط لکھا ہے انکا حال تو یہ ہے کہ سب جج کے
اس فیصلہ کی خوشی میں جسمیں مخلصین ہار گئے تھے اور اپنے لوگوں کو سزا
ملی تھی پانچ چھ روز ہوئے ایک تقریب منائی گئی اور شدّی کے
دروازے پر میلاد شریف مقتدا رضا نصاحب کے دروازے پر
قوالی کی محفل منعقد کی گئی اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ فریق مخالف
کے لوگ اپنے خیال کے علماء کو بلا کر ایک جلسہ بھی کرنا چاہتے ہیں
جبکہ ان کے دلوں کا یہ رنگ ہو تو پھر مذکورہ ان دونوں محترم
مولوی صاحبان کے ذہن میں فریق مخالف کو معافی دینے کا سوال
ہی کیوں پیدا ہوا، بہرحال اسکو وہ دونوں صاحبان جانیں کہ کن
شرعی مصالح کی بناء پر ان دونوں بزرگوں نے حضرت والا کی
خدمت میں معافی کے لئے لکھا۔ انکو آنجناب نے جو جواب لکھا
ہے اس سے بہتر جواب اور کیا ہو سکتا ہے۔ مجھکو اس جواب سے
بڑی مسرت ہوئی۔" انتہی۔

(حکیم) ظہیر الدین (صاحب) ندوہ سرائے

حکیم صاحب موصوف کے اس عریضہ کا حضرت اقدس کے یہاں سے
کیا جواب گیا وہ تو مل نہ سکا تاہم اسی زمانہ میں حکیم صاحب موصوف کا ایک اور
عریضہ حضرت اقدس کی خدمت میں آیا وہ یہ تھا کہ :-

"یہاں کے موجودہ افسوسناک حالات کے متعلق میں نے
سوچا ہے کہ اگر آنحضرت کی مرضی کے خلاف نہ ہو تو بعض مخالفین کو
چھوڑ کر میں مختلف مواضعات کے سربرآوردہ لوگوں سے خواہ وہ
مخالف ہی کیوں نہ ہو گفتگو کروں اور جوش وخروش سے علحٰدہ ہو کر
ذرہ برابر کمی بیشی کے بغیر جو صحیح حالات ہوں انکو آنجناب کی خدمت

میں پیش کروں۔ ایک ادنیٰ خادم ہونے کی وجہ سے میں انشاء اللہ اپنا فرض بحسن وخوبی انجام دینے کی کوشش کرونگا۔

(حضرت والا کا جواب مولوی حکیم ظہیرالدین صاحب کے نام)

میں نے اب سمجھ لیا ہے کہ اخلاص باہمی زندگی کے لئے بہت ضروری ہے بغیر اخلاص کے باہمی زندگی تلخ بھی ہے اور ہر ایک کیلئے مضر بھی۔ اور یہ سبھی کو کہتا ہوں خ برادری اور غیر برادری اسمیں برابر ہیں، جیساکہ برادری کو میری ضرورت نہیں مجھکو بھی برادری کی ضرورت نہیں، احکام شرعیہ سے کوئی مستغنی نہیں ہر عالم سے لوگ سیکھ سکتے ہیں۔

لہذا میری طرف سے یا میرے لئے کسی کو کچھ کہنے سننے کی ضرورت نہیں ہر ایک اپنے عمل کا ذمہ دار اور قیامت میں جوابدہ ہے۔

والسلام وصی اللہ عفی عنہ

پھر احقر جامی نے بحکم حضرت والا حکیم صاحب کو کوئی خط لکھا اس کے جواب میں حکیم صاحب نے راقم کو جو لکھا اس میں یہ بھی تھا کہ ــــ اگر وہ (یعنی شمس الدین مرحوم) ہماری طرف سے عائد کردہ جملہ شروط کے ساتھ معافی مانگتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ الخ ــــ اس خط کے جواب میں حضرت والا کے حکم سے برادرم ذکی اللہ خانصاحب فتحپوری کے قلم سے حکیم صاحب کے نام یہ خط گیا۔

"آپ کا لفافہ مولوی جامی صاحب کے نام آیا تھا اسکا جواب روانہ ہے ــ آپ نے جو تحریر کیا ہے کہ اگر وہ ہماری طرف سے عائد کردہ جملہ شروط کے ساتھ معافی مانگتا ہے تو ٹھیک ہے؛ ــ تو آپ لوگ وہاں پر جو بہتر سمجھتے ہوں کریں ــ لیکن یہاں حضرت والا کے یہاں آنے کی اجازت اور معافی مانگنے کے متعلق تو یہی ہے کہ جبتک

حضرت والا کا قلب شہادت نہ دے اسوقت تک معتبر نہیں
جبکہ منشی محمد عباس صاحب کو حضرت والا نے اسوقت تک ملنے کی اجازت نہیں دی جب تک کہ آپ نے سفارش نہیں کیا گو وہ حضرت والا سے تعلق رکھتے ہیں اور بھائی ہیں اور موافقین میں سے ہیں۔ تو پھر اور لوگ اور مخالفین کا کیا ذکر۔
اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرر نہیں پہونچ سکتا، اگر توبہ سچی نہیں کرتا اسی کا ضرر ہے۔ اور بندہ مجبور ہے اسکو ضرر پہونچتا ہے اسلئے اپنے کو ضرر سے بچانے کی تدبیر اختیار کرسکتا ہے۔
یہ جواب میں نے حضرت والا کو دکھلا لیا ہے۔ فقط۔ والسلام
خادم زکی اللہ

(حکیم مولوی ظہیر الدین صاحب مرحوم کا جواب برادرم ذکی اللہ صاحب کے نام)

مکرمی۔ السلام علیکم۔ مجھکو فریق مخالف کے کسی فرد کے بھی معافی یا عدم معافی سے ذرہ برابر اور سطحی طور پر بھی تعلق نہیں ہے حتیٰ کہ ہفتہ عشرہ ہوا خود مولوی عبدالحکیم صاحب سے مجھ سے اطمینان سے ملاقات ہوئی لیکن نہ انھوں نے برادری کی اصلاح اور سدھار کے مسئلہ پر مجھ سے کوئی گفتگو کی اور نہ کسی کی معافی وغیرہ کے متعلق کسی قسم کا اظہار خیال فرمایا۔ مجھکو سب سے پہلے معافی اور توبہ کا حال جامی صاحب ہی کے خط سے معلوم ہوا یا جسدن میں نے جامی صاحب کے خط کا جواب روانہ کیا تھا اسی دن صبح کو مولوی عبدالقیوم صاحب اور حافظ ذکریا صاحب تشریف لائے تھے اور اسی مسئلہ پر انسے کچھ مشورہ ہوا تھا جو حضرت مولانا کے پاس بھیجدیا گیا ہوگا۔ الغرض مولوی جامی صاحب کے خط اور مولوی عبدالقیوم صاحب کی گفتگو

کے علاوہ کبھی یہ مسئلہ میرے سامنے نہیں آیا اور نہ کسی قسم کی اس سلسلہ میں کوئی گفتگو ہوئی۔ مجھکو دوسروں کے حالات سے خواہ برادری ہو یا غیر برادری ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہے اور نہ میں اسکو اپنے حق میں مفید سمجھتا ہوں۔ فقط۔ والسلام۔

ظہیرالدین ندوہ میرائے

اسمیں شک نہیں کہ حکیم صاحب موصوف ایک فہیم اور مخلص شخص تھے چاہتے ضرور وہ بھی تھے کہ اگر حضرت والا کی شرائط جو کہ شرعًا بھی ضروری تھیں، مخالف ان کو تسلیم کر کے معافی مانگ لے تو بہتر ہو مگر حضرت اقدس کا رخ دیکھکر وہ فورًا خاموش ہو گئے جیسا کہ خط مذکور کے آخری جملوں سے ظاہر ہے چنانچہ ان کے اسی فہم اور اخلاص کو دیکھکر حضرت والا نے انھیں نہ صرف فتحپور بلکہ اسکے اطراف وجوانب جہاں جہاں برادری آباد تھی اور وہاں لوگ حضرتؒ سے متعلق تھے ان سب کا نگراں اور گویا امیر ہی بنا دیا تھا جیسا کہ مکتوب ذیل سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے

(حضرتؒ کا مکتوب گرامی جناب منشی محمد عباس صاحب مرحوم کے نام)

آپکو معلوم ہے اور آپ ہی لوگوں کی خواہش پر حضرت والا نے حکیم مولوی ظہیرالدین صاحب کو آپ لوگوں پر سردار مقرر فرمایا ہے اور آپ لوگوں نے اسکو تسلیم بھی کرلیا ہے تو اب جو کچھ بھی ہو انکے مشورہ اور انکے حکم سے ہونا چاہیئے اب کسی کو یہ مجاز نہیں کہ بغیر انکی اجازت یا بغیر انکے حکم کے حضرت والا سے کوئی درخواست کرے لیکن آپ لوگوں کو جن چیزوں سے منع کیا جاتا ہے اسی کو کرنا کمال سمجھتے ہیں اگر خط لکھنے کو منع کیا جائے تو خط لکھنا شروع کر دیں گے، آنے کے لئے روکا جائے تو آنا شروع کردیں گے۔ سرکشی سرشت میں داخل ہوگئی ہے اور بغیر سرکشی کے آپ لوگ مان نہیں سکتے ہیں اور ایسے ہی ذلیل ہوتے رہینگے

صوفی شبیر احمد بہادر گنجی بھی قوم کے ایک فرد ہیں اور فتح پور ہی میں رہتے ہیں انھوں نے حضرت والا کی خدمت میں ایک خط لکھا ہے اور اسمیں حضرت والا کے فتحپور تشریف لانے کی درخواست کی ہے لہٰذا آپ لوگ ان سے پوچھئے کہ انھوں نے بغیر حکیم صاحب موصوف کی اجازت کے یہ حرکت کیوں کی ؟ یہ بات ہر شخص کو معلوم ہو جانی چاہیئے کہ اب جو شخص بھی اس قسم کی درخواست حضرت والا کی خدمت میں کریگا تو اسکی خط وکتابت اور آمدورفت بند ہو جائیگی ۔

کسی قوم میں سردار کا ہونا نہایت بڑا ہے وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہوسکتی جسکا سردار نہیں ہوتا اور نہ اس قوم کا کوئی اعتبار ہی ہوتا ہے

ملاحظہ فرمایا آپ نے اس خط میں کہ ایک اور صاحب نے حضرت اقدسؒ سے فتحپور (وطن) تشریف آوری کی درخواست کی اور بدون اپنے مقرر کردہ امیر کے علم و اجازت کے حضرت کو خط لکھدیا تو اس پر حضرت نے کس طرح بازپرس فرمائی ۔ اور پھر اسی سلسلہ میں حکیم ظہیرالدین صاحب کے نام بھی یہ تحریر ارسال فرمائی :۔

(حضرت کا خط حکیم ظہیرالدین صاحب کے نام بقلم یکے از خدام)

حضرت والا نے فرمایا ہو کہ جو نظم بن گیا ہے اسکو قائم اور باقی رکھنا نہایت ضروری ہے اور وہ اسی شکل میں باقی رہ سکتا ہے کہ جو بات بھی ہو آپ کے مشورہ سے ہو اور جو کام بھی ہو آپ کی اجازت سے ہو۔ حضرت والا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے آپکو جو مقرر کیا ہے سوچ سمجھکر مقرر کیا ہے برادری کے لوگوں نے اگر آپکو مان لیا اور آپ کے کہنے میں رہے تو میں سمجھوں گا کہ اب مجھکو بھی مان لیں گے اور اگر آپ کو نہیں مانا تو میں سمجھونگا کہ مجھکو بھی نہیں مانا اور نہ کبھی مانیں گے ۔

حضرت والا نے یہ بھی فرمایا ہے کہ وطن کے تصور سے مجھکو گھبراہٹ
اور اسکے ذکر سے مجھکو وحشت ہوتی ہے خواہ مخواہ لوگ مجھکو وطن جانے
کے لئے کہہ کہکر اور لکھ لکھکر پریشان کرتے ہیں اسلئے اب میں آپکی خدمت
میں عرض کرتا ہوں کہ آئندہ حضرت والا کی خدمت میں وطن تشریف
لیجانے کے بارے میں ہرگز نہ عرض کیا جاسئے نہ تحریراً نہ تقریراً اب
حضرت والا کا وطن تشریف لیجانا " این خیال است ومحال است وجنون "
اور ایک امر مستبعد ہے۔

حضرت والا کا واحد مقصد ہمیشہ سے تبلیغ واصلاح رہا ہے اب
بھی یہی مقصد ہے کہ تھوڑی سی بچی کھچی زندگی کام میں لگائی جاسئے
نہ کہ انتقال مقام کے چکر میں گنوائی جاسئے۔ یوں تو ہوتا وہی ہے جو
مشیت الٰہی میں مقدر ہوتا ہے اگر انتقال مقام ہی بہتر سمجھتے ہیں تو
دراصل وطن حقیقی کیطرف جہاں دائمی اور ابدی زندگی بسر کرنی ہے
وہاں کی فکر اور سعی ہونی چاہیئے یہی افضل و بہتر ہے۔ دو[۵] اسقدر
جو انتقال کے ہوگئے ہیں کیا میرے لئے یہ عبرت نہیں اور کیا میرے لئے
یہ موت کا پیغام نہیں ہیں؟ میں اب اپنی فکر میں لگوں یا این و آں میں
پڑکر اپنے کو ضایع کردوں۔ اب کوئی شخص بغیر صریح اجازت کے
یہاں آنے کا ارادہ نہ کرے۔ آپ سے اصلاح کا طالب ہو اگر اصلاح
اسکو منظور ہے۔ والسلام۔

ھا آپ نے حضرت والا کیسی کڑی نگاہ اپنے مسترشدین پر رکھتے تھے کہ ایک
ول مقرر فرمایا اور پھر اسکی خلاف ورزی پر صاحب معاملہ سے بھی مواخذہ فرمایا
رحکیم صاحب کو بھی مطلع فرمایا کہ آپ بھی اسکا لحاظ رکھیں اگر برادری کے

۵۔ اس سے اشارہ دو صاحبزادیوں کے انتقال کیجانب ہے۔ اللہ ان کو بخشے۔ آمین

لوگوں نے آپ کو اپنا بڑا مان لیا تو میں سمجھونگا کہ مجھکو مان لیں گے اور نہیں تو نہیں اور اسکے بعد آخر کے جملوں میں کس قدر درد کے ساتھ اپنے رنج وغم کا اظہار اور پھر صبر وضبط اور رضا بالقضار کا نقشہ کھینچا ہے جسکو بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس کے اس بیان کو ناظرین کے لئے ذریعہ نصیحت وعبرت بنائیں۔ آمین۔

اوپر عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت والا نے برادری کے امتحان کے لئے ایک معاملہ یہ فرمایا کہ اپنے خدام میں سے مولوی حکیم ظہیرالدین صاحب کو اہل وطن پر امیر مقرر فرما دیا تاکہ اس سے اندازہ لگائیں کہ کن کن لوگوں میں فروتنی۔ انکساری اور انقیاد پیدا ہو چکا ہے اور کون اپنی پہلی ہی حالت پر قائم ہے اور سرکشی اور کبر سے خود کو ابھی خالی نہیں کر سکا ہے۔

چنانچہ وطن کے لوگوں نے حضرت والا کی اس تجویز کو دل سے مانا اور ایک وقت تک اسی کے مطابق عملدرآمد ہوتا رہا۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جناب حکیم مولوی ظہیرالدین صاحب کے کچھ اور حالات بیان کر دوں تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی معلوم ہو جائے کہ ان میں کونسا ایسا جوہر موجود تھا جس نے قوم میں انکو صدارت کے مرتبہ کا مستحق بنا دیا تھا۔ راقم کے نزدیک انکا خلوص انکی انکساری اور حضرتؒ کی عقیدت اور حضرت اقدسؒ کے ساتھ انکا غایت تادب تھا جس نے حضرت والا کی نگاہ میں انکو بڑا بنا دیا تھا اور اس نے من تواضع للہ رفعہ اللہ کی تصدیق کر دی تھی۔

چنانچہ حضرت اقدسؒ نے ایک دن مجلس میں اپنے ایک ساتھی کا واقعہ سنایا تھا بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ساتھی یہی حکیم مولوی ظہیرالدین صاحب ہی تھے۔

(عہد: اپنے آپکو کسی سید سے زیادہ کبھی نہ سمجھیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے آپکو کسی سید سے زیادہ کبھی نہ سمجھیں اگرچہ وہ جاہل ہی ہو ہم عالم ہوں اسی طرح سید کی مطلقہ سے نکاح بھی نکریں اگرچہ اس نے تین ہی طلاق دی ہوں اور نہ کسی ضرورت میں اس سے خدمت لیں اور اس ادب کا ہر سید کے ساتھ لحاظ رکھنا چاہیے (خواہ اسکا نسب صحیح ہو یا اسمیں کسی قسم کا شبہ ہو) حق تعالیٰ نے سادات کو جو ہم سے اوپر فضیلت دی ہے وہ ان کے کسی عمل یا بھلائی پر موقوف نہیں بلکہ یہ تفضیل محض حق تعالیٰ کی سابق عنایات کیوجہ سے ہے جو انکے اوپر ہو چکی ہیں۔ پھر ع ۹۰ ۶ یر من البعض دفعہ ایسے سید کی تعظیم کرتا جس کے نسب میں لوگ طعن کرتے ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ہمارے لئے صحیح النسب سید کی تعظیم سے بھی زیادہ وقعت کا باعث ہو جاتا ہے، کیونکہ صحیح النسب کی تعظیم تو شرعی حد میں رہ کر ہر شخص کے ذمہ ضروری ہے[۵]

---

۵ شرعی حد میں رہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر سید فاسق ہو تو اسکی تعظیم اسوقت تک کیجائے جب تک اسکی تعظیم سے دین میں کوئی مفسدہ نہ پیدا ہوتا ہو مثلاً کوئی شخص مقتدا دین ہے وہ اگر فاسق سید کی عظمت ظاہر کرے اور اس تعظیم سے لوگوں کے شبہ میں پڑ جانیکا اندیشہ ہو تو ایسا شخص ظاہر میں تعظیم نکرے اور اگر دین میں مفسدہ کا اندیشہ نہو تو ہر سید کی تعظیم ضروری ہے گو وہ فاسق ہی کیوں ہو کیونکہ حیثیات مختلف ہیں فاسق ہونے کی وجہ سے گو وہ قابل تعظیم نہیں مگر اس میں دوسری بھی حیثیت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہے اس لحاظ سے واجب التعظیم ہے۔ یہ تقریر حضرت حکیم الامۃ کی ہے اسپر مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت بیان فرمائی کہ شاہ صاحبؒ بڑے صاحب کشف تھے جب کوئی آپکو سلام کرتا اگر سنی ہوتا تو جواب میں داہنا ہاتھ آپکا اٹھتا اور رافضی ہوتا تو بایاں ہاتھ اٹھتا مولوی فضل حق خیرآبادی حدیث میں شاہ صاحبؒ کے شاگرد تھے ایکبار ایک رافضی سید نے مولوی فضل حق صاحب سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہارے استاد بڑے صاحب کشف بزرگ ہیں تو عجب نہیں کہ ہم ان کے پاس جائیں تو ہماری تعظیم کو اٹھیں کیونکہ ہم سید ہیں مولوی فضل حق صاحب

(اسکی تعظیم تو سب ہی کرتے ہیں کمال محبت تو یہ ہے کہ جس سید کے نسب میں شبہ ہو اسکی بھی تعظیم کیجائے کہ اسکا منشا رخالص محبت رسول ہو گی) ذرا غور تو کرو کہ اگر کوئی شخص تمھاری طرف سے تمھارا نام لیکر تمھارے کسی دوست سے کوئی بات کہدے

گئی زبان سے نکل گیا کہ اگر تم واقعی سید ہو تو شاہ صاحب ضرور تمھاری تعظیم کو اٹھیں گے یہ بات کہکر مولوی صاحب خود بہت گھبرائے کیونکہ شاہ صاحب کی عادت تھی کہ کسی کی تعظیم کو نہ اٹھتے تھے مزاج میں سادگی بہت تھی، مولوی صاحب گھبرائے کہ اگر حسب عادت شاہ صاحب اسکی تعظیم کو نہ اٹھے تو میری بات غلط ہو گی دل میں خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ الٰہی میری بات رہ جائے۔ غرض وہ رافضی سید شاہ صاحب کے پاس آئے شاہ صاحب حسب عادت تعظیم کو نہ اٹھے تو مولوی نضل حق صاحب کے دل میں خطرہ گذرا کہ اگر اٹھ جاتے تو کیا تھا۔ اس خطرہ کا آنا تھا کہ شاہ صاحب فوراً کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ سید صاحب یہ آپکی سیادت کی تعظیم ہے اور پہلی بار میں اسلئے نہ اٹھا کہ آپکی مثال ایسی ہے جیسے غلط لکھا ہوا حرف قرآن کہ اسکی تعظیم واجب نہیں (اگرچہ بے ادبی بھی جائز نہیں) بلکہ دفن کر دینے کے قابل ہے۔ اسی طرح گو آپ سید ہیں مگر فسق کیوجہ سے آپکی تعظیم واجب نہیں رہی صرف جائز ہے تو میں نے ایک جواز پر پہلے عمل کیا دوسرے جواز پر اب عمل کر لیا یہ کہکر بیٹھ گئے واقعی عجیب مثال بیان فرمائی اسکے بعد حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کیا کہئے محبت عجیب چیز ہے مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے حضرت ابوطالب کی نسبت کبھی مفرد کا صیغہ استعمال کیا ہو اگرچہ وہ ایمان نہیں لائے مگر آخر تو حضورؐ کے چچا ہیں اس نسبت سے بے تعظیمی کے الفاظ زبان سے نہیں نکلتے مولوی عبدالرب صاحب نے ایک جگہ اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ ابوطالب کے ایمان نہ لانے سے میرے پیغمبرؐ کو بہت صدمہ ہوا کیونکہ کفر کا انجام ہمیشہ کے لئے دوزخ ہے مگر میں اس پر راضی ہوں کہ حق تعالیٰ میرے بجائے ابوطالب کو جنت میں بھیجدیں اور مجھے انکی جگہ ابدالآباد کیلئے جہنم میں بھیجدیں میں اسپر راضی ہوں کیونکہ میرے پیغمبرؐ کی تو آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی ۔۔۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ میرے اوپر اس مضمون کا بہت اثر ہوا اور میرے دل نے کہا کہ اگر مولوی عبدالرب صاحب کے پاس کوئی بھی عمل اسکے سوا نہ ہوا تو یہی انکی مغفرت کے لئے انشاء اللہ کافی ہے کیونکہ اسکا منشا رمحض

صرصو

اور اس ذریعہ سے کوئی نفیس چیز اس سے مانگے اور وہ محض تمھارے نام کی عظمت کی وجہ سے اسکی حاجت پوری کر دے باوجودیکہ جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے یا اس دوست کی قدر تمھارے دل میں اس سے زیادہ ہوگی یا نہیں جو تمھاری سچی سفارش کے بعد کسی کی حاجت پوری کرے یقیناً پہلے شخص کی قدر و منزلت تمھارے دل میں زیادہ ہوگی (اسی طرح یہاں سمجھو کہ وہ سید جس کے نسب میں لوگ طعن کرتے ہیں تم اسکی تعظیم محض اس لئے کروگے کہ وہ حضورؐ کا نام لیتا ہے کیا عجب ہے کہ حضورؐ کے یہاں اسکی وہ قدر ہو جو صحیح النسب کی تعظیم سے بھی بڑھ جائے اسکو جان لو اور عمل کرو خدا تمکو ہدایت دے۔

(عہد ۴۹: مرید جبتک تمام حقوق مال و آبرو کے متعلق ادا نکردے اسوقت تک اس سے عہد بیعت نہ لیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ مرید سے خاص عہد (یعنی بیعت وغیرہ) اسوقت تک نہ لینا چاہیئے جب تک کہ وہ ان تمام حقوق کو ادا نکردے جو اسکے اوپر کسی کے مال یا آبرو سے متعلق ہیں کیونکہ دربار الٰہی میں اس شخص کے لئے داخل ہونا حرام ہے جسکے اوپر کسی آدمی کا کوئی حق ایسا ہو جس کے ادا کرنے پر یہ قادر ہے (اور پھر بھی ادا نہیں کرتا) خواہ مالی حق ہو یا آبرو کے متعلق ہو۔ چنانچہ اہل دل اسکو جانتے ہیں اور اس عہد پر آجکل بہت ہی کم عمل کیا جاتا ہے۔ آجکل جو کوئی بیعت ہونا یا صحبت میں رہنا چاہے فقراء اس سے اسی وقت عہد لینا شروع کر دیتے (اور سلسلہ میں

محبت رسولؐ ہے۔ مگر اس پر بھی لوگوں نے انکو بھی وہابی کہا۔ بس آجکل وہابی کے معنی ہیں کہ جو رسوم مروجہ کو منع کرے۔ چنانچہ لکھنؤ وغیرہ کیطرف گاؤں میں جمعہ پڑھنے سے جو منع کرے اسکو بھی وہابی کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ منع کرنا تو غیر مقلدوں کے خلاف ہے مگر منشاء وہابی کہنے کا وہی ہے کہ وہاں گاؤں میں جمعہ کا رواج ہو جو اسے منع کرے وہابی کہلاتا ہے ۱۲
(مترجم)

داخل کرلیتے ہیں) حالانکہ سلف صالحین سے جب کوئی سلسلہ میں داخل کرنے کی درخواست کرتا تھا تو وہ ظاہراً و باطناً ہر طرح اسکی تفتیش کرتے تھے (کہ اسکے ذمہ کسی کا حق تو نہیں حتی کہ بعضے سانس سے پہچان لیتے تھے کہ کس پر لوگوں کے حقوق ہیں اور کون ان سے بچا ہوا ہے. خدا تعالیٰ سلف صالحین سے راضی رہیں. پس (آج) اگر کسی کو کشف نہوتا ہو تو کم از کم عہد لینے (اور بیعت کرنے) سے پہلے مرید سے پوچھ تو لینا چاہیئے کہ تیرے[۵] ذمہ کسی کا حق بھی ہے یا نہیں. اسکو خوب سمجھ لو.

۵۔ حضرت حکیم الامۃ تھانوی دام مجدہم اپنے رسالہ قصد السبیل میں تحریر فرماتے ہیں۔ ہدایت دوم: صحیح ترتیب سلوک کی یہ ہے کہ اول گناہوں سے توبہ خالص کرے اور اگر کچھ عبادات واجبہ نماز وغیرہ اسکی فوت ہوئی ہوں تو انکو قضا کرنا شروع کردے اور اسکے ذمہ کچھ حقوق العباد ہوں تو تو ان کے ادا کرنے کے بندوبست میں لگ جائے یا اہل حقوق سے معاف کرالے کیونکہ بدون اسکے کہ انسے سبکدوشی حاصل کرنیکی کوشش کرے اگر عمر بھر بھی مجاہدہ کریگا ہرگز مقصود حقیقی تک رسائی نصیب نہوگی اور توبہ کیا تھا آئندہ کے لئے بھی توبی عزم رکھے کہ اللہ و رسول کی اطاعت میں گو نفس کو کتنی ہی ناگواری ہو اور گو مال کا یا جان کا کتنا ہی بڑا ضرر ہو اور گو کوئی نفسانی دنیوی مصلحت کیسی فوت ہوتی ہو اور گو خلق کتنی ہی ملامت کرے سب برداشت کریگا اور اللہ و رسول کی اطاعت کو ہاتھ سے نہ دیگا۔ اگر اتنی ہمت نہیں تو وہ طالب حق نہیں کیونکہ طالب کی تو یہ شان ہونی چاہیئے؎ اے دل آں بہ کہ خراب از مے گلگوں باشی + بے زر و گنج بصد حشمت قاروں باشی + در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجاں + شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی۔ جب توبہ و عزم دونوں ٹھیک ہوگئے تو علم دین بقدر ضرورت حاصل کرے پھر شیخ کامل کی تلاش میں لگے"۔ سبحان اللہ! دریا کو کوزہ میں بند کرنا یہی ہے۔ حضرت حکیم الامۃ نے زبانی اس مقام پر ارشاد فرمایا کہ علامہ شعرانی ؒ نے جو ارشاد فرمایا ہے کہ جس پر کسی آدمی کا حق ہو اسکے لئے دربار الٰہی میں داخل ہونا حرام ہے اسکا مطلب بھی یہی ہے کہ اگر اسکی ادائیگی کی فکر و کوشش بھی نہو، کیونکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ادا کی فکر اور سعی میں رہنا بھی بمنزلہ ادا کے ہے۔ ۱۲

(مترجم)

(عہد۵۰: بیعت کے بعد مرید کی نگہداشت سے غفلت نکریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ) جب مُرید سے عہد لے چکیں (یعنی سلسلہ میں داخل کرچکیں تو اسکی نگہداشت سے غفلت نکریں[۵] (اگر اسکے بعد) ہم نے اسکی اصلاح سے غفلت کی تو (یقیناً) ہم نے بزرگوں کے عہد میں خیانت کی اور جو مرید ہماری پرواہ نکرتا ہو ہمکو اُس کا خیال ان لوگوں سے زیادہ کرنا چاہیئے جو ہماری بہت رعایت رکھتے ہیں اور انکی توجہ اور عدم توجہ کا حال ہم کو اپنے دل کے آئینہ میں غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے (اس میں) ہمکو توجہ کرنے والے کا چہرہ اور بے توجہی کرنے والے کی پشت نظر آئیگی۔ اور بعض مشائخ کا طرز یہ ہے کہ وہ اعراض کرنے والے مرید کے پیچھے نہیں پڑتے مگر جو طریقہ ہم نے بتلایا ہے وہ زیادہ مناسب اور مریدوں کے حال پر زیادہ شفقت کا باعث ہے۔ واللہ غنی حمید

۵۔ حضرت حکیم الامۃ تھانوی شیخ کامل کی پہچان بتلاتے ہوئے رسالہ "قصد السبیل" میں تحریر فرماتے ہیں :۔

"وہ شیخ تعلیم وتلقین میں اپنے مریدوں کے حال پر شفقت رکھتا ہو اور انکی کوئی بُری بات دیکھے یا سنے تو ان کو روک ٹوک کرتا ہو یہ نہو کہ ہر ایک کو اُسکی مرضی پر چھوڑ دے" اھ

اور یہ پہلے بتلایا جا چکا ہے کہ شیخ کا سختی کرنا شفقت نہ ہونے کی دلیل نہیں بلکہ یہ تو عین شفقت ہے کیونکہ مریض کو بد پرہیزی پر تنبیہ نکرنا کون نہیں جانتا کہ اسکو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ اگر شفقت کے یہی معنی ہیں کہ مرید کو کچھ نہ کہا جائے تو اسکا حاصل تو یہ ہوگا کہ ہلاکت میں ڈالنے کا نام آجکل شفقت رکھا گیا ہے شیخ کی شفقت یہی ہے کہ اسکو منزل مقصود پر پہونچانے کے لئے اپنی ہمت اور توجہ پوری صرف کر دے ظاہر و باطن دونوں کی مہم تمام

(عہد ۱۵ : اپنے بھائیوں کی زیارت کرتے رہا کریں)

(ہم سے بار بار عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے سب بھائیوں کی خواہ مخلص ہوں یا مخلص نہ ہوں زیارت کرتے رہا کریں۔ اور جب تک ہم کو پیادہ چلنے کی قدرت ہو اسوقت تک سواری وغیرہ نہونے کی وجہ سے اسکی ملاقات وزیارت نہ چھوڑیں (سواری نہو تو پا پیادہ ملاقات کو جایا کریں) ان المحب لمن یھواہ زوّار کیونکہ محبت رکھنے والا اپنے دوستوں کی زیارت بکثرت کیا کرتا ہے۔ مجنونِ لیلیٰ کہتا ہے

ولو قطعوا رجلی مشیت علی العصا ولو قطعوا اخری حُبِیتُ وجِیتُ

اگر دشمن میرا ایک پیر کاٹ ڈالیں گے تو میں لاٹھی کے سہارے چلوں گا اور اگر دوسرا بھی کاٹ ڈالیں تو میں گھسٹتا ہوا پہونچوں گا۔ اس بارے میں باوجاہت درویش بہت سستی اورغفلت کرتے ہیں انھوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کی زیارت وملاقات بالکل ترک دی اور بہانہ یہ کرتے ہیں کہ ہمکو کہیں آنے جانے اور مخلوق سے ملنے ملانے کی عادت نہیں چنانچہ بہت سوں کی زبانی میں نے یہ عذر سنا ہے مگر دوستوں کی ملاقات چھوڑنے کے لئے یہ عذر کچھ بھی نہیں (محض بیہودہ جواب اور بیکار حیلہ ہے) اور بعض لوگوں نے مجھ سے یہ عذر بیان کیا کہ میں نے ملنا ملانا صرف اسوجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ مبادا میرے شاگرد اور مرید یہ نہ سمجھیں کہ اگر فلاں شخص ہمارے پیر سے مرتبہ میں بڑھا ہوا نہ ہوتا تو یہ خود اسکی زیارت کو کیوں جاتے جبکہ وہ انکی زیارت کو کبھی نہیں آتا پھراس خیال کے بعد انکو میری صحبت سے فائدہ نہ پہونچ سکے گا (میرے فیوض سے محروم ہوجائیں گے) اور یہ بھی ایک عذر بارد ہے شرعی سنتیں ایسے بہانوں سے چھوڑی نہیں جاسکتیں اور ...

نگہداشت کرتا رہے۔ برے کاموں پر روک ٹوک کرتا رہے اول نرمی سے روکے اگر نرمی سے فائدہ نہ ہو تو سختی سے کام لے اور عارف ہر موقع کو خوب پہچانتا ہے ۱۲

ان سب کا علوم شریعت میں کم مشغول[ف] ہونا ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

(عہد[۵۱]: جبتک کھانے پینے اور سونے سے پہلے خدا تعالیٰ سے اجازت نہ حاصل کرلیں اسوقت تک کوئی کام شروع نہ کریں)

(ہم سے بار بار عہد لیا گیا ہے) کہ جبتک ہم کھانے پینے، پیر پھیلانے اور سونے کے پہلے زبان سے یا فقط دل سے دستور یا اللہ (خداوندا میں اجازت چاہتا ہوں) نہ کہہ لیا کریں اسوقت تک کوئی کام شروع نہ کیا کریں اگرچہ شریعت کیطرف[عہ] سے ہم کو اس کے بغیر بھی ان کاموں کی اجازت ہے لیکن زیادہ ادب اور تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کی پوری نگہداشت اسی میں ہے (کہ ہم پہلے دستور یا اللہ کہہ لیا کریں) کہ اس سے بندہ کی استعداد بہ نسبت اس شخص کے جو اجازت شرعی کیوجہ سے غفلت کے ساتھ ان کاموں کو کرتا ہے بہت زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے۔ (ملکۂ یادداشت پیدا ہونے کا یہ بڑا عجیب طریقہ ہے) اور کھانے پینے پیر پھیلانے اور سونے کے علاوہ جن کاموں میں بھی خواہش نفس کا کچھ شائبہ ہو انکا بھی یہی[عہ] حکم ہے۔ واللہ علیمٌ خبیر۔

(عہد[۵۲]: کسی مصیبت زدہ کی حاجت روائی سے چھپ کر نہ بیٹھیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ کسی مصیبت زدہ کی (حاجت روائی سے) کبھی چھپکر نہ بیٹھیں البتہ کوئی عذر ہو (تو خیر) مثلاً کوئی حال ایسا غالب ہو جسکی

ف۔ اگر علوم شریعت میں پوری مشغولی ہوتی تو ایسے بہانے کبھی نہ کرتے اس سے معلوم ہوا کہ کامل درویش وہی ہے جو ہر کام میں اتباع سنت کا لحاظ رکھے اور علوم شریعت سے کافی طور پر واقف ہو۔ الحمدللہ کہ ہمارے سب مشائخ علوم شریعت میں کامل اور ہر کام میں اتباع سنت کا پورا لحاظ کرنیوالے ہیں ادام اللہ وابقاہم ۱۲۔ مترجم

عہ۔ ان میں بھی اس ادب کی رعایت ہمیشہ کرنا چاہیئے اور راز اسکا یہ ہے کہ ذاکر شخص خدا کا جلیس ہے ۱۲ مترجم

وجہ سے لوگوں کا اختلاط (اور مخلوق سے میل جول) دشوار ہو جائے یا اسکے مثل کوئی (اور عذر ہو) اور (اس غلبۂ حال کی) سچی علامت یہ ہے کہ ہم جمعہ اور جماعت کے واسطے کبھی باہر نہ نکل سکیں اور یہ ایسی بات ہے جس کو صاحب حال ہی کا ذوق سمجھ سکتا ہے (جس پر ایسی حالت نہ گذری ہو وہ اسکو نہیں سمجھ سکتا کہ غلبۂ حال کیوجہ سے جماعت کی نماز اور جمعہ میں جانا کیونکر دشوار ہو جاتا ہے) غلبۂ حال میں لوگوں سے ملتے وقت (صاحب حال کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ) گویا بدن کا گوشت پھٹ جائے گا۔

اور اسکا ہمنشین ہے تو جس وقت وہ اپنے نفس کی خواہشوں اور لذتوں کے پورا کرنے میں مشغول ہوتا ہے اسوقت وہ گویا دربار الٰہی سے جدا ہونا چاہتا ہے اور تم دیکھتے ہو کہ جب سلاطین دنیا اور حکام ظاہر کے دربار سے کوئی شخص اٹھنا چاہتا ہے تو پہلے ادب کے ساتھ اجازت مانگا کرتا ہے اجازت کے بعد اپنے دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہے اسی طرح ہر ذاکر شاغل کو اپنے نفسانی کاموں میں مشغول ہونے سے پہلے حق تعالیٰ سے باادب اجازت لینی چاہیئے اگرچہ شریعت کی طرف سے عام طور پر سب مباح کاموں کی اجازت معلوم ہوچکی ہے مگر اس پر کفایت نکرنا چاہیئے مراد ہر کام سے پہلے جنمیں کچھ بھی نفس کا دخل ہو اجازت لینی چاہیئے دیکھو سلاطین دنیا کے درباری جانتے ہیں کہ دربار کا وقت پورا ہو جانے کے بعد ہمکو اپنے کاروبار میں مشغول ہونے کی بادشاہ کیطرف سے اجازت ہے مگر پھر بھی وہ ہر دن بار بار اجازت طلب کرتے ہیں اور اس عام اجازت پر کفایت کر کے کبھی بغیر دریافت کئے ہوئے نہیں اٹھتے اور اگر کوئی ایسا کرے اسکو سب بے ادب بے تمیز سمجھتے ہیں اور اسکو دربار کے قابل نہیں خیال کرتے اسی طرح تمکو بھی عام اجازت پر کفایت نکرنا چاہئے ہر کام کے لئے خاص طور پر حق تعالیٰ سے اجازت طلب کرو دیکھو دل میں کیسا نور پیدا ہوتا ہے وہی نور باطن خدا تعالیٰ کے جواب کی دلیل ہے۔ واقعی جو شخص اسکی پابندی کرے چند ہی روز میں انشاءاللہ اسکو نسبت یادداشت حاصل ہو جائیگی اور گناہوں سے محفوظ ہو جائیگا کیونکہ جب ہر کام کے لئے حق تعالیٰ سے اجازت لیا کریگا تو کام کرنے سے پہلے خودبخود اسکو تنبہ ہو جائیگا کہ یہ کام خدا کی مرضی کے خلاف تو نہیں اسپر عمل کرو پھر دیکھو کیا نظر آتا ہے خدا تمکو اور ہمکو سبکو توفیق دے۔ ۱۲ مترجم

حضرت بشر بن زیات، حضرت اعمش سے نیز حطابؓ اور عنبسہ سے بلکہ پچاس ایسے حضرات سے کہ سب کے سب ہی اس حدیث کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جانب منسوب فرماتے تھے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ لوگو! مجھ سے پانچ باتیں سنکر یاد کرلو۔ یعنی دو اور دو اور ایک (اس سے پانچ کی تاکید مقصود ہے)۔ سنو! تم میں سے کوئی شخص نہ ڈرے مگر اپنے گناہوں سے۔ اور کسی سے امید اور توقع نہ رکھے سوا اللہ تعالےٰ کے۔ اور جو شخص کسی بات کو نہ جانتا ہو تو اسکے سیکھنے میں حیاء و شرم نہ کرے۔ اسی طرح سے اگر کوئی شخص کسی بات کو نہ جانتا ہو تو اس کہنے میں بھی نہ شرمائے کہ میں نہیں جانتا۔ اور یہ سمجھ لو کہ تمام امور میں صبر کا درجہ ایسا ہے جیسا کہ انسان کے بدن میں اسکے سر کا چنانچہ جب کسی کے بدن سے سر ہی جدا ہو جائے تو بدن فاسد ہو جاتا ہے اسی طرح سے جب امور سے صبر ختم ہو جائے تو وہ امور بھی خراب ہو جاتے ہیں۔

پھر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں تمکو نہ بتلاؤں کہ کامل فقیہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا امیرالمومنین ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا جو عالم کہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور کرم سے لوگوں کو مایوس نہ کرے اور اسکی رحمت سے ناامید نکردے۔ اور اللہ تعالیٰ کے عذاب اور پوشیدہ تدبیروں سے لوگوں کو مطمئن نہ کردے اور وہ شخص جو لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی معصیت کو مزین نہ کرے (یعنی ایسی بات کہے جسکی وجہ سے لوگ معاصی پر دلیر ہو جائیں اور گناہ انکی نظروں میں ہلکا ہو جائے) اور یہ سمجھ لو کہ کوئی بڑے سے بڑا عارف اور موحد کیوں نہ ہو جنت میں نہیں داخل کیا جاوے گا، اسی طرح سے کوئی عاصی مذنب دوزخ میں نہیں داخل کیا جائیگا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انکا فیصلہ فرماکر حکم نہ فرما دیں گے چنانچہ اس امت کے جو بہترین لوگ ہیں وہ بھی اللہ تعالےٰ کے عذاب سے مامون اور مطمئن نہیں ہوں گے اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں فَلَا یَأْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ یعنی اللہ تعالےٰ کے مکر سے کوئی مامون نہ ہوگا سوا ان لوگوں کے جو خسارہ میں پڑنے والے ہیں۔

اسی طرح سے اس امت کا بدترین شخص بھی اللہ تعالیٰ سے کرم کی امید لگائے ہوگا ارشاد فرماتے ہیں وَلَا يَيْأَسُ مِنْ رَوْحِ اللّٰهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْكَافِرُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور کرم سے وہی لوگ ناامید ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں۔

حضرت یزید رقاشی رح سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ جب مردہ قبر میں داخل کردیا جاتا ہے تو اسکے داہنی جانب سے نماز۔ بائیں جانب سے زکوٰۃ اور اوپر کیجانب سے نیکیاں سایہ فگن ہوجاتی ہیں اور صبر بھی اسکی جانب سے مدافعت کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تم سب اپنے اس صاحب کو بچاؤ اگر بچا سکتے ہو ورنہ میں پیچھے سے تمھاری امداد کرتا ہوں اور اس سے عذاب کو دفع کرکے رہوں گا۔ اس حدیث میں دلیل ہے کہ صبر کا درجہ سب اعمال سے بڑھا ہوا ہے اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ إِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُوْنَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ یعنی اہل صبر کو ان کا اجر بے حساب ملے گا۔

محمد بن سلم مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرا سب مال بھی ختم ہوگیا اور جسم بھی بیمار اور نحیف ہوگیا (یعنی میں مالی اور بدنی دونوں تکالیف سے دوچار ہوں) آپؐ نے فرمایا کہ اس بندہ میں کچھ بھی خیر نہیں جسکا نہ مال کم ہو نہ اسکو کوئی بدنی تکلیف پہونچے (بات یہ ہے) اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے محبت فرماتے ہیں تو اس کو اسی قسم کی آزمائشوں میں مبتلا فرماتے ہیں اور جب مبتلا فرمادیتے ہیں تو اسکو صبر کی توفیق بخشتے ہیں (مطلب یہ کہ اس طرح سے اسکے اجر آخرت کو بڑھاتے ہیں۔ جاؤ صبر سے کام لو۔ مبارک حال ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے)

حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے مروی ہے فرمایا کہ جس شخص کو سلطان زبردستی قید کرے اور وہیں مرجائے تو شہید ہوگا۔ اسی طرح سے بادشاہ کسی کو مارے اور وہ مرجائے تو بھی شہید ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ ایک انسان کیلئے

اللہ تعالیٰ کے نزدیک کوئی مرتبہ ہوتا ہے لیکن وہ اس درجہ تک اپنے عمل کیوجہ سے نہیں پہونچ سکتا یہاں تک کہ اسکے بدن کو کسی تکلیف اور مصیبت میں مبتلا کر دیا جاتا ہے جسکی وجہ سے وہ اس مرتبہ تک پہونچ جاتا ہے اور اس درجہ کا اہل ہو جاتا ہے (مطلب یہ کہ کبھی مصیبت کی یہ مصلحت بھی ہوتی ہے)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اب اس آیت کے سننے کے بعد کون شخص خوش رہ سکتا ہے (ہر ایک کو یہ فکر میں ڈالدیگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر اللہ تعالیٰ تمھاری مغفرت فرمائے کیا تم بیمار نہیں ہوتے اور کیا تم کو کچھ ایذا نہیں پہونچتی اور کیا تمھیں کبھی تعب اور مشقت نہیں اٹھانی پڑتی اور کیا تمکو کوئی رنج وغم نہیں پیش آتا؟ تو یہ سب چیزیں ایسی ہیں کہ ان پر تمکو اجر ملے گا (مطلب یہ کہ یہ تمام چیزیں جو تمکو پیش آتی ہیں تو اللہ تعالیٰ انکو تمھارے گناہوں کا کفارہ بھی تو بنادے گا۔ تو اگر ہر گناہ پر عذاب ملیگا تو آتی سب چیزوں پر ثواب بھی تو ملے گا اور یہ سب امور کفارۂ سیئات ہوتے رہیں گے اسلئے کیوں کسی کے لئے خوشی کا کوئی موقع نہ رہے گا)

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ وہ میری امت کے لئے دنیا و مافیہا سے بڑھکر ہے پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ یعنی جو شخص کوئی برائی کرے گا تو اسکو اسکا بدلہ دیا جائے گا) اور فرمایا کہ دیکھو انسان جب کوئی گناہ کرتا ہے اور پھر اسکے بعد اسکو دنیا میں کوئی شدت یا پریشانی پیش آتی ہے (تو بس یہی اسکا بدلہ ہو گیا) اب اللہ تعالےٰ کے کرم سے یہ بعید ہے کہ اسکو (کل یوم قیامت) دوبارہ عذاب دیں (مطلب یہ کہ یہ تو بہت ہی اچھا ہے کہ معاملہ سیئات کا دنیا میں برابر سرابر ہو جائے اور آخرت کے لئے نہ اٹھا رکھا جائے اسلئے کہ آخرت

کا عذاب بہت ہی سخت ہے۔ اسی لئے اسکو دنیا و مافیہا سے بڑھکر فرمایا گیا ہے
واللہ اعلم۔

حضرت ابوالیث ثمرقندی فرماتے ہیں کہ یہ جان لو کہ انسان، اخیار (نیک اور بڑے لوگوں) کے مرتبہ کو نہیں پا سکتا بدون اسکے کہ شدائد اور ایذا پر صبر کرے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر کرنے کا حکم فرمایا اور یہ فرمایا کہ فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل یعنی آپ بھی اسی طرح سے صبر سے کام لیجئے جس طرح سے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ہے

حضرت خباب بن ارت سے مروی ہے کہ ہم لوگ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ اپنی چادر پر ٹیک لگائے ہوئے کعبہ شریف کے سائے میں تشریف رکھتے تھے ہم لوگوں نے کچھ اپنی سختی اور تکالیف کی آپ سے شکایت کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اللہ تعالیٰ سے ہمارے لئے دعا کیوں نہیں فرما دیتے اور ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد کیوں نہیں طلب فرما دیتے۔ یہ سنکر آپ کے چہرہ مبارک کا رنگ سرخ ہوگیا، اٹھکر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ سنو! تم سے پہلی جو امتیں گذری ہیں انکی آزمائش کا حال یہ تھا کہ ایک شخص کے لئے زمین میں گڑھا کھودا جاتا تھا (اسی میں آدھا گاڑ کر) اس کے سر پر آرہ رکھکر اسکو چیر کر دو ٹکڑے کر دیا جاتا تھا لیکن اسقدر تکلیف اٹھانے کے بعد بھی وہ اپنے دین سے پھرتا نہیں تھا (اور تم لوگ ذرا سی آزمائش میں چیخ اٹھے)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن دنیا کے سب سے بڑے مالدار شخص کو لایا جائے گا اور جہنم میں ایک غوطہ دیکر اس سے اسکو نکال لیا جائے گا تو حال اسکا یہ ہوگا چہرہ بالکل سیاہ اور جلد جھلسی ہوئی ہوگی۔ پھر اس سے کہا جائے گا کہ تم نے دنیا میں کبھی راحت و نعمت کا بھی مزہ چکھا تھا؟ تو وہ کہیگا کہ نہیں میں تو جب سے پیدا ہوا تھا اسی عذاب میں ہوں۔ اسی طرح ایک ایسے شخص کو بھی لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے

زیادہ تکلیف میں رہا ہوگا اسکو جنت کے چشمہ میں ایک غوطہ دیا جائے گا یعنی تھوڑی دیر اس میں رکھا جائیگا پھر نکالا جائیگا تو اسکا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا ہوگا۔ اس سے بھی دریافت کیا جائے گا کہ کبھی تمکو کچھ شدت اور تکلیف بھی پہونچی ہے تو وہ کہے گا نہیں میں تو جب سے پیدا ہوا اسی عیش و آرام میں ہوں۔

حضرت سعید بن جبیرؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے پہلے جو لوگ جنت میں جانے کے لئے پکارے جائیں گے وہ حامدون ہوں گے یعنی وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا شکر اور اسکی حمد کیا کرتے تھے اطمینان اور خوشی کیحالت میں بھی اور مصیبت اور پریشانی کے زمانے میں بھی۔ اسلئے انسان پر لازم ہے کہ اسکو دنیا میں جو کچھ سختی اور مصائب پیش آئیں ان پر صبر کرے اور یہ امر پیش نظر رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مصائب اس کے دور فرما رکھے ہیں وہ انسے کہیں زیادہ ہیں جو اسکو پہونچتے ہیں اور یہ خیال کرکے ان مصائب کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے اسی طرح سے انسان کو لائق ہے کہ اس معاملہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے اور دیکھے کہ آپؐ نے مشرکین کی ایذا پر کیسا صبر فرمایا۔ چنانچہ

حضرت ابن میمونؒ حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس تشریف رکھتے تھے اور پاس ہی ابوجہل اور اسکے ساتھی بھی بیٹھے تھے کل گذشتہ کوئی اونٹ ذبح کیا گیا تھا جسکی آلائش (انتڑی پچونی) باہر پڑی ہوئی تھی ابوجہل بولا کہ یارو کون شخص ہے جو جائے اور اس آنت کو اٹھا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پشت پر رکھدے جب وہ سجدہ میں جائیں۔ یہ سنکر اس جماعت کا شقی ترین شخص اٹھا اور آنت اٹھائی اور منتظر رہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تشریف

لے گئے تو اسکو آپکی پشت پر دونوں مونڈھوں کے درمیان میں رکھدیا اور ساری جماعت نے خوب ٹھٹھا لگایا میں کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا میں نے اپنے دل میں کہا کہ کاش میں طاقت رکھتا تو اسکو آپکی پشت مبارک سے ضرور ہٹا دیتا اسکی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ ہی میں پڑے رہے اسلئے کہ اونٹ کی بچہ دانی تھی وزنی تھی اسلئے آپ نے سجدہ سے سر نہیں اٹھایا (راقم عرض کرتا ہے کہ جب ایک شخص نے اسکو اٹھاکر آپ کی پشت پر رکھدیا تھا تو آپؐ اس سے تو عاجز نہ تھے کہ اپنے اوپر سے اسکو گرادیں لیکن آپؐ نے شاید اسلئے نہ گرانا پسند کیا کہ وہ جگہ مسجد تھی اور نیچے گرکر اسکے ٹوٹنے اور پھٹنے کیوجہ سے ساری جگہ نجاست سے آلودہ ہوجاتی اسلئے آپ اسکو پشت پر لئے سجدہ میں پڑے رہے واللہ اعلم) یہاں تک کہ کسی شخص نے حضرت فاطمہؓ کو جاکر اسکی خبر دی حالانکہ وہ ابھی بچی ہی تھیں لیکن آئیں اور آپؐ کے اوپر سے اسکو ہٹا دیا اور قوم کے پاس جاکر سب کو برا بھلا کہنے لگیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو بلند آواز سے تین بار ان پر یوں بددعا فرمائی کہ اے اللہ! اب تو قریش کو پکڑلے یعنی ان پر عذاب نازل فرما اور ان سے انتقام لے لے۔ جب ان لوگوں نے آپ کی یہ بددعا سنی تو سب کی ہنسی وسی سب ختم ہوگئی اسلئے کہ آپؐ کی بددعا سے ڈرتے بھی تھے (یہ جانتے تھے کہ دعا قبول ہوجائیگی اور ہم لوگ کسی مصیبت میں گرفتار ہوجائینگے) چنانچہ پھر آپ نے نام بنام بددعا فرمائی اور فرمایا کہ اے اللہ! ابوجہل کو عقبہ کو شیبہ کو ولید بن امیہ کو اور امیہ بن خلف کو پکڑلے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (راوی حدیث) فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی برحق بناکر بھیجا ہے پھر میں نے ان لوگوں میں سے ایک ایک کی لاش کو جنگ بدر میں پڑی ہوئی اپنی آنکھوں سے دیکھا (یعنی آپ کی یہ بددعا اس طرح پوری ہوئی)

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ انبیاء سابقین میں سے کسی نبی نے اللہ تعالیٰ سے شکایت کی اور یہ کہا کہ یارب یہ عبد مومن آپ کی اطاعت کرتا ہے

آپ کے منع کردہ معاصی سے بچتا ہے اور آپ اس سے دنیا کو دور رکھتے ہیں
ور مصائب کو اس پر مسلط فرماتے ہیں اور کافر بندہ آپکی اطاعت بھی نہیں کرتا اور
ور آپکی معصیت کرنے پر جری ہوتا ہے مگر آپ اس سے بلا اور مصیبت کو دور رکھتے ہیں
ور دنیا کی خوب کشائیش فرما دیتے ہیں ؟ اللہ تعالےٰ نے وحی نازل فرمائی کہ بات
یہ ہے کہ بندے بھی میرے ہیں اور بلائیں بھی میری ہیں اسلئے کہ سب چیزیں میری حمد کی
تسبیح پڑھتی ہیں (میں یہ کرسکتا ہوں کہ مومن بندوں سے بلاؤں کو روک دوں) لیکن
مومن بہت سے گناہ بھی کئے ہوتا ہے لہٰذا میں دنیا کو اس سے روک کر اور بلاؤں میں
اسکو مبتلا کرکے ان چیزوں کو اسکے گناہ کا کفارہ بنا دیتا ہوں تاکہ جب مجھ سے ملے تو
اسکے پاس حسنات ہی حسنات ہوں اور پھر میں اسکا پورا پورا بدلہ دے سکوں اور کافر
کے لئے بھی سیئات ہوتی ہیں تو میں دنیا کو اس پر وسیع کرکے اور مصائب کو اس سے
دور کرکے (اسکو مزید غفلت میں پڑا رہنے دیتا ہوں) تاکہ قیامت میں اسکی سیئات کا
مزہ اسکو چکھاؤں۔

حضرت انسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ جب
اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں یا ارادہ فرماتے ہیں کہ اسکو
اپنا مخصوص بندہ بنالیں تو اس پر بلا اور مصیبت کو مانند بارش کے برساتے ہیں
یا اس طرح سے ڈالتے ہیں جیسے مشک کے منھ سے پانی گرے اور پھر جب وہ بندہ
دعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ یا اللہ یہ تو مانوس سی آواز معلوم ہوتی ہے (یعنی تیرا
کوئی ماننے والا بندہ تجھے پکار رہا ہے) پھر جب وہ دوبارہ پکارتا ہے اور یارب
کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لبیک وسعدیک ہاں اے میرے بندے میں
حاضر ہوں تو مجھ سے جس چیز کا سوال کریگا یا تو اسکو میں عطا کروں گا یا اسکی وجہ سے
تجھ سے کسی برائی کو دور کردونگا اور یا تیرے لئے اپنے پاس اس سے بڑھکر
کوئی شئے بطور ذخیرہ کے جمع کر رکھونگا۔ چنانچہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اعمال
والوں کے عمل کو لایا جائے گا اور سب کو میزان میں رکھا جائے گا اہل صلوٰۃ کا بھی

اہل صیام کا بھی اہل صدقہ اور اہل حج کا بھی اسکے بعد اہل بلا کو بلایا جائے گا اور نہ ان کے لئے ترازو کھڑی جائیگی نہ پروانۂ عمل اڑایا جائے گا بلکہ اسی طرح سے موسلا دھار یا کھلے دہانے کیساتھ اجر بہایا جائیگا جس طرح سے دنیا میں ان پر مصیبتیں آئی تھیں تو جو لوگ دنیا میں عافیت و آرام کے ساتھ رہے ہوں گے وہ تمنا کریں گے کہ کاش اسکے جسموں کو دنیا میں قینچی سے کاٹا گیا ہوتا (تو ہمیں بھی اس پر ایسا ہی اجر ملتا) یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا اِنَّمَا يُوَفَّى الصَّابِرُونَ أَجْرَهُم بِغَيْرِ حِسَابٍ (یعنی صابرین کو انکی تکالیف دنیویہ کا پورا پورا اجر دیا جائے گا)

روایت میں آتا ہے کہ پچھلی امتوں میں سے کسی امت کے دو شخص ایک مومن اور دوسرا کافر ساتھ ساتھ گئے مچھلی کا شکار کھیلنے کے لئے۔ کافر اپنے معبودوں کا نام لیکر جال پھینکتا تھا چنانچہ ہر بار کافی مچھلی اسکے جال میں آئی اور مومن نے اللہ کا نام لیکر اپنا جال ڈالا مگر وہ ہر بار خالی ہی نکلا لیکن چلتے چلاتے بالکل غروب کے وقت ایک مچھلی اس نے بھی پائی مگر دریا کے کنارے اسکو رکھے ہوئے تھا اچانک وہ تڑپی اور اچھل کر پھر پانی میں چلی گئی نتیجہ ہوا کہ شام کو مومن شکار سے خالی ہاتھ گھر آیا اور کافر کا جھولا مچھلیوں سے بھرا ہوا تھا اس منظر کو دیکھکر اس فرشتہ کو بھی ترس آگیا جو مومن پر خدا کیجانب سے مقرر ہوتا ہے۔ جب وہ آسمان پر واپس گیا تو اللہ تعالے نے اسکو مومن کا ٹھکانا جنت دکھلایا (جو مرنے کے بعد اسے ملنا تھا) اسکو دیکھکر وہ فرشتہ خوش ہوگیا اور کہا کہ خدایا اگر اسکو یہ مقام ملنا ہے تو دنیوی کوئی تکلیف پھر اسکے لئے تکلیف نہیں ہے۔ (یہ تو مجھے معلوم ہی نہ تھا میں نے بلا وجہ افسوس کیا) اسی طرح سے پھر اسکو اس کافر کا ٹھکانا دوزخ دکھایا گیا (کہ یہاں آنے پر اسکے لئے یہ عذاب تیار ہے) اسکو دیکھکر اس نے کہا کہ جب اسکو یہاں ایک دن آنا ہی ہے تو دنیا کے چند روزہ عارضی نفع سے اس کا کیا کام چل سکتا ہے۔

(باقی آئندہ)

ورتھوڑے سے تصور پرچشم پوشی کرنا عمدہ ہے اسمیں آپکو بہت راحت رہیگی
ور دشمن کے فعل کے بدلہ نیکوئی کرنا تو بہت عجیب بات ہے کہ ہر ایک کا کام نہیں فقط
ان نقرات کو اسی طرح نہ جاننا کہ آپ پر طعن ہے یا عبد المجید کی طرفداری ہے بلکہ
تمھاری راحت ہی کے خیال سے لکھتا ہوں ان فقروں سے ناراض نہ ہونا اور
ن نقرات کی تصدیق حضرت مرشدنا سے کرانا کہ یہ فقرات مجھ سے عمل میں نہیں آسکے
آپکو لکھتا ہوں بھلا آپ ہی عمل کریں - یہ قدیم نصائح ہیں - فقط - والسلام -

(۶۱) عنایت فرمائے بندہ حکیم عبد العزیز خان صاحب دام عنایاتہم - بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند - مہربانی نامہ پہونچا اور شدت بخار کی جو تخفیف لکھی تھی اوس سے طمانیت ہوئی - درباب شغل مذکور جس طرح ہوسکے خواہ شکل مطلوب بشکل مرشدنا ہو خواہ شکل مرشدنا بشکل مطلوب ہوکر - غرض اس تصور کے ساتھ خیال شریف حضرت سلمہ رہے اور اگرچہ قوۃ تخیل اور ضعف حافظہ ہے مگر جس قدر ہوسکے کرتے رہو کسی بات کا کچھ خیال نکرو بعد ایک ماہ کے جو کچھ کیفیت اس شغل کی ہو اوس سے اطلاع دو - دوسرا امر یہ ہے کہ گستاخی اور بے ادبی کا دھیان نکرنا -

اس عاجز کا اتنا لہ بایں خیال آنا بظاہر دشوار ہے اس وقت یہ خیال ہے کل کی خبر نہیں کیا ہوگا؟ اور آپ کیواسطے وٹ٥ وہاں مقرر ہوں بایں شرط کہ غرباء کا علاج کیا جاوے اور امراء سے بطور خود حسب عرف لیا کرو کچھ مضائقہ نہیں اور اگر یہ شرط ہے کہ بعد اس تنخواہ کے کسی سے کچھ نہ لو اس کو میں پسند نہیں کرتا ہوں آئندہ جیسی رائے ہو چندہ کی تنخواہ میں تو کچھ عیب نہیں مگر مقدار قلیل پر قناعت آپ سے مشکل ہے اور گذارہ دشوار پس اسباب کا خیال کرکے اگر کرلو کچھ مضائقہ نہیں اور حالات آمدنی جب تک کہ قیام دو چار ماہ کا نہو معلوم نہیں ہوسکتا - اور آپ کا قیام ابتک وہاں کچھ ہوا نہیں اگر بقدر گذران وہاں کچھ حاصل ہو سکے تو بے قیدی بہت عمدہ شئے ہے ورنہ روزگار کرنے کا کچھ عیب نہیں - فقط - والسلام -

(۶۲) از بندہ رشید احمد عفی عنہ گرامی خدمت حکیم عبد العزیز خاں صاحب سلمہ

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائید ۔ آپکا خط بدست میاںجی عبداللہ صاحب آیا تھا اور زبانی بھی حال معلوم ہوا بندہ کو وہ بخار جو ایک دیر تک رہا تھا شدۃ سرما میں رفع ہوگیا تھا البتہ اب بیس روز کے قریب سے بعد ظہر ایک کیفیت بخار جیسی ہوکر عصر کے وقت اعضار شکنی گاہ زیادہ گاہ کم ہوجاتا ہے مگر اسکو تکان پر حمل کرتا ہوں کہ طلبار کے درس کا بہت تکان ہوجاتا ہے ۔ چنداں تکلیف نہیں۔ البتہ سستی رہتی ہے کہ کام بتکلف کرتا ہوں ۔ فقط۔

دو ماہ کے قدر ہوا کہ ایک خط حافظ احمد حسین کا آیا تھا کہ اوسمیں خیریت مزاج حضرت سلمہ کی بھی لکھی تھی مکہ میں ایک مہمان سرائے کی تجویز ہوئی ہے جسمیں غربا آدمی فروکش ہوا کریں اور جب تک اونکو مکان ملیں اسمیں ہی رہیں اوسکے اشتہارات طبع ہوکر آسے ہیں اور تخمین اس مکان کی چار لاکھ روپیہ کے قریب ہوئی ہے حافظ احمد حسین مہتمم اس کام کے بتجویز شیخ الہنود اور جملہ اہل شوریٰ مقرر ہوئے ہیں۔ فقط۔

(۴۳) عنایت فرمایم حاجی عبدالعزیز خانصاحب سلمہٗ ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائید یہاں ۳۰ کا شعبان ہوا بسبب ابر غلیظ کے چاند نظر نہیں آیا اگر وہ دو آدمی چاند دیکھنے والے معتبر نمازی صالح ہیں تو تم بعد ۳۰ روزہ کے افطار کر سکتے ہو مگر اسمیں سخت بدانتظامی ہے یہاں بھی اخبار آتے ہیں مگر کوئی قابل طمانینت نہیں تو اگر اس تاریخ میں ابر رہا اور چاند نظر آیا تو روزہ رکھنا اور جو وہ دیکھنے والے معتبر ہوشیار ہوں تو بھی افطار ظاہر نکرنا کہ فتنہ ہوجاوے نااتفاقی سے بہت بچنا چاہیئے ۔ والسلام ۔

سے (قولہ : اگر اس تاریخ میں ابر رہا اور چاند نظر آیا تو روزہ رکھنا اور جو وہ دیکھنے والے معتبر اور ہوشیار ہوں تو بھی افطار ظاہر نکرنا کہ فتنہ ہوجاوے نااتفاقی سے بہت بچنا چاہیئے ۔ والسلام) ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حکیم عبدالعزیز خانصاحب نے رمضان کے چاند کے متعلق حضرتؒ سے

۴۴

(۶۲) عنایت فرمائے بندہ حکیم عبدالعزیز خاں صاحب شفاھم اللہ تعالےٰ
السلام مسنون مطالعہ فرمائید' عرصہ گذرا کہ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا آپکی
بیماری سے نہایت رنج و ملال ہوتا ہے اور دعار بدرگاہ حق تعالیٰ کرتا ہوں
کہ قبول ہوجاوے ۔ حضرت سلمہ کو جو عرب کو خط لکھا ہے آپکی بیماری کا حال
اور طلب دعار بھی اسمیں لکھدیا ہے زیادہ بجز دعار کیا لکھوں ۔ منتظر ہوں کہ خبر تخفیف

دریافت فرمایا کہ آپ کے یہاں کب کی رویۃ ہوئی اور اپنے یہاں کا حال لکھا کہ یہاں دو آدمیوں
نے اپنا دیکھنا بیان کیا ہے لہٰذا کیا کیا جائے ؟ اس پر حضرت گنگوہیؒ نے جواب لکھا کہ یہاں تو
رمضان کے تیس دن پورے کئے گئے ۔ ۲۹ کو ابر غلیظ کیوجہ سے رمضان کا چاند نظر نہ آیا : ہمکو کچھ
تردد ہوا البتہ آپ کے یہاں جن لوگوں نے گواہی رویت کی دی ہے تو اگر وہ معتبر عادل یعنی
نمازی اور صالح ہوں تو اس حساب سے ۳۰ روزہ پورا کرکے تم افطار کرسکتے ہو لیکن چونکہ نظم تو
اس سخت بدانتظامی ہے (اسلئے کہ مسلمانوں کا ایک مرکز نہیں' علمار میں اختلاف رہتا ہے) لہٰذا
اگر تیس روزے پورے ہوکر اس دن بھی ابر رہا اور عید کا چاند نہ دیکھا جاسکا تو اگلے دن روزہ ہی
رکھنا چاہیئے ـــــ اور اگر وہ رمضان کا چاند دیکھنے والے معتبر اور ہوشیار ہوں تب بھی اپنے
افطار کو ظاہر نہ کرنا چاہیئے کیونکہ فتنہ ہوجائے گا اور نااتفاقی سے بہت بچنا چاہیئے ۔

راقم عرض کرتا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی شخص کو انفرادی طور پر رویت کی
تحقیق ہوجائے تو ذاتی معاملہ میں تو اسکے لئے گنجائش ہے افطار کرلے لیکن نہ اسکا اعلان کرے
اور اگر صاحب فتویٰ نہیں ہے تو دوسروں کو اسکی تلقین بھی نہ کرے اور جماعتی معاملات مثلاً
عید کی نماز میں تو اسکو قوم کے ساتھ ہی رہنا ہوگا تاکہ فتنہ نہ ہو کہ انسداد فتنہ اہم المہمات میں
سے ہے ۔

چنانچہ اسی نوع کا ایک واقعہ خود ہمارے مرشدی و مولائی مصلح الامۃ حضرت مولانا
شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ پیش آیا دو شہادت کی رو سے حضرت کے نزدیک
ہلال عید کی رویت ثابت ہوگئی لیکن مطلع ناصاف ہونے کیوجہ سے عام طور سے رویت نہ ہوسکی

مسنون سود یکھئے کیا مقدر ہے اور تکالیف داخلی وخارجی عزیز واجنبی پر بجز صبر کے اور کیا چارہ ہے۔ سب امور اپنے سپرد حق تعالیٰ کے کرنا ہی چارہ ہے۔

(۶۵) برادرم حاجی حکیم عبدالعزیز خاں دام اشفاقہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کے دو خط پہونچے۔ برادرا! بندہ کا حال مثل طفل ناعاقبت نادان اور ناواقف اپنی مصلحت کے ہے کہ طفل اپنے والدین سے جو اسکی خواہش ہو مانگتا ہے اور اسپر اصرار کرتا ہے اور روتا ہے اور نہایت ملول ہوتا ہے بلکہ اپنے والدین کو اپنے اوپر تعدی کرنے والا جانتا ہے مگر والدین اسکے شفیق ہیں ہرگز جسمیں اسکا نقصان ہو قبول نہیں کرتے وہی کرتے ہیں جو اسکے لئے فی الحال اور مآل کار بہتر ہو ایسا ہی بندہ اپنی خواہش میں مشغوف ہے آخر کی بات اسکو معلوم نہیں ہے کہ اسکا انجام کیا ہوگا۔ مگر حق تعالیٰ اسکے لئے وہی کرتا ہے جو خیر ہو اگرچہ بندہ کو

حضرت مرشدی نے احتیاط کی روسے دیگر علماء کے پاس صورت حال کہلائی تو اکثر علماء نے حضرتؒ کی رائے سے اتفاق کیا بعض نے اس سے اختلاف کیا چنانچہ حضرت نے بالآخران سب علماء کے مجمع میں کہلا بھیجا کہ میں تو یہاں ایک پردیسی نووارد کی حیثیت رکھتا ہوں آپ لوگ یہاں کے ارباب حل وعقد ہیں آپ ہی سے فتویٰ پوچھتا ہوں فتویٰ دیجئے کہ صورت واقعہ میں چاند کا ثبوت ہوا یا نہیں؟ بس میں آپ ہی کے فیصلہ پر عمل کرونگا۔ چنانچہ اپنے علم یقینی کی بناء پر حضرت اقدسؒ نے افطار تو فرمالیا لیکن نہ اسکا اعلان کیا نہ نماز عید پڑھی بلکہ عید کی نماز دوسرے دن سب مسلمانوں کے ساتھ پڑھی گئی۔ یہی مراد ہے حضرت گنگوہیؒ کی کہ ایسے مواقع میں لوگ بالعموم نفسانیت کا شکار ہوجاتے ہیں جسکی وجہ سے عوام فتنہ میں پڑجاتے ہیں اس سے انکو بچانا چاہیئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ناگوار معلوم ہوا وسکو اپنے واسطے بُرا جانے اسواسطے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہت سی چیز داوسکو تم خیر جانتے ہو اور وہ تمھارے واسطے شر ہے لہٰذا بندہ کو واجب ہوا کہ ہرامر پر ٹوٹ کر اسقدر فریفتہ نہو بلکہ اول اپنی خواہش کے طلب میں مشورہ واستخارہ کرے ازاں بعد یوں دعا کرے کہ الٰہی یہ امر میرے واسطے تیرے علم میں بہتر ہے تو مقدر کرے اور جو بُرا ہے تو میرے دل کو اسطرف سے پھیر دے اور یہ کام نہو سُکے۔

اب بعد اس تقریر کے میں لکھتا ہوں کہ تم کو اسقدر اس کام پر شیفتہ ہونا اور ایسی طرح سے لکھنا مناسب نہیں۔ دعا راس طرح کرو کہ اوپر لکھا ہے اور عمل وہ کرو جو پہلے بتایا ہے اور اپنے سب کام حق تعالیٰ کے سپرد کرو فقط والسلام

(۶۶) گرامی خدمت حکیم عبدالعزیز خاں صاحب اذیت مخلوق پر بجز صبر کیا ہو سکتا ہے۔ فی الواقع مخلوق محض روپوش ہے۔ سب کچھ قضا وقدر کی طرف سے ہے۔ پس جیسا مرض پر آدمی صبر کرتا ہے اور کسی سے ملول نہیں ہوتا اگر نظر سلیم ہو تو اس اذیت پر بھی کسی سے ملال نکرے مگر چونکہ آدمی عالم اسباب کا پابند ہے ظاہر پر نظر ہو کر موجب الم وملال ہو جاتا ہے بہرحال حق تعالیٰ رحم فرماوے۔ فقط والسلام

ف قولہ: دعا راس طرح کرو کہ اوپر لکھا ہے اور عمل وہ پڑھو جو پہلے بتایا ہے الخ

یعنی یوں دعا کرو کہ یا اللہ اگر یہ امر میرے لئے آپ کے علم میں خیر اور بہتر ہو تو اسکو میرے لئے مقدر فرما دیجئے اور برا اور مضر ہو تو میرے قلب کو آپ اس سے فارغ کر دیجئے اور اس کام کو واقع نہ فرمائیے۔

اور یہ جو فرمایا کہ عمل وہ پڑھو جو پہلے بتایا ہے تو اس سے مراد یا تو شرعی طور پر استخارہ کرنا اور دعائے استخارہ کا پڑھنا ہے ۔ اور یا ہو سکتا ہے کہ پہلے خط ۶۱ میں جو شغل تعلیم فرمایا تھا وہ عمل مراد ہو یا خط ۶۰ میں جو نصیحت فرمائی تھی وہ مراد ہو۔ واللہ اعلم

(۶۷) عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خاں صاحب سلمہٗ۔ السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا آپ کے اس حال سے مرض میں ایسی مخالفت اہل دیہ سے بھی رنج ہوا اگر اندیشہ آبرو کا ہو تو اپنے گھر میں قرض ظہر کے ادا کر لیجئے جمعہ ایسی صورت میں ساقط ہوجاتا ہے اور دوسرے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنے کو جانا ضرور نہیں ناچاری۔ حکم حق تعالیٰ کا ہے کہ سب یک لخت ایسے ہوگئے اور پھر یہ نقصان باغات کا بھی تقدیر سے ہے حق تعالیٰ جو کچھ اپنے بندہ کے واسطے کرتا ہے خیر ہی ہے گو بندہ اسکی وجہ نہیں سمجھتا۔ اب ایک فرحت کی بات لکھتا ہوں ایک شخص بریلی کے رہنے والے مولوی محمود حسین نام ہیں اسکے سال حج کو گئے تھے بعد حج کے مکہ میں مقیم ہوگئے اب تیسری شعبان کو مکہ سے چلکر تیسویں شعبان کو بریلی میں پہونچے اونکا جو خط آیا ہے اوخھوں نے لکھا کہ جناب مرشدنا ہر طرح سے تندرست بعافیۃ تمام ہیں اس مژدہ سے ایک فرحت دلکو ہوئی کہ خیریت حضرت کی بے موسم حاصل ہوگئی۔ فقط۔ والسلام۔

ف (قولہ: اس مژدہ سے ایک فرحت دلکو حاصل ہوئی کہ خیریت حضرت کی بے موسم حاصل ہوگئی)

راقم عرض کرتا ہے کہ دیکھئے یہی خط میں اوپر تحریر ہے کہ کوئی صاحب مکہ سے سوم شعبان کو روانہ ہوکر ۳۰ شعبان کو بریلی پہونچے انھوں نے حضرت گنگوہی کو جو خط لکھا تو اسمیں حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی بھی خیریت حضرت گنگوہی کو سنائی ـــــ اس پر حضرت کس قدر خوش ہوئے کہ اسکو بے موسم کا پھل یعنی نعمت غیر مترقبہ سمجھا کہ شعبان رمضان میں تو لوگ مکہ جانا شروع کرتے ہیں یہاں ان صاحب کی واپسی ہوئی اور حضرت اقدس مہاجر مکیؒ کی صحت کا حال معلوم ہوگیا جبکو حضرت گنگوہیؒ مژدہ اور بے موسم کا پھل فرمارہے ہیں لیکن خود بریلی والوں کو خدا معلوم کس نے یہ خبر کردی کہ حضرت گنگوہی اپنے پیر کے مخالف تھے۔ انا للہ۔ کہیں کوئی مخالف بھی اپنے مخالف کی خبر صحت سنکر اتنا خوش ہوا کرتا ہے؟

(۴۹) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ برادرم حکیم عبدالعزیز خاں صاحب سلمہ،
بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ تم جو لکھتے ہو کہ شاید شکایات ہر طرف سے بندہ
تم سے ناراض ہو جاوے سو سنو کہ اول تو تمہاری شکایت بجز تمہاری ہمشیرہ
کے کوئی مجھ سے نہیں کرتا مجھکو انکی شکایت سے تمہارے ساتھ رنجش کی کیا وجہ
اور قطع نظر اسکے میں ایسا دیوانہ تو نہیں کہ بلا وجہ کے شکوہ سے تم سے ناراض
ہوں۔ مجھکو تم سے ایک تعلق ہے کہ وہ قطع نہیں ہو سکتا۔ ہاں تمہارے سبب سے
یہ رنج ہوتا ہے کہ جب تمہاری کوئی تکلیف کی بات معلوم ہوتی ہے تو دل دکھتا ہے
بجز دعا کوئی چارہ نہیں۔ صبر کرتا ہوں اور دعا کر کر متوقع رفع بلا کا ہوتا ہوں۔ ہر چند
توقع ہے کہ سب آفات مرتفع ہو جائیں مگر تا رفع البتہ ایک خیال رہتا ہے۔ سو
ایسا رنج بھلی تم سے ناراضا کا باعث نہیں ہو سکتا۔ مجھکو یہ بات کہ جناب مرشدنا کو
تمہارے ساتھ الفت ہے سب چیزوں سے زیادہ وجہ محبت تمہارے ساتھ
ہونے کی ہے اگر تمہاری ہمشیرگان ناراض ہوں تو ہوں مجھکو ان سے چنداں غرض

---

۵ (قولہ: میں ایسا دیوانہ تو نہیں کہ بلا وجہ (کسی کے) شکوہ سے تم سے ناراض ہوں)
معلوم ہوتا ہے کہ حکیم عبدالعزیز صاحب نے حضرت گنگوہیؒ کی ناراضگی اپنے طور پر محسوس فرمائی
اسکو حضرت کو لکھدیا تھا۔ حضرت گنگوہیؒ نے جواب میں انکی تسلی فرمائی کہ نہیں بھائی ایسا
ایسا خیال مت کرو میں بلا وجہ کیوں تم سے ناراض ہونے لگا مجھکو تم سے جو تعلق ہے وہ کسی
ایرے غیرے کے کہنے سننے سے قطع ہونے والا نہیں ہے اور تم کو جو یہ خیال ہو گیا تو یہ اسکا
مصداق ہے کہ۔ عشق است و ہزار بدگمانی۔
چونکہ تم سے مجھے جو تعلق اور محبت اس میں حضرت مخدوم (مرشدی حاجی
امداد اللہ صاحبؒ) واسطہ ہیں اس لئے مجھے کسی کے شکوہ و شکایت کی کوئی پرواہ
نہیں ہے۔

اگر ہے تو بوجہ خدمت گذاری وبیعۃ حضرت مرشد سلمہٗ کے ہے سو جب تمھا علاقہ بجہت حضرت ہے پھر مجھکو کسی کے رنج وشکوہ سے بحث نہیں۔ ہاں میں کچھ نہیں اور کچھ کر نہیں سکتا اور کسی تمھارے امر میں معاونت مجھ سے نہیں ہوسکتی اور کسی لایق نہیں ہوں مگر بوجہ حضرت مخدوم کے دل سے تمھارے ساتھ ہوں اس بات کو خوب یاد رکھنا۔ اور ایسے واہیے جو اس خط میں لکھتے ہو کبھی مت لکھنا اور یہ قصہ طویل جو معاملہ ہمشیرہ کا لکھا ہے مجھکو اس سے کچھ حاجت نہیں اور انکے شکوہ کو ہوائی گولہ جانتا ہوں بلکہ اگر تمھاری خوشی ہو تو ابکی دفعہ انکا خط بھی نہ لوں۔ بہرحال تم مطمئن رہو

اپنا حال یہ ہے کہ طبع برداشتہ ہو رہی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ پھر خدمتِ حضرت میں حاضر ہوں مگر ہمت وموقع نہیں۔ اب تک سبق شروع نہیں کرائے اگر کوئی آیا تو جواب دیا۔ معہذا ضعف ایسا ہوگیا ہے کہ کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ فقط۔ والسلام۔

(۶۹) عنایت فرمائے بندہ حاجی عبدالعزیز خاں صاحب دام اشفاقہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند' اب مجھکو یوں یقین ہوتا ہے کہ جب خود جناب حضرت سلمہ اسطرف متوجہ ہوئے تو آپ کا مقصد برآمد ہوئے گا انشاء اللہ تعالےٰ کچھ گھبرانے کی بات نہیں۔ ابتک کوئی ہدایت نامہ حضرت کا یہاں نہیں آیا باقی ہرطرح خیریت۔ مولوی محمد قاسم صاحب بھی رامپور میں چار روز رونق افروز رہے اب بریلی تشریف لے گئے ہیں۔ فقط۔ والسلام۔

(۷۰) عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خاں صاحب دام اشفاقہم۔ بعد سلام مسنون آنکہ روزگار کے باب میں اپنی رائے اور فہم کو قاصر جانتا ہوں اپنا سا سکو خیال کرتا ہوں لہٰذا استخارہ کرکے جو کچھ کیا جاوے اسکو جانتا ہوں قطعاً یوں لکھتے کہ ترک کرہی دو ہمت نہیں ہوتی اور یہ کہتے کہ کفار کے مجلسِ خراب کے شریک رہو یہ بھی موقع نہیں اگر خود حضرت سے اس باب میں مشورہ کرلیا جاوے تو عمدہ بات ہے۔ اگر ترک کا قصد پختہ ہو تو مناسب جانتا ہوں کہ بشرط صحت تم ایسے موسم میں خدمت حضرت میں پہونچو۔

Regd. No. L2/9/AD-111

Monthly

February 1986

WASIYATUL IRFAN

23, Buxi Bazar Allahabad

جانتا ہوں کہ بشرط صحت

مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۳ مارچ ۱۹۸۶ء جلد ۹

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۲ بخشی بازار الٰہ آباد

حاملِ مضامین تصوّف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ ششماہی ۱۶ سولہ روپے

چندہ سالانہ غیر ممالک
ہوائی بحری
افریقہ، یورپ
ویسٹ انڈیز

چندہ سالانہ ۳۰ تیس روپے

چندہ سالانہ غیر ممالک
ہوائی بحری
پاکستان، بنگلہ دیش ۵ پونڈ ۳ پونڈ
عرب ممالک ۶ ״ ״
امریکہ ۸ ״ ״

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ تین روپئے — مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ ۳ | جمادی الاخریٰ ۱۴۰۶ھ مطابق مارچ ۱۹۸۶ء | جلد ۹

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر پبلشر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱ اے ڈی -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

الحمد للہ لاھلہ والصلوٰۃ لاھلہا امابعد ۔ سال رواں کا تیسرا شمارہ پیش خدمت ہے ۔ جن حضرات نے سنہ ۸۶ء کا پیشگی چندہ ابھی تک نہیں روانہ کیا ہے ان سے تو کوئی شکایت نہیں آہستہ آہستہ آتا رہے گا۔

لیکن ان مہربانوں کے طرز عمل پر ضرور افسوس ہوتا ہے جنھوں نے سنہ ۸۵ء کا بھی چندہ ابھی تک نہیں ارسال فرمایا اور نہ ہم جان سکے کہ وہ آئندہ خریداری جاری بھی رکھنا چاہتے ہیں یا نہیں یہ صورت بڑی تشویشناک اور انجمن کی ہو جاتی ہے اور اجراء رسالہ کے حق میں تو موت کے مرادف ہے۔ جن جن وسائل سے رسالہ طبع ہو کر منظر عام پر آتا ہے سبکا لگا بندھا حساب ہوتا ہے جو دفتر کو نقدا دا کرنا ہوتا ہے اب اگر دو دو سو اور ڈھائی ڈھائی سو حضرات ایسے ہوں کہ ان کے ذمہ سنہ ۸۵ء ہی کا چندہ باقی ہو تو آپ خود خیال فرما سکتے ہیں کہ ایسے رسالہ کا تو بس خدا ہی حافظ ہے ۔

آپ حضرات سے ہم صرف دو نوع کے تعاون کے خواستگار رہیں ۔ اولاً یہ کہ کم از کم اپنا چندہ پیشگی ارسال فرمائیے اور اپنے ساتھ کسی ایک فیں خریدار کا اضافہ فرما دیجئے ثانیاً یہ کہ ادارہ کی حسب ذیل کتب کو اپنے حلقہ میں اشاعت کی ترغیب دیجئے ۔

(فہرست رسالہ جات قدیم وکتب موجودہ)

رسالے کے مکمل سٹ مجلد : سنہ ۷۹ء 15/= سنہ ۸۰ء 19/= سنہ ۸۱ء 24/= سنہ ۸۲ء 24/= سنہ ۸۳ء 26/= سنہ ۸۴ء 29/= سنہ ۸۵ء 30/=

غیر مجلد متفرق رسالے : مقامی یا دستی لینے والوں کیلئے + ڈاک سے طلب کرنے والوں کے لئے
5/= میں ۱۰ رسالے متفرق 10/= میں ۱۵ رسالے متفرق

کتب موجودہ : حیات مصلح الامتؒ 50/= ۔ معمولات نبویؐ ۔ وصیۃ الاحسان مکمل 7/= ۔ وصیۃ الاحسان حصہ دوم 3/=
تصوف اور نسبت صوفیہ اول 5/= ۔ مفتاح الرحمۃ 1/= ۔ تالیفات اول چہارم 24/= ۔ ہفت اختر 45/= ۔ کے پانچ مواعظ 10/= ۔ مواعظ اشرفی دو عدد 8/=

(ادارہ)

اس روایت حدیث میں اداءِ حقوق اور انتقام کا عام ضابطہ بیان کیا گیا ہے لیکن ضروری نہیں ہے کہ سب کو یہی صورت پیش آئے بلکہ ابن کثیر اور تفسیر مظہری کی روایت کے مطابق وہاں یہ صورت بھی ممکن ہوگی کہ بدون انتقام لئے آپس کے کینے کدورتیں سب دور ہوجائیں جیساکہ بعض روایات میں ہے کہ یہ لوگ جب پلصراط سے گذریں گے تو پانی کے ایک چشمہ پر پہونچیں گے اور اسکا پانی پئیں گے اس پانی کا خاصہ یہ ہوگا کہ سب کے دلوں سے باہمی کینہ وکدورت سب دھل جائیگی۔ امام قرطبیؒ نے آیہ کریمہ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا کی تفسیر بھی یہی نقل کی ہے کہ جنت کے اس پانی سے سب کے دلوں کی رنجشیں اور کدورتیں دھل جائیں گی۔

حضرت علی مرتضیٰؓ نے ایک مرتبہ یہ آیت پڑھکر فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ ہم اور عثمان اور طلحہ اور زبیر انھیں لوگوں میں سے ہونگے جنکے سینے دخول جنت سے پہلے کدورتوں سے صاف کر دیئے جائیں گے۔ (ابن کثیر)

یہ وہ حضرات ہیں جنکے آپس میں دنیا میں اختلافات پیش آئے اور نوبت جنگ تک پہونچ گئی۔

دوسرا حال اہل جنت کا اس آیۃ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جنت میں پہونچکر یہ لوگ اسپر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں گے کہ اس نے انکے لئے جنت کیطرف ہدایت کی اور اسکا راستہ آسان کر دیا۔ اور کہیں گے کہ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل نہوتا تو ہماری مجال نہ تھی کہ ہم یہاں پہونچ سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کوئی انسان محض اپنی کوشش سے جنت میں نہیں جا سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل اس پر نہو۔ کیونکہ کوشش خود اسکے قبضہ میں نہیں وہ بھی محض اللہ تعالیٰ کی رحمت وفضل ہی سے حاصل ہوتی ہے

(ہدایت کے مختلف درجات ہیں جسکا آخری درجہ دخول جنت ہے)

امام راغب اصفہانی نے لفظ ہدایت کی تشریح میں بڑی مفید اور اہم

بات فرمائی ہے کہ ہدایت کا لفظ بہت عام ہے اس کے درجات مختلف ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا راستہ ملنے کا نام ہے اسلئے تقرب الی اللہ کے درجات بھی جتنے مختلف اور غیر متناہی ہیں اسی طرح ہدایت کے درجات بھی بعید متفاوت ہیں۔ ادنیٰ درجہ ہدایت کا کفر و شرک سے نجات اور ایمان ہے جس سے انسان کا رخ غلط راستہ سے پھر کر اللہ تعالیٰ کیطرف ہو جاتا ہے۔ پھر بندہ اور اللہ تعالےٰ کے درمیان جس قدر فاصلہ ہے اسکو طے کرنے کے لئے ہر درجہ کا نام ہدایت ہے۔ اس لئے ہدایت کی طلب سے کسی وقت کوئی انسان یہاں تک کہ انبیار اور رسل بھی مستغنی نہیں ہیں۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر عمر تک اھدنا الصراط المستقیم کی تعلیم جس طرح امت کو دی خود بھی اسس دعار کا اہتمام جاری رکھا کیونکہ تقرب الی اللہ کے درجات کی کوئی انتہا نہیں یہاں تک کہ جنت کے داخلہ کو بھی اس آیت میں لفظ ہدایت سے تعبیر کیا گیا ہے کہ یہ ہدایت کا آخری مقام ہے۔

(معارف القرآن)

(قولہ تعالیٰ) وَنَادٰیٓ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ الی قولہ لَاخَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ۝ جب اہل جنت جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں اپنے اپنے مستقر پر پہونچ جائیں گے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں مقامات میں ہر حیثیت سے بُعد بعید ہوگا لیکن اسکے باوجود قرآن شریف کی بہت سی آیات اس پر شاہد ہیں کہ ان دونوں مقامات کے درمیان کچھ ایسے راستے ہوں گے جس سے کہ ایک دوسرے کو دیکھ سکے گا۔ اوران کے آپس میں مکالمات اور سوال جواب ہوں گے۔

آیات مذکورہ اور اس کے بعد بھی تقریبًا ایک رکوع تک اسی قسم کے مکالمات اور سوال و جواب کا تذکرہ ہے جو اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان آپس میں ہوں گے۔

اور یہ جنت و دوزخ کے درمیان ایک دوسرے کو دیکھنے اور باتیں کرنے کے راستے بھی درحقیقت اہل جہنم کے لئے ایک اور طرح کا عذاب ہوگا کہ چارطرف سے ان پر ملامت ہوگی اور وہ اہل جنت کی نعمتوں اور راحتوں کو دیکھکر جہنم کی آگ کے ساتھ ساتھ حسرت کی آگ میں بھی جلیں گے اور اہل جنت کے لئے نعمت و راحت میں ایک اور اضافہ ہوگا کہ دوسرے فریق کی مصیبت دیکھکر اپنی راحت و نعمت کی قدر زیادہ ہوگی اور جو لوگ دینداروں پر دنیا میں ہنسا کرتے تھے اور انکا استہزا کیا کرتے تھے اور یہ کوئی انتقام نہ لیتے تھے آج ان لوگوں کو ذلت و خواری کے ساتھ عذاب میں مبتلا دیکھیں گے تو یہ نہیں گے کہ انکے عمل کی انکو سزا مل گئی۔

اسی طرح آیات مذکورہ میں پہلی آیت (وَنَادٰى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ) میں ہے کہ اہل جنت اہل جہنم سے سوال کریں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جن نعمتوں اور راحتوں کا وعدہ کیا تھا ہم نے تو انکو بالکل سچا اور پورا پایا۔ تم بتاؤ کہ تمھیں جس عذاب سے ڈرایا گیا تھا وہ بھی تمھارے سامنے آگیا یا نہیں؟ وہ اقرار کریں گے کہ بیشک ہم نے بھی مشاہدہ کرلیا۔ ان کے اس سوال و جواب کی تائید میں اللہ جل شانہ کی جانب سے کوئی فرشتہ یہ منادی کریگا کہ اللہ تعالےٰ کی لعنت اور پھٹکار ہے ظالموں پر جو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکتے تھے اور یہ چاہتے تھے کہ انکا راستہ بھی سیدھا نہ رہے۔ اور وہ آخرت کا انکار کیا کرتے تھے۔

(وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ) جنت اور دوزخ والوں کے باہمی مکالمات کے ضمن میں ایک اور بات تیسری آیت میں یہ بتلائی گئی کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہونگے جو جہنم سے تو نجات پاگئے مگر ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے البتہ اسکے امیدوار ہیں کہ وہ بھی جنت میں داخل ہوجائیں ان لوگوں کو اہل اعراف کہا جاتا ہے۔

اعراف کیا چیز ہے اسکی تشریح سورۂ حدید کی آیات سے ہوتی ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ محشر میں لوگوں کے تین گروہ ہوں گے ۔ ایک کھلے کافر و مشرک انکو تو پلصراط پر چلنے کی نوبت ہی نہ آئیگی پہلے ہی جہنم کے دروازہ سے اس میں ڈھکیل دیئے جائیں گے ۔ دوسرے مومنین ان کے ساتھ نور ایمان کی روشنی ہوگی ۔ تیسرے منافقین یہ چونکہ دنیا میں مسلمانوں کیساتھ لگے رہے وہاں بھی شروع میں ساتھ لگے رہیں گے اور پل صراط پر چلنا شروع ہوں گے اسوقت ایک سخت اندھیری سب کو ڈھانپ لیگی مومنین اپنے نور ایمان کی مدد سے آگے بڑھ جائیں گے اور منافقین پکار کر انکو کہیں گے کہ ذرا ٹھیرو ہم بھی تمھاری روشنی سے فائدہ اٹھائیں اسپر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی کہنے والا کہیگا کہ پیچھے لوٹو وہاں روشنی تلاش کرو ۔ مطلب یہ ہوگا یہ روشنی ایمان اور عمل صالح کی ہے جس کے حاصل کرنے کا مقام پیچھے (یعنی دنیامیں) گذر گیا ۔ جن لوگوں نے وہاں ایمان و عمل کے ذریعہ یہ روشنی حاصل نہیں کی انکو آج روشنی کا فائدہ نہیں ملے گا اسی حالت میں منافقین اور مومنین کے درمیان دیوار کا ایک حصار حائل کردیا جائیگا جس میں ایک دروازہ ہوگا اس دروازہ کے باہر تو عذاب ہی عذاب نظر آئے گا اور دروازہ کے اندر جہاں مومن ہونگے وہاں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا مشاہدہ اور جنت کی فضا سامنے ہوگی ۔

اس آیت میں وہ حصار جو اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان حائل کیا جائے گا اسکو لفظ سُوْر سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہ لفظ شہر پناہ کے لئے بولا جاتا ہے جو بڑے شہروں کے گرد غنیم سے حفاظت کے لئے بڑی مضبوط اور مستحکم چوڑی دیوار سے بنائی جاتی ہے ایسی دیواروں میں فوج کے حفاظتی دستوں کی کمین گاہیں بھی بنی ہوتی ہیں جو حملہ آوروں سے باخبر رہتے ہیں سورۂ اعراف کی آیۃ مذکورہ میں وَبَیْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْاَعْرَافِ

رجالٌ تعرفون کلاً بسیماھم' ابن جریر اور دوسرے ائمہ تفسیر کے نزدیک یہاں لفظ حجاب سے وہی حصار مراد ہے جکو سورۂ حدید میں لفظ سوُر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس حصار کے بالائی حصہ کا نام اعراف ہے کیونکہ اعراف عُرف کی جمع ہے اور ہر چیز کے اوپر والے حصے کو کہا جاتا ہے کیونکہ وہ دُور سے معروف و ممتاز ہوتا ہے اس تشریح سے معلوم ہوا کہ جنت و دوزخ کے درمیان حائل ہونے والے بالائی حصے کا نام اعراف ہے اور آیت اعراف میں تبلایا گیا ہے کہ محشر میں اس مقام پر کچھ لوگ ہوں گے جو جنت و دوزخ دونوں طرف کے حالات کو دیکھ رہے ہونگے اور دونوں طرف رہنے والوں سے مکالمات اور سوال جواب کریں گے

اب یہ بات کہ یہ کون لوگ ہوں گے اور اس درمیانی مقام میں انکو کیوں روکا جائے گا اس میں مفسرین کے اقوال مختلف اور روایات حدیث متعدد ہیں لیکن صحیح اور راجح جمہور مفسرین کے نزدیک یہ ہے کہ وہ لوگ ہونگے جنکے حسنات اور سیئات دونوں کے پلّے میزان عمل میں برابر ہو جادیں گے اپنے حسنات کے سبب جہنم سے تو نجات پالیں گے لیکن سیئات اور گناہوں کے سبب ابھی جنت میں انکا داخلہ نہ ہوا ہوگا اور بالآخر رحمت خداوندی سے یہ لوگ بھی جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

صحابۂ کرام میں سے حضرت حذیفہ، ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہم کا اور دوسرے صحابہ و تابعین کا یہی قول ہے اور اس میں تمام روایات حدیث بھی جمع ہو جاتی ہیں جو مختلف عنوانات سے منقول ہیں۔ امام ابن جریرؒ نے بروایت حضرت حذیفہؓ نقل کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل اعراف کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جنکی نیکیاں اور برائیاں دونوں برابر ہونگی اسلئے جہنم سے تو نجات ہو گئی مگر جنت میں ابھی داخل نہیں ہوئے انکو اس مقام اعراف پر روک لیا گیا یہانتک کہ تمام اہل جنت اور اہل دوزخ

کا حساب ہو جانے کے بعد انکا فیصلہ کیا جائے گا اور بالآخر انکی مغفرت ہو جائیگی اور جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے (ابن کثیر)

اور ابن مردویہ نے بروایت حضرت جابرؓ بن عبداللہ نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ اہل اعراف کون لوگ ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے والدین کی مرضی اور اجازت کے خلاف جہاد میں شریک ہو گئے اور اللہ کی راہ میں شہید ہو گئے تو ان کو جنت کے داخلے سے ماں باپ کی نافرمانی نے روک دیا اور جہنم کے دروازے سے شہادت فی سبیل اللہ نے روک دیا۔

اس حدیث اور پہلی حدیث میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ یہ حدیث ایک مثال ہے ان لوگوں کی جنکی نیکیاں اور گناہ برابر درجہ کے ہوں کہ ایک طرف شہادت فی سبیل اللہ اور دوسری طرف ماں باپ کی نافرمانی دونوں پلتے برابر ہو گئے (کذا قالہ ابن کثیرؒ)

اہل اعراف کی تعریف وتشریح معلوم ہونے کے بعد اب اصل آیۃ کا مضمون دیکھئے جس میں ارشاد ہے کہ اہل اعراف اہل جنت کو آواز دیکر کہیں گے کہ سلامٌ علیکم یہ لفظ دنیا میں بھی باہمی ملاقات کے وقت بطور تحیۃ واکرام کے بولا جاتا ہے اور مسنون ہے اور بعد موت کے قبروں کی زیارت کے وقت بھی اور پھر محشر اور جنت میں بھی لیکن آیات اور روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں تو "السلام علیکم" کہنا مسنون ہے اور اس دنیا سے گذرنے کے بعد بغیر الف لام کے یعنی "سلامٌ علیکم" کا لفظ مسنون ہے۔ زیارت قبور کے لئے جو کلمہ قرآن مجید میں مذکور ہے وہ بھی سلامٌ علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار آیا ہے۔ اور فرشتے جب اہل جنت کا استقبال کریں گے اسوقت بھی یہ لفظ اسی عنوان سے آیا ہے سَلٰمٌ عَلَیْکُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ اور یہاں بھی اہل اعراف اہل جنت کو اسی لفظ کے ساتھ سلام کریں گے۔

(باقی آئندہ)

مکتوب نمبر ۴۵۸

حال: عرض اینکہ گذشتہ والا نامہ کا حضرت اقدس کا ملفوظ مبارک طلبہ کے بارے میں بہت ہی مفید ثابت ہوا یعنی یہی علم نافع ہے جو تم حاصل کر رہے ہو اس ملفوظ کا اتنا اثر طلبہ پر ہوا کہ پندرہ بیس دن سے طلبہ نے فارسی عربی شروع کر دی الحمد للہ علیٰ ذلک۔

صبح میں اسباق ہوتے ہیں اور شام میں اصلاح نفس۔ طلبہ کہتے ہیں کہ اب انگریزی سائنس وغیرہ علوم سے نفرت ہے۔ صرف ماں باپ کے لحاظ سے پڑھ رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ با دل ناخواستہ بغیر محبت کے پڑھنے سے ان علوم سے کوئی نقصان نہ ہوگا یہ ایسا ہے جیسا کہ مال کہ اگر اسکے ساتھ دل لگاؤ اور محبت نہ ہو اور اللہ کی راہ میں لٹانے کی نیت ہو تو یہ بہترین دولت ہے ورنہ یہ مال وبال ہے۔

الحمد للہ کہ ہر کام اور ہر بات میں پہلے میں خود عمل پیرا ہوتا ہوں پھر طلبہ سے عمل کا مطالبہ کرتا ہوں اس سے خاطر خواہ فائدہ ہو رہا ہے۔ حضرت والا کی دعاء کی برکت سے اس ناکارہ کی حالت بھی بہت کچھ بہتر ہوئی ہے پھر بھی اطمینان نہیں ہے کہ کہیں یہ نفس کا فریب نہ ہو کہ اطمینان دلا کے غفلت میں نہ ڈالدے۔ حضرت والا اس ناکارہ آوارہ خادم کے لئے دعاء فرمائیں حضرت والا تین چار دن قبل ہدیہ بھیجا تھا امید کہ پہنچا ہوگا۔

تحقیق: الحمد للہ بخریت ہوں، حضرات طلبہ کے تاثرات وحالات سے بہت جی خوش ہوتا ہے دل سے دعاء نکلتی ہے۔ یہ جو آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ پندرہ بیس دن سے طلبہ نے فارسی وعربی شروع کر دی ہے صبح میں اسباق ہوتے ہیں اور شام میں اصلاح نفس اور سائنس پڑھنے کے متعلق جو تحقیق بیان فرمائی ہے بالکل صحیح ہے، واقعی یہی بات ہے کہ

نیت پر مدار ہے۔

یہ جو تحریر فرمایا کہ ہر بات اور ہر کام پر پہلے میں خود عمل پیرا ہوتا ہوں پھر طلبہ سے عمل کا مطالبہ کرتا ہوں اس سے خاطرخواہ فائدہ ہو رہا ہے۔ کیوں نہ ہو یہی خلوص اور اخلاص ہے۔ جب خلوص ہوگا حالت بہتر ہی رہیگی اطمینان کی جگہ دنیا نہیں ہے مومن خائف رہتا ہے۔

دعا بھی کرتا ہوں۔ ہدیہ مل گیا۔

(مکتوب نمبر ۴۵۹)

حال: سیدی وسندی مرشدی ومولائی۔صفوۃ الکاملین زبدۃ العارفین دلیل سبیل ہدایت، رہبر طریق سعادت۔ مظہر انوار یزدانی مورد الطاف سبحانی لازال اللہ شموس فیوضکم بازغۃ ومتعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتکم المبارکہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالب عافیت مزاج سامی۔

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بخیریت ہوں۔

حال: گذارش خدمت میں یہ ہے کہ جو تنبیہ حضرت والا انار اللہ برہانہ نے فرمائی اسکو بہت غور سے پڑھا اور بڑی نصیحت اس سے سمجھ میں آئی کہ بات سرسری طور سے سمجھ لینا آسان ہے اور حقیقۃً مشکل ہے۔ نیز یہ کہ بزرگوں کی باتیں امانت ہیں کمی بیشی میں خیانت ہے اپنی غلطی کا اقرار کرتا ہوں۔ آئندہ انشاءاللہ تعالیٰ ایسا نہ کروں گا۔ اگر یہی عادت رہی تو اہل علم میں بلکہ عوام میں بھی خجالت ہوگی۔ نفس تو آسانی چاہتا ہے اور شیطان راستہ مارتا ہے یہ بات کہاں تک پہونچتی ہے تنبیہ سے قبل معلوم نہ ہوئی تھی شیطان کا کام ہی یہ ہے کہ توجہ کو پھیرا کرے اپنی خردماغی پر افسوس کرتا ہوں کہ اس سے کسقدر قلق ہوا۔

اصل کام تین ہوئے رذائل[۱] سے تخلیہ۔ خطرات[۲] کا اخلار

نفی غفلت[۳] عن القلوب ـــ اعمال بڑھیں تو خیر ہی خیر ہے ان کے زیادہ ہونے میں کیا حرج ہے اللہ کا شکر ہے کہ بات سمجھ میں آگئی۔

اللہ تعالیٰ سہو نسیان سے بچائیں اور فہم سلیم عطا فرمائیں۔

تحقیق : نہیں سمجھ میں آئی ـــ بزرگان طریقت پر آپکی اس عبارت میں کہ "اعمال بڑھیں تو خیر ہی خیر ہے انکے زیادہ ہونے میں کیا حرج ہے" صاف اعتراض ہے۔ جس عبارت پر اعتراض ہے وہ یہ ہے لا فی تکثیر اعمال البر الذی لابد لھم منہ اقامۃ الفرائض وسنن الراتبہ فاما الزیادات من العبادات النافلۃ فاستدمۃ الذکر بالقلب اتم لھم (یعنی یہ حضرات طاعۃ کی کثرت کے درپے نہیں ہیں بس جو کچھ ان کے لئے ضروری ہے وہ فرائض اور سنت موکدہ کی پابندی ہے باقی رہیں اور دیگر نوافل تو دوام ذکر قلبی انکے نزدیک زیادہ اہم ہے)۔

آپکی تحقیقات ان حضرات محققین سے بڑھکر نہیں ہو سکتیں معلوم ہوتا ہے کہ ابھی تقلید کا کوئی حصہ نہیں ملا۔ بات یہ ہے کہ اس زمانہ میں جب کسی کو ذرا سا بھی کوئی فائدہ نظر آتا ہے تو وہ یہی کرتا ہے جو آپ نے کیا۔ اب آپکی خدمت سے معذور ہوں جب خدمت نہیں کر سکتا تو خط کتابت سے کیا فائدہ لہٰذا یہ بھی بند۔

(مکتوب نمبر ۶۰۴)

حال : الحمد للہ علیٰ احسانہ دھیرے دھیرے یہ راز کھلا اور بات سمجھ میں آئی انسان کو چاہیئے کہ کسی کا ہو کر رہے اگر دل میں تڑپ اور طبیعت میں گداز انسانیت کا ملہ کے مقام تک رسائی معلوم ہے

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم تا غلام شمس تبریزی نہ شد

ایمان کی بات تو یہ ہے کہ مسلم کی دینی و دنیاوی رفعت کے لئے صحبت مرد خبیر ضروری ہے جنکی رہنمائی انسان کو آناً فاناً در مقصود تک پہونچا دیتی ہے۔ مرشد سے محبت اور عشق کا پیدا ہونا ضروری ہے اور پھر یہی عشق بال و پر پیدا کر دیتا ہے۔ پیر رومی نے اسی عشق کے بارے میں کہا ہے ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما اے طبیب جملہ علتہائے ما

اب چاہے اسے کوئی عشق و محبت کہے اور چاہے آپ سے ادنیٰ تعلق خیال کرے اور چاہے آپ کے فیضان نظر پر محمول کرے لیکن میں دل سے اسکا معترف ہوں کہ یہ آپ ہی کی توجہ کا اثر دنیض ہے کہ دین سے دلچسپی اور عقبیٰ کا خیال پیدا ہو رہا ہے۔ خداوند کریم اس تعلق قلبی کو اور استوار کر دیں تاکہ مجھے فائدہ ہو جائے جسکا میں عرصہ سے متمنی ہوں اور ملتجی بھی۔

یہاں اپنا دائرہ رفاقت بہت ہی محدود ہے پھر بھی اکثر آپ کا ذکر خیر چھیڑ دیتا ہوں اور کچھ دیر کے لئے ہمہ تن نشاط ہو جاتا ہوں وہ لوگ بھی مولانا تھانوی کے تعلق سے دلچسپی کا اظہار فرماتے ہیں۔

اپنے معمولات ویسے ہی ہیں فی الحال کوئی فرق نہیں ہوا۔ بس یہ معلوم ہوتا ہے کہ کاروانِ فکر ایک منزل پر پہونچکر رک گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے رفعت کے لئے دعائیں مانگتا ہوں۔ آپ بھی دعا فرمائیں۔

تحقیق : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے فرمایا ہے کہ دھیرے دھیرے راز کھلا اور بات سمجھ میں آئی کہ انسان کو چاہیئے کہ کسی کا ہو کر رہے۔ خوب بات منجانب اللہ سمجھ میں آئی اور ہدایت خدا کی طرف سے ہوئی کل مضامین خط اسی قبیل سے ہیں۔ ایک ایک حرف معرفت سے لبریز ہے اور طریق کی جان ہے۔

جب کسی کو کسی سے تعلق ہوتا ہے تو اسکا ذکر دوسروں سے آہی جاتا جاتا ہے اور از دل خیزد بر دل ریزد کیوجہ سے دوسروں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ مبارک ہو آپکو یہ عشق و محبت۔ معمولات پر دوام مبارک ہو۔ یہ جو فرما رہے ہیں کہ

کاروانِ فکر ایک منزل پر پہونچکر رک گیا ہے میرا خیال یہ ہے کہ نہیں رکا ترقی ہے اللہ تعالیٰ روز بروز مقصد سے قرب عطا فرمائیں۔

(یہ تحریر بھی بھیجی گئی)

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ عرض ہے کہ حضرت والا کو آپ کے خط کا مضمون بہت پسند آیا جیسا کہ حضرت کے جواب سے ظاہر ہے مجھ سے فرمایا کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب کو مثنوی کے ان اشعار کو مع اسکی شرح کے لکھدو۔ بحکم حضرت والا لکھ رہا ہوں :-

ایک مضمون حضرت ارادت پر تحریر فرما رہے ہیں جو بہت ہی عمدہ اور مفید ہے ابھی مکمل تو نہیں ہوا ہے تاہم اس کا رڈ پر تو نہیں آتا اسلئے آپ پھر لفافہ روانہ کریں تو اسکو نقل کرکے آپکی خدمت میں روانہ کیا جائے تاکہ مزید بصیرت کا سبب ہو، بہرحال مثنوی کا مضمون یہ ہے ؎

نطق کاں موقوفِ راہِ سمع نیست جز کہ نطق خالق بے طمع نیست

مبدع است و تابع استاد نہ مسند جملہ ورا اسناد نہ

باقیاں ہم در حرف ہم در مقال تابع استاد و محتاج مثال

ایسا نطق جو طریقِ سمع پر موقوف نہیں وہ صرف خالق جل شانہ کا نطق ہے جو طمع و احتیاج سے منزہ ہیں کیونکہ وہ خود سب ممکنات کے موجد ہیں اور کسی استاد کے تابع نہیں اور وہ خود سب کی پناہ ہیں انکا کوئی سہارا نہیں (اسلئے وہ اپنی کسی صفت میں کسی سے مستفید نہیں) اور باقی موجودات تو اعمال میں بھی افعال میں بھی استاد و تعلیم کنندہ کے بھی تابع ہیں اور نمونہ کے بھی محتاج ہیں (کہ اسکو دیکھ سنکر کریں یا کہیں)۔ (کلید مثنوی ص ۲۸۵/۱۷)

(مکتوب نمبر ۴۶۱)

حال : والا نامہ شرفِ صدور لایا بیحد سکون ہوا۔ جن پریشانیوں کے متعلق لکھا تھا

اب بحمد اللہ دل کو بہت تسکین ہے۔
اللہ تعالیٰ کے احسانات کو یاد کرکے خوشی ہوتی ہے لیکن پھر بھی بعض بعض وقت مایوسی اور پژمردگی کی نوبت آکر دل کو پریشان کر دیتی ہے۔ ہمت کرکے خیالات فاسدہ کو روک کر کسی کام میں مصروف ہو جاتا ہوں حق تعالیٰ ہی پورے طریقے سے ہمت عطا کرے۔ ایک وقت کی حالت دوسرے وقت میں نہیں رہتی لیکن پہلے جیسی پریشانی نہیں ہے۔
نمازوں کی اور جماعت کی پابندی اور تلاوتِ قرآن مجید بھی کرتا ہوں مداومت کے لئے دعاء فرمائیں۔
حضرت والا! میں نے اعمالِ قرآنی میں دیکھا ہے کہ پریشانی اور مہمات کے دفعیہ کے لئے وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ إِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ أَمْرِهِ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا کا پڑھتے رہنا مفید ہے۔ اطمینان کے لئے کیا اسکو پڑھ سکتا ہوں۔
حضرت والا! میرے لئے علم و عمل اور فہم و بصیرت کے اور دفعِ فاقہ اور محتاجی اور قرض کے لئے دعاء فرمائیں۔
تحقیق: الحمد للہ کہ میرے خط سے بے حد سکون ہوا۔ جو علاج آپ کر رہے ہیں وہی متعین ہے اللہ تعالیٰ نافع فرمائے اور سب اعمال پر مداومت کے لئے دعاء کرتا ہوں۔

جو ورد آپ نے لکھا ہے وہ پڑھ سکتے ہیں۔ علم و عمل اور فہم بصیرت اور ادائے قرض و دفع فقر و فاقہ کے لئے دعاء کرتا ہوں

(مکتوب نمبر ۴۶۲)

حال: آنجناب کی زیارت کا شوق روز افزوں اور ترقی پذیر ہے۔ دربارِ عالی میں پہونچنے کی دعاء بارگاہِ ایزدی میں اکثر کیا کرتا ہوں تحقیق: اللہ تعالیٰ قبول فرما۔

ل : آپکی محبت سے قلب میں جلا پیدا ہوتی ہے اور ایک قوت پیدا ہوتی
ہے جو عمل خیر کے صدور کا ذریعہ ہوتی ہے ۔ تحقیق : الحمدللہ ۔
ل : اب وہ حال تو نہیں ہے جو رہنا تھا کہ منزلوں پر منزلیں طے ہوتی چلی
رہی تھیں اور کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ تھا ۔ اب تو قدم بقدم جدل د
ل کی نوبت ہے، نفس سرکشی پر آمادہ ہے
ق : یہ غنیمت ہے کہ نفس سے صلح نہیں ہوگئی جنگ وجدال ہے یہ حالت
ی طریق ہی میں داخل ہے ۔
ل : خدائے بے نیاز کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ نفس کی سرکشی کی پرواہ کئے بغیر
مولات پابندی سے ادا ہو رہے ہیں ۔ تحقیق : الحمدللہ ۔
ل : جب تنہائی میں آپکی کتاب ۔ مضمون ذکر ۔ وصیۃ الاخلاق زیر مطالعہ
ہتی ہے تو قلبی حالت بہت عمدہ رہتی ہے ہر وقت قلب مسرور رہتا ہے ۔ اگر
ِ ادھر ادھر چلا جاتا ہوں تو وہ حالت باقی نہیں رہتی ۔ آخر کیا کروں ؟
ق : حالات کا جائزہ لیتے رہیئے اور حالات بدلنے سے خائف رہیئے ۔ اور
صلاح کی فکر رکھیئے ۔
ل : بچوں کے پڑھنے پڑھانے کا یہاں کوئی انتظام نہیں تھا میں نے صبح کو دو گھنٹہ
ی تعلیم کے لئے اپنا وقت دیدیا ہے ۔ تحقیق : اچھا کیا ۔
ل : صبح کو انکو قرآن پڑھا دیا کرتا ہوں اور شام کو اردو ۔ حضرت والا یہ جو کچھ
نے کی توفیق ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ کا فضل ہے ۔ الحمدللہ
ل : اور آنجناب سے تعلق کیوجہ سے ہے ورنہ راستے میں کانٹوں کا جال بچھا
ا ہے ۔ خصوصاً میں بہت ہی خبیث النفس ہوں نفس کی ظلمات سد راہ ہیں
ی توجہ سے کچھ روشنی میسر ہو جاتی ہے جسکی وجہ سے کچھ تھوڑا کھسک لیتا ہوں ۔
ق : یہ بھی اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہے ۔
ل : حضرت والا ! اپنے حالات کا بنظر غائر مطالعہ کیا کرتا ہوں اور عمل کا بھی

جائزہ لیا کرتا ہوں جن وجوہ سے حالات میں بناؤ بگاڑ ہوتا ہے حتی الامکان انکو سمجھنے کی کوشش کرتا ہوں۔

تحقیق : یہی اصل ہے اصلاح کی

حال : میں نے اپنے الہ آباد کے دوران قیام میں آنحضور سے شکایت کی تھی کہ میں خود پکا دنیادار ہوں اور دوسرے صحبت بھی ایسے ہی لوگوں کی ہے جس کا مجھے عملاً جواب مل گیا کہ میری طبیعت صحبت اغیار سے نفرت کرنے لگی اور تنہائی میں انسیت معلوم ہونے لگی۔ کتابوں کا مطالعہ اور ذکر اپنا شیوہ ہوگیا ہے۔

مگر اب کچھ دنوں سے پھر ادھر طبیعت مانوس ہونے لگی ہے۔ زبردستی روکتا ہوں اکثر آپ کو یاد کرتا ہوں اس سے سکون و اطمینان میسر ہوتا ہے اور قلب کو تازگی نصیب ہوتی ہے۔ تحقیق : الحمد للہ

حال : خط کو واپسی کے بعد مکرر پڑھتا ہوں اور بہت ہی لطف پاتا ہوں۔ قلب میں مثل اور اوراد کے اس میں بھی نورانی کیفیت محسوس کرتا ہوں۔

حال : بسا اوقات بارگاہ خداوندی میں اپنی سدھار اور آپ سے صحیح تعلق کی دعا بچشم نم کیا کرتا ہوں۔ تحقیق : اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

(مکتوب نمبر ۳۶۳)

حال : حضرت والا کو صاحب فراش سنکر دل بیقرار ہوگیا تھا بارے اللہ کے فضل سے حضرت کو بعافیت پایا اور دل باغ باغ ہوگیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ فالحمد للہ۔

تحقیق : آپ کی محبت و عنایت کا ممنون ہوا۔

حال : نجانے کیوں حضرت والا کو دیکھتے ہی مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ ہوش جاتا رہتا ہے اور ناطقہ مفلوج ہو کر رہ جاتا ہے

وہ سامنے ہیں نظام حواس برہم ہے ۔ نہ آرزو میں سکت ہے نہ عشق میں دم ہے

تحقیق : خوب حکایت ہے عاشق کی اور محبت کی۔

حال : ہر طرح کی کوتاہیوں اور بے ادبیوں کی معافی کا خواستگار ہوں۔ تحقیق : دل سے معاف ہے

فرمایا کہ ___ اسی طرح سے ایک دوسرے مولوی صاحب جو ہمارے ساتھی تھے نوکر ہو کر باہر گئے مگر مجھ سے خط و کتابت کرتے رہے ابتدا میں انکا یہ طریقہ رہا کہ کسی استاد کو دیکھا اس سے بیعت ہو گئے۔ دوسرے سے ملاقات ہو گئی اس سے بیعت ہو گئے۔ ایک دفعہ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے کچھ لوگ بیعت ہو رہے تھے بس میرا ہاتھ پکڑ لیا میں نے کہا بھئی کہ یہ آپ کیا کرتے ہیں؟ مگر نہیں مانے۔ پھر ایک دفعہ مجھ سے کہا کہ بات سمجھ میں آگئی کہ جب تک خلوص نہو فائدہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ اسکے بعد انھوں نے اخلاص اختیار کیا اور انکو نفع ہوا۔ ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ آپ فلاں بزرگ سے جو استاد بھی تھے بیعت ہوئے، اور فلاں سے ہوئے تو آپ کو کیا ملا؟ میں نے اپنا نام نہیں لیا اس وجہ سے کہ وہ میرے ساتھی تھے۔ اسپر انھوں نے کہا کہ ہاں یہ صحیح ہے کہ ہم بزرگوں کے پاس گئے اور ان سے بیعت بھی ہوئے مگر دین تم سے ملا۔ ان کے اس جواب سے میں نے سمجھا کہ صحیح کہتے ہیں۔

حضرت مولانا (تھانوی) فرمایا کرتے تھے کہ دین کی محبت حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ سے میرے قلب میں پیدا ہوئی فرمایا کہ ایسے دیندار شخص تھے کہ بس انکو دیکھکر ہی دین کی محبت قلب میں آجایا کرتی تھی اور فرمایا کہ مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے پاس جو میں گیا تو علم حاصل کرنے کے لئے چنانچہ علم اور عالم دین کی معرفت مجھے ان سے ہوئی۔ اور اصل میں علم پہچانا جاتا ہے عالم دین ہی سے۔ (معرفت حق دسمبر ۱۹۶۲ء)

پھر جب حضرت والا سے تعلق ہو گیا تو حکیم صاحب مرحوم یوماً فیوماً نکھرتے ہی چلے گئے آخر میں حکیم صاحب موصوف کے دو خطوط اور نقل کرتا ہوں جس سے انکی عقیدت اور خلوص کا اندازہ ہوتا ہے۔ اپنے ایک خط میں حضرتؒ کو تحریر فرمایا کہ:۔

"مخدومی! میرے حق میں دعاء فرمائیں کہ قادر مطلق خدا اپنی بے نہایت قدرت اور بے نہایت رحمت سے میری بصیرت اور بصارت دونوں ہی کو حضرت والا کی ذات برگزیدہ صفات ہی کیطرف مرکوز فرمادیں اور دوسرے افراد اور گرد و پیش کے حالات کیطرف میرے دل کو نہ لگائیں اور نہ ان سے دل ذرہ برابر متاثر ہو، یہ ایک بہت بڑی نعمت ہوگی اگر حضرت والا کی دعاء سے مجھکو نصیب ہو جائے اور انشاء اللہ القدیر حضرت والا کی دعاء سے مجھکو یہ نعمت ضرور حاصل ہوکر رہے گی جو دیگر نعمائے الٰہیہ کی جڑ اور بنیاد ہے۔"

والسلام مع الاکرام۔ (حکیم) ظہیر الدین۔

دیکھئے! اس خط میں حکیم صاحب کی فنائیت اور مقام وحدت مطلب کے حصول کی تمنا کس طرح ظاہر ہو رہی ہے۔ سبحان اللہ کیا رفیع حال ہے۔

اور دوسرا خط یہ لکھا کہ:۔

"حضرت والا! میری بڑی خوش نصیبی نکلی کہ میں رمضان المبارک میں حضرت والا کی خدمت بابرکت میں رہا۔

مخدومی! یہ واقعہ ہے کہ میں بڑا سرکش اور متمرد نفس رکھتا ہوں اور بدرجہ اتم انانیت کا خوگر ہوں ایسے خبیث النفس انسان پر آنجناب کی اسقدر شفقت و مہربانی جسکی کوئی انتہا سمجھ میں نہ آسکی اسبات کا بیّن ثبوت ہے کہ حضرت والا حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت رحمۃ اللعالمینی کے مظہر اتم ہیں اور مجھ جیسے سیہ کار انسانوں کے حق میں ایک عظیم القدر نعمت غیر مترقبہ ہیں۔ "ایں سعادت بزور بازو نیست"

حضرت والا! مجھکو یقین کامل ہے کہ جب میں اپنی نوع بنوع غلط کاریوں کے باوجود حضرت والا جیسی عظیم ترین نعمت سے محروم نہوا تو مجھے ساری نعمتیں مل گئیں۔ فالحمد للہ علیٰ فضلہ و احسانہ۔

مخدومی! حضرت والا میرے بارے میں جس قسم کا انسان ہونا پسند فرماتے ہوں اسکے لئے دعاء فرمائیں۔ میں حضرت والا کی دعاء اور توجہ کا قطعی محتاج ہوں۔ حضرت والا میرے حق میں اور میری جملہ اولاد کے حق میں بھی فلاح دارین کی دعاء فرمائیں۔ فقط۔ والسلام مع الاکرام

(حکیم) ظہیرالدین

(از خانقاہ فتحپور۔ تال نرجا ۲۴ ۳/۴ھ)

دیکھئے اس خط کے ایک ایک لفظ میں کیسے خلوص اور انکسار کی بو آتی ہے سچ ہے جو طالب ہوتا ہے وہی ایک دن مطلوب ہو جاتا ہے ونعم ما قال ؎

اے بے خبر بکوش کہ صاحب خبر شوی
تا راہ بیں نباشی کے راہبر شوی

در مکتب حقائق پیش ادیب عشق
ہاں اے پسر بکوش کہ روزے پدر شوی

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حضرت والا کے وطن سے ہجرت فرما لینے کے بعد وہ حضرات بھی جو حضرتؒ کے ترک وطن کا ظاہری سبب بنے تھے وہ بھی چین سے رہ سکے یعنی انھوں نے جس گناہ کا ارتکاب کیا تھا اسنے انکے قلب کو اس واقعہ کے بعد سے برابر پریشان ہی رکھا۔ مزید یہ کہ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ اہل اللہ جہاں رہتے ہیں تو اس بستی کا نور ہوتے ہیں اور جب وہاں سے چلے جاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہاں سے نور ہی نکل گیا۔ اس کیفیت کو کم و بیش سب ہی نے محسوس کیا یعنی کیا مسلم اور کیا غیر مسلم سب ہی کی زبانوں پر آنے لگا کہ دیکھو تو مولانا صاحب جب یہاں تھے اسوقت یہاں کیسی رونق تھی اور لوگوں نے انکو ستایا اور وہ یہاں سے چلے گئے تو اب یہ کیسی اجڑی ہوئی بستی لگتی ہے اور اس میں شک نہیں کہ اہل اسلام کو تو دینی اعتبار سے بھی وہاں کی بے نوری اور بے رونقی محسوس ہوتی تھی اور غیر مسلموں کو یوں بے رونقی کا احساس ہوتا تھا کہ مولانا صاحب کے وقت میں یہاں کیسی چہل پہل رہتی تھی۔ ہر زمانہ میں

اطراف واکناف اور دور دراز سے بھی لوگ آکر ٹھہرے رہتے تھے انکی آمدورفت کے سلسلے میں کتنے غریب مزدوروں کی گذر بسر کا یہیں سے سامان ہوجاتا تھا اسرار کی آمد پر ملاحوں کی بن آتی کشتی کرایہ پر لی جاتی تھی۔ خانقاہ کے پاس سے جو کسی چیز کا بیچنے والا گذر جاتا تو اسکی ساری ٹوکری دہیں ختم ہوجاتی۔ آم والا خربوزہ والا۔ مچھلی والا۔ امرود والا۔ دودھ والا۔ گوشت والا غرضکہ خانقاہ ان خردہ فروشوں کے لئے ایک کامیاب مرکز اور نکاسئی اشیاء کے لئے بازار سا ہوگیا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب تنہا حضرت کی ذات کی برکات تھیں جب حضرت ہی وہاں سے چلے گئے تو ساری رونق ہی ختم ہوگئی اسلئے اصلی مجرم میاں شمس الدین کا تو وہ حال تھا کہ نہ صرف فتحپور بلکہ اطراف و قرب وجوار کے دوسرے گاؤں میں سے بھی گذرنا انکو دشوار ہوگیا تھا جدھر سے گذرتے لوگ یہی کہتے کہ یہی ہیں جنکی وجہ سے مولانا صاحب فتحپور سے چلے گئے

اب شمس الدین گو مجرم تھے لیکن آخر انسان تھے اس طعنے اور اعتراض کے تیر کو برداشت نہ کرسکے اور عجب کیا کہ مقلب القلوب نے ان کے قلب کو پھیرنے ہی کے لئے یہ سب انتظامات فرما دیئے ہوں۔ بہرحال ان میں صدق پیدا ہوا اور انھوں نے معافی کے لئے سفارش کا سہارا تلاش کیا چنانچہ آپ نے گذشتہ صفحات میں اسکی تفصیل ملاحظہ فرمائی کہ تین حضرات نے نمایاں طور پر سفارش فرمائی اور پھر ان پر حضرت والا کا عتاب بھی ملاحظہ فرمایا۔

لیکن چونکہ شمس الدین مرحوم میں صدق و اخلاص پیدا ہوچکا تھا اسلئے درمیان میں بعض مزید گفت و شنید کے بعد حضرت اقدسؒ نے بالآخر انھیں معافی کے سلسلہ میں الٰہ آباد آنے کی اجازت دیدی اور کسی مصلحت کیوجہ سے وطن کے چند معززین کے ہمراہ (غالباً اس میں بعض غیر مسلم پردھان وغیرہ بھی تھے) انھیں آنے کو فرمایا۔ اور یہاں مقیمین خانقاہ سے فرمایا کہ شمس الدین آرہے ہیں انکو باہر ہی کمرہ میں روکنا۔ یعنی فوراً میرے سامنے نہ آویں، ایک مضمون

لکھواتا ہوں پہلے اسکو ان سب لوگوں کے سامنے سنا دینا اسکے بعد لوگ جو کہیں مجھ سے آکر کہنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

راقم عرض کرتا ہے کہ واقعی یہ بھی بڑا سخت مجاہدہ اور نہایت ہی صبر آزما مرحلہ تھا۔ ایسا شخص جسکی ذات سے اتنا بڑا دینی اور دنیوی نقصان ہوگیا ہو کہ حضرت کا اپنا وطن اصلی چھوٹا۔ کس حوصلہ سے بنائی ہوئی مسجد اور خانقاہ چھوٹی۔ اعزہ اور اقارب چھوٹے۔ ایک عرصہ کی سعی و کوشش کے بعد جو دینی ماحول و مرکز بنایا تھا وہ ختم ہوا۔ تمام تر تبلیغی مساعی پر یکلخت پانی پھر گیا۔ مخالفین کے لئے شماتۃ کا موقع ملا۔ احباب کو کسقدر رنج اور صدمہ ہوا۔ عوام اور باہر کے لوگوں کو کیا کیا خیال پیدا ہوا ہوگا —— ان سب اور ایسے بڑے نقصانات کے بعد اب وہی شخص معافی کے لئے آتا ہے ایسے ہی موقع پر اہل دنیا اور اہل اللہ میں امتیاز ہوجاتا ہے۔ اہل دنیا کے یہاں معافی کا کیا سوال اس سے بہت ہی کم بات پر ساری عمر کا مقاطعہ ہوجایا کرتا ہے لیکن اہل دین اور اللہ والوں کا معاملہ ہمیشہ دوسرا ہی دیکھا گیا ہے اور وہ یہ کہ جب انھیں اس بات کا یقین ہوگیا ہے کہ اب اس مجرم نے صدق اختیار کرلیا ہے اور دل سے معافی مانگ رہا ہے تو ان حضرات نے اسے فوراً معاف بھی فرمادیا ہے۔ یہی معاملہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر قریش کے سرداروں کے ساتھ فرمایا (جو ایک زمانہ میں آپ کے جانی دشمن رہ چکے تھے) چنانچہ مشکیں بندھی ہوئی جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوئے تو آپ نے ان سے یہ دریافت فرمایا کہ بتاؤ تمھارا میرے متعلق آج کیا گمان ہے کہ میں کیا کروں گا؟ سب نے یک زبان ہوکر کہا کہ آپ اَخٍ کریم ہیں ہمکو آپ سے کرم ہی کی توقع ہے اس پر آپ نے فرمایا انتم الطلقاء جاؤ تم سب آزاد ہو سب کو معاف کرتا ہوں کسی کو کوئی سزا نہیں دیتا اور چند بڑے بڑے سرداروں کا نام لیکر فرمایا کہ جو شخص ان کے گھر میں داخل ہوجائے اسکو بھی امن ہے۔

اسی نوع کا ایک اور واقعہ ایک اور کریم کا رب کریم نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے وہ یہ کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کے ساتھ انکے بھائیوں نے کیا کیا ستم روا نہ رکھا تھا لیکن اسکے بعد جب سیدنا یوسف علیہ السلام مصر کے حاکم مقرر ہو گئے اور جب بھائی لوگ غلہ کے لئے مصر گئے اور باہم تعارف ہوا اور ان سب کے سب نے اپنی گذشتہ خطاؤں پر نادم ہو کر کہا انا کنا خاطئین بلاشبہ ہم ہی لوگ خطا وار ہیں تو آپ نے فرمایا لا تثریب علیکم الیوم جاؤ آج کے دن تم پر کوئی مواخذہ اور ملامت نہیں ہے اللہ تعالےٰ مجھے بھی بخشے اور تمھیں بھی بخشے - سبحان اللہ -

جب یہ کردار رہا ہے نبیوں کا اور رسولوں کا تو جسے اللہ تعالےٰ نے نائب رسول بنایا ہو اسکے لئے بھی ضروری تھا کہ وہ بھی یہی راہ اختیار کرے اور ایسے ہی مواقع پر اتباع سنت کو دیکھکر کسی کے واقعی متبع سنت ہونیکا اندازہ بھی ہوتا ہے ورنہ تو سحری کھانا سنت ہے اور قیلولہ کرنا سنت ہے اور اس نوع کی سنتوں پر عمل کرنے والے بہت ہیں -

غرضیکہ حضرت والا نے ایک مضمون لکھوا کر دیا کہ فتحپور سے آنے والے سب حضرات کو (جبیں شمس الدین بھی تھے) یہ مضمون سنا دیا جائے - پھر یہ دریافت کرکے - یہ فرمایئے کہ آپ لوگ کیسے تشریف لائے ہیں ؟ وہ مضمون یہ تھا -

(یہ تحریر شمس الدین مرحوم کو الہ آباد آنے کے موقع پر سنائی گئی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم ـــ اس جھگڑے کی ابتدار دنیاوی امر سے ہوئی مگر بعد میں اسکو مذہبی رنگ دے کر دینی جھگڑا قرار دیدیا گیا اور مجھے ایک جماعت کا پیشوا اور اصل قرار دیدیا گیا اسی بنار پر آپکی جماعت نے زبردستی استغاثہ میں میرا نام لکھوا دیا اور اس بات کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ مجھے کچہری میں حاضر ہونا پڑے -

یہاں تک کہ آپ لوگ کہتے تھے کہ ہم لوگوں کی سزا ہو جائے اسکی ہمکو پرواہ نہیں مگر انکو کچہری حاضر کرادیا یہ ہم لوگوں کی فتح ہے مگر اللہ تعالے نے فضل فرمایا اور مجھے حاضر نہونا پڑا اور میرا نام بھی نکل گیا اس طرح میری فتح آپکی کل جماعت کے مقابلہ میں بہت روز ہوئے ہوگئی تھی جس کا شاید آپلوگوں کو احساس ہو۔ اگر یہ دنیوی جھگڑا تھا تب اسی روز آپکو شکست ہوگئی تھی جب کہ آپ اسمیں ناکامیاب ہوئے۔ اور اگر دینی تھا تو میرا نام نکل جانے پر آپکو شکست فاش نصیب ہوئی یہ دونوں شکستیں آپکی جماعت کو بہت پہلے مل گئی تھیں اصل نزاع تو یہیں ختم ہو جاتا ہے۔

اب گاؤں میں ایک جماعت آپکی قیادت میں اور دوسری آپ کیخلاف تھی آپ ان لوگوں کو ضرر پہونچانے کے درپے تھے تو آپ نہیں پہونچا سکے اور وہ بے داغ بری ہوگئے۔ رہا یہ کہ آپ لوگوں کو ضرر نہیں پہونچا تو دوسری جماعت کا یہ قصد ہی نہیں تھا یا قصد کے موافق کامیاب نہیں ہوئے۔

بہرحال یہ دور گذر گیا اسمیں آپ کو بھی اپنی نیت اور جماعت والوں کی نیت کا حال معلوم ہے کہ کس طرح اس واقعہ میں جھوٹ اور افترا سے کام لیا گیا اور یہ کسقدر دیانت کے خلاف ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے علیکم بالصدق فان الصدق ینجی و الکذب یھلک۔ (اپنے اوپر صدق کو لازم کرو اسلئے کہ صدق ذریعہ نجات ہوا کرتا ہے اور کذب ہلاکت و تباہی) رہا معافی کا قصہ تو سنیئے اب معافی کا کیا سوال۔ میں نے وطن ترک کردیا اور یہاں مکان لے لیا تو اب یہ میرا وطن ہوگیا یا میں نے اسکو وطن بنالیا اس طرح اب میں وطن میں مقیم ہوں آپ لوگوں کو پردیسی سمجھکر رحم نہ کھانا چاہیئے؟ —— آپ کے فائدے کی بات عرض کرتا ہوں کیونکہ زندگی نہایت اچھی چیز ہے وہ صرف اخلاق حمیدہ اور اوصاف جمیلہ کے ساتھ ہی رہنے سے حاصل ہوسکتی ہے۔ میل جول میں نفع ہی نفع ہے آپ بھی

شاید اس سے اختلاف نہ رکھتے ہوں گے۔

معافی کے متعلق ایک اور بات سنیئے۔ اگر زبانی ہوگی تو میں بھی زبان سے لفظ معاف کردیا کہدونگا ظاہر ہے کہ اسکا نفع آخرت میں تو کچھ نہیں ہوگا۔ میرے متعلق جو ادہر ادہر کہا گیا یا کیا گیا اگر آپ توبہ سے اسکا تعلق سمجھتے ہیں اور براۃ عنداللہ کے لئے اسکو ضروری سمجھتے ہیں تو اسکا اظہار بھی ضروری ہے ورنہ زبانی معافی یا حقیقی معافی کا مجھکو انتظار نہیں نہ اس سے میرا نفع یا ضرر متعلق ہے۔

اب باقی رہا جانے یا لیجانے کا خیال تو اسکے متعلق عرض ہے کہ وہاں سے میں اپنے اختیار سے اپنی مصلحت سے سوچ سمجھکر آیا ہوں بے بس ہوکر مجبور ہوکر نہیں آیا کہ آپ پر میرا وہاں رہنا نہ رہنا موقوف ہے رکھیں تو رہوں اور نکالدیں تو نکل جاؤں لیچلیں تو چلوں نہ لیچلیں تو مجبور ہوں آپ لوگوں کے لیجانے کے یہی معنی ہوسکتے ہیں۔ تو دشمن کے کہنے سے جانا اسکو کون عقلمند قبول کرسکتا ہے اور اسکو کون گوارا کرسکتا ہے رہا اپنی رغبت سے اپنی خوشی سے جانا تو یہ اطمینان پر مبنی تھا۔ جو حالات نمودار ہوئے اس سے یہ اطمینان جاتا رہا نہ عزت و آبرو کیطرف سے اطمینان نہ ایمان و دین کیطرف سے اطمینان۔ ایسی بے اطمینانی کیحالت میں نہ دین اجازت دیتا ہے نہ عقل۔ اور مجھکو ضرورت ہی کیا ہے وہاں جانے کی۔ بہت رہا جبتک ہوسکا رہا۔ اسوقت میں نشیب و فراز کا بھی تجربہ ہوگیا اب اسکے خلاف کرنا نقل و عقل دونوں کے خلاف ہے اسلئے اسکے خلاف مجھ سے گفتگو نہ کرنا چاہیئے۔ بہت لوگ ہیں دین کی خدمت کریں میری کیا حاجت ہے۔ والسلام خیر ختام۔

وصی اللہ عفی عنہ

شعبان ۵۹ھ

(باقی آئندہ)

سیدی عبد القادر دشطوطیؒ نے مجھ سے بیان کیا کہ تین روز تک مجھ پر ایسی حالت رہی کہ حق تعالیٰ کے سامنے مجھکو کھڑے ہونے کی قدرت نہ تھی نہ نماز میں نہ بغیر نماز کے۔ اگر حق تعالیٰ حجاب اور غفلت ڈال کر مجھ پر احسان نہ فرماتے تو میری ہڈیاں اور گوشت الگ الگ ہو جاتے (اور بدن پھٹ جاتا) میں نے عرض کیا کہ پھر آپ ان قضا نمازوں کو ادا بھی کرتے تھے فرمایا ادا کرنا تو ضروری تھا اگرچہ مہینہ بھر تک وہ حالت رہتی کیونکہ جذب کی حالت جنون کے تو مشابہ نہیں (جنون میں تو قضا نمازوں کی ادا واجب نہیں ہوتی مگر جذب میں اگر نماز یں قضا ہو جائیں انکا ادا کرنا ضروری ہوتا ہے[عہ]) اور اس غلبۂ حال کی یہ بھی علامت ہے کہ لوگوں سے ملتے وقت اسے کسی کا کچھ امتیاز نہ ہو اعلیٰ اور ادنیٰ سب اسکے نزدیک برابر ایک درجہ میں ہوں۔ یہ مرتبہ غلبۂ حال کا پہلے مرتبہ سے کم ہے کہ اس حالت میں ملتا ہے مگر کچھ امتیاز کسی کا نہیں ہوتا۔ جب زیادہ غلبہ ہو جاتا ہے تو ملنا دشوار ہو جاتا ہے ایسی تکلیف ہوتی ہے کہ گویا گوشت پھٹکر الگ ہو جائیگا۔ اسکو خوب سمجھ لو۔ واللہ علیٰ شیٔ شہید۔

(عہد ۵۴: امور متعلقہ سلطنت و حکومت میں دخل نہ دیا کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ حوائج متعلقہ سلطنت و حکومت میں دخل نہ دیا کریں) مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عام لوگ مشائخ سے مقدمات وغیرہ میں توجہ اور ہمت اور تصرف کی درخواست کیا کرتے ہیں اس سے منع فرماتے ہیں کہ ایسے امور میں

عہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ جذب کی حالت میں انسان مکلف رہتا ہے اور شرعی احکام کا خطاب اسکے ساتھ متعلق رہتا ہے خواہ کتنا ہی غالب جذب ہو کہ گوشت و پوست جدا ہونے کا بھی اندیشہ ہو جائے البتہ اگر غلبہ حال اسدرجہ ہو کہ عقل و حواس بھی بجا نہ رہیں مدہوشی کی حالت ہو اس وقت شرعی خطاب اسکے متعلق نہ ہوگا۔ ۱۲ مترجم۔

دخل نہ دیں) مگر یہ کہ ہم صاحب خدمت ہوں (اور امور تکوین ہمارے متعلق ہوں تو دخل دینے کا مضائقہ نہیں) اور وجہ (اس ممانعت کی) یہ ہے کہ درویش کی توجہ سے پہاڑ کا اپنی جگہ سے ہٹ جانا سلاطین و وزراء کے دل پھیرنے سے زیادہ آسان ہے کیونکہ ان لوگوں میں عقل و فکر اور امور (انتظامیہ و مصالح ملکی) میں اجتہاد رائے کا دروہ بہت کچھ ہوتا ہے اور پہاڑ میں یہ باتیں کہاں (اس لئے پہاڑ کا توجہ سے ہٹ جانا آسان ہے اور ان لوگوں کے دلوں کو پلٹنا بہت مشکل ہے کیونکہ توجہ کا اثر عاقل پر بہت کم ہوتا ہے خصوصًا جبکہ وہ اپنی رائے میں پختہ بھی ہو اس حالت میں تو اثر بہت دشوار ہے اور پہاڑ میں نہ عقل نہ مدافعت جس طرح چاہو پلٹ دو اسی طرح جاہل اور کم عقل لوگوں پر توجہ کا اثر جلدی ہو جاتا ہے کیونکہ ان میں مدافعت کی قوت نہیں ہوتی) اور اگر عزیز من! تم مشہور ہو گئے ہو اور لوگوں کے رجوع حاجات میں ممتاز ہو گئے ہو اور اس بار کے تحمل سے در اصل تم عاجز ہو تو حق تعالیٰ سے دعا کرو کہ الٰہی یا تو میرا نام عالم وجود سے مٹا دے کہ کوئی مجھے بزرگ وغیرہ نہ سمجھے اور اگر آپ میرا نام مٹانا نہیں چاہتے تو مجھے میرے نفس کے حوالے نہ فرمائیے اور تمام بلاد و قلوب عباد کو میرے واسطے نرم اور پست فرما دیجئے اور میرے کلمۂ خیر کو نافذ فرما دیجئے یا ارحم الرحمین پھر اللہ تعالےٰ اگر چاہیں گے ایسا ہی کر دیں گے۔ وہ دعا کے سننے والے بہت قبول کرنے والے ہیں اور عنقریب بعد چالیس عہدوں کے ذرا اس کی زیادہ تفصیل آئیگی۔ انشاء اللہ تعالےٰ

(عہد ۵۵: جنابت کی حالت میں ہرگز نہ سویا کریں)

(ہم سے بار بار عہد لیا گیا ہے) کہ جنابت کی حالت میں ہرگز نہ سویا کریں خصوصًا ان اوقات میں جنکی فضیلت وارد ہے جیسے جمعہ کی رات اور شب قدر۔ پس اپنے شاگردوں اور مریدوں کو ہمیں حکم کرنا چاہیئے کہ ان راتوں میں مجامعت اخیر شب میں جب سو کر اٹھیں اسوقت کریں یا دن میں کریں اور فورًا غسل کر لیں

تاکہ روح انسانی حق تعالیٰ کی جناب میں سجدہ کرنے سے سونے کی حالت میں بھی
نہ روکی جائے نیز رحمت کے فرشتے بھی سوتے ہوئے اسکے پاس رہیں کیونکہ حدیث
میں وارد ہے کہ جنبی سے ملائکہ رحمت دور رہتے ہیں اور جب فرشتے دور ہوجائینگے
تو (ظاہر ہے کہ شیاطین پاس آجائیں گے (نیز یہ بھی حدیث سے معلوم ہوتا ہے
کہ سوتے ہوئے ہر مسلمان کی روح حق تعالیٰ کے سامنے سجدہ میں پڑی رہتی ہے
بشرطیکہ وہ جنبی نہ ہو تو جنابت کی حالت میں سو رہنا اگرچہ آسانی کیلئے شریعت نے جائز کیا ہے مگر اس میں
کچھ شک نہیں کہ حق تعالیٰ شانہ کے سامنے روح کو سجدہ سے روک دیا جانا تھوڑی
بات نہیں اس کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے اور بجائے رخصت کے عزیمت پر عمل
کرنا چاہیئے۔ افضل یہی ہے کہ جنابت کا غسل فوراً کرلیا جائے۔ رہا حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کا بعض اوقات جنابت کی حالت میں سوجانا تو وہ امت کے لئے ایک
آسان صورت جائز کرنے کے لئے تھا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض امور
بیانِ جواز کے لئے بھی کئے ہیں تاکہ ضعفاء امت کے لئے آسان حکم بھی معلوم
ہوجائے۔ لیکن پہلے بیان ہوچکا ہے کہ طریقۂ سلوک کوشش اور مشقت کا راستہ
ہے۔ سالک کو مباح امور کا عادی نہ ہونا چاہیئے بلکہ ہمیشہ مستحبات اور افضل صورتوں
کو اختیار کرنا ضروری ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم (جب بیان جواز کے لئے بھی
کوئی کام کرتے تھے تو آپ) کو اس میں بھی واجب کے برابر ثواب ملتا تھا (کیونکہ
جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تمام احکامِ شرعیہ کا پہونچانا ضروری تھا تو جائز امور کا
مباح ہونا بھی آپ کے ذمہ بیان کرنا واجب تھا جسکو حضورؐ نے عملی صورت سے
بیان فرمایا کیونکہ اگر فقط زبان سے آپ ظاہر فرماتے اور عمل کرکے نہ دکھلاتے
تو شاید بعض لوگوں کو اس پر عمل کرنے کی جرأت نہ ہوتی اسلئے آپؐ نے بعض وہ صورتیں
جو خلافِ اولیٰ تھیں عمل کرکے ظاہر فرمادیں تاکہ انکا جائز ہونا بخوبی واضح ہوجائے
کسی کو ان کے حرام ہونے کا خیال بھی نہ پیدا ہو کہ مبادا تحریم حلال کے
گناہ میں امت مبتلا ہوجائے۔ تو حضورؐ کے بیان جواز میں جب اتنی ضروری اور اہم

مصلحتیں ہوتی ہیں تو آپؐ کو یقیناً جائز صورتوں پر عمل کرنے سے بھی واجب ہی کا ثواب ملتا تھا۔ پس ہمکو چاہیے کہ جنابت کی حالت میں حتیٰ الامکان نہ سویا کریں اور فوراً غسل کرکے پاک و صاف ہوجایا کریں اور اگر سخت سردی ہو اور پانی اسوقت گرم نہ ہو تو کم از کم تیمم بہ نیت غسل کرکے سویا کریں اس میں ہرگز سستی نہ کریں اور صبح کو اذان و جماعت سے پہلے نہا دھو کر فارغ ہوجایا کریں) اسکو خوب سمجھ لو۔

عہد ۵۶: بے وضو بھی کبھی نہ سویا کریں)

(اسی طرح سے ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ حدث اصغر پر بھی (یعنی بے وضو) کبھی دن رات کی کسی ساعت میں نہ سویا کریں ہمیشہ وضو یا (کم از کم) تیمم کرکے سویا کریں مبادا کہیں ہماری روح اس ناپاکی کی حالت میں نہ قبض کرلی جائے۔ اور عزیزمن! جو چیزیں سب علماء کے نزدیک وضو توڑنے والی ہیں جیسے پیشاب پاخانہ وغیرہ ان کے بعد وضو کرنا بہ نسبت ان چیزوں کے جن سے وضو ٹوٹنے میں اختلاف ہے زیادہ ضروری اور مؤکد ہے جیسے فصد لینا۔ عضو خاص یعنی قبل و دُبر کا چھوتا وغیرہ واللہ اعلم۔

(عہد ۵۷: بغیر باطنی طہارت کے بھی نہ سویا کریں)

(اسی طرح ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ کبھی بغیر طہارت باطنی کے بھی نہ سویا کریں کیونکہ باطنی طہارت ظاہری طہارت کے بالکل برابر ہے اور باطنی ناپاکی کی مثال یہ ہے کہ معاذ اللہ ہم کسی سے حسد یا کینہ یا خیانت و مکر و فریب یا تکبر دل میں لیکر یا خدا تعالیٰ کی کسی تقدیر پر ناراض ہوکر سوئیں۔ اور ان کے مثل جو دل کی بیماریاں ہیں (انکو بھی اسی پر قیاس کرلو۔ غرض سونے سے پہلے دل کو تمام ناپاکی اور گندگیوں سے پاک کرلینا اور حق تعالیٰ کے سامنے توبہ و استغفار کرلینا چاہیے) کیونکہ ممکن ہے کہ انسان کی اسی حالت پر موت آجائے تو اسکا خاتمہ بہت بُرا

خاتمہ ہوگا۔ اور اگر موت کبھی نہ آئی تو (سو جانے کے بعد) اسکی روح بارگاہِ قربِ الٰہی میں تو یقیناً داخل نہ ہو سکے گی جو کہ ملائکہ اور خاص اولیاء اللہ کا مقام ہے۔ اور عزیزمن! خوب جان لو کہ سب سے زیادہ دل کو ناپاک کرنے والی چیز دنیا کی محبت ہے شاید تم تو اسکو گناہ کبھی نہ سمجھتے ہوگے اور عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد بھول گئے حب الدنیا رأس کل خطیئۃ کہ دنیا کی محبت ہی سب گناہوں کی جڑ ہے اور تمام گناہوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ جو شخص دنیا کی محبت رکھتا ہے اس سے کوئی گناہ کبھی جدا نہیں ہوا۔ سیدی علی خواص فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص دنیا کی محبت (دل میں) لیکر مرجائے اسکا حشر ایسی پھٹکاری ہوئی چیز کے ساتھ ہوگا جسکو پیدا کرنے کے وقت سے کبھی حق تعالےٰ نے محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھا (یعنی اسکا حشر دنیا ہی کے ساتھ ہوگا جس کے اوپر حق تعالےٰ نے محبت کی نظر کبھی نہیں ڈالی بلکہ وہ ہمیشہ خدا کے نزدیک مبغوض ہی رہی) اور حدیث میں ہے کہ ہر شخص اپنے دوستوں کے دین پر (قیامت میں) اٹھے گا پس ہر کوئی غور کر کے دیکھ لیا کرے کہ وہ کس کے ساتھ دوستی کر رہا ہے (اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس کو دنیا کے ساتھ محبت ہوگی اسکا حشر دنیا کے ساتھ ہوگا۔ نعوذ باللہ منہا) پس اے عزیز! ہر شام اور صبح دنیا کی محبت سے توبہ کیا کرو اس میں سستی نہ کرنا اور خدا تم کو ہدایت دے۔

عہد۵: اگر ہماری عدم موجودگی سے مجلس ذکر میں لوگ کسی دن جمع نہ ہوں تو ہم خود اسکی قضاء کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اگر ہماری وجہ سے ذکر اللہ یا تلاوت قرآن یا درود شریف وغیرہ کی مجلس میں لوگ جمع ہوتے ہوں اور کسی دن ہم نہ جائیں تو مجلس لوگوں سے خالی رہے یا کچھ لوگ نہ آئیں تو ہمکو اسکی خود قضاء کرنا چاہئے۔ پس جسقدر ذکر یا تلاوت قرآن یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف وغیرہ سب لوگ حاضر

ہوکر پڑھتے اسی قدر ہم تنہا بیٹھکر پورا کر دیں اور یہ ایسی بات ہے کہ اسپر عمل کرنے سے ہر شخص اپنے دل میں بڑی حلاوت پائے گا کیونکہ (اس صورت میں ارشاد خداوندی وَيُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ کہ وہ ایسے بندے ہیں جو نیک کاموں میں سبقت کرتے اور دوڑتے ہیں اور حدیث نبوی لا یشبع مومن من خیر کہ مسلمان آدمی نیک کاموں سے سیر نہیں ہوا کرتا دونوں پر عمل ہوجاتا) اسکو خوب سمجھ لو۔

(عہد ۵۹: اگر کسی کو کسی پر اعتراض کرتے دیکھیں تو حکمت سے اسکا علاج کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب کسی شخص کو کسی پر اعتراض کرتے یا بے آبروئی کرتے دیکھیں تو حکمت اور عمدہ نصیحت سے اسکا علاج کیا کریں مثلاً اس سے کہیں کہ کیوں بھائی کیا تم فلاں سے زیادہ اچھی حالت میں ہو اگر وہ یہ جواب دے کہ ہاں (میں اس سے اچھا ہوں) تو اس سے کہنا چاہیئے کہ اب تو تم اس سے یقیناً بدتر حالت میں ہو کیونکہ یہی وہ بات ہے جس سے ابلیس پھٹکارا گیا کہ اس نے آدم علیہ السلام کے مقابلہ میں کہا تھا انا خیر منہ کہ میں آدم سے بہتر ہوں (تو اپنے آپ کو کسی سے اچھا سمجھنا خود اپنے بدتر ہونے کا اقرار ہے) اور اگر وہ یہ کہے کہ میں اسکے برابر ہوں تو اس سے کہنا کہ پھر تم اور وہ دونوں برابر درجہ میں ہو تو تم کو اسکے عیوب چھوڑ کر پہلے اپنے عیبوں (کے معالجہ) میں مشغول ہونا چاہیئے۔ پھر اسکو نرمی سے نصیحت کرو کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ بیمار آدمی کو دوسروں کے علاج کی فکر میں پڑنا اور (ان) کو دوا میں بتلانا بہت ہی نازیبا ہے (اس سے پہلے اپنا علاج کرنا چاہیئے)۔ اور اگر وہ یہ کہے میں اس سے بدتر حالت ہوں تو اس سے کہنا چاہیئے کہ پھر تم خود مصیبت میں ہو اور مصیبت والا دوسرے (کی فکر) کے واسطے فارغ نہیں ہوا کرتا (پس تم اپنی فکر میں لگو) اسی طرح

نصیحت کرنے سے شاید حق تعالیٰ اسکو متنبہ فرمادیں اور وہ لوگوں پر اعتراض اور انکی بے آبروئی کرنے سے توبہ کرے۔ وَاللّٰہُ علیمٌ حکیمٌ۔

(عہد ۶۰ رات کے پچھلے تہائی حصہ میں کبھی نہ سویا کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم رات کے پچھلے تہائی حصہ میں کبھی نہ سویا کریں۔ اور جمعہ کی رات اور شعبان کی پندرھویں رات اور شب قدر کی راتوں میں تو بالکل نہ سویا کریں مگر بہت ہی نیند کا غلبہ ہو (تو خیر) اسی طرح اور جو راتیں فضیلت کی ہیں ان میں کبھی تمام رات نہ سویا کریں (جیسے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتیں وغیرہ) کیونکہ ان راتوں میں حق تعالیٰ شانہ کا تجلی فرمانا حدیثوں میں وارد ہے۔ امام سنیدؒ کی تفسیر میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ ہر رات کے پچھلے حصہ میں تجلی فرماتے ہیں۔ اور جمعہ کی رات میں رات شروع ہونے سے صبح کی نماز ختم ہونے تک تجلی فرماتے ہیں۔ درویش کو ان اوقات میں سوتا رہنا بہت نازیبا ہے کیونکہ یہ اوقات جلوس شاہی اور دربار سلطانی کے اوقات ہیں تو جو شخص ان وقتوں میں سوتا رہے پھر انکے بعد کوئی حاجت خدا سے مانگے تو اسکی وہی حالت ہوگی جو اس حاجت مند کی ہوتی ہے کہ دیر کرکے ایسے وقت بادشاہ کے پاس آیا جبکہ اجلاس ختم ہوگیا اور دربار برخاست ہوچکا اور بادشاہ خاص محل میں جاکر سب کی نظروں سے پوشیدہ ہوگیا ہو تو اس سے خدام شاہی یہی کہدیتے ہیں کہ تمھاری حاجت روائی دوسرے اجلاس میں ہوسکتی ہے (پھر آنا) تو وہ ناکام واپس چلا جاتا ہے ۔ (عزیزمن!) عالم غیب کا انتظام سلطنت بھی عالم ظاہر کے ترتیب مملکت کے مشابہ ہے۔ چنانچہ بعض بزرگوں نے یہ بات بیان فرمائی ہے مگر یہ قاعدہ ان لوگوں کے بارے میں ہے جو بادشاہ کے سامنے رکتے ہوئے حجاب کے پیچھے پہونچتے ہیں اور جو اہل دل اپنے قلوب کے ذریعہ سے حجابات کو

طے کرکے خاص دربار تک پہونچ جاتے ہیں نیز وہ لوگ جو کسی مصیبت میں مضطر و بیقرار ہوکر دعا کرتے ہیں ان دونوں کی دعائیں ہر وقت قبول ہوتی ہیں جس وقت بھی اپنی حاجات کے لئے دعا کریں۔ پس اے عزیز! خدائی اجلاسوں کے وقت ضرور حاضر رہا کرو تمھاری تمام ضرورتیں اور حاجات پوری ہوتی رہینگی اور دل تمام افکار دنیا سے راحت اور چین میں رہے گا (یہ تجربہ ہے کہ تہجد کی پابندی کرنے والا دن بھر بشاشش رہتا ہے دل کو ایک خاص سرور ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو جب کسی کو دربار و یسرائے میں تھوڑی دیر کو رسائی ہوجاتی ہے اور حاکم اس سے دو چار باتیں اگر کرلیتا ہے تو اس کی خوشی کی کچھ انتہا نہیں رہتی بار بار احباب کے سامنے دربار میں اپنے جانے کا واقعہ مسرت کے ساتھ ذکر کرتا ہے تو پھر جو شخص دربار حقیقی میں پہونچ جائے اور احکم الحاکمین کے ساتھ نماز میں ہمکلام ہو اسکی خوشی اور بشاشت کا کیا پوچھنا) بخلاف اس شخص کے جو ان اوقات میں سوتا رہے کہ وہ صبح کے وقت سست اور خبیث النفس ہوکر اٹھتا ہے اور اسکی ساری ضرورتیں اور حاجات معطل اور بند پڑی رہتی ہیں۔ (پس سب مسلمانوں کو عموماً اور سالکین کو خصوصاً ان اوقات تجلی میں ضرور بیدار رہنا چاہیئے)۔ پھر عزیز من! جب تمکو ان مبارک درباروں میں اور بزرگ اوقات میں حق تعالیٰ سے کچھ قرب نصیب ہو تو مناسب یہ ہے کہ امور متعلقہ آخرت اور مسلمانوں کے عام مصالح کے لئے درخواست کرو۔ ہاں اگر انسان کا یقین کمزور ہو تو اسکے لئے مناسب یہ ہے کہ اول اپنی ضروریات کے لئے دعا اور درخواست کرے مگر حد سے نہ بڑھنے پاوے (مثلاً کسی محال چیز کی درخواست نکرے جیسے نبوت وغیرہ کی دعا۔ نیز حرام اور ناجائز امور کی درخواست بھی نکرے۔ اسی طرح جنت کے کسی خاص محل کسی خاص درجہ کی فرمائش نہ کرے اور حتی الامکان حدیث یا قرآن کی دعاؤں کو اختیار کرے)۔

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان چار قسم کے لوگوں کو چار اشخاص کے ذریعہ محجوج فرمائیں گے۔ اغنیاء پر حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے ذریعہ چنانچہ جب امراء کہیں گے کہ ہمکو ہمارے مشاغلِ کثیرہ نے آپکی جانب متوجہ نہ ہونے دیا تو اللہ تعالیٰ حضرت سلیمانؑ کو پیش کر کے فرمائیں گے کہ تم سلیمان سے بڑھکر امیر اور مالدار تو تھے نہیں (دیکھو! وہ جن وانس سب کے بادشاہ تھے مگر) انکی امیری نے انکو تو میری عبادت سے نہ روکا۔ اسی طرح سے غلاموں اور نوکروں پر حضرت یوسف علیہ السلام کے ذریعہ حجت قائم کریں گے جب غلام یہ کہیں گا کہ میں تو دوسرے کی غلامی میں تھا اس غلامی نے مجھکو آپ کی عبادت سے روکا۔ تو اللہ تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کو پیش فرما کر فرمائیں گے کہ یہ بھی تو غلام بنائے جا چکے تھے مگر ان کو تو انکی غلامی نے میری عبادت سے نہیں روکا؟ اسی طرح سے فقراء اور غرباء کو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ محجوج فرمائیں گے جب وہ یہ کہیں گے کہ میری غربت اور نکبت نے مجھے آپکی طاعت سے روکا تھا تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تم عیسیٰ علیہ السلام سے زیادہ زاہد اور غریب تھے پھر انکو تو انکا فقر عبادت سے مانع نہ ہوا؟ اسی طرح سے مریضوں اور بیماروں کو اللہ تعالیٰ محجوج فرمائیں گے حضرت ایوب علیہ السلام کے ذریعہ سے۔ جبکہ وہ لوگ یہ کہیں گے کہ ہمکو ہمارا مرض مانع تھا آپکی عبادت کرنے سے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم زیادہ مریض تھے یا حضرت ایوب علیہ السلام زیادہ مریض تھے پھر انکو تو انکا مرض میری عبادت کرنے سے مانع نہیں ہوا تھا چنانچہ اس قسم کے کسی عذر والے کے لئے قیامت میں کوئی عذر سند نہ ہوگا اور صالحین تو ہر زمانہ میں مرض اور تکلیف پر خوش ہی ہوئے ہیں اسلئے کہ یہ سمجھتے تھے کہ اسکے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سیئات کا کفارہ فرما دیتے ہیں۔

حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ لوگ تو فقر کو برا جانتے ہیں لیکن مجھے اس سے محبت ہے اسی طرح سے لوگ موت سے گھبراتے ہیں لیکن میں تو اسکو دوست رکھتا ہوں۔ نیز لوگ علالت اور بیماری کو ناپسند کرتے ہیں

مگر میں اسکو محبوب رکھتا ہوں اسلئے کہ اسکی وجہ سے میرے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے اور فقر کو اسلئے پسند کرتا ہوں کہ اسکی وجہ سے طبیعت میں اپنے رب کی جانب تواضع اور انکسار قائم رہتا ہے اور موت سے اسلئے محبت کرتا ہوں کہ وہ میرے رب سے ملاقات کا ذریعہ ہے جس کا میں مشتاق ہوں۔

حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تین چیزیں جو پاگیا گویا دین و دنیا کی بھلائی اسکے نصیب میں آئی۔ ایک رضا بالقضار دوسرے مصائب پر صبر۔ تیسرے حالتِ عیش میں خدا کی یاد اور اس سے دعار مانگنا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ چت لیٹے ہوئے تھے اس نے مزاج پرسی کرتے ہوئے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپکو کچھ تکلیف ہے؟ اور وہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں بھوک لگی ہے اسلئے اس طرح لیٹا ہوں۔ یہ سنکر وہ شخص رو دیا اور فوراً مزدوری کی تلاش میں نکل گیا۔ ایک شخص کے لئے چند ڈول پانی بھرے فی ڈول ایک کھجور کے حساب سے۔ پھر ان کھجوروں میں سے کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیکر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نے یہ سب اسلئے کیا ہے کہ تم کو مجھ سے محبت ہے۔ اس نے عرض کیا کہ بیشک واللہ یہی بات ہے مجھے آپ سے محبت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم کو مجھ سے واقعی محبت ہے تو بلار اور مصیبت جھیلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس لئے کہ خدا کی قسم بلا اور مصیبت مجھ سے محبت کرنے والے کی جانب اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ آتی ہے جسقدر کہ سیلاب کا پانی پہاڑ کی ڈھال سے نیچے والوں کی جانب آتا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم کسی شخص کو دیکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اسکی خواہشات کے مطابق اسکو سب چیزیں عطا فرما رکھی ہیں اور وہ معصیت پر قائم ہے تو بس سمجھ لو کہ یہ اسکے لئے استدراج (ڈھیل کے طور پر) ہے۔ (یعنی کچھ اللہ تعالیٰ کی رضار

کی دلیل نہیں ہے ۔ پھر آپؐ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُکِّرُوا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ یعنی جب انھوں نے میرے ماموراتِ کو ترک کر دیا تو ہم نے بھی ان پر ہر قسم کی خیر کا دروازہ کھول دیا (یعنی مال، اولاد، صحت ہر طرح کی خوش حالی عطا فرمائی) حَتّٰى اِذَا فَرِحُوا بِمَا اُوْتُوا یہاں تک کہ جب وہ ان تمام چیزوں کی وجہ سے جو وہ دیئے گئے تھے اترانے لگے اور تکبر کرنے لگے تو اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً یعنی اچانک انکو پکڑ لیا فَاِذَا هُمْ مُبْلِسُوْنَ ۝ پس وہ ہر خیر سے بالکل مایوس ہو گئے ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت فرمایا گیا کہ یا رسول اللہ ! لوگوں میں سے بلا اور مصیبت کے اعتبار سے کون سب سے زیادہ ہے ؟ آپ نے فرمایا کہ حضرات انبیاء صالحین علیہم السلام ثم الامثل فالامثل یعنی پھر اسکے بعد جو ان سے قریب درجے کا ہوا وہ اور پھر اسکے بعد جو ان سے درجے میں قریب ہوا وہ (یہی مطلب ہے اس کا ۔ ع ۔ جنکے رتبے ہیں سوا انکو سوا مشکل ہے ۔ واللہ اعلم)

کہا گیا ہے کہ تین خصلتیں کنوز البر یعنی نیکیوں کا گویا خزانہ ہیں ۔ ایک صدقے کا چھپانا ۔ دوسرے اپنے درد اور مرض کا چھپانا ۔ تیسرے اپنی مصیبت کو چھپانا

حضرت وہب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریین میں سے کسی کی بیاض سے یہ نقل کیا ہے کہ جب تمھارے ساتھ بلا اور مصیبت کی راہ چلی جائے تو مسرت کا مقام ہے کہ تمھارے ساتھ وہ طریقہ برتا جا رہا ہے جو حضرات انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے ساتھ برتا جاتا رہا ہے ۔ اور جب تمھارے ساتھ وسعت اور خوش عیشی کی راہ چلی جائے تو اپنے حال پر رو اور ماتم کرو اسلئے کہ تمھارے ساتھ انبیاء اور صالحین کے خلاف معاملہ کیا جا رہا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ بن عمرانؑ پر بھی اسی قسم کی وحی نازل فرمائی تھی ۔

حضرت فتح موصلیؒ سے منقول ہے کہ ایک بار انکفیں کچھ تنگی اور پریشانی پیش آئی تو انھوں نے دعا کی کہ اسے پروردگار! کاش میں یہ جان لیتا کہ میرے کس عمل کی پاداش میں آپ نے یہ بدحالی میرے لئے لازم حال فرما دی ہے تاکہ میں اس عمل میں اور کوشش کرتا (اس خیال سے کہ یہ انبیاء کا سا حال میرے نصیب میں بدستور باقی رہے)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جسکے پاس مال کم ہو اور عیال اسکے زیادہ ہوں اور (اسکے ساتھ ساتھ) نماز اسکی اچھی ہو اور اس نے کسی مسلمان کی غیبت نہ کی ہو تو یہ شخص اور میں قیامت کے روز یوں ساتھ ساتھ ہونگے، یہ فرماتے ہوئے آپ نے اپنی دو انگلیاں ملا کر دکھلائیں۔

حضرت مجاہدؒ حضرت ابوہریرہؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، ایک زمانہ میں میں بھوک سے بیقرار ہوکر زمین پر پیٹ کے بل پڑا رہتا تھا اور بھوک کی تکلیف کیوجہ سے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے رہتا تھا اسی حالت میں میں ایک دن لوگوں کی گذرگاہ پر پڑا ہوا تھا (کہ شاید کوئی میری حاجت معلوم کر کے مجھے اپنے ہمراہ لیجائے) چنانچہ حضرت ابوبکرؓ گذرے (اور میں نے مزید توجہ دلانے کے لئے) ان سے قرآن شریف کی ایک آیت کبھی پوچھی اور صرف اسلئے پوچھی کہ میری جانب توجہ کریں اور میرا حال دریافت کرکے مجھے اپنے ساتھ گھر لیجائیں لیکن (انھوں نے آیت تو بتائی اور بدون کچھ پوچھے) وہ آگے چلدئیے۔ استنے میں حضرت عمرؓ گذرے ان سے بھی میں نے قرآن شریف کی ایک آیت پوچھی (اسکو بتاکر) وہ بھی چلدئیے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دھر سے گذرے اور مجھے دیکھکر آپ ہنسے اور میرے جی کی بات تاڑ گئے۔ پھر آپ نے مجھے پکارا کہ اسے ابوہریرہؓ میں نے کہا کہ لبیک یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا کہ میرے ساتھ آؤ۔ یہ فرماتے ہوئے آپ آگے بڑھ گئے میں پیچھے پیچھے ہولیا آپؐ مکان کے اندر داخل ہوگئے میں نے بھی اندر آنے کی اجازت طلب کی

پؐ نے فرمایا آجاؤ۔ دیکھا تو ایک پیالہ دودھ کا رکھا ہوا تھا۔ آپ نے گھر کے لوگوں
ے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ فلاں صحابی
فلانیہ صحابیہ نے آپ کے لئے ہدیہ بھیجا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ابوہریرہ ذرا اہل صفہ
وتو میرے پاس بلالاؤ۔ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات کھل گئی اور میں نے اپنے دل میں
ہا کہ اتنے سے دودھ میں بھلا اہل صفہ کا کیا کام چلے گا ہیں البتہ حاجت مند
ھا اس میں سے چند گھونٹ مجھے مل جاتے تو میرا کام بن جاتا لیکن کرتا کیا اللہ د
سول کے حکم کے امتثال سے چارہ نہ تھا۔ اہل صفہ کے پاس گیا اور انکو بلا لایا
ن سب لوگوں نے بھی اندر آنے کی اجازت طلب کی اور اجازت کے بعد
سب کے سب اندر داخل ہوئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ اسکے بعد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پکارا کہ ابوہریرہ! میں نے عرض کیا کہ جی حاضر ہوں
پ نے فرمایا کہ دودھ اٹھاؤ اور ان سب لوگوں کو پلاؤ۔ میں نے پیالہ لیکر ایک
صاحب کو دیا انھوں نے شکم سیر ہوکر پیا اور پھر پیالہ مجھے واپس کردیا میں نے
پھر اسے دوسرے شخص کو دیا انھوں نے بھی خوب شکم ہوکر پیا اور پیالہ مجھے واپس
کردیا (اسی طرح میں نے ایک ایک کرکے سب اہل صفہ کو پلا دیا) اس کے بعد
سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باری آئی اور سب لوگ تو شکم سیر ہوچکے تھے آپ نے
یالہ مجھ سے لیکر اپنے دست مبارک پر رکھا اور فرمایا کہ ابوہریرہ! میں نے عرض کیا
۔لبیک یارسول اللہ! آپؐ نے فرمایا کہ بس اب ہم اور تم صرف دونوں ہی
بچے ہیں۔ میں نے عرض کیا جی ہاں آپ صحیح فرمارہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ
چھا اب تم بیٹھو اور اسکو پیو چنانچہ میں بیٹھ گیا اور پینے لگا جب فراغت کے بعد
یالہ منھ سے جدا کیا اور سانس لی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ
اور پیو جی۔ میں نے پھر پینا شروع کردیا چنانچہ آپ برابر اسی طرح سے اور پیو جی
اور پیو فرماتے رہے یہاں تک کہ میں نے عرض کیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے
آپکو رسول بناکر بھیجا اب قطعی گنجائش باقی نہیں ہے یہ کہتے ہوئے میں نے وہ

پیالہ آپکی جانب بڑھا دیا آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور اسکو نوش فرمالیا۔

فقیہ ابواللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو کفار نے کیسی کیسی ایذائیں پہونچائیں اور فقر و فاقہ کی بھی انھیں تکلیف پہونچی مگر ان حضرات نے اسپر صبر کیا یہانتک کہ اللہ تعالیٰ نے کشائش فرمادی اور انکی ساری مشقتیں ختم ہوگئیں۔ اسی طرح سے جو شخص صبر کرتا ہے وہ انجام کار آرام پا جاتا ہے۔ چنانچہ ہر مصیبت کے بعد راحت آتی ہی ہے اور صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ مصائب پر خوش ہوتے تھے اسلئے کہ ان کے سامنے اسکا اجر ہوجاتا تھا۔

حضرت مسلم بن یسار فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ بحرین گیا وہاں ایک عورت نے میری دعوت کی جس کے ماشاءاللہ بہت اولاد تھی۔ نوکر چاکر اور دوست احباب تھے ہر طرح کی راحت کا سامان تھا مالداری تھی لیکن میں نے دیکھا کہ وہ مغموم رہا کرتی تھی جب میں وہاں سے آنے لگا تو اس سے کہا کہ کچھ ضرورت ہو تو کہیئے اس نے کہا ہاں ضرورت یہ ہے کہ آپکا جب دوبارہ ہمارے دیار میں آنا ہو تو غریب خانہ پر قیام کیجئے گا۔ چنانچہ میں عرصہ تک سفر میں رہا وہاں میرا جانا نہیں ہوسکا کئی سال کے بعد پھر وہاں گیا اور اس کے مکان پر پہونچا دیکھا تو دروازے پر نہ کوئی نگراں ہے نہ چوکیدار دروازہ پر سے آواز دی اور اندر آنے کی اجازت چاہی تو کیا ہوں کہ وہ عورت خود اندر سے ہنستی ہوئی نکلی اور نہایت خوش و خرم تھی۔ میں نے کہا کہو یہ کیا حال ہے اس نے کہا کہ تمھارے اس دفعہ کے چلے جانے کے بعد سے یہ ہونے لگا کہ جب بھی سمندری سفر پر جہاز میں تجارتی سامان لیکر کسی کو بھیجا وہ سب دریا برد ہوگیا۔ اور جو سامان خشکی کی راہ سے بھیجا تو وہ بھی کسی نہ کسی حادثہ کا شکار ہی ہوگیا۔ جب مال و متاع سب ختم ہوا تو نوکر چاکر بھی سب چھوٹ گئے (یا مرمرا گئے)۔ اور میرے سب بچوں کا بھی انتقال ہوگیا۔ میں نے ازراہ تعجب اس سے کہا کہ خدا کی بندی اللہ تجھ پر رحم کرے میں جب پہلی بار آیا تھا اور تیرا حال

جیا تھا تو تجھے مغموم دیکھا تھا اور آج (جبکہ مال - خدم اور اولاد' احباب سب ختم ہوگئے ہیں تو) تو خوش نظر آرہی ہے اسمیں کیا راز ہے میں سمجھ نہیں سکا - اس نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میرے پاس مال کی کثرت تھی تو میں ڈری اور میں نے یہ خیال کیا کہیں ایسا تو نہیں کہ اللہ تعالےٰ نے میرے حسنات کو جلد ہی دنیا ہی میں دیدیا ہو اس لئے مغموم رہا کرتی تھی لیکن جب میرا سب مال ختم ہوگیا اور اولاد بھی سب مرگئی' احباب بھی سب رخصت ہوگئے تو مجھے امید ہوئی کہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سبکو میرے لئے توشۂ آخرت بنا دیا ہے یہ خیال کر کے میں مسرور ہوگئی -

حضرت حسن بصریؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک صحابی نے ایک عورت کو دیکھا جس کو وہ جاہلیت میں پہچانتے تھے اس سے کچھ بات چیت کی اور جب وہ جانے لگی تو یہ اسکی طرف دیکھتے رہے اتنے میں ایک دیوار گری جسکی وجہ سے انکا چہرہ زخمی ہوگیا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپکو واقعہ کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمانا چاہتے ہیں تو اسکو دنیا ہی میں سزا دیدیتے ہیں -(یہ تمھاری بدنظری کی سزا ہے)

حضرت علی بن ابیطالبؓ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ کیا میں تمکو کتاب اللہ کی ارجیٰ آیت نہ بتلا دوں' لوگوں نے کہا ضرور ارشاد فرمائیں تو آپنے یہ آیت پڑھی (سب سے زیادہ امید والی) وَمَآ اَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ - یعنی (دنیا میں) تمھیں جو کچھ مصیبت پیش آتی ہے وہ تمھارے ہی کرتوت کی پاداش ہے - اور اللہ تعالیٰ تو بہت ساری خطاؤں کو معاف فرما دیتے ہیں - معلوم ہوا کہ دنیوی مصیبت کا سبب ارتکاب معاصی ہوا کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ دنیا میں اس پر سزا دیدیتے ہیں تو انکی شان کرم سے یہ بعید ہے کہ وہ دوبارہ اسکو عذاب دیں - حضرت عائشہ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کو جو تکلیف بھی پہونچتی ہے خواہ کانٹا ہی کیوں نہ گڑ جائے یا اس بھی کم کوئی تکلیف ہو تو اللہ تعالیٰ اسکی وجہ سے اسکا ایک گناہ معاف فرما دیتے ہیں - تم الباب -

انتیسواں باب
(مصائب پر صبر کرنے کا بیان)

فقیہ ابوالليث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ عبدالرحمن بن غانمؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے تھے کہ میرے ایک لڑکے کا انتقال ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (تعزیۃ کے طور پر) مجھے یہ تحریر فرمایا کہ ——— محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیجانب سے معاذ بن جبل کے نام السلام علیک ۔ سب سے پہلے میں اللہ پاک کی حمد بیان کرتا ہوں کہ لا الہ الا ھو ۔ اما بعد ۔ اللہ تعالے تمھیں اس سانحہ پر اجر عظیم سے نوازے اور تمھیں صبر جمیل عطا فرمائے اور ہمکو اور تمکو شکر کی توفیق عطا فرمائے ۔ پھر یہ سمجھو کہ ہمارے یہ نفوس، ہمارے اموال، ہمارے اہل وعیال اور اولاد وغیرہ اور ان سب کے اموال یہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی مواہب اور خوشگوار عطایا ہیں جو ہمارے پاس امانت اور بطور عاریت کے استعمال کو ملی ہیں جنھیں ہم ایک مدت مقررہ تک استعمال کرتے ہیں پھر جب خدا کو منظور ہوتا ہے اسکو واپس لے لیتا ہے چنانچہ جب خدا تعالیٰ عطا فرمائیں تو ہم پر شکر فرض فرمایا اور جب لے لیں تو صبر کی تلقین فرمائی ۔ اسکے بعد سنو کہ تمھارا یہ بچہ بھی حق تعالیٰ کی مبارک بخششوں میں سے ایک بخشش تھا اور اسکی عاریۃ پر دی ہوئی ایک امانت تمھارے پاس تھی خدا نے خوشی اور مسرت کے ساتھ تمکو اس سے نفع اٹھانے کا موقع عنایت فرمایا اور جب واپس لینا چاہا تو اسپر بڑا اجر مقرر کیا اگر تم صبر کیا تھا اسپر راضی رہے اور اسپر اجر وثواب کا عقبیٰ رکھا تو اب اے معاذ! ایسا نکرنا کہ جزع فزع کرکے اپنے اجر آخرت کو ضائع کردو اور پھر قیامت میں اسپر نادم ہونا پڑے (کہ بچہ تو جانیوالا ہی تھا وہ تو واپس آنہ سکا اور بیصبری کی وجہ سے ثواب آخرت بھی نہ ملا)

(باقی آئندہ)

حضرت نے زبانی بندہ کو کہلا بھیجا کہ اول تو ترمت آ اور جو آتا ہے تو اعتدال کے موسم میں آنا کہ کیفیت گرمی کی اور جہاز کی اب بہت ہونے لگی ہے ۔ گو یہ کاہل مصیبت زدہ اس لائق کب ہے کہ چند سے مکہ معظمہ میں قیام کر سکے چند در چند مانع پیش آتے ہیں مجبور اگر آپ سے ہو سکے تو بہتر ہے الغرض ترک کر کے عرب جانا مناسب ہے ۔ مگر یہ سب امور جب ہیں کہ تمکو اس مرض حال سے صحت ہو جاوے اب تو اس مرض کا بظاہر تردد ہو گیا ہے ۔ حق تعالیٰ صحۃ کامل عطا فرماوے ۔ فقط ۔

(۷۱) عنایت فرمائے بندہ حکیم عبدالعزیز خاں صاحب دام الطافہم ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند ۔ مہربانی نامہ پہونچا احوال معلوم ہوئے مخالفت اہل پنجلاسہ پر کیا خیال کرتے ہو ہر روز اہل حق کے ساتھ خرخشہ رہتا ہے ۔ جو کچھ تم سے ہو سکے کر دو باقی وہ جانیں انکا کام ۔

دوسرے امر میں اب ایک بات آپکو بتلا دوں اسکو ضرور کرنا جناب مرشدنا[ص] کی صورت کا تصور باندھو کہ وہ جناب خود حکیما ہیں اعنی حضرت بصورۃ حکیما بنے ہوئے ہیں

ص ۔ (قولہ : جناب مرشدنا کی صورت کا تصور باندھو الخ)

راقم عرض کرتا ہے کہ یہ عمل کہ انسان اپنے شیخ کا تصور کرے ، صوفیاء کے نزدیک "تصور شیخ" کہلاتا ہے ۔ بعض مشائخ اسکو مفید جانکر کبھی کبھی اپنے مریدین کو اسکی تعلیم فرماتے تھے اور بعض دوسرے مشائخ جن پر اتباع سنت اور شریعت کا غلبہ ہوتا تھا اسکو خلاف شرع بلکہ شرک قرار دیکر اس سے منع فرماتے تھے ۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ اگرچہ خود محدث اور متبع سنت بزرگ تھے تاہم حضرت حاجی صاحبؒ کی تعلیمات کا اثر لئے ہوئے تھے اور اس سلسلہ میں مشائخ اہل حق کے اختلاف فرمانے کی وجہ سے اعتدال کی راہ پر تھے یعنی نہ ہر مرید کے لئے اسکو مفید ہی سمجھتے تھے اور نہ مطلقاً اسکو شرک ہی قرار دیتے تھے اور یہی طریقہ صحیح اور اعدل بھی ہے کہ اہل کو اسکی تعلیم دی جا سکتی ہے اور نا اہل کو اس درطہ سے دور ہی رکھنا چاہیئے ۔ (بقیہ حاشیہ ص ۱۳۹)

اس تصور کو وقت فرصت ہمت اور محنت کر کے کرو اور جتنے وظائف تم اس مقصود کے واسطے پڑھتے ہو سب ترک کر دو۔ اور دور جانا ابھی تا رمضان ملتوی رکھو۔ ہاں اگر کبھی صورۃ روزگار یا اور نفع کی ظاہر دیکھو مضائقہ نہیں۔ میرا جواب واقعی مختصر ہوتا ہے

صؔم چنانچہ اسی مسئلہ پر ہمارے پیرومرشد حضرت مصلح الامۃ شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہٗ نے اپنی تصنیفات میں ایک موقع پر نہایت محققانہ کلام فرمایا ہے ناظرین کے افادہ کے لئے وہ یہاں بعینہٖ درج کیا جاتا ہے۔

صاحب ترصیع الجواہر المکیہ نے "اشارِ ذکر" کے آداب کا ذکر کرتے ہوئے ایک ادب یہ بیان فرمایا کہ، سابعہا ان یخیل شخص شیخہ بین عینیہ وھذا آکد الآداب عندھم (یعنی ذکر کے درمیان کا ساتواں ادب یہ ہے کہ اپنے شیخ کو تصور میں اپنی آنکھوں کے سامنے رکھے اور یہ ادب جملہ آداب ذکر میں ان حضرات کے نزدیک سب سے موکد ادب ہے)

یہ لکھ کر اپنے ہی قول ان یخیل (یعنی شیخ کا تصور کرے) پر خود صاحب ترصیع نے منہیہ یعنی حاشیہ لکھا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے:۔

(قولہ: ان یخیل) مؤلف فرماتے ہیں کہ ــــ میں کہتا ہوں کہ یہ چیز (یعنی تصور شیخ) مجھ پر بہت شاق گذرتی تھی، اور اسکے کرنے سے میرا ذوق ابا کرتا تھا اسلئے کہ مجھے یہ گوارا نہ ہوتا کہ (ذکر کے وقت) میرے سامنے میرے رب کے علاوہ کوئی غیر موجود ہو اور میری سمجھ میں اسکی حکمت بھی نہ آئی کہ مشائخ نے اسکے لئے جو فرمایا ہے تو آخر اس سے انکا مقصد کیا ہے؟ آیا مرید کو مؤدب بنانا ہے کہ وہ جس طرح شیخ کے سامنے مؤدب رہتا ہے اس تصور کے بعد اسوقت بھی ویسا ہی رہے یا شیخ کے قلب سے اسکے قلب میں مدد کا سلسلہ جاری رہے یا اور کوئی غرض ہے میں اسکے سمجھنے سے قاصر رہا ــــ بہرحال میں نے جو اسکو یہاں اس کتاب میں بیان کیا ہے تو کچھ اپنے ذوق کے تقاضے سے نہیں بیان کیا ہے بلکہ مشائخ چونکہ اسکو بیان فرماتے ہیں اسلئے میں نے انکی بات نقل کر دی۔ لہٰذا تمہیں اصرار بھی نہیں کرتا اگر تمہارا ذوق بھی ابا کرتا ہو تو اپنے نفس کو اسپر مجبور نہ کرنا" انتہیٰ کلامہ فی الحاشیۃ صؔم

خصوصاً آپ کے نزدیک ۔ آدمی کو غلبہ حال میں کلام طویل ہوتی ہے اور اسکا دل مقصد کے کلام سے دل نہیں بھرتا بلکہ جسقدر کہے یا لکھے وہ تھوڑی معلوم ہوتی ہے اور مضامین پیدا ہوتے چلے جاتے ہیں مگر جواب اوسکا اگر دیکھا جائے

[۴۴] چنانچہ مصنف کے اس قول پر کہ ــــــ یہ چیز (یعنی تصور شیخ) مجھ پر بہت شاق گذرتی تھی ہمارے حضرت مصلح الامۃؒ نے تصور شیخ کے مسئلہ پر ایک محققانہ تقریر فرمائی اسوقت اسی کو یہاں بیان کرنا مقصود ہے ۔

فرمایا کہ ــــــ "میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ پر علماء ظاہر کو ہر زمانہ میں انکار رہا ہے کیونکہ بظاہر یہ شرک معلوم ہوتا ہے مگر مولانا رومؒ نے اسکی عجیب و غریب تعبیر فرمائی ہے جس سے انکی شانِ تحقیق کا اندازہ لگتا ہے ۔ فرماتے ہیں ؎

چوں خلیل آمد خیالِ یارِ من صورتش بت معنی او بت شکن

یعنی میرے دوست (مراد شیخ) کا تصور جو میرے قلب و ذہن میں آیا تو وہ مثل خلیل علیہ السلام ہو کر آیا اسکی صورت تو بیشک بت ہے مگر اسکے معنی اور حقیقت بت شکن ہیں جس طرح سے کہ حضرت خلیلؑ بت شکن تھے ۔

مطلب یہ کہ جو حضرات تصور شیخ کو مضر اور شرک فرماتے ہیں مولانا رومؒ نے انکار نہیں فرمایا بلکہ یہ تفصیل فرمادی کہ اگر کوئی شخص شیخ ہی کو مقصود بنالیتا ہے اور اسکی ذات پر قناعت کرلیتا ہے تب تو بلاشبہ یہ ایک قسم کی بت پرستی ہے کہ قلب کو غیر اللہ کے ساتھ مربوط کرنا ہے لیکن اگر اسکو صرف ذریعہ اور واسطہ بنایا جائے حق تعالیٰ سے تعلق کا اور اس سے گذر کر حق تعالیٰ تک پہونچا جائے تو پھر یہی چیز قلب سے غیر اللہ کے نکالنے اور دور کرنے کا سبب بھی ہو جائیگی ۔ اس معنی کر گویا یہ بت شکنی ہے نہ کہ بت پرستی

سبحان اللہ! کیسی عمدہ تحقیق ہے اور کیسا لطیف محاکمہ فرمایا ہے جسکا حاصل یہ ہوا کہ یہ راستہ ضرور ہے مگر ہے پر خطر لہذا جو اہل ہو وہ اسکو اختیار کرسکتا ہے یہ ہر کس و ناکس کیلئے نہیں ہے ۔

حضرتؒ (مولانا تھانوی) کبھی کبھی اس قسم کے مضامین بیان فرماتے تو اہل مجلس جھوم جاتے تھے

تصور شیخ کے متعلق یہ کلام مولانا روم کا آپ نے ملاحظہ فرمایا اب اپنے اکابر
[۴۴]

تو ایک ہی بات ہوتی ہے لہٰذا اسکے جواب میں بندہ کا خط بہت مختصر معلوم ہوتا ہے اور اب بھی جو ایک علاج لکھا ہے مختصر ہے سو تم اس مشق کو خوب مزاولت کرو اور جب علاج معالجہ سے فرصت ہو جایا کرے اس شغل کو کرو

میں سے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کی تحقیق بھی پیش کرتا ہوں اپنے ایک مرید منشی محمد قاسم صاحب کو تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

"تم نے تصور شیخ کو پوچھا تھا اے برادر تصور شیخ متقدمین صوفیہ نے جو لکھا ہے اسمیں یہ قید کی ہے کہ محبت و تعظیم کے سوا اور اس سے زیادہ جو کچھ امور ہوئے ہیں بعض متاخرین سے بفرط محبت یا بطرز غلط فہمی کے وہ سب امور اصل تصور شیخ سے باہر ہیں اور جن لوگوں نے منع کیا ہے اس آخر کو منع کیا ہے مزاول طریق کو اور اصل یہ ہے کہ جیسے تصور دیوار و در کا یا جیسے اپنے کسی آشنا کا بلکہ اپنے کسی معشوق کا ممنوع نہیں تصور شیخ کو اس سے محبت دینی ہے ممنوع نہیں ہاں اسکو حاضر و ناظر سمجھ لینا یا ممد و معاون جاننا یا فرطِ تعظیم (کو عبادت کے مرتبہ پر پہونچا دے) کرنا یہ امور شرکیہ سب ممنوع ہیں ۔

قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز سے آدمی کو لگاؤ ہوتا ہے اسکا تصور ہوا کرتا ہے اور جس چیز کا اکثر تصور کرے اس سے ایک لگاؤ ہو جاتا ہے اور محبت و عقیدت کا مضبوط ہو جانا اور طبیعت کا ایک جانب لگ جانا (جسکو یکسوئی کہتے ہیں) اس راہ میں نہایت مطلوب ہیں ۔ اسلئے ان بزرگواروں نے اسکو تجویز کیا ورنہ طالبِ خدا کو سوا خدا کے کسی سے کیا کام پڑا ہے ۔ بلکہ اتنی توجہ ہر چند شرعاً ممنوع نہیں مگر طریق صوفیہ کہ صفائی توحید پر اسکی بنا ہے اسکے خلاف ہے کہ اتنا بھی خیال غیر کا رہے اسی امر کی طرف مولانا رومؒ اس شعر میں اشارہ فرماتے ہیں ؎

چوں خلیل آمد خیالِ یارِ من ۔۔۔ صورتش بت معنیٔ او بت شکن

اے برادر بندگی اور خدمت مطلوب ہے اور یہ سب حیلہ اور وسیلہ کی باتیں ہیں ہوں یا نہ ہوں ۔ ہر زمانہ میں طرز تصوف کا بدلا اور ہر شیخ نے ایک طریق

آپکو اس میں یقینی نفع ہوگا ایسا تکرنا کچھ اور تخیل باندھکر نہ کرو۔ اور سب لطائف کا ترک کردینا بھی ضرور جانو۔ زبانی نفقط لاملجأ و لامنجأ من اللہ الا الیہ ؕ بہ نیت رفع شرھا سدال و حصول مقاصد پسندیدۂ حق تعالیٰ پڑھو اسمیں کوئی مقدار اور

صہ

جدا ہوتا ہے ۔ اس زمانہ میں اتباع سنت اور استقامت شریعت پر اصل ہے اور بہتیرے امور پہلے جب تک ان سے خرابی نہیں نکلتی تھی اور اب وہ مکروہ ہیں کہ منشاء کتنی خرابی کے ہیں ۔

اول تو تصور کوئی چندان ضروری امر نہیں اعتقاد اور محبت اور توحید مطلب کافی ہے ۔ اور اگر ہو تو محبت اور تعظیم سے ہو اس سے زیادہ سراسر خرابی ہے

(مکتوبات یعقوبیہ ص۲۷)

میں کہتا ہوں کہ دیکھئے ہمارے حضرات کا بھی گو اس شغل پر عمل نہیں تاہم یہ حضرات اسکی حقیقت اور اسکی مصلحت سے بے خبر نہ تھے اسکی حکمت اور اسکی نصرت دونوں کو صاف صاف بیان فرمادیا۔ میں اسمیں اتنی بات اور کہتا ہوں کہ یہاں دو صورتیں الگ الگ ہیں ۔ ایک تو یہ کہ شیخ کا تصور بالارادہ اور بالقصد کیا جاسکے اور اسکی صورت پیش نظر کی جائے ، اور ایک صورت یہ ہے کہ شیخ کا تصور خود بخود قلب میں قائم ہوجائے چنانچہ ایسا بکثرت ہوتا ہے کہ لوگ اپنے شیخ کو لکھتے ہیں کہ جب ذکر کرنے کے لئے بیٹھتا ہوں تو آپکو اپنے سامنے پاتا ہوں یا جب کوئی کام کرتا ہوں تو آپ کو اپنے ساتھ دیکھتا ہوں اور اس میں مرید کی بھی تخصیص نہیں بہت سے لوگ جو مرید نہیں بھی ہیں انھوں نے اپنا حال بیان کیا ہے کہ فلاں بزرگ کی وجہ سے ہم گراہی سے بچ گئے اسلئے کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ہر وقت وہ ہمارے ساتھ ہیں حالانکہ ان بزرگ نے نہ اسکو تصور شیخ کی تعلیم دی تھی اور نہ یہ اسکے معمولات میں ہی داخل تھا اسکے متعلق کہتا ہوں کہ اس قسم کا تصور جو از خود ہو منع نہیں ہے بلکہ اس کے جائز ہونے پر سب کا اتفاق ہے چنانچہ اسکا نفع بھی مشاہد ہے کہ لوگ اسکی وجہ سے بہت بہت معاصی سے بچ جاتے ہیں اور کتنوں کو اسکی وجہ سے طاعت کی توفیق ہوجاتی ہے ۔ بات یہ ہے کہ اس تصور کا منشا شیخ سے تعلق

دہم

وقت معین نہیں ہے جسقدر ہو سکے جس وقت ہو پڑھو اور علاج جانکر دونوں
کام کی خوب مزاولت رکھو۔ فقط۔ والسلام۔
(۷۲) حکیم عبدالعزیز خاں صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط مع نور نامہ

اسکی محبت اور اس سے مناسبت ہے اور کسی مرید کو جب شیخ سے محبت ہو جائیگی تو وہ
شیخ کا تصور کرے گا تھوڑا ہی' وہ تو خود بخود ہر وقت اسکے تصور میں رہا کرے گا۔
یہی مطلب ہے مولانا روم کے اس ارشاد کا کہ ع صورتش بت معنی او بت شکن
یعنی اگر شیخ کو محض اسکی صورت و شکل ظاہری کے لحاظ سے دیکھو تو اس میں اور بت میں کوئی
فرق نہیں ہے جس طرح سے اور دوسرے بت خدا سے حاجب اور مانع ہوتے ہیں اسی طرح سے
یہ بھی حاجب ہو جائیگا بلکہ دوسروں سے زیادہ ہوگا اسلئے کہ دوسرے بت کو تو آدمی برا بھی
سمجھتا ہے اور اسکو برا بھی نہ جانے گا۔
لیکن اگر ظاہری صورت سے قطع نظر کر لیا جائے اور اسکے معنی کا لحاظ کیا جائے یعنی اسکے
تعلق مع اللہ کو دیکھا جائے اور اسکی معیت الہیہ اور اسکی روحانیت پیش نظر رکھی جائے تو اسمیں
شک نہیں کہ اس جہت سے اسکا تعلق اور اسکی محبت دیگر تعلقات اور علائق کو ختم بھی کر دینے والی
ہیں (اور چونکہ وہ سب علائق بمنزلہ بت کے ہیں کہ خدا کے تعلق کیلئے حاجب ہیں) اسلئے اس
اعتبار سے اسکا یہ معنوی تصور بت نہیں ہے بلکہ بت شکن ہے۔
اسی کو یوں سمجھئے کہ اصل میں تو ہادی اللہ تعالیٰ ہیں اور حضرات صوفیہ اس عالم کو اللہ تعالیٰ
کا مظہر کہتے ہیں پس حضرات انبیاء علیہم السلام اور حضرات اولیاء کرام بھی اللہ تعالیٰ کی صفت ہادی
کے مظہر ہیں لہٰذا معنیٔ او بت شکن میں معنیٰ سے مراد یہی انکی مظہریت ہے کیونکہ جس طرح
اللہ تعالیٰ کسی کی ہدایت کے لئے کبھی خواب میں اسکو تنبیہ فرما دیتے ہیں یا کوئی فرشتہ بھیجدیتے
ہیں یا کسی ہاتف غیبی کے ذریعہ متنبہ فرما دیتے ہیں (ان سب کو لطائف غیبیہ کہا جاتا ہے)
اسی طرح سے شیخ بھی چونکہ مظہر ہدایت ہے اسلئے اگر کسی کو اسکے ذریعہ بھی کبھی تنبیہ فرما دیں
تو اس میں کیا بعد ہے؟ یہی وجہ ہے کہ سالک کبھی اسکو بدون قصد تصور اور بلا شوق تصور

جناب مرشدنا آیا ۔ حضرت کے ہدایت نامہ کو دیکھکر وہ شبہ عشق مجازی پیچ تھا رفع ہوگیا اور آپ کو بھی واضح ہوگیا ہوگا کہ جناب مرشدنا کی تحریر کی جو بندہ نے شرح کی تھی درست تھی اور کتابوں میں اور حضرت کے خط سے جو مطلق جواز

گئے تھے اسپنے روبرو موجود پاتے ہیں یہ بھی ایک خدائی ہدایت ہے جس طرح سے کہ خود قرآن شریف میں حضرت یوسفؑ کے واقعہ میں آتا ہے کہ جب زلیخا کے ساتھ بیت میں خلوت ہوئی اور اس نے دروازے بند کر دیئے ۔ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۔ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ترجمہ : اور کہنے لگی آجاؤ تم ہی سے کہتی ہوں یوسف علیہ السلام نے کہا اللہ بچائے وہ میرا مربی ہے کہ مجھکو کس اچھی طرح رکھا ۔ ایسے ایسے حق فراموشوں کو فلاح نہیں ہوا کرتی ۔

اسکے بعد ارشاد فرماتے ہیں وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ۔ ترجمہ : اور اس عورت کے دل میں تو انکا خیال جم ہی گیا تھا انکو بھی اس عورت کا خیال ہو چلا تھا اگر اپنے رب کی دلیل کو انھوں نے نہ دیکھا ہوتا

اسکے متعلق مفسرین لکھتے ہیں کہ ــــ برہان میں ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت یعقوبؑ ممثل ہوئے اور انھوں نے حضرت یوسفؑ کے سینہ پر ہاتھ مارا جسکی وجہ سے وہ خیال (جو ایسے موقع پر آسکتا تھا) آپ کو نہیں ہوا یا انکی شبیہ اس طرح سے سامنے ممثل ہوئی کہ دانتوں تلے انگلی دبائے ہوں اور کہہ رہے ہوں کہ یوسف خبردار ! تم اللہ کے نبی ہونے والے ہو ایسا ارادہ نکرنا ۔ اسی طرح سے آپ محفوظ رہے ۔ سبحان اللہ

پس اسی طرح سے اللہ تعالیٰ کسی مقبول بندہ سے بھی اگر مخلوق کی اصلاح کا کام لے لیں تو اس میں کیا استبعاد ہے ۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشآء ۔

معلوم ہوتا تھا وہ بات نہیں کھلی - بتدی کو مضر ہے اور منتہی کو مفید - بندہ دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو کامیاب فرما دے اگر مقدر ہے تو نصیب ہو گا یہ دنیا ساری عمر عقب گذاری نہیں ہونے دیتی جو کچھ ذکر ہو جاوے وہ ہی کام آوے گا - فی الواقع کوئی شے شوق سے زیادہ نہیں - صاحب شوق کو کوئی چیز مانع نہیں ہوتی جس کو شوق ہوتا ہے وہ حسب لیاقت واستعداد ضرور کچھ لیجاتا ہے - اور بدون شوق ساری عمر کی محنت کبھی کھوڑا حظ دیتی ہے آپ کو شوق لگا ہوا ہے سو خالی نہ جاوے گا - نالاں وگریاں ہونا ہی کافی ہے -

ولایت نظری کے یہ معنی ہیں کہ بعض وقت بدون اختیار عارف کے ایسا آجاتا ہے کہ عارف کی نظر اور توجہ میں اثر ہوتا ہے کہ جسکی طرف متوجہ ہوتے ہیں اوس پر ایک اثر پڑتا ہی جس سے وہ ملون ہو جاتا ہے مثل آفتاب کے کہ جب وہ نمایاں ہوتا ہے تو ہر شے پر اسکی شعاع ہوتی ہے مگر طبع مصفا قابل ہوتی ہے تو انوار کا عکس آتا ہے اور نہیں تو حرارت کا اثر ہوتا ہے - اوس میں بھی تفاوت استعداد ہے آئینہ پر نور زیادہ اور عاج پر کم پتھر پر گرمی زیادہ اور گارے پر کم علیٰ ہذا پھر جو وہ عکس بزرگ کا قائم ہو گیا فبہا اور جو زائل ہو گیا تو پھر ویسا ہی رہ گیا - یہ بھی تفاوت رکھتا ہے - تو یہ امر اتفاقی ہے، بے اختیاری اس پر کوئی اتکلا کرکے نہیں بیٹھتا - اپنا سر مارنا اور مجاہدہ مشروط ہے - اور اپنا ہی کیا حال قائم ودائم لاتا ہے - الغرض اب آپ ملازمت پاس انفاس بہت رکھیں اور اوس پر زیادہ توجہ رہے اور وظائف داورا د زبانی جو ارشاد حضرت ہیں انکو بھی کرتے رہیں جو مقدر ہے سلے گا - اور تمھارے حال پر جسقدر توجہ حضرت کی ہے وہ مخفی نہیں ہے اور یہ کمیت محض بت بنا ہے -

(باقی آئندہ)

Monthly

Regd. No.L2/9/AD-111

March 1986

WASIYATUL IRFAN

2 , Buxi Bazar Allahabad

پریس اور رجسٹریشن آف بکس ایکٹ ۱۸۶۷ء (سنہ ۱۹۵۶ء میں ترمیم شدہ) کی دفعہ ۱۹ ڈی کے قاعدہ ۸ کے مطابق ماہنامہ وصیۃ العرفان کی ملکیت وغیرہ کے بارے میں مندرجہ ذیل تفصیلات شائع کئے جاتے ہیں

(۱) مقام اشاعت :- الہ آباد

(۲) وقفہ اشاعت :- ماہوار

(۳) پرنٹر کا نام، قومیت اور پتہ :- مولوی عبد المجید۔ ہندوستانی۔ ۲ دائرہ شاہ اجمل [?] (printed: دائرہ) — دریاباد گنج؟

(۴) پبلشر کا نام، قومیت اور پتہ :- صغیر حسن۔ ہندوستانی۔ ۱۰۸ اٹالا پور۔ الہ آباد

(۵) اڈیٹر کا نام، قومیت اور پتہ :- مولوی عبد المجید۔ ہندوستانی۔ ۲ دائرہ [?]۔ الہ آباد

(۶) ان اصحاب کے نام جو اس رسالے کے مالک یا حصہ دار ہیں یا جنکے تمام سرمایہ کے ایک فیصدی سے زیادہ کے حصہ دار ہیں :- مولوی احمد متین صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد

میں صغیر حسن اعلان کرتا ہوں کہ مذکورہ بالا تفصیلات میرے علم و یقین کے مطابق درست ہیں۔

دستخط : صغیر حسن (پبلشر)


دینی اصلاحی ماہوار رسالہ
مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۴ بخشی بازار الہ آباد

حاملِ مضامینِ تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ ششماہی
سولہ روپئے ۱۶
چندہ سالانہ غیر ممالک
...

چندہ سالانہ
تیس روپئے ۳۰
چندہ سالانہ غیر ممالک
پاکستان - بذریعہ ہوائی ڈاک / بحری ...
عرب ممالک ...
امریکہ ...

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ | مدیر: عبد المجید عفی عنہ | تین روپئے

شمارہ ۴ | رجب المرجب ۱۴۰۶ھ مطابق اپریل ۱۹۸۶ء | جلد ۹

فہرست مضامین

ترسیلِ زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار - الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر مینیجر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ - بخشی بازار - الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲ - ۹ - اے - ڈی -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(ایک چراغ اور بجھا)

(آہ! حضرت مولانا شاہ ڈاکٹر عبدالحئی صاحب پھولپوری ثم کراچوی رحمۃ اللہ علیہ)

محترم جناب شاہ ڈاکٹر عبدالحئی عارفی (علیہ الرحمۃ) کی وفات حسرت آیات کی خبر سنکر شدید رنج وغم ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ حضرت عارفی علیہ الرحمۃ کو درجات عالیہ اور جملہ پسماندگان اور متوسلین کو صبر جمیل اور اجر جزیل عطا فرمائے۔ (آمین)

بلاشبہ یہ سانحہ ملت اسلامیہ کیلئے ناقابل تلافی نقصان ہے، اور یہ وہ حادثہ ہے جس پر ہر دردمند اور باہوش مدتوں اشکبار رہیگا ؎

دل کے جانے کا شدیدی حادثہ ایسا نہیں   کچھ نہ روئے آہ گر ہم عمر بھر رویا کئے

محترم جناب ڈاکٹر صاحب علیہ الرحمۃ "بزم اشرف" کی وہ شمع ضیابار تھے جسکی ضوفشانیوں سے صرف ہندو پاک ہی نہیں بلکہ سارا عالم منور تھا، علم وفیض کا سرچشمہ تھے جس کے سوتے ایک خلق عظیم کو سیراب کر رہے تھے آپ ظاہر و باطن کے وہ طبیب حاذق تھے کہ آپکے دست شفا اور نظر کیمیا اثر سے مریض جسمانی و روحانی شفایاب ہوا کرتے تھے

حضرت عارفی قدس سرہ العزیز حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ان منتخب خلفاء میں سے تھے جنکی ذات بابرکت اور صحبت فیض اثر سے علماء کرام، عامۃ المسلمین، علوم مغربیہ کے ماہرین اور ارباب دول سب ہی مستفیض ہو رہے تھے۔ ادھر تیرہ چودہ سال سے آپؒ (رشد وہدایت، اصلاح امت کیلئے) کراچی (پاکستان) میں قیام پذیر تھے مگر اسکے باوجود آپؒ کے تعلقات اپنے دیرینہ رفقاء اور اہل وطن سے بدستور قائم رہے ہمارے حضرت مصلح الامۃ قدس سرہٗ العزیز کیلئے خصوصی ربط وتعلق تھا اور مابین سے برابر مکاتبت کا سلسلہ جاری رہا۔ ان خطوط سے باہمی تعلقات پر روشنی پڑتی ہے چند خطوط کے کچھ اقتباسات پیش ناظرین ہیں۔ حضرت عارفی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مصلح الامۃ قدس سرہٗ العزیز کو تحریر فرماتے ہیں —— آپکی یاد اکثر آتی ہے اور ذکر ہو جایا کرتا ہے آپ کے (بقیہ ص ۲۴ پر)

آگے اہل اعراف کا حال بتلاتے ہوئے فرمایا کہ وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے مگر اسکے امیدوار ہیں اسکے بعد ارشاد ہے وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ الآیۃ یعنی جب اہل اعراف کی نظر اہل جہنم پر پڑیگی اور ان کے عذاب اور مصیبت کو مشاہدہ کرینگے تو اللہ سے پناہ مانگیں گے کہ ہمیں ان ظالموں کے ساتھ نہ کیجئے۔

(اسکے آگے بیان ہے کہ) اہل اعراف اہل جہنم کو خطاب کرکے بطور ملامت کے یہ کہیں گے کہ دنیا میں تمکو جس مال و دولت اور جماعت اور جتھہ پر بھروسہ تھا اور جسکی وجہ سے تم تکبر و غرور میں مبتلا تھے آج وہ کچھ تمھارے کام نہ آیا۔

آخری آیت یعنی أهؤلاء الذين أقسمتم الآیۃ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب اہل اعراف کا سوال و جواب اہل جنت اور اہل دوزخ دونوں کے ساتھ ہو چکے گا اسوقت رب العلمین اہل دوزخ کو خطاب کرکے یہ کلمات اہل اعراف کے بارے میں فرمائیں گے۔ تم لوگ قسمیں کھایا کرتے تھے کہ انکی مغفرت نہ ہوگی اور ان پر کوئی رحمت نہ ہوگی، سو اب دیکھو ہماری رحمت اور اسکے ساتھ ہی اہل اعراف کو خطاب ہوگا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ نہ تم پر پچھلے معاملات کا کچھ خوف ہونا چاہیئے اور نہ آئندہ کا غم و فکر۔ (ابن کثیر)

(معارف القرآن ص۵۶۹ ج ۳)

(۷)

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝ (سورہ توبہ رکوع ۳) ——— جو لوگ اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے اور اللہ کے واسطے انھوں نے ترک وطن کیا اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کیا وہ درجہ میں اللہ کے نزدیک بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ پورے

کامیاب ہیں۔ (اسکے آگے درجہ اور فوز کا بیان ہے کہ) ——— ان کا رب انکو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے بڑی رحمت اور بڑی رضامندی اور (جنت کے) ایسے باغوں کی کہ انکے لئے ان (باغوں) میں دائمی نعمت ہوگی (اور) ان میں یہ ہمیشہ کو رہیں گے بلاشبہ اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔

(آیت بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اپنی جان و مال سے اللہ کے راستہ میں جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک درجے میں بڑے ہیں اور پورے کامیاب یہی لوگ ہیں کیونکہ ان کے مقابلہ میں جو مشرک ہیں انکو کامیابی کا کوئی درجہ ہی حاصل نہیں اور جو مسلمان ہیں اگرچہ نفس کامیابی میں وہ بھی شریک ہیں مگر ان کی کامیابی اُن سے بڑھی ہوئی ہے اسلئے پورے کامیاب یہی لوگ ہیں۔ یعنی ان لوگوں کو انکا پروردگار خوش خبری سناتا ہے اپنی رحمت اور رضا کی اور ایسی جنتوں کی جن میں ان کے لئے ہمیشہ قائم رہنے والی نعمتیں ہونگی۔ اور یہ لوگ بھی ان نعمتوں میں ہمیشہ رہیں گے ان کو یہاں سے کبھی نہ نکالا جائیگا۔ بیشک اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔

(معارف القرآن ج۳ ص۴۴)

(۸)

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ؕ (ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جنکے نیچے سے نہریں بہتی ہونگی جن میں وہ ہمیشہ رہینگے اور نفیس مکانوں کا جو کہ ان ہمیشگی کے باغوں میں ہونگے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی

سب سے بڑی چیز ہے مساکن طیبۃً سے مراد مساکن ہیں جن سے نفوس کو خوشی حاصل ہو یا جن میں عیش خوشگوار ہو۔ حضرت حسنؓ سے مروی ہے کہ میں نے عمران بن حصین و ابو ہریرۃؓ سے مساکن طیبہ کی تفسیر پوچھی تو ان لوگوں نے فرمایا تم نے جاننے والے سے سوال کیا ہم لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا کہ جنت میں موتی کا ایک محل ہے اس محل میں سرخ یاقوت کے ستر گھر ہوں گے اور ہر گھر میں زمرد کی ستر کوٹھری ہوگی ہر کوٹھری میں ستر تخت ہونگے اور ہر تخت پر رنگ برنگ ستر فرش ہونگے اور ہر فرش پر حور عین میں سے ایک عورت ہوگی اور ہر کوٹھری میں ستر دسترخوان ہونگے اور ہر دسترخوان پر مختلف اقسام کے ستر کھانے ہونگے اور ہر کوٹھری میں ستر خادم اور خادمہ ہونگے اور مومن کو اتنی قوت عطا ہوگی کہ وہ ہر روز ان سب پر دَور کرے گا۔

جنات عدن کی تفسیر میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ایک خاص مکان کا نام ہے۔ حضرت ابو الدرداؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عدن اللہ تعالیٰ کے ایک دار کا نام ہے جسکو نہ تو کسی آنکھ نے دیکھا اور نہ کسی بشر کے قلب میں اسکا خطرہ ہی گذرا اس میں بجز تین شخص کے اور کوئی داخل نہ ہوگا۔ ایک تو انبیاء علیہ السلام۔ دوسرے صدیقین تیسرے شہداء اللہ تعالیٰ فرمائینگے کہ خوشی ہو اس شخص کے لئے جو اسمیں داخل ہوا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرو ابن عاص سے مروی ہے کہ جنت میں ایک محل ہوگا جسکا نام عدن ہے اسکے ارد گرد بروج ہیں اور مروج (یعنی سبزہ زار ہے) اور اس کے پانچ ہزار پھاٹک ہیں نہیں داخل ہونگے اس میں مگر نبی یا صدیق یا شہید۔ حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ عدن جنت میں ایک نہر کا نام ہے جس کے باغات اسکے گردے میں ہونگے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ عدن اصل میں استقرار ثبات کو کہتے ہیں لیکن مراد اس سے یہاں پر وہ اقامت ہے جو علی الدوام ہو۔

مساکن اور جنت دونوں ایک ہی چیز کے نام ہیں چونکہ وہاں باغات بھی

ہونگے اسلئے اسکو جنت کہدیا اور اس حیثیت سے کہ اسمیں محلات اور جائے قیام بھی ہونگے اسکو مساکن کہا پس دو اعتبار سے اسکے یہ دونوں نام بیان فرمائے۔

وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَر یعنی اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضامندی بھی اکبر ہے ان سب مذکورہ چیزوں سے رضوان اللہ کے بجائے رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰہِ اَکْبَر کا عنوان اسی مبالغہ کے لئے اختیار فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ کی تھوڑی سی رضا بھی اکبر اسلئے ہے کہ وہ جنت میں داخل ہونے کا مدار ہے اور ہر سعادت اور کرامت تک پہونچنے کا ذریعہ ہے اور وہی محبین کی حاجت کی غایت ہے اور راغبین کی آرزوؤں کا منتہا ہے شیخین نے ابوسعید خدریؓ سے تخریج کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اہل جنت کو پکاریں گے کہ اے جنت والو! وہ عرض کرینگے لبیک ربنا وسعدیک والخیر فی یدیک فرمائیں گے تم راضی ہوگئے عرض کرینگے ہم کیسے راضی نہ ہونگے حالانکہ ہم کو آپ نے وہ چیزیں عطا فرمائی ہیں کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی نہیں دیں۔ حق تعالیٰ فرمائیں گے کیا اس سے بھی افضل چیز تمکو نہ دوں۔ عرض کرینگے یا رب اس بھی افضل کیا چیز ہے؟ حق تعالیٰ فرمائیں گے میں تم پر اپنی رضامندی نازل کرتا ہوں اور اب کبھی تم سے ناراض نہ ہوں گا۔

ایک بات یہاں یہ سمجھئے کہ اس آیت میں جنت کی دیگر نعمتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضاء کا بھی ذکر فرمایا ہے لیکن اس نعمت عظمیٰ کے بیان کو دوسری نعمتوں سے علٰحدہ کردیا اور عنوان بدل دیا یعنی سب نعمتوں کو تو وعدہ کے تحت میں ذکر فرمایا اور اسکو مستقلا بیان فرماتے ہیں و رضوان من اللہ اکبر تو اسکی وجہ یہ ہے کہ جو چیزیں موعود ہیں وہ سب مخلوق ہیں اور رضاء چونکہ صفت باری تعالیٰ ہے اسلئے وہ مخلوق نہیں تو اگر

عہ ۔ یہ حدیث پہلے بھی آچکی ہے لیکن ہم اسکو مکرر اسلئے بیان کرتے ہیں کہ اسکا تکرار بھی لطف سے خالی نہیں ونعم ماقال ؎

اعد ذکر نعمان لنا ان ذکرہ　　　ھو المسک ما کررتہ یتضوع

سلک میں اسکو بھی بیان فرماتے تو یہ معلوم ہوتا کہ جس طرح اور سب چیزیں ہیں انھیں کے منجملہ ایک یہ بھی ہے حالانکہ اسکا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے تو اس کا طرز بیان بدل دیا تاکہ اس سے اسکے شرف کیجانب اشارہ ہوجائے۔

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْمُبِيْن یعنی یہ نعماے آخرت بڑی کامیابی کی چیز ہے دنیا کی نعمتیں جنکو اہل دنیا کامیابی سمجھتے ہیں وہ آخرت کی ادنیٰ نعمت کے مقابل مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوسکتی۔

حدیث شریف میں ہے کہ اگر ساری دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی حیثیت رکھتی تو اس سے کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی بھی نہ دیتا۔

اور ایک تفسیر یہ بھی ہوسکتی ہے کہ ذٰلک سے اشارہ رضوان کی طرف ہو مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی رضا، یہ فوز عظیم ہے کہ اسکے بالمقابل دنیا اور آخرت کی ساری نعتیں حقیر ہیں

(آیاتِ بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

سابقہ آیات میں منافقین کے حالات انکی سازشوں اور ایذاؤں کی اور انکے عذاب کا بیان تھا اسکے بعد مومنین مخلصین کے حالات اور ان کے ثواب اور درجات کا ذکر فرمایا۔

اور چونکہ مومن کی دوستی اور ہمدردی خالص اللہ کے لئے ہوتی ہے وہ ظاہراً و باطناً حاضر و غائب یکساں ہوتی ہے اور ہمیشہ پائدار ہوتی ہے، مومن مخلص کی علامت یہی ہے، ایمان اور عمل صالح کا خاصہ یہی ہے کہ باہم دوستی اور محبت پیدا کرتا ہے قرآن کا ارشاد اسکے متعلق ہے سیجعل لھم الرحمٰن وُدًّا یعنی جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کے پابند ہوئے اللہ تعالیٰ ان کے آپس میں تعلق اور گہری دوستی پیدا فرما دیتے ہیں — آجکل ہمارے ایمان اور عمل صالح کی کوتاہی ہے کہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات کبھی ایسے نظر نہیں آتے بلکہ اغراض کے تابع ہیں۔ (معارف القرآن ص۴۲۳ ج۴)

(۹)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُم بِإِيمَانِهِمْ (ترجمہ) جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے انکا رب انکو بوجہ مومن ہونے کے انکے مقصد تک پہونچا دے گا یعنی انکو انکے ایمان کی وجہ سے ایسے طریق پر چلنے کی توفیق دیگا جو جنت تک پہونچا دے۔ حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو پلصراط پر جنت کی جانب رہبری فرمائیں گے یعنی ایسا نور عطا کرینگے جس میں وہ چلینگے اور بعض لوگوں نے کہا ہے يَهْدِيهِمْ رَبُّهُم بِإِيمَانِهِمْ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالے انکو حقائق دین کی سمجھ عطا فرمائیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو اُن چیزوں کا علم عطا فرماتے ہیں جسکو وہ نہیں جانتا۔

علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ ایمان اور عمل صالح کی ترتیب سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں ہدایت کا سبب ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا قول بایمانھم صراحةً دلالت کرتا ہے کہ صرف ایمان ہی سبب ہے اور عمل صالح اسکے لئے تتمہ اور ردیف کی حیثیت رکھتا ہے۔

تَجْرِي مِن تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ (ترجمہ) انکے نیچے نہریں جاری ہونگی یعنی ان لوگوں کے سامنے نہریں جاری ہونگی۔

دَعْوَاهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ یعنی ان کے منہ سے یہ بات نکلیگی کہ سبحان اللہ علامہ بغوی کہتے ہیں کہ یہ کلمہ (سبحانک اللھم) اہل جنت اور خادموں کے درمیان علامت ہوگا مطلب یہ ہے کہ جب لوگوں کو کھانے کی خواہش ہوگی تو کہیں گے سبحانک اللھم خدام فوراً انکی خواہش کی چیزیں دسترخوانوں پر حاضر کردینگے ہر دسترخوان ایک ایک میل لمبا چوڑا ہوگا ہر دسترخوان پر ستر ہزار پیالے ہونگے ہر پیالے میں ایک نئے قسم کا کھانا ہوگا بعض بعض کے مشابہ نہوگا اور جب کھانے سے فارغ ہوجائینگے اللہ عزوجل کی حمد کرینگے۔ یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قول وآخر دعواھم ان الحمد للہ رب العلمین

مکتوب نمبر ۴۶۴

سوال: عرصہ سے کوئی عریضہ ارسال نہیں کیا بجز دکھ اور درد کے کوئی مضمون ہی نہیں ہے۔ میرے عریضہ کے جواب میں حضرت کا جو جواب آتا ہے اسکو کئی روز تک بار بار پڑھتا ہوں آنکھ سے لگاکر سینے سے لگاتا ہوں اس سے بہت کچھ تسکین ہوجاتی ہے۔ حال یہ ہے کہ صحت و عافیت کی دعا ہر نماز کے بعد مبالغہ کے ساتھ کیا کرتا ہوں لیکن حال بدستور ہے۔ رات کی نماز میں اکثر رو رو کر دعا کرتا ہوں۔

حق تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن سے خیال کرتا ہوں کہ وہ رحیم کریم ہیں ہم کو تکلیف دیکر کیا کریں گے ہماری تکلیف میں سیکڑوں مصلحت ہونگی۔ غیر اختیاری بات پر سوائے صبر کے کوئی چارہ نہیں۔ جزع فزع بالکل نہیں کرتا صرف اللہ اللہ کیا کرتا ہوں۔ اپنی مرگ کو روزانہ یاد کیا کرتا ہوں۔

باوجود ضعف اور ناطاقتی کے پنجوقتہ جماعت کی نماز اور تہجد کی نماز کا پابند ہوں۔ قرآن بھی کچھ نہ کچھ پڑھ لیتا ہوں۔

حضرت میری صحت و عافیت اور خاتمہ بالخیر کے لئے دعا فرمائیں۔ منہ کی تکلیف بہت بڑھ گئی ہے۔ پیاس بہت لگتی ہے۔ پانی کا ہر گھونٹ بلغم پیدا کرتا ہے۔ بجز صبر کے کوئی چارہ نہیں۔

تحقیق: آپکا حال جو چل رہا ہے میرے نزدیک بہت اچھا ہے اللہ تعالیٰ سب کو نصیب فرمائے۔ صحت اور خاتمہ بخیر ہونے کے لئے دعا کرتا ہوں۔ جو تکالیف بڑھ گئی ہیں اللہ تعالیٰ ان سب میں کمی فرمائے بلکہ بالکلیہ انکا ازالہ فرمادے۔ منہ کی تکلیف بھی دور فرمادے اور پانی کی لذت سے سیراب فرمائے۔ پیاس کی تکلیف دور ہو۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کیجئے۔ وہ سب دیکھ رہے ہیں سن رہے ہیں

(مکتوب نمبر ۴۶۵)

حال : گزارش خدمت میں یہ ہے کہ آنجناب کا مزاج بخیر ہوگا۔ بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج عرصہ ۲ سال سے شدید خانقاہ اور اہل خانقاہ کو بدنام کیا جارہا ہے مگر یہ بدنام کرنے کی بیل خود خانقاہ کے موجودہ منتظم کرا رہے ہیں اور آپ بالکل سکوت اختیار کئے ہوئے ہیں جیسے کسی اور کا گھر برباد ہو رہا ہے ہم اہل خانقاہ اور مدرسہ جامعہ اشرفیہ اور اہل قصبہ تھانہ بھون نے رائے قائم کی کہ اسکو ختم کردیں مگر نہ ہوسکا۔ اب ہم اس نتیجہ پر پہونچے ہیں کہ جب تک خانقاہ کا منتظم نہ بدلا جائے گا اسوقت تک یہ ہی تنازع اور جھگڑا فساد ہوتا رہے گا۔ اب آپ جلد اس جھگڑے کو ختم کردیں اور مہتمم مدرسہ و خانقاہ کو تبدیل کردیں ورنہ ہم جلد موجودہ متولی سے انتقام لیں گے۔ جب ہم موجودہ متولی سے کہتے ہیں کہ تو خانقاہ سے الگ ہوجا تو وہ یہ کہتا ہے کہ مجھے مولوی وصی اللہ صاحب نے رکھا ہے۔ اس کارڈ کے جواب سے جلد از جلد مطلع فرمادیں ورنہ ہم اقدام کرنے پر تیار ہیں۔ خانقاہ کا حال خراب ہوگیا ہے اس پر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کی حکومت ہے اور متولی موجودہ انکے کہنے پر عمل کرتا ہے۔ یہ حمار مجبور ہوکر آپکو پیغام پہونچا تا ہے اگر آپ نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی تو جو ہم نے سوچ لیا ہے اس پر عمل کردیں گے امید ہے کہ حضرت حکیم الامتؒ کے متوسلین کو بدنامی سے بچانے کی سعی فرمائیں گے۔ اور جو شیرازہ منتشر ہوگیا ہے اسکو یکجا کرنے کی ہر طرح کوشش فرمادیں گے۔

تحقیق : آپ کا کارڈ جوابی حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب مدظلہ خلیفۂ ارشد حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی قدس اللہ سرہ کے نام آیا۔ آپ شاید خود بھی جانتے ہوں گے کہ حضرت مولانا مدظلہٗ ایک خاموش اور عزلت پسند آدمی ہیں وہ کبھی کسی معاملہ میں پڑنا پسند نہیں فرماتے۔ آپ نے جو یہ لکھا کہ آپ (یعنی حضرت مولانا مدظلہ نے) فلاں شخص کو خانقاہ اشرفیہ کا متولی مہتمم و منتظم بناکر بٹھایا ہے تو آپکی معلومات اس سلسلہ میں صحیح

ہیں ہیں ہمیں بہت اچھی طرح معلوم ہے کہ مخدومہ حضرت چھوٹی پیرانی صاحبہ مدظلہا اور
بعض دیگر اکابر نے مولانا ظہور الحسن صاحب کو خانقاہ کا متولی یا نگراں بنایا ہے اس
انتظام کو حضرت تھانویؒ کے منتسبین میں سے جس جس نے بھی سنا پسند کیا اور ثقات و
اکابر میں سے اکثر نے مثل مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری مدظلہٗ۔ حضرت مولانا حافظ
قاری محمد طیب صاحب مدظلہ نے بھی اس انتخاب اور انتظام کو بہت پسند فرمایا۔ حضرت
مولانا شاہ وصی اللہ صاحب کا تعلق بھی بس اس انتظام اور انتخاب کو پسند ہی کرنیکا
ہے اور ابتک خانقاہ کا حال جب جب سنا اچھا ہی حال سنا۔ آپ نے یہاں لکھ بھیجا
الا کہ مثل مشہور ہے کہ "قضیۂ زمین برسر زمین" یہ معاملہ مقامی دیانت دار ذی اقتدار لوگوں کے
طے کرنے کا ہے جن کے سامنے سارے حالات ہوں یا پھر دیوبند سہارنپور کے علماء
طے کر سکتے ہیں جو بسبب قرب مکانی خانقاہ کے حالات سے واقف ہوں یا وقت ضرورت
بلد آجا سکیں دور کا آدمی کوئی بھی ہو وہاں کے قضیہ میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اب اگر کسی کو
منتظم کے اس انتخاب اکابر کے خلاف کچھ کہنا سننا ہے تو دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں یا تو
وہ نیک نیتی دین و دیانت اور نصح المسلمین کی غرض سے کہنا چاہتا ہے تو اسے
چاہیئے کہ حضرت مخدومہ چھوٹی پیرانی صاحبہ و اکابر کے پاس خط و عرض داشت
وغیرہ بھیجے یا پھر اختلاف میں نفسانیت ہے تو ہم اسے مشورہ دینگے کہ وہ یوم الحساب
میں خدا کے سامنے پیشی کو مستحضر کر کے اس فعل سے باز آجائے۔

آپ کے خط پر ہم اتنا ضرور کہیں گے کہ دین و دیانت سے کہنے والے
کی علامت یہ دھمکی آمیز اور دلآزار طرز بیان شاید نہیں ہوا کرتا۔

حضرت مولانا کو آپکا اس سلسلہ میں کچھ لکھنا فضول ہے اس خط کا جواب
ہم ہی دیتے ہیں اور اگر آئندہ آپ نے حضرت کو کوئی خط پھر لکھا تو اسکا جواب بھی
ہمیں دینگے۔

آخر میں ہم دو باتیں بحکم "الدین النصیحۃ" اور عرض کرتے ہیں ایک یہ کہ
جب بھی کسی بات کا کوئی شخص کوئی انتظام کرتا ہے تو کسی نہ کسی کے خلاف مزاج

تو ضرور ہی ہوتا ہے ہر شخص کو پسند ہو ہی نہیں سکتا تو کسی کی مخالفت پر انتظام بدل دینا دانشمندی نہیں ہے خاصکر جبکہ ثقات کی شہادت ہے کہ انتظام اچھا ہے۔ دوسرے یہ کہ آپ لوگ آخرت پر ایمان تازہ کر کے حکم قرآنی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰہِ کے مطابق انصاف سے پھر خوب غور کر لیجئے کہ دونوں فریق میں کون خلاف شریعت چل رہا ہے خود نہ معلوم ہو سکے تو علماء دیوبند و سہارنپور سے استفتاء کر لیجئے۔

(مکتوب نمبر ۴۶۶)

حال: عرض اینکہ حضرت ایک عریضہ خدمت اقدس میں تقریباً ۱۲ دن پہلے لکھا تھا جسکے جواب کا بے چینی سے انتظار تھا، معلوم نہیں کیوں جواب نہیں آیا شاید ڈاک کی غلطی سے نہ پہونچا ہو۔

حضرت الحمد للہ معمولات پابندی سے ادا ہو رہے ہیں۔ نماز تہجد میں سوا پارہ قرآن کا پڑھتا ہوں پھر فوراً بارہ تسبیح اور مناجات مقبول پڑھ لیتا ہوں پھر دن میں تین چار پارے اور اسم ذات چھ ہزار دفعہ پڑھ لیتا ہوں اور درود شریف اور استغفار بھی پڑھتا ہوں۔ حضرت والا کی دعا کی برکت سے چند دن سے اپنے اندر استغنیٰ کی کیفیت بہت زیادہ پا رہا ہوں۔ حضرت والا کی دست بوسی کا اشتیاق دل میں بیحد موجزن ہے۔ دن رات حضرت والا ہی کا ذکر شریف مجلس وغیرہ میں کرتا رہتا ہوں جس سے قلب کو یک گونہ تسلی حاصل ہوتی ہے۔ بس یہ حالت ہے کہ ع۔ گرچہ از چشم دوری بدل حاضری۔

الحمد للہ حضرت والا کی دعا کی برکت سے طلبہ کی حالت تسلی بخش ہے۔ سلام و دست بوسی عرض کر رہے ہیں۔ حضرت طلبہ کہتے ہیں کہ تو ہمیں بیعت کرلے میں نے کہا کہ میں اس قابل نہیں ہوں اور تم سے بھی کہتا ہوں کہ اس بارے میں جلدی مت کرو پہلے نفس کی پوری پوری اصلاح ہو جائے۔ اور یہ بھی کہا کہ میں تو

حضرت کا ادنیٰ خادم ہوں ۔ بیعت تو حضرت والا سے ہونا چاہیئے ۔

تحقیق : میں نے آپ کے خط کا جواب دیا ہے شاید اب پہونچا ہو ۔ مضامین خط سے بہت مسرت ہوئی خصوصاً اس سے کہ اپنے اندر استغنار کی کیفیت پا رہے ہیں ۔ ملاقات کا اشتیاق قلب میں بےحد موجزن ہے مجلس وغیرہ میں ذکر کرتا رہتا ہوں جس سے قلب کو یک گونہ تسلی حاصل ہوتی ہے ۔ طلبہ کیحالت سے بھی مسرت ہوئی اور جو جواب آپ نے انھیں دیا وہ بجا اور درست ہے ۔

(مکتوب نمبر ۴۶۷)

حال : امید کہ حضرت والا بعافیت ہونگے ۔ مرض حسد میں میرے نزدیک جس کے دفعیہ کی بہت کم امید تھی آنحضرت کی دعاؤں اور تعلیم سے بفضلہ بہت کمی پاتا ہوں اور اللہ پاک سے اس بلا کے دفعیہ کی دعا بھی کرتا ہوں حق تعالیٰ کا فضل ہے اور حضرت کی توجہ اور عنایت کی برکت سے خود کو عیوب اور نقائص سے پر اور دوسرے بھائیوں کو بالکل معرا پاتا ہوں مجھے پوری پوری توقع ہے کہ حضرت والا کا سایۂ عاطفت جب تک ہمارے سروں پر رہے گا اسوقت تک ہمیں کوئی فکر نہیں ہم سیہ کاروں کا بیڑا پار ہوجائیگا ۔

سایہ ات کم مبادا از سرما بسط اللہ ظلکم ابداً

تحقیق : الحمدللہ بعافیت ہوں ۔ الحمدللہ کہ مرض مذکور میں بہت کمی پاتے ہیں اللہ تعالیٰ بالکلیہ ازالہ فرمادیں خود کو عیوب سے پُر اور دوسروں کو معرا پاتے ہیں یہ بہت بڑی نعمت ملی دل سے دعا ہے کہ ظاہر اور باطن آراستہ رہے دنیا اور آخرت بخیر ہوا ور صراط مستقیم پر زندگی گذرے ۔ آپ کی تحریر نے مجھے خوش کردیا ۔ کلفت کا یہاں گذر کہاں ہے ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامل ادب دیکر مؤدب بنادیں کہ ادب ہی کل طریق ہے سہ

طرق العشق کلھا آداب ادبوا النفس ایھا الاصحاب

(مکتوب نمبر ۴۶۸)

حال: پس از سلام مسنون نیاز مشحون۔ عرض ہے کہ الحمدللہ بندہ حضرت والا کی برکت سے بخیر ہے امید ہے کہ حضرت والا کا مزاج بعافیت ہوگا۔
تحقیق: الحمدللہ آپ کی دعا سے بخیریت ہوں
حال: زیر تالیف کتاب کے ابتدائی حصہ کا اقتباس موصول ہوا اوراس کے معنی و مطالعہ سے بڑی بصیرت پیدا ہوئی۔ تحقیق: الحمدللہ۔
حال: بجز اسکے اور کیا کہوں ؎

ساعدشہ مسکن ایں باز باد　　تا ابد برخلق ایں در باز باد
ابتو میں ہوں اور شغل یاد دوست　　سارے جھگڑوں سے فراغت ہوگئی
قید کر صیاد یا اب ذبح کر　　جان بلبل گل کی نکہت ہوگئی

خدا کرے اس کتاب کی جلد تکمیل ہو جائے۔ تحقیق: آمین۔
حال: بے تکلف دل کی بات بلکہ اپنا حال عرض کرتا ہوں کہ اس سے قبل بھی حضرت والا کے ارشادات وتعلیمات کو دل سے قبول کرتا تھا اور انکا ایک خاص اثر طبیعت پر رہتا تھا ہر تعلیم وارشاد سے مناسبت ہی معلوم ہوتی تھی تاہم اسوقت جو کیفیت ہے اسمیں اور پہلی حالت میں بہت فرق معلوم ہوتا ہے۔ ابتو حضرت والا کی ہر ہر تعلیم اور ہر ایک ارشاد وہاں آنکھوں کے سامنے کیا ہوا پھر خط وکتابت کے ذریعہ سے حاصل شدہ اور تعلیمات کے ضمن میں جو کچھ ارشادات ضبط ہوئے ہیں تمام کے تمام کے ساتھ الحمدللہ ثم الحمدللہ ایسا یقینی اعتقاد ہے جیسے دن کے دن ہونے رات کے رات ہونے میں کسی کو یقین ہوتا ہے۔ تحقیق: خوب۔
حال: حضرت والا کی ہر تعلیم وارشاد کے متعلق الحمدللہ اس ناکارہ کو ایسا جزم ویقین حاصل ہے کہ حق اسی میں منحصر ہے فماذا بعد الحق الا الضلال۔
میں ان سطور بالا میں اپنی دلی ذوقی کیفیت کا خاطر خواہ اظہار کرنے میں کامیاب

نہیں ہوسکا تاہم اسوجہ سے اطمینان کلی ہے کہ جس ہستی کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں وہ ہستی مصداق اسکی ہے کہ ع۔ مشکل از تو حل شود بے قیل وقال۔

تحقیق : خوب لکھا ماشاء اللہ تعالیٰ۔

حال : حضرت والا کے ارشادات "صرف صدق و خلوص ہی حاصل کرلیں گے تو دولت ملجائیگی" اور "جس کو اخلاص حاصل ہوگیا اسکو سب کچھ حاصل ہوگیا جس کو یہی نہیں ملا تو اسکو سب کچھ حاصل ہوتے بھی کچھ بھی نہیں ملا۔ نیز اخلاق کی درستگی کے بغیر صحیح نسبت حاصل ہی نہیں ہوتی"۔

ان ارشادات کو پہلے بھی سمجھتا تھا لیکن اسوقت الحمد للہ ثم الحمد للہ حضرت والا کی جوتیوں کے صدقہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلے کی حالت ایمان بالغیب کے مشابہ تھی اور اب کی حالت ایمان بالشہود کے مشابہ ہے۔ تحقیق : خوب۔

پھر دل چاہتا ہے کہ یہ کہوں سے

ساعدِشہ سکن ایں بازباد تا ابد بر خلق ایں در باز باد

حضرت والا اس ناکارہ کے لئے حق تعالیٰ کی کامل رضامندی حاصل ہونے اور خاتمہ بالخیر ہونے کی دعاء فرمائیں۔ تحقیق : دعاء کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۴۶۹)

حال : احوال ضروری یہ ہے کہ میں نومسلم ہوں (اسکے) قبل کرسچین مذہب کا پیرو تھا۔ ادھر تقریبا پانچ برس ہورہے ہیں۔ میرے اکثر ملنے جلنے والے جوکہ مسلمان تھے انکی سوسائٹی اور صحبت نے مجھے مذہب اسلام کی دعوت دی اور میں نے قبول کرلیا۔ تحقیق : آمین

میرے دینی خیالات وسیع ہونے اور ہمیشہ باادب اور باایمان رہنے کی دعائے خیر فرمائیں۔ آمین۔

میں نے جب سے مذہب اسلام قبول کیا اور عمل کررہا ہوں میرے کل

خاندان کے صاحبان میرے خلاف ہیں اور یہی وجہ ہے میں اِدھر اُدھر مارا مارا پھر رہا ہوں
میری تعلیم صرف انگریزی بھلا ہے دوسری زبان مطلق نہیں جانتا اور انگریزی میں
سینئر کیمرج کورس کا میٹرک پاس شدہ ہوں حالانکہ مسلمانوں کے فیض صحبت سے
اردو ہندی اچھی طرح سمجھ لیتا ہوں لیکن لکھنا اور پڑھنا نہیں آتا۔ قرآن کی
کچھ سورتیں سیکھ لی ہیں اور برابر پنجوقتہ نماز میں پڑھ لیتا ہوں اللہ تعالیٰ سے
دعا فرمائیں کہ دینی خیالات میرے دماغ میں اچھی طرح سرایت کر جائیں اور برابر
دین پر قائم رہوں۔ اور میں اپنے کرسچین مذہب سے محض اسلئے الٹا کہ ان کے
مذہب کا جو پوپ (پادری) ہے ہفتہ میں ایک بار گرجا میں لوگوں کو بلا کر
سب کا گناہ روپیہ پیسہ لیکر معاف کر دیتا ہے (نعوذ باللہ) یہ گناہ سوائے خدا کے
اور کون اس لائق ہے کہ معاف کرے۔ کیا طاقت انسان کی کہ کسی کو معاف کرے
انھیں سب برائیوں کو پرکھتے ہوئے میں نے اپنے عقیدے کو بالکل بدلدیا
اور میں نے صحیح معنوں میں توبہ کرلی اور اسلام قبول کرلیا۔ بہرحال میری استدعا
حضرت والا سے مؤدبانہ یہی ہے کہ کچھ کاموں میں میں نے ہاتھ لگایا ہے میری
کامیابی کے لئے دعا رخیر فرمادیں کہ میں کامیاب ہو جاؤں اور مستقل مزاجی اور
مکمل آزادی سے صرف ایک جگہ بیٹھکر اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگ جاؤں۔ کچھ دین
کی باتیں سیکھ لوں۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں

حال: اس سے قبل کبھی پرائیوٹ لڑکوں کو تھوڑا تھوڑا پڑھا کر اپنا گذر کیا
اور کبھی کوئی دوسرا کام کر کے گذر کیا۔
حضرت والا (میرے لئے) دعائے خیر فرمائیں۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

ظاہر ہے کہ ان سب امور کا کسی کے پاس کیا جواب ہی تھا۔ سب لوگ سر جھکائے سن رہے تھے اور شمس الدین مرحوم کی آنکھوں سے شاید اشک ندامت بھی جاری تھے۔ بس منظر ہی اس تحریر کا جواب تھا جسکو حضرت کی خدمت میں جاکر عرض کیا گیا۔ حضرت اقدس بھی اس واقعہ سے غایت متاثر ہوئے شرافت جب کبھی معرفت کا جامہ زیب تن کئے ہوتی ہے تو معاملہ عجیب نوع کا ہوجاتا ہے۔ عقل حیران ہوجاتی ہے۔ یہ منظر دیکھکر کہ مجرم تو آبدیدہ ہے ہی اسے ہونا ہی چاہئے آخر یہ صاحب معاملہ کیوں اس قدر بے چین ہیں۔ بات یہ ہے کہ مجرم کا گریہ و بکا ر ان حضرات میں معرفت کی راہ سے ایک اور تصور پیدا کر دیتا ہے وہ یہ کہ یہ حضرات سمجھتے ہیں کہ التائب من الذنب کما لا ذنب لہٗ کی رو سے یہ شخص تو اب آخرت کے عتاب سے مامون ہوگیا ہم بھی خدا کے بندے ہیں معلوم نہیں کیا کیا لغزشیں ہم سے بھی ہوئی ہونگی اسی طرح سے خدا کی عدالت میں ہم سب کو بھی حاضر ہونا ہے۔ بس یہ تصور غالب آکر وہ مجرم تو قابل ستائش ہوجاتا ہے اور خود اپنی فکر پڑ جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے آگے اپنے لئے اور اسکے لئے دونوں کے لئے دعار فرماتے ہیں جس کے لئے انابت اور توجہ لازم ہے۔ لوگ انکے انشراح کے منتظر ہوتے ہیں اور وہ مغموم نظر آتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

بہرحال جب حضرت والا کو اسکی اطلاع دی گئی تو ذرا سا سکوت کے بعد فرمایا کہ فتحپور سے آنے والے سب لوگوں کو بلا لیجئے لیکن ان سے کہدیجئے کہ اب میرے پاس آکر مجھ سے کچھ نہ کہیں اور نہ یہاں آکر روئیں اسکا مجھ پر اثر ہوگا حسب ارشاد سب لوگ حاضر ہوئے سر جھکا کر حضرت کے روبرو بیٹھ گئے۔ حضرت والا نے بھی ایک نظر سب پر ڈالی اور خاموش بیٹھے رہے تھوڑی دیر کے بعد خود کسی خادم سے فرمایا کہ اچھا ان سب کو لیجاؤ اور ناشتہ وغیرہ کراؤ۔ پھر دوسرے وقت بلاؤں گا۔

یہ بات پہلے سے مشہور تھی کہ فتحپور کے لوگ آرہے ہیں معافی کے بعد وہ شاید اسکی بھی درخواست حضرت سے کریں کہ حضرت کچھ دنوں کے لئے وطن تشریف لیچلئے

چنانچہ اسی وجہ سے حضرت والاؒ نے اپنی تحریر بالا میں اسکا بھی ذکر فرما دیا ہے۔

بالآخر جب اس قافلہ نے واپس جانے کے لئے حضرت سے ملاقات اور مصافحہ کی اجازت چاہی تو چلتے چلتے شمس الدین مرحوم نے ہی ہمت کی اور حضرتؒ سے عرض کیا کہ حضرت والا نے اپنے کرم سے مجھ گنہگار کو معاف فرما کر مجھ حقیر پر جو احسان فرمایا ہے اس سے تو عہدہ برآ ساری عمر نہیں ہو سکتا لیکن حضرت میرے اوپر ایک دھبہ لگ گیا ہے جو کلنگ کا ٹیکہ ہو رہا ہے اور اسکی وجہ سے میں برادری بھر میں منہ دکھانے کے قابل نہیں رہ گیا ہوں جدھر جاتا ہوں ملامت ہوتی ہے اس دھبہ کو بھی اب حضرت والا ہی دھو سکتے ہیں یعنی یہ کہ آج اور ابھی نہیں بلکہ جب حضرت کو انشراح ہو حکم دیں تو ہملوگ حضرت کو آکر وطن لوا لے چلیں تاکہ اسکے بعد پھر کوئی ہمکو مطعون نہ کر سکے اور ہم بھی برادری میں کہہ سکیں کہ اگر میری نالائقی کیوجہ سے حضرت چلے گئے تھے تو میں ہی حضرت کو لے آیا ہوں۔ چاہے حضور کا یہ سفر عارضی کیوں نہ ہو لیکن میرا دھبہ اس سے دھل جائے گا۔ بس یہی میری دلی آرزو اور درخواست ہے۔

حضرت نے انکی باتوں کو بغور سنا اور یہ فرمایا کہ اچھا خیر میں وہاں سے چلا آیا ہوں لیکن نہ جانے کی قسم تو کھائی نہیں ہے ہو سکتا ہے کہ کبھی آجاؤں لیکن اس میں جلدی نکرو۔

اس کے بعد سب لوگوں نے ان آنیوالے مہمانوں سے ملاقات کی اور سب نے مسرت کا اظہار فرمایا اور وہ سب حضرات خوشی خوشی وطن واپس ہو گئے۔

وطن کے اس فتنہ کے سرغنہ تو یہی شمس الدین تھے لیکن ان کے ساتھ اور بھی بعض لوگ شریک تھے ان میں سے ایک صاحب عبدالقیوم بھی جو فتحپور ہی کے رہنے والے تھے اور لطف یہ کہ حضرت کے پاس آتے جاتے بھی تھے لیکن صحبت اس جماعت سے بھی تھی اسکی وجہ سے ہٹتے ہٹتے ادھر سے بالکل ہٹ گئے تھے اور مخالفین سے جا ملے تھے ایک صاحب نے انکی بھی سفارش حضرت والا سے کی

بلکہ اطلاع بھیجی کہ میں انکو لیکر آرہا ہوں حضرت والا کے یہاں سے ان لانے والے صاحب (عبدالقدوس) اور عبدالقیوم کے نام جو پیغام گیا وہ ناظرین کی خدمت میں پیش ہے۔

عزیزم عبدالقدوس سلمہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آپ کے یہاں کے عبدالقیوم خانصاحب (رگھولی والے) آئے انھوں نے آپکا سلام پہونچایا اور یہ پیغام بھی کہ "میں جلد ہی عبدالقیوم (فتحپوری) کو لیکر آنیوالا ہوں" یہ تو مجھے پہلے سے معلوم ہے کہ آپکی توجہ اسطرف بہت دنوں سے ہے اور آپ کو اس امر کا خیال ہے۔ یہ بہت نیک اور اچھی بات ہے ـــــ اب رہا عبدالقیوم فتحپوری کے لانے کا قصد تو اب اسکی حاجت ہی کیا ہے؟ میں نے وطن ترک کر دیا اور یہاں مکان لے لیا۔ میں یہاں خوش ہوں وہ وہاں خوش رہیں وہاں کے لوگوں سے تعلقات رکھیں جیسے رکھنے چاہیں۔

اور اگر معافی دیانۃً ضروری سمجھتے ہیں تو اسکا تدارک انکو کرنا چاہیے اور آپ اسکا اہتمام کریں اور ان سے تدارک کرائیں وہ تدارک صرف ایک امر ہے کہ وہاں کے لوگوں کو اطراف کے عمائد کو جمع کر کے اپنی غلطی کا اقرار کریں اور آئندہ کے لئے اس سے باز رہنے کا وعدہ کریں۔ بس یہ کافی ہے یہاں آنا اسکے لئے ضروری نہیں۔

مجھکو اس پر عمل کرنے کا انتظار نہیں اور نہ میں اسکا حکم دیتا ہوں اور نہ میں اسکا اہل ہوں یہ تو صرف آپ کے پیغام کا جواب ہے والسلام۔ دعا گو۔

وصی اللہ عفی عنہ

اور ان مجرم عبدالقیوم صاحب (فتحپوری) سے یہ امور دریافت فرمائے۔

"میں تم سے زیادہ بات کرنا نہیں چاہتا بس صرف ایک بات

کہنا چاہتا ہوں تمکو بتانا پڑے گا تمھارے اندر یہ بگاڑ کہاں سے
سے پیدا ہوا تمھارے اس بگڑنے کا سبب کیا ہوا۔

شمس الدین تو خیر کبھی آتا نہیں تھا وہ جو کچھ کرے اس پر تعجب نہیں لیکن تم نے تو مجھی سے کچھ دین سیکھا تھا، عقائد میں بھی میرے اور تمھارے اختلاف نہ تھا تم کو اس سبب کا اقرار کرنا پڑیگا اور لوگوں سے اسکو کہنا ہوگا۔

نیز تم نے میرے بارے میں جو ناشائستہ کلمات کہے ہیں وہ سب مجھکو ایک ایک پہونچ گئے ہیں کیا میں تمھارے باپ اور داداکو نہیں جانتا سب میرے ہی گاؤں کے لوگ تھے۔ آدمی خودکو نہ سمجھے اور سب کو گرانا شروع کردے۔ کیا میں تمھارے ماننے ہی سے باعزت ہوا اور تمھارے ذلیل کرنے سے بے عزت ہو جاؤں گا مقدمہ کی رپورٹ جو اعظم گڈھ میں لکھی گئی ہے وہ تمھاری لکھوائی ہوئی تھی وہ رپورٹ میرے پاس ہے اسکا ایک ایک حرف تمھارے ضمیر وعداوت کا پتہ دیتا ہے۔ تم یہ کہتے تھے کہ کام اگرچہ کوئی کرے مورد الزام انھیں کو بنایا جائے گا اور چین سے نہیں رہنے دیا جائیگا یہ بتاؤ یہ باتیں کیسی ہیں۔ یہ جائز ہیں؟ اور ناجائز ہیں تو پھر کامیابی اس میں کیسے سمجھتے ہو؟ دنیا میں تبھی کامیاب نہ ہوئے اور مجھکو ذلیل نہ کرسکے اور عقبیٰ کا معاملہ تو زیادہ نازک ہے وطن سے بےوطن ہونے میں گو مجھے بہت فائدہ ہوا لیکن بہرحال تم نے تو نظام کو درہم برہم کرنے کی پوری کوشش کی۔ یہ بتاؤ ایسے شخص کا کیا حکم ہے تم اگر اسے سمجھ گئے تو تلافی بھی تمھیں کرنی ضروری ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

اسکے بعد یہ تو نہ معلوم ہو سکا کہ عبدالقدوس صاحب رگھولوی عبدالقیوم فتحپوری کو معافی کے لئے الہ آباد لائے یا نہیں لیکن شمس الدین مرحوم کی معافی کے بعد

پھر اہل فتحپور کبھی کبھی حضرت اقدسؒ سے وطن تشریف آوری کی درخواست کرتے ہی رہے ۔ حضرت اقدس کا مزاج چونکہ فتنے سے بچنے کا تھا مثل آزمودہ را آزمودن کی روسے جلد تشریف لیجانے کے لئے تیار نہیں ہوئے ۔ انھیں ایام میں مولانا عبدالباری صاحب ندوی کا بھی ایک خط آگیا جسمیں انھوں نے یہ لکھ دیا تھا کہ ایام مبارکہ (رمضان المبارک) کا قرب کہف مبارک کی برکتیں یاد دلاتا ہے (اشارہ انکا حضرت اقدس کے یہاں چار ہفتہ قیام کی ان برکتوں سے ہے جن کا مفصل ذکر انھوں نے اپنے مضمون "چار ہفتہ ایک کہف میں" کیا ہے) اسپر حضرت والا نے انھیں تو یہ جواب اپنے کسی خادم کے ذریعہ سے لکھوایا کہ:۔

"گرامی نامہ ملا ۔ حضرت والا نے فرمایا ہے کہ کسی بات کا انتظار ہے آپ کے کارڈ کا جواب تو پھر جائیگا اسوقت خادم سے فرمایا کہ تم مولانا کو فتحپور کے سلسلہ میں کچھ لکھدو ۔ چنانچہ عرض کرتا ہوں ۔ بہت ممکن ہے کہ آپ نے خط میں جس تاثر اور تاسف کا اظہار فرمایا ہے یہ گذارش کسی قدر اسکے لئے سکون بخش ثابت ہوسکے ۔

جناب والا نے بھی فتحپور کی یاد دلائی اور دوسرے احباب بھی کبھی کبھی اسی قسم کا مضمون لکھ دیتے ہیں میرا خیال ہے کہ اسی سے حضرت کے دل پر گذر جاتا ہے جو گذر جاتا ہے گو اسکا اظہار نہیں فرماتے تاہم اندازہ ہو ہی جاتا ہے کیونکہ یہ بالکل ظاہر بات ہے کہ حضرت کا وہاں وطن، پھر خانقاہ اور مسجد کی شاندار عمارت جس کو حضرت نے اسلئے نہیں بنوایا تھا کہ انھیں چھوڑ کر دوسری جگہ تشریف لیجائیں یہ صورت حال جو پیش آئی تو یقیناً کوئی ایسی ہی تکلیف دہ چیز تھی جس کے مقابلہ میں یہ سب چیزیں ہیچ تھیں اور وہ تھا وہاں کا فتنہ جس کی تفصیل ابھی تک کم ہی لوگ جان سکے ہیں ۔ مخالفین نے جو اسکیم بنائی تھی وہ نہایت انتہائی موحش اور خطرناک تھی وہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا ورنہ انکو اپنی

جو سوچا تھا وہ بہت ہی تکلیف دہ نقشہ تھا۔ تاہم آخری چیز جو وہ کر سکے وہ یہ کہ حضرت کا نام مقدمہ میں لکھوا دیا اگر حضرت وہاں سے ہٹ نہ جاتے تو انکی کوشش تو یہی تھی کہ حضرت کو عدالت میں پیش کرائیں۔

ان حالات میں جبکہ عزت وآبرو کا سوال آگیا تھا اسکے لئے انسان کیا کیا قربان نہیں کر دیتا آخر کفار کی ایذا رسانی ہی کی وجہ سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ چھوڑا تھا حالانکہ وہاں کعبہ شریف موجود تھا۔ باقی آپ نے فتحپور کے متعلق جو لکھا ہے کہ کہف مبارک کی برکتیں یاد دلاتا ہے۔ تو اس سلسلہ میں یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اصل تو حضرت والا ہیں جہاں حضرت ہیں وہیں کہف ہے ورنہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے رحلت فرماجانے کے بعد اب لوگوں کی آمد ورفت تھانہ بھون میں ویسی کہاں رہی۔ حالانکہ خانقاہ، مدرسہ، مسجد وغیرہ سب موجود ہے اسی طرح سے فتحپور کا مقام تو مقصود ہے نہیں لیکن اس سے علٰحدگی جو اختیار کی گئی وہ کسی شدید ہی ضرورت کی بنا پر کی گئی، یوں اسکا افسوس تو سب کو ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے افعال میں ہزار حکمتیں ہوتی ہیں۔ حضرت کے وطن چھوڑنے کی وجہ سے ایک بڑا نفع یہ ہوا کہ اطراف کے لوگوں میں سے مخلص اور غیر مخلص کا امتیاز ہو گیا بلکہ سبھی لوگوں میں۔ اور بہت سے لوگ دل وجان سے متوجہ ہو گئے اسی طرح گورکھپور جانے کی وجہ سے وہاں کے ایک خاص طبقہ کو فائدہ پہونچا اور پھر وہاں سے الٰہ آباد چلے آنے کی وجہ سے ایک تو صحت ہو گئی دوسرے یہ کہ وہاں کے لوگوں کا بھی امتحان ہو گیا اور مخلصین کا اخلاص ظاہر ہو گیا۔ والسلام

یکے از خدام

اور اہل فتحپور کے پاس یہ تحریر ارسال فرمائی۔

(وطن لیجانا چاہتے ہیں تو شرائط کو پورا کیجئے)

آپ لوگ جو مجھے وطن لیجانا چاہتے ہیں اور اسکے متعلق مجھ سے چلنے کی درخواست کرتے ہیں تو سن لیجئے کہ یہ قبل از وقت ہے۔ میں نے وہاں مکان، خانقاہ، مسجد جو اس طرح سے بنوائی تھی وہ اس لئے نہیں کہ میں اسکو چھوڑکر کہیں اور چلا جاؤں گا۔ آدمی اپنے وطن کو معمولی بات کیوجہ سے نہیں چھوڑ دیتا لیکن آپ لوگوں نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ میرے لئے ترک وطن ضروری ہوگیا تھا چنانچہ میں وہاں سے ہجرت کر کے چلا آیا۔

اور جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ لوگوں نے اپنے حالات میں کوئی ترمیم بھی نہیں کی جس حال میں میں نے چھوڑا تھا اب بھی ویسے ہی ہیں پھر ایسی صورت میں میرا اس جگہ جانا جسکو میں انھیں حالات کیوجہ سے چھوڑ چکا ہوں اہل فہم کے نزدیک کسی طرح روا نہیں ہے اسلئے بجائے اسکے کہ مجھے بلا دیں اور لیجانا چاہیں پہلے خود آپلوگ اپنے حالات میں تبدیلی پیدا کیجئے، اور وہ یہی کہ میں فتنہ و فساد سے گھبراتا ہوں تو میل جول اتفاق و اتحاد پیدا کیجئے، میں نفاق سے ڈرتا ہوں تو اخلاص پیدا کیجئے اور اسکا نہ صرف زبان سے بلکہ عملی ثبوت دیجئے اسکے بعد ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے دل میں ڈالدیں اور میں عارضی طور سے ہی وہاں آسکوں ورنہ بندہ آپلوگوں سے علٰحدہ رہکر نہایت آرام سے ہے۔ الحمد للہ یہاں کام بھی ہو رہا ہے سکون بھی ہے پھر بھلا میں اپنے سکون و آرام اور کام کو چھوڑکر آپکی جماعت میں کیوں ملوں اور یہ کونسی عقلمندی کی بات ہوگی اسکو سمجھ لیجئے ـــ اور یہ سمجھئے کہ بس یہی اخلاص و نفاق ہمارا آپکا اختلاف ہے۔ ورنہ تو نہ ہم میں آپ میں کوئی اعتقادی جھگڑا ہے اور نہ فروعی کیونکہ شروع میں تو سنتے تھے کہ سارا جھگڑا جمعہ کا ہے اس سے معلوم ہوا کہ اعتقاد کا کوئی قصہ نہیں تھا پھر بریلی سے لوگ پڑھکر آئے انھوں نے فتویٰ دیا کہ یہاں جمعہ جائز نہیں اور

جمعہ پڑھنا چھوڑ دیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی جھگڑا بلا وجہ کا تھا آپکے علماء بھی اسی کے قائل ہیں جو ہم کہتے ہیں پس جھگڑا صرف یہ ہے کہ ہم دین چاہتے ہیں اخلاص کا مطالبہ کرتے ہیں، فساد کو منع کرتے ہیں اور آپلوگ اسپر آنا نہیں چاہتے۔

(ص ۲ کا بقیہ ایک چراغ اور بجھا)

فیوض و برکات کا تذکرہ رہا کرتا ہے آج بھی بہت محبت کے ساتھ تذکرہ ہو رہا تھا بے ساختہ دل چاہا کہ عریضہ لکھوں اور دریافت خیریت مزاج بھی کروں اور اپنے لئے آپکی توجہات اور دعاؤں کا سرمایہ حاصل کروں" ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں ــــــ " آپ کا غیر متوقع محبت نامہ دلِ مشتاق کے لئے نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا دیر تک اسکا کیف و سرور دل میں رہا اور ابتک ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مخلصانہ یاد فرمائی کا اجر عظیم عطا فرمائے" ــ آگے فرماتے ہیں ــ "دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے فیوض و برکات روحانی کو ہمیشہ قائم رکھے اور خلق اللہ کی دینی تشنگی کی سیرابی کے لئے تا دیر چشمۂ ہدایت بنائے رکھیں (آمین)" ــــــ اسی طرح باہمی مکاتبت میں محبت و تعلق کے گہرے رشتوں کا پتہ چلتا ہے۔

یہ المناک صدمہ تنہا پسماندگان اور متوسلین عارفی علیہ الرحمہ کا نہیں ہے بلکہ ہم جملہ متعلقین خانقاہ وصی اللّٰہی اس غم میں برابر کے شریک ہیں ؎

آنچہ از من گم شدہ گر از سلیماں گم شدے
ہم سلیماں، ہم پری، ہم اہرمن بگریستے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر عطا فرمائے اور اپنی مرضیات پر ثابت قدم رکھے۔ آمین۔

حزین محمد مبین
(جانشین) خانقاہ حضرت مصلح الامۃؒ
بخشی بازار ۔ الہ آباد
۲۸/۳/۸۶

اور اگر یقین کامل عطا ہو چکا ہو تو پھر اول دوسروں کے واسطے دعا کرے اور اپنے لئے دعا ء موخر کرے۔ سیدی ابراہیم متبولیؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تمھارے میں سے کسی کو حق تعالیٰ شانہ کا کچھ قرب نصیب ہو جائے تو اسکو اپنے زمانہ کے تمام مسلمانوں کے لئے سفارش کرنا چاہیئے کہ حق تعالیٰ سب سے درگذر فرمائیں۔ پھر فرمایا کہ شیخ ابویزید بسطامیؒ سے منقول ہے وہ فرماتے تھے کہ میں نے حق تعالیٰ شانہ سے عرض کیا کہ میری سفارش میرے زمانہ کے تمام مسلمانوں کے حق میں قبول کرلی جائے اچانک ہاتف نے کہا ہم نے تمھاری شفاعت سب کے بارے میں منظور کی۔ واللہ غفور رحیم ہ

(عہد ۶۱ : تمام اصحاب خدمت کی امداد کرتے رہیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب تک ہم تمام اصحاب خدمت کی جو آفاق زمین میں پھیلے ہوئے ہیں معاونت اور امداد ان کے حفظ مراتب میں نہ کرلیا کریں اسوقت تک نہ کسی رات سوئیں نہ جاگیں (مطلب یہ کہ جن لوگوں کے سپرد حق تعالیٰ نے تکوینی خدمت یا شرعی ہدایت وغیرہ کردی ہے قطب زمانہ کو ہر صبح و شام انکی امداد کرنا چاہیئے تاکہ وہ اپنے منصب کو اچھی طرح ادا کرتے رہیں۔ (علامہ شعرانیؒ چونکہ قطب زمانہ معلوم ہوتے ہیں اسلئے انکے مشائخ نے یہ عہد ان سے لیا) اور امداد کی صورت یہ ہے کہ ہم ایک نگاہ قلبی تمام دنیا کی آباد اقلیموں پر اور جتنے دریا عالم کو محیط ہیں ان سب پر ڈالیں اور حق تعالیٰ کا اسم اعظم زبان و دل سے یاد کرتے رہیں حتیٰ کہ سب سے فراغت ہو جائے اور تمام عالم پر نظر ڈالنے کی وہی صورت ہوگی جو آئینہ پر نظر ڈالتے ہوئے حالت ہوا کرتی ہے کہ جسقدر بلاد اور پہاڑ اور دریا آئینہ دل میں بالمقابل نظر آئیں ان سب پر توجہ کرتے اور اسم اعظم پڑھتے رہیں کیونکہ انشاء اللہ جتنی صورتیں آئینہ قلب کے سامنے آئیں گی، دیکھنے والے کو وہ سب اسمیں منقش معلوم ہونگی ۵ اور ہم نے اس عہد کو رسالہ آداب میں

---

۵ سچ ہے و تحسب انک جرم صغیر۔ وفیک انطوی العالم الاکبر انسان سمجھتا ہے کہ میں

بوضاحت بیان کر دیا ہے

(عہد۶۲: مسلمانوں کے ہر غم میں شریک ہونا چاہیئے)

ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ مسلمانوں پر ہر دن جو مصائب اور افکار نازل ہوتے ہیں جب ہم کو خبر پہونچے تو ہم بھی اس غم میں شریک ہوں یہاں تک کہ ہر دن آفتاب غروب ہونے کے وقت ہمارے جسم کی حالت (فرط غم سے) گھل گھل کر ایسی ہو جائے جیسے کسی نے آدھ سیر زہر پی لیا ہو تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر پورا عمل ہو جائے المؤمنون کالجسد الواحد اذا اشتکی منہ عضو تداعی لہ سائر البدن بالسہر والحمی کہ مسلمان سب ایک جسم کی مانند ہیں ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو تمام بدن اسکا شریک حال ہوتا ہے اور ہر عضو بخار اور بیداری میں اسکا ساتھ دیتا ہے ؎

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند · کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار · دگر عضو ہا را نماند قرار

تو (دیکھو) رسول اللہ صلی علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر تم مومن ہو تو ہر بیمار آدمی اور جسکو حکام کی کچہریوں میں (ناحق) سزا دی جائے بلکہ جس مسلمان کی بھی تکلیف کی جب خبر

ذرا سا ہوں حالانکہ اسمیں سارا عالم اکبر سمایا ہوا ہے۔ آئینہ دل میں دنیا بھر کے شہر اور پہاڑ اور سمندر سب محفوظ ہیں اسمیں جنت و دوزخ عرش و کرسی وغیرہ سب کا نقشہ موجود ہے جسکی چاہے سیر کرے ؎

ستم است گر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن در آ · تو زغنچہ کم نہ دمیدۂ در دل کشا بچمن در آ

مگر ہر شخص کو انکشاف ہونا ضروری نہیں کشف کے دیپے ہونا چاہیئے اکثر اہل خدمت بزرگوں کو زیادہ کشف ہوا کرتا ہے اہل ارشاد کو یہ کشف کونی کم ہوتا ہے البتہ القاء علوم والہام واردات زیادہ ہوتے ہیں جو کہ انبیاء کے علوم ہیں اور وہی زیادہ قابل قدر ہیں خضر علیہ السلام کشف کونی اور مکاشفات ناسوتی میں بڑھے ہوئے تھے اور موسیٰ علیہ السلام کشف الٰہی میں زیادہ تھے اب خود فیصلہ کرلو کسکا مرتبہ زیادہ ہے۔ سچ کہا ہے ؎

دل ہو وہ جس میں کچھ نہ ہو جلوۂ یار کے سوا · میری نظر میں خاک بھی جام جہاں نما نہیں

(مترجم)

ملا کرے اسمیں شریک ہوا کرو (یعنی تمھارے قلب اور جسم پر اسکا اثر ظاہر ہونا چاہیئے)

(عہد ۶۳: جن لوگوں میں عداوت ہو ہر فریق سے کہدیں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) جس جماعت میں عداوت اور بغض دیکھیں اور انہیں صلح کرانے سے ہم عاجز ہوگئے ہوں تو (دونوں فریق سے مدارات اور خوش اخلاقی کے ساتھ ہم ملتے رہیں اور) ہر فریق سے بطور مدارات کے کہدیا کریں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں تمھارے ہی طرف ہیں لیکن (اسکا خیال رہے کہ) یہ بات کہتے ہوئے دلمیں یہ خیال نکریں کہ ہم ہنسی مذاق اور دلگی سے ایسا کہہ رہے ہیں (کیونکہ کسی کا مذاق اڑانا اور محض دلگی سے اپنے کو اسکا ساتھی بنانا نفاق کی علامت ہے) منافقین کی جو زیادہ مذمت (قرآن میں) کیگئی ہے وہ انا معکم (ہم تمھارے ساتھ ہیں) کہنے کیوجہ سے نہیں بلکہ صرف انکی اس بات کیوجہ سے زیادہ مذمت کیگئی کہ وہ انما نحن مستھزؤن بھی کہتے تھے کہ ہم تو مسلمانوں کیساتھ ہنسی کرتے ہیں (اور محض چال و فریب سے اپنے کو انکے ساتھ مسلمان ظاہر کرتے ہیں) یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ نے انکی صرف اسی بات کا اپنے اس قول میں رد فرمایا اللہ یستھزئ بھم کہ حق تعالیٰ ان کے اس استہزار اور دلگی کی پوری سزا ان کو دینگے (انا معکم کا کوئی رد نہیں فرمایا کیونکہ اتنا کسی سے کہدینا کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں فی نفسہ برا نہیں ہاں استہزار کی نیت سے کہا جائے تو بیشک برا ہے) اور مدارات اسی کا نام ہے (کہ ہر مسلمان سے کہدیا کریں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں) اور عارفین اسکو اچھی باتوں میں اور خصال حمیدہ میں شمار کرتے ہیں۔ اور جب عارفین (کسی سے) کہتے ہیں (کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں) تو وہ اس بات میں بالکل سچے ہوتے ہیں کیونکہ واقعی وہ تو خیر خواہی اور دعا سے ہر فریق کے ساتھ ہوتے ہیں ہر ایک کے لئے دعار خیر کرتے ہیں) جو کہ شرعاً پسندیدہ اور عادات محمودہ ہے اسکو خوب سمجھ لو یہ معرفت کا لب لباب اور خلاصہ ہے اور خدا تمکو ہدایت کرے۔

(عہد ۶۴: مسلمان سے قطع تعلق کرنے میں جلدی نہ کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب تک اپنے نفس کے باریک باریک

دعوؤں کی مبالغہ کے ساتھ تفتیش نہ کرلیں اسوقت تک کسی مسلمان سے قطع تعلق اور بول چال بند کرنے میں جلدی نہ کریں کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ (واقع میں تو محض حظِ نفس کے لئے قطع تعلق کیا جاتا ہے اور نفس اسمیں باتیں بنا دیتا ہے کہ میں تو اللہ کے واسطے قطع تعلق کرتا ہوں اور اس پر بہت سی دلیلیں قائم کر دیتا ہے بالخصوص اگر یہ شخص جو تعلق قطع کر رہا ہے خصومت اور جھگڑا کرنے والا ہو (تب تو اسکے نفس کا کچھ اعتبار ہی نہیں) اور اگر یہ بول چال بند کرنے والا (مسلمانوں سے تعلق قطع کرنے والا) اس بات میں غور کر لیا کرے کہ (اس گناہ کی وجہ سے) اسکا کوئی عمل آسمان کی طرف نہیں پہونچے گا (جبتک کہ اپنے بھائی سے صلح نہ کرے) تو ہرگز کسی سے ترک تعلق نہ کیا کرے اور مسلمان کی عزت و حرمت کا ہمیشہ لحاظ کیا کرے ہاں اگر دوسرا شخص کسی گناہ صغیرہ پر اصرار کرتا ہو یا کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو (اور اس سے توبہ نہ کرتا ہو تو اسکے چھوڑ دینے میں اور اس سے بات چیت بند کر دینے میں کوئی حرج نہیں) مگر اس وجہ سے ترک تعلق بہت کم کیا جاتا ہے۔ اکثر اسی شخص سے ترک تعلق کیا جاتا ہے جو ہماری مرضی کی مخالفت کرے اور بس۔ (باقی) حق تعالے جسکی حفاظت چاہتے ہیں اور جس طرح چاہتے ہیں خود فرماتے ہیں (ورنہ اکثر لوگ اسی مرض میں مبتلا ہیں کہ محض اپنی مرضی کی مخالفت کرنے سے دوسرے آدمی کو چھوڑ بیٹھتے ہیں اور سب سے بدترکینہ اور قطع تعلق یہ ہے جو علماء میں ہوتا ہے یا ان لوگوں میں جو صلحاء کی صورت بنائے ہوئے ہیں کیونکہ اس سے عام لوگوں میں بہت ہی فساد برپا ہوتا ہے۔ واللہ غفور رحیم۔

(عہد ۶۵: کبھی یہ نہ سمجھیں کہ ہم نے حق تعالیٰ کا کوئی بھی حق ادا کیا ہے)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ کبھی یہ نہ سمجھیں کہ ہمارے نفس نے رات دن میں حق تعالیٰ کا کوئی بھی ضروری حق ذرہ برابر کچھ بھی ادا کیا ہے اور یہ (جب ہو سکتا ہے) کہ اپنے نور ایمان اور پختہ یقین کے ساتھ یہ سمجھ لیں کہ ہمارے جتنے بھی

کام میں شروع سے لیکر انتہا تک سب کا پیدا کرنے والا خدا ہے جب سارے اعمال خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں اور اُسی کی توفیق سے عطا ہوئے ہیں تو اسی کی دی ہوئی چیز سے اسکا حق کیونکر ادا ہو سکتا ہے۔ بھلا غور تو کرو غلام کے پاس جو کچھ مال و دولت ہے سب اسکے آقا کا عطیہ ہے اگر وہ اسکو آقا کی خدمت میں پیش کر کے یہ سمجھ لے کہ میں نے اسکا حق ادا کر دیا تو اس سے بھی زیادہ بیوقوف دنیا میں کوئی ہے اور خدا کے ساتھ تو آقا سے بھی زیادہ تعلق ہے۔ پیدا اس نے کیا ہوش و حواس عقل و تمیز بینائی شنوائی ہاتھ پیر غذا سب اسی کی پیدا کی ہوئی اور اسی کی دی ہوئی ہیں جن کے سہارے سے کچھ ٹوٹے پھوٹے اعمال ہم کر لیتے ہیں پھر حق کس چیز سے ادا کیا اپنے گھر کی کونسی چیز ہے جو خدا کے سامنے پیش کر دی۔ توفیق اور ارادہ و ہمت بھی اسی کی دی ہوئی ہیں۔ خوب کہا ہے ؎

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اور یہ جو ہم زبان سے کہدیا کرتے ہیں کہ ہم بہت ہی قصوار ہیں اس سے تو صرف اپنی عاجزی اور خدا کی بزرگی کا اظہار ہوتا ہے ہاں جس نے دل سے اسکا مشاہدہ کر لیا اس نے اتنا شکر ادا کر دیا جتنا بندوں کے حق میں واجب تھا۔ رہا وہ شکر جسکو حق تعالیٰ کا کمال چاہتا ہے تو ہم لوگوں نے خدا تعالیٰ کی جیسی قدر جاننا چاہیئے ویسی قدر ہی نہیں جانی (بس بندہ کا کامل شکر یہ ہے کہ ہمیشہ یہی سمجھتا رہے کہ اس نے ذرہ برابر بھی خدا کا حق ادا نہیں کیا نہ تھوڑا نہ بہت کیونکہ تقصیر اور کوتاہی سمجھنے میں بھی کسیقدر حق ادا کر دینا سمجھا جاتا ہے حالانکہ انسان کچھ بھی ادا نہیں کر سکتا) اور جس کو کمال شکر کہا جاتا ہے وہ بھی بندہ کے اعتبار سے کامل ہے خدا کے حقوق کے سامنے وہ بھی کچھ نہیں ؎

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش عذر بدرگاہ خدا آورد
ورنہ سزاوار خداوند یش کس نتواند کہ بجا آورد

واللہ علیم خبیر۔

(عہد ۶۶: جوکوئی ہماری مدح کرے اسکو ڈانٹ دیا کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جوکوئی ہماری مدح شعر یا نثر میں کرے خواہ تنہائی میں یا مجمع میں اسکو ڈانٹ دیا کریں اور مجمع میں تعریف کرنا تو بہت ہی سخت ہے (اور ڈانٹ دینے کا حکم اسلئے کیا گیا) تاکہ ہم اپنے پروردگار کے ساتھ حمد و مدح میں شریک ہونے سے (ہمیشہ) بھاگتے رہیں (حمد کے لائق حق تعالیٰ شانہ کی ذات ہے) پس جوکوئی اپنی مدح سنتا ہے وہ بھی اپنے کو لائق حمد سمجھتا ہے تو یک گو نہ خدا کی شرکت کو اس نے پسند کیا (اور ذرا سا شرک بھی کفر طریقت ہے) اور اکثر جن باتوں کے ساتھ شعرا آجکل لوگوں کی مدح کرتے ہیں حسِ ظاہری خود اسکی تکذیب کردیتا ہے (یعنی اکثر تعریفوں میں کھلا جھوٹ ہوتا ہے) پس ہم جیسوں کو ہرگز کسی کو اپنی مدح پر جرأت نہ دینا چاہیئے۔ اور جوکوئی ہم جیسوں میں یہ دعویٰ کرے کہ مدح سے میرے اندر کچھ تغیر نہیں آتا اس سے کہنا چاہیئے کہ جس وقت تمھاری مذمت کیجائے اسوقت اپنے نفس کا امتحان کرو اگر مذمت کے وقت بھی برائی کرنے والے سے کسی قسم کا تغیر (دل میں) نہ پیدا ہو تو واقعی وہ سچا ہے (اسکو مدح سے بھی تغیر نہوتا ہوگا اور اگر مذمت کے وقت اسکے اندر تغیر پیدا ہو جائے تو اسکا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ مدح سے مجھکو تغیر نہیں ہوتا مذمت سے متغیر ہونے والا مدح سے بھی ضرور متاثر ہوگا

سیدی احمد بن رفاعیؒ کا مقولہ ہے کہ جو شخص تمام احوال میں اپنے نفس کو متہم نہ سمجھے اسکا نام مردان (طریق) میں نہیں لکھا جا سکتا ہم جیسوں میں کوئی کیا دعویٰ کر سکتا ہے کہ مدح سے اسکو تغیر نہیں ہوتا حالانکہ وہ سرتاپا اپنے شکم و فرج کی لذت اور جاہ و ناموری کی خواہش میں دن رات ڈوبا ہوا ہے۔

برادرم افضل الدینؒ کی مجھکو اور تمام دوستوں کو یہ وصیت تھی کہ جوکوئی تمھارے عیبوں کو چھپائے اور تمھارے نفس کی تعریف کرے اور تمھاری بات سنے اور تمھارے علوم کو پھیلائے اس سے بہت بچتے رہو کیونکہ وہ باطن میں سب

سے بڑا تمھارا دشمن ہے مگر تمکو خبر نہیں اور جو کوئی تمکو برا بھلا کہے وہ تمھارے حق میں اس سے بہتر ہے کیونکہ برا کہنے والا تمھارے پوشیدہ عیبوں پر تمکو مطلع کرتا ہوا اور مدح کرنے والا عیوب کو تم سے پوشیدہ کر دیتا ہے اور بخدا جو دشمن تم کو خدا تک پہونچادے وہ اس دوست سے ہزار درجہ بہتر ہے جو تمکو خدا تعالی سے جدا کر دے۔

سیدی علی خواص فرماتے تھے کہ جب ایک بات انسان کے اندر موجود ہو تو وہ سب سے پیچھے رہ جائیگا وہ یہ کہ اپنے آپ کو علم و فضل میں دوسروں سے آگے سمجھتا ہو۔ اور یہ بھی فرماتے کہ تعریف کرنے والے کی بات کو کان لگا کر سننا ریاکار کی علامت ہے۔ برادرم افضل الدین نے عرض کیا کہ اگر کوئی اس تعریف کو خدا تعالی کی طرف سے سمجھے (کیا جب بھی وہ ریاکار رہے ؟) فرمایا کہ یہ بڑے لوگوں کا مقام ہے ہم جیسوں کا یہ رتبہ نہیں اور جس نے اپنا مرتبہ پہچان لیا وہ (بڑی) راحت میں رہتا ہے۔ واللہ علیٰ حکیم۔

(عہد ۶۷: جو کوئی ہماری تعریف کرے اسکے منہ میں خاک جھونک دیا کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جو کوئی ہماری تعریف کرے اسکے منہ میں مٹی جھونک دیا کریں۔ شیخ محی الدین فرماتے ہیں کہ اسکی صورت یہ ہے کہ ہاتھ میں مٹی لیکر نرمی سے اس تعریف کرنے والے کے سامنے پھینکدیا کریں پھر اس سے کہدیں کہ جو شخص اس مٹی سے پیدا ہوا ہو جس کو مخلوق کے قدم پامال کرتے رہتے ہیں وہ کب اس قابل ہے کہ تم اسکی مدح کرو۔ میں کیا چیز ہوں میرا کیا رتبہ ہے (اور یہ الفاظ

عہ حجۃ اللہ فی زمانہ سیدنا مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہٗ کی خدمت میں لکھا تھا کہ بندہ کو مدح و ذم برابر ہے حضرت حاجی صاحب نے اس پر بہت مبارکباد دی کہ یہ بڑے عارفین کا مقام ہے۔ اور میں نے اپنے استاد مولانا محمد عبداللہ صاحب دام ظلہم سے سنا ہے کہ ایکبار کسی نے حضرت مولانا گنگوہی کی شان میں قصیدۂ مدحیہ لکھکر حضرت کو سنایا جب ختم ہو

کہتے وقت) سچے طور پر حقیقتاً اپنے نفس کو برا بھلا کہتے اور دھمکاتے رہیں حضور صلی علیہ وسلم کا مطلب اس ارشاد سے احثو فی المداحین التراب داحوں کے منہ میں مٹی جھونک دیا کرو یہی ہے جو ہم نے بیان کیا کہ اس سے کہدو کہ جبکی اصل پیدائش مٹی سے ہے وہ مدح کے قابل نہیں)۔ اور عزیزمن! سچے دل سے ان الفاظ کے نکلنے کی کسوٹی یہ ہے کہ جو لوگ تمھارے لئے محفلوں میں کبھی نہ کھڑے ہوں یا کوئی تمھارے منہ پر جوتا رکھکر چلا جائے ان سے اپنے نفس کی وجہ سے تم ذرا مکدر نہو کیونکہ تم تو مٹی ہو (پھر اگر منہ پر جوتے کی مٹی بھی لگ جائے تو کیا مضائقہ ہے۔ واللہ اعلم۔

(عہد۶۸: جو شخص بغیر علم کے بحث کرتا ہو اس سے ہرگز مقابلہ نہ کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جس شخص کا نفس (بلندی پر) قائم ہو خصوصًا جبکہ وہ بغیر علم کے بحث ومباحثہ کرتا ہو اس سے ہرگز مقابلہ کے ساتھ پیش نہ آئیں کیونکہ ایسے شخص سے مقابلہ کرنا ہم کو اور اسکو دونوں کو مضر ہوگا بلکہ ایسے شخص کے ساتھ نرمی اور رحمت کے ساتھ ہمکو گفتگو کرنا چاہیئے بشرطیکہ گفتگو کا موقع بھی ہو (اور ضرورت ہی آپڑے) ورنہ اگر ایسے شخص کے ساتھ ہم نے بھی اسی طرح سختی سے کلام کیا جیسے وہ ہم سے کرتا ہے تو پھر اس پر اعتراض کرنے کا ہمیں کیا حق ہے؟ کیونکہ جب ہم بھی اسی مرض میں مبتلا ہیں جسمیں وہ گرفتار ہے تو ہم اور وہ دونوں اس عیب کیوجہ سے قابل اعتراض ہیں) عاقل وہ ہے کہ جس طرح غصہ وغضب میں اپنے کو معذور سمجھتا ہے دوسرے کو بھی معذور سمجھے۔

۔۔ کر چکے تو حضرت نے ایک مٹھی بھر کر مٹی انکی طرف پھینکدی پھر یہ حدیث پڑھی اور واقعی حضرت والا معرفت واتباع سنت میں حجۃ اللہ تھے۔ ۱۲ مترجم۔

لہٰذا اگر تم اپنی اس مصیبت کے اجر پر غور کرو گے اور اسکا قصد کرو گے تو تمہاری نظروں میں بھی یہ مصیبت اسکے مقابلہ میں بہت ہلکی اور معمولی معلوم ہوگی اور یہ تو سمجھ ہی لو کہ اب جزع فزع کرنے سے مرنے والا تو واپس آنے سے رہا اور نہ تمہارا غم ہی اس سے ہلکا ہو سکا لہٰذا اب اپنے اس رنج کو بھول جاؤ اور اپنی موت کو یاد کرو جو پیش آنے والی ہے بلکہ یہ سمجھ لو کہ وہ اب واقع ہو ہی گئی والسلام۔

حضرت ابو اللیث ثمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ مطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ فلیذ ھب عنك اسفك کا یہ ہے کہ تم خود اپنی موت کو سوچو جو کہ تمکو پیش آنیوالی ہے اور جسکا آنا ایسا یقینی ہے کہ گویا وہ آ ہی گئی اسلئے کہ انسان جب اپنی موت کو سوچے گا اور یوں سمجھ لے گا کہ وہ بھی عنقریب مرجانے والا ہے تو جزع فزع نہ کرے گا کیونکہ جزع فزع سے کوئی مرجانے والا زندہ نہیں ہو جایا کرتا اور آخرت کا اجر اسکا الگ برباد جائے گا۔ اسلئے کہ جو جزع فزع کرتا ہے وہ گویا اپنے رب کی شکایت کرتا ہے اور اسکی تقدیر سے لڑتا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص نے صبح کی اس حال میں کہ وہ دنیا نہ پانے کیوجہ سے حزیں اور رنجیدہ ہو تو اس نے گویا صبح کی خدا سے ناراض ہو کر (معاذ اللہ) اور جس شخص نے صبح کی اس حال میں کہ وہ اپنی کسی مصیبت پر شاکی رہا تو اس نے اس حال میں صبح کی کہ گویا اللہ تعالیٰ کی شکایت کی۔ جو شخص کسی امیر کی خوشامد میں یوں اسکے سامنے عاجزی سے پیش آیا تاکہ اسکے پاس جو مال ہے اسمیں سے کچھ حاصل کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے سابقہ کئے ہوئے اعمال میں سے دو تہائی عمل حبط فرما دیتا ہے اور جس شخص کو قرآن (کا علم) دیا گیا ہو اور پھر وہ جہنم میں داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ اسکو اپنی رحمت سے دور فرما دیتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جسکو خدا نے قرآن کے علم سے نوازا اور اس نے بے عملی اختیار کی جسکی وجہ سے دوزخ میں گیا تو اللہ تعالیٰ اسکو اپنی رحمت سے مزید دور فرما دینگے کیونکہ اس نے اسکا سبب خود اختیار کیا۔

قرآن کی عظمت کو نہیں پہچانا اور اسکی بے وقعتی کی۔

حضرت وھب بن منبہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات میں چار سطریں مسلسل دیکھیں (ایک میں یہ لکھا تھا کہ) جس شخص نے اللہ کی کتاب پڑھی اور پھر یہ خیال کیا کہ اسکی بخشش نہ ہوگی تو اس نے گویا اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ استہزار کیا۔ (دوسری میں تھا کہ) جس شخص نے اپنے اوپر نازل ہونے والی کسی مصیبت کا شکوہ کیا اسنے گویا اپنے رب کی شکایت کی (تیسری میں تھا کہ) جو شخص کسی فوت شدہ شے پر رنجیدہ ہوا وہ گویا اپنے رب کی قضا سے ناراض ہوا۔ (چوتھی میں تھا کہ) جس شخص نے کسی امیر کی خوشامد کی اس نے اپنے دین کا دوثلث (⅔) ضائع کردیا یعنی اسکا یقین جو اللہ پر ہونا چاہیئے وہ کم ہوگیا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کی تین اولادیں فوت ہوجائیں وہ دوزخ میں نہیں جائے گا مگر بس قسم پوری کرنے کے لئے یعنی اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ وما منکم الاوادھا اس لئے اسپر سے گذرنا ناگزیر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی مسلمان جسکو مصیبت پہونچی ہو اگرچہ بہت زمانہ گذرچکا ہو اور وہ اسپر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اسوقت بھی اس مصیبت کے بعد اسکو اجر عطا فرمائیں گے اور جس دن اسکو وہ مصیبت پہونچی تھی اس دن کے لئے بھی اتنا ہی اجر مقرر فرمادیں گے۔

حضرت عثمان بن عفان سے مروی ہے کہ جب ان کے یہاں کوئی ولادت ہوتی تو ساتویں دن آپ اسکو اپنی گود میں لیتے (اور اسکو پیار کرتے) آپ سے اسکی وجہ دریافت کی گئی کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں (یعنی ساتویں ہی دن سے بچے کو کیوں لینا اور محبت کرنا شروع کردیتے ہیں) تو آپ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرے قلب میں اسکی کچھ محبت پیدا ہوجائے تاکہ اگر (خدانخواستہ) مرجائے تو مجھے زیادہ اجر ملے۔

حضرت انس بن مالک رضؓ سے مروی ہے کہ ایک شخص ایک بچے کو لیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا پھر اس لڑکے کا انتقال ہوگیا تو وہ شخص نہ آیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو غائب پایا تو اسکو دریافت فرمایا لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اسکا وہ بچہ جس کو آپ نے دیکھا ہوگا مرگیا ہے یہ سبب بنا اسکی غیر حاضری کا آپؐ نے فرمایا کہ پھر تم لوگوں نے مجھے خبر کیوں دی چلو ہم اپنے بھائی کے یہاں اسکی تعزیت کرنے چلیں۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکے یہاں پہونچے تو دیکھا کہ وہ بہت غمگین ہے اور اسکے اوپر تعب کا اثر ہے۔ اس نے عرض کیا کہ یا رسول! مجھے اس سے بہت محبت تھی اور توقع تھی کہ بڑھاپے میں میرا سہارا بنے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تمھارے لئے یہ بات خوشی کی نہیں ہو کہ وہ قیامت کے دن کہا جائے کہ جاؤ تم جنت میں داخل ہوجاؤ اور وہ یہ کہے کہ اے پروردگار! اور میرے ماں باپ۔ اسی طرح سے تین بار اس سے کہا جائے اور وہ برابر اپنے ماں باپ کی بھی شفاعت کرتا رہے یہانتک کہ اللہ تعالیٰ اسکی سفارش قبول فرمالے اور فرمائے کہ جاؤ سب کو لیکر جنت میں جاؤ۔ اس بات کو سنکر اس شخص کا سارا غم غلط ہوگیا۔

پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ تعزیت سنت ہے اور جب کوئی شخص کسی مصیبت میں گرفتار ہوجائے تو لوگوں کو اسکی تعزیت کرنی چاہئے۔

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے پوچھا کہ پروردگار! مریض کی عیادت کرنے والے کے لئے کیا اجر ہے فرمایا کہ یہ عمل اسکو گناہوں سے اس طرح پاک و صاف کردیتا ہے گویا کہ وہ آج ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ عرض کیا کہ اے پروردگار! کسی میت کے جنازے میں میں جو چلے اسکے لئے کیا اجر ہے؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسکے لئے موت پر فرشتوں کو بھیجے گا جو جھنڈے لئے ہوئے اسکی قبر تک اسکے ساتھ جائیں گے اور پھر قبر سے محشر تک بھی اسی طرح جائیں گے۔ عرض کیا کہ اے پروردگار! کسی مصیبت زدہ

کی تعزیت پر کیا اجر ملتا ہے؟ فرمایا کہ اسکو تو اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دونگا جسدن کہ سوا اس سایہ کے اور کوئی سایہ نہ ہوگا یعنی میرے عرش کے سایہ کے علاوہ۔

حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی بندہ نے ان دونوں گھونٹ سے بڑھکر کوئی گھونٹ حلق تلے نہیں اتارا جو اللہ تعالیٰ کو ان سے زیادہ پسند ہو ایک تو غصہ کا وہ گھونٹ جسکو حلم کے ذریعہ پی گیا ہو۔ اور دوسرا مصیبت کا وہ گھونٹ جسکو صبر کرکے پی گیا ہو۔ اسی طرح سے ان دو قطروں سے زیادہ محبوب اللہ تعالےٰ کے نزدیک کوئی قطرہ نہیں ہے۔ ایک تو اللہ تعالےٰ کے راستہ میں خون کا قطرہ جو بہایا ہو۔ دوسرا رات کی تاریکیوں میں آنسو کا وہ قطرہ جو (خدا کے خوف یا اسکی محبت کیوجہ سے) کسی مومن نے سجدہ میں بہایا ہو جس کو۔ جسکو سوا خدا کے کوئی نہ دیکھتا ہو

اسی طرح سے مومن ان دو قدموں سے بہتر کوئی قدم جو خدا کو زیادہ پسند ہو نہیں اٹھاتا ایک تو وہ جو فرض نماز کی ادائیگی کے لئے اٹھایا ہو دوسرا وہ جو صلہ رحمی کے لئے اٹھایا ہو۔

حضرت ابوالدرداءؓ سے مروی ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے صاحبزادے کا انتقال ہوا جسکی وجہ سے حضرت سلیمانؑ کو بہت رنج ہوا آپکے پاس دو فرشتے خصوم کی شکل میں (اپنا ایک مقدمہ) لیکر آئے ایک نے عرض کیا کہ یا حضرت میں نے کھیت بویا تھا ابھی اسکے کاٹنے کی نوبت نہ آئی تھی کہ یہ صاحب وہاں سے گذرے اور میرے سارے کھیت کو روند کر رکھدیا۔ آپ نے مدعا علیہ سے دریافت فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا کہ حضرت میں رستہ رستہ جا رہا تھا انکا کھیت آیا تو میں نے ہر چند ان کے پودوں کو داہنی جانب اور بائیں جانب کرکے نکل جانا چاہا مگر انھوں نے تو سارے راستہ ہی پر اپنا بیج بو رکھا تھا میں کیا کرتا مجھے ان پر سے گذرنا پڑا (یہ جواب دعویٰ چونکہ معقول تھا اسلئے حضرت سلیمانؑ

نے سکوت اختیار فرمایا) اتنے میں وہ پہلا فرشتہ بولا کہ بس پھر آپ بھی اپنے بچے پر زیادہ غم نہ فرمائیے کیا آپ جانتے نہیں کہ موت بھی آخرت کی ایک سڑک ہے اس پر سے ہر ایک کو گذرنا ہے (اب راستے میں کوئی پودا آجائے تو اسے تو ختم ہونا ہی ہے اسپر غم کیسا؟)

حضرت عبداللہ بن عباس رض سے مروی ہے کہ آپ کو سفر میں اپنی ایک بچی کے مرنے کی خبر پہونچی آپ نے خبر سنتے ہی انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ عورت ذات تھی اللہ نے اسکو چھپالیا۔ اور اپنے ذمہ اسکا خرچہ وغیرہ تھا خدا نے اسکو اپنے ذمہ لے لیا اور اس پر ہمکو انشاء اللہ اجر عطا فرمائیں گے۔ یہ کہکر سواری پر سے اترے اور دو رکعت نماز ادا کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے موقعوں کے لئے جو حکم دیا تھا اس پر عمل درآمد کردیا گیا۔ فرمایا تھا کہ واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ یعنی صبر اور نماز کے ذریعہ مجھ سے مدد چاہو چنانچہ دونوں باتیں کردی گئیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم لوگ اپنے جوتے کے تسمہ کے ٹوٹنے پر بھی انا للہ پڑھا کرو اسلئے کہ (مصیبت کے وقت اسکے پڑھنے کا حکم ہے اور) یہ بھی ایک مصیبت ہی ہے۔

حضرت ام سلمہ رض فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی مصیبت میں پڑے اور وہ کہے جو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور یوں کہے کہ یا اللہ مجھے اس مصیبت کا اجر عطا فرما اور اسکے عوض مجھے خیر عطا فرما تو اللہ تعالیٰ دیسا ہی فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ام سلمہ رض فرماتی ہیں کہ جب میرے شوہر ابوسلمہ کا انتقال ہوا تو میں نے ایسا ہی کیا انا للہ بھی پڑھا اور وہ دعا بھی کی پھر میرے دل میں خیال گذرا کہ اب مجھے بھلا ابوسلمہ سے بڑھکر کون مل سکے گا مگر ہوا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھکو اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو عطا فرما دیا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں آپ آگئیں جو بلاشبہ ابوسلمہ سے کہیں بہتر تھے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مصیبت کے وقت اپنے ران پر ہاتھ مارنا ہی (گویا بے صبری ہے) اور اجر کو ختم کردیتا ہے۔ صدمہ پڑنے کے وقت ہی صبر کرنا اجر کو بڑھاتا ہے اور جیسی مصیبت ہوگی ویسا ہی اسپر اجر ملتا ہے۔ اور جو شخص مصیبت پڑنے کے بعد جب کبھی انا للہ پڑھ لے تو اللہ تعالےٰ اسکو اتنا ہی اجر مزید دیتے ہیں جتنا کہ مصیبت کے دن اسکے پڑھنے پر دیا تھا۔

فقیہ ابو اللیث ثمرقندی فرماتے ہیں کہ پس عاقل کو چاہیئے کہ اس مصیبت کا تصور کرے کہ جب قیامت کا دن آجائیگا اور اسکے سب اقارب اولاد وغیرہ اس سے پہلے مر چکے ہونگے (ظاہر ہے کہ اسکے لئے کس قدر مصیبت کا یہ وقت ہوگا) تاکہ اسکو مصیبت کا اجر مل جائے جبکہ اللہ تعالیٰ نے مصیبت پر ثواب عظیم کا وعدہ فرمایا ہے بشرطیکہ اس پر صبر کرے اور ثواب سمجھکر صبر کرے۔ وہ یہ کہ فرمایا ہے ولنبلونکم یعنی ہم تمھاری آزمائش کریں گے اور اللہ تعالیٰ کا (آزمائش) اختیار یہ کہ جو اسکے علم غیب میں ہے اس کو ظاہر فرما دے بشیءٍ من الخوف یعنی دشمن کے قتال کے ذریعہ والجوع اور بھوک کے ذریعہ ونقصٍ من الاموال یعنی مال کے ضیاع کے ذریعہ والانفس اور درد وتکلیف اور امراض کے ذریعہ قتل اور موت سے والثمرات یعنی پھل کی کمی کے ذریعہ بھی امتحان لیں گے مطلب یہ کہ سابق کی طرح پیداوار نہوگی وبشر الصابرین اور آپ مصائب اور تکلیف پر صبر کرنے والوں کو بشارت سنا دیجئے جنکے اوصاف میں یہ ہے کہ الذین اذا اصابتھم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون یعنی وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب انکو کوئی مصیبت پہونچتی ہے تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں یعنی ہم اللہ تعالیٰ کے غلام اور بندے ہیں اسی کے مملوک ہیں اسی کے قبضہ میں ہیں اگر ہم زندہ ہیں تو اسی کے ذمہ ہماری روزی ہے اور اگر ہم مرجائیں تو اسی کے ذمہ ہمارا انجام کار ہے اور مرنے کے بعد ہمکو اسی کیطرف لوٹ کر جانا ہے لہذا ہم پر واجب ہے کہ ہم اسکے حکم پر راضی رہیں اگر دنیا میں ہم اسکے حکم پر راضی نہ رہے تو آخرت میں

وہ ہم پر ناراض ہوگا جبکہ ہم اسکے پاس لوٹ کر جائیں گے۔

اولئك یعنی جن لوگوں کے یہ اوصاف بیان ہوئے علیھم صلوات من ربھم انکے اوپر ان کے رب کی جانب سے صلاۃ ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ سے صلاۃ تین طرح سے ہوا کرتی ہے۔ توفیق طاعت۔ معصیت سے تحفظ اور مغفرت۔ اور یہ تو ایک بار کی صلاۃ ہوئی رہی صَلوٰات تو اسکی انتہا تو خدا ہی جانتا ہے۔ پھر اسکے بعد فرمایا ورحمۃ یعنی اور خدا کی جانب سے رحمت بھی ہوگی داولئك ھم المھتدون اور یہی لوگ ہیں جو ہدایت پانے والے ہیں۔ یعنی انھیں لوگوں کو انا للہ کہنے کی توفیق دی جاتی ہے۔

حضرت سعید بن جبیرؓ فرماتے ہیں کہ انا للہ وانا الیہ راجعون کا پڑھنا اسی امت کی خصوصیت ہے اس سے پہلے کسی امت کو یہ دولت نہیں ملی اور اگر کسی کو دی جاتی تو حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیجاتی دیکھتے نہیں ہو کہ انھوں نے شدت غم میں کیا کہا یہ کہا کہ یا اسفا علیٰ یوسف وائے رے افسوس یوسف کی گم گشتگی پر۔

حضرت سعید بن المسیبؓ حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اولئك نعم العِدلان و نعم العلاوۃ اولئك علی صلوات من ربھم ورحمۃ فھذ ان العِدلان واولئك ھم المھتدون فھذہ العلاوۃ۔

راقم عرض کرتا ہے کہ عرب کا دستور تھا کہ اونٹ کی پشت پر دونوں جانب ایک ایک بوجھ لاد دیتے تھے اسکو عِدلان کہتے ہیں اور پھر عین پشت پر دونوں کے بیچ میں ایک چھوٹی سی گٹھری اور رکھتے تھے اسکو عُلاوہ کہا جاتا ہے پس کسی سامان کی تعریف یوں بھی کرتے ہیں کہ نعم العدلان ونعم العلاوہ یعنی دونوں بوجھ میں بڑھیا مال اور اوپر کی گٹھری میں بھی۔ اسی کو حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے صابرین کے لئے ایک اجر تو صَلوٰات کا فرمایا۔ دوسرا ورحمۃ کا اور تیسرا ھم المھتدون کہکر تیسری گٹھری بھی عطا فرمائی۔ اور کیا کہنے ان دونوں بوجھوں کے اور کیا کہنے

علاوہ کے۔ واللہ اعلم)

مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؑ کا وصال ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روئے اور آپکی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے اسپر حضرت عبدالرحمٰن نے پوچھا کہ یا رسول اللہ آپ بھی رو رہے ہیں حالانکہ ہمیں آپ نے رونے سے منع فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں ایسے رونے کو نہیں منع کیا ہے۔ میں نے تو میت پر نوحہ کرنے یعنی پکار کر رونے سے اور گانے کی آوازان دونوں احمقانہ آوازوں سے منع کیا ہے کہ اسمیں گناہ ہوتا ہے۔ اسی طرح منہ پر طمانچہ مارنے اور گریبان چاک کرنے نیز شیطان کے گانے اور راگ وغیرہ سے منع کیا ہے اسلئے کہ یہ سب لہولعب کی چیزیں اور شیطان کے آلات ہیں۔ باقی یہ جو تم مجھے دیکھتے ہو یہ تو رحمت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رحمدل لوگوں کے قلوب میں ڈال رکھا ہے۔ اور جو شخص رحم نہیں کرتا وہ رحم نہیں کیا جاتا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ قلب رنج کرتا ہے، آنکھیں آنسو بہاتی ہیں اور ہم زبان سے ایسی کوئی بات نہیں کہتے جو ہمارے رب کی ناراضگی کا باعث بنے۔

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے خطا اور نسیان کو اٹھا دیا ہے یعنی اسپر کوئی مواخذہ نہ ہوگا اور جس بات کو تم سے زبردستی کرایا جائے وہ معاف اور جس امر کی تم طاقت نہ رکھتے ہو اسکے مکلف نہیں۔ نیز تمھارے لئے ضرورت اور اضطرار کی حالت میں حرام کردہ اشیاء کو حلال فرمایا اور تمھیں پانچ چیزیں عطا فرمائیں اول یہ کہ دنیا تمکو فضلاً عطا فرمائی اور تم سے جو اسکو طلب فرمایا تو قرضاً طلب فرمایا پس اپنی دنیا سے جو کچھ تم خدا کی راہ میں دوگے بطیب خاطر تو اللہ تعالیٰ اسکا بدلہ دس سے سات سو گنے تک بلکہ اس بھی زیادہ اتنا دیگا جس کا کوئی شمار اور حساب نہیں۔ دوسرے یہ کہ جو شئے تم سے زبردستی لے لیتے ہیں اور اسپر ثواب سمجھکر صبر کرتے ہو تو اسکا بدلہ تمکو صلاۃ اور رحمۃ سے عطا فرماتے ہیں۔

یا مجھکو ایک سخت ندامت اپنے پاک پروردگار سے یہ بھی ہے سوائے بہت سی
بندگیوں کے کہ مجھکو اپنے مرشد رہبر سے ہرگز الفت نہوئی جیسا تم صاحبوں کو محبت و
ن پیر کا ہے مجھکو نہ ہوا اور محبت کچھ تکلف سے نہیں ہوتی سو فقط اعتقاد و محبت
سکو ہے وہی بس ہے۔ اور میرا تو قصہ سارا اپنی تقریر کذاب اور حسن ظن
اب مرشدنا کا ہے۔ جب یہ ناکارہ ننگ خاندان مکہ منا کو اپنے ہادی کے
اتھ شتر سوار ہو کر چلا تو راہ میں خلوت پا کر عرض کیا کہ اے ہادی من میرا تو
پکی خدمت میں عقیدہ بھی جیسا چاہیئے ویسا نہیں اور نہ محبت مثل دیگر مریدین کے
ورنہ کوئی ایسا حال جس پر طمانینت ہو بلکہ خود ایمان پر بھروسہ نہیں تو پھر باوجود
ن نقصانات کے حضور کی عنایت میری بیہودہ باتوں پر ہے تو واسے برسن۔
ور اگر آپکو باشارۂ باطن یا بحکم الہی یا بزرگان خاندان سے تو ارشاد ہو کہ میری بھی
طمانینت ہو جاوے۔ حضرت نے سکوت فرمایا۔ (غالباً آگے کچھ تحریر کا حصہ ہے
جو ملا نہیں ۱۲ عاشق الہی)

(۷۳) عنایت فرماسئے بندہ حکیم عبدالعزیز خاں صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون
طالعہ فرمایند آپکا خط آیا حال معلوم ہوا تعویذ فرزند کے واسطے مرسل کرتا ہوں مگر مجھکو
تعویذات میں دخل نہیں حق تعالیٰ شفا بخشے۔ میرے یہاں یہ حادثہ ہوا کہ زوجہ
حافظ مسعود احمد ۲۴ رجمادی الاولیٰ روز جمعہ کو فوت ہوگئی اسکی جوانی پر ایک
حسرت ہے ایک دختر یک نیم سالہ چھوڑی جسکی تربیت اب دشوار ہو رہی ہے۔
پھر سہ شنبہ ۲۸ رجمادی الاولیٰ عزیز ابوالنصر کا ہمشیرزادہ جوان صالح تیس برس کی
عمر میں تھا حافظ قرآن اور نیک بندہ انتقال کر گیا بجز صبر اور رضا کے بندہ کا
کیا چارہ ہے جو کچھ وہ پسند فرما دے وہی عین حکمت و مصلحت ہے۔ اس دنیا
میں کوئی مال کو روتا ہے کوئی اولاد و اقارب کو دوسروں کے نام سے اپنا رونا روتا ہے
مگر فی الواقع اپنا رونا کہ اصلاح اپنی آخرت کی ہے کسی کو خبر و پرواہ نہیں۔ عجب روزگار ہے
زیادہ کیا لکھوں۔

(۷۴) عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خاں صاحب سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا عزیز الطاف الرحمن خان کے تقرر نکاح سے فرحت ہوئی شرکتہ نکاح میں قطع نظر اسکے کہ حرج ہے بڑی قباحت یہ ہے کہ ہر شخص بندہ کو شرکتہ نکاح کی تکلیف دیوے گا ابتک سب کو یہ معلوم ہے کہ کہیں نہیں جاتا تو کوئی لب کشا نہیں ہوتا تو پھر بہت حرج اور دشواری پیش آجاویگی لہٰذا اپنی شرکت سے معذور ہوں۔ فقط۔ ایک سفر دیو بند کا حسب حکم حضرت مرشد نا اختیار کیا ہے بندہ کو بہت کلفت ہے اور حرج ہے مگر اس سے گویا مجبور ہوں۔ ایک دفعہ ایک سال میں جانا پڑتا ہے چاہتا ہوں کہ اس سے بھی نجات ملے۔ جواب خط کا مع ہدایت نامہ حضرت سلمہ کے پہلے روانہ کر چکا ہوں۔ فقط والسلام)۔

(۷۵) از بندہ رشید احمد عفی عنہٗ برادرم حکیم عبدالعزیز خاں دام اشفاقہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپکا خط انبالہ سے آیا واقعہ جدیدہ معلوم ہوکر رنج ہوا مگر بندہ جز التجا اپنے مالک کے کیا کر سکتا ہے؟ مجھکو تو بخدا آپ کے ان مقاصد کا نہایت خیال ہے مگر قضا و قدر سے سب مجبور ہیں جو کچھ مرضی مالک تعالیٰ شانہٗ کی ہے اس پر ہی راضی اور شاکر ہونا چاہیئے آدمی کو ہرگز توقع نہ توڑنا چاہیئے کہ ہوتا وہی ہے کہ مقدر ہے انبیاء علیہم السلام نے بعض امور میں سالہا سال التجا کی اور کچھ نہ ہوا۔ غرض بندگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اعداء کی مخالفت کو بھی حوالہ خالق تعالیٰ شانہ کے کرو اور مجھکو غافل ہرگز ہرگز مت پہچانو۔ مولوی عبدالعزیز جیسا کرینگے اسکا پھل دنیا و آخرت میں پاوینگے اولیاء کو برا کہنا خالی نہیں جاتا مگر ہاں یہ زمانہ ایسا ہے کہ بد کی سزا بدیر ملتی ہے اور فروغ دروغ کو بہت ہے سو تم سب امور سے اعراض کرو کہ ہر کس اپنی پاداش پاوے گا اور اونکے افسوں کب تک چلیں گے یہ سب مقدر تقدیر ہے نہ کوئی افسوں کر سکے اور نہ کوئی کسی کو تکلیف دے سکے سب ایک مالک تمہارے کے ہاتھ بات ہے اوسکی ہی طرف سے کینزک درمیانی نے جو بیان کیا وہ پہلے ہی مشہور تھا تم اتنا کیوں پریشان ہوتے ہو۔ ہاں اگر راز مخفی ہوتا تو شہرت میں رنج ہوتا ہے

جب پہلے ہی سب کچھ مشہور ہولیا تو "ایہم اندر عاشقی بالا سئے غمہاسئے دگر" دہ بھی سہی یہ بھی سہی۔ فقط۔

(۷۶) خانصاحب مکرم حاجی عبدالعزیز خاں صاحب بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند تم اپنی تدبیر ظاہری کرو کہ عالم اسباب میں سامان وتدبیر ظاہر مدار رکھا ہے حسبنا اللہ ونعم الوکیل کو پانچسو بار اوقات مختلفہ میں پڑھتے رہو اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تین تین بار اور آیۃ الکرسی ایک بار سوتے وقت ہاتھوں پر دم کرکے تمام بدن پر پھرایا کرو اور انکو ہی صبح و شام بعد نماز پڑھ لیا کرو کسی کا سحر و مکر اثر نہ کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ اور استغفار کثرت سے کرو۔ استغفار کی کثرت پر اداسئے قرض و رفع غم و حصول مطلب کا وعدہ ہے۔ ایک بات یاد رکھنا کہ اپنے راز کی کسی کو دوست جانکر اطلاع مت کرنا۔ یہ بھی ایک ضروری بات ہے کسی کا اعتبار نہیں۔ فقط۔ والسلام۔

(۷۷) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ حکیم عبدالعزیز خاں صاحب السلام علیکم۔ آپکا خط آیا۔ درباب سفر آپ کے دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ قبول فرماوے اپنی کم ہمتی اور بے بضاعتی تو ظاہر مگر تقدیر کی نہ کچھ خبر ہے نہ کچھ شکوہ۔ فقط یہاں سب طرح خیریت ہے۔ فقط۔

(۷۸) عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خاں صاحب۔ السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ فساد عبدالعزیز خاں کا موجب رنج ہوا حق تعالیٰ اسکو ہدایت فرماوئے۔ آپکو صبر ہی لازم ہے اگر زیرباری مال کی ہوئی اسکو بھی تحمل کرنا اور زبان سے احسان کیطرح پر بیان نکرنا چاہئے بلکہ صدقہ جان کر صبر کرو۔ اور خرقہ شیخ کے آنے پر نہایت فرحت ہوئی خدا تعالیٰ مبارک فرماوے۔ اس خرقہ کا بھی حق یہی ہے کہ اپنے کئے کو نہ جانے دوسرے کے کئے کو بہت کچھ جانے اور جو کسی سے تکلیف پہنچے اسکو حق تعالیٰ کیطرف سے جانکر صبر کرے۔ اب اس مقدمہ میں تو فقط اتنا ہی لکھتا ہوں کہ اگرچہ اس نے بے مروتی اور سخت برائی کی مگر تم اوس کے ساتھ سلوک و پرداخت ویسے ہی رکھو جیسے پہلے کرتے

اور اسکی نادانی پر خیال نہ فرماؤ۔ اگرچہ یہ نہ لکھتا مگر جب خرقہ شیخ مرحمت ہوا اب اس کا ضرور ہوا اور مجھکو اطلاع کرنی واجب آئی۔ حضرت سلمہٗ نے بھی اپنی تحریر میں اسکا اشارہ کیا ہے وعلیٰ ہذا دیگر لوگوں کی برائی کو خیال نہ کر کے صبر کرو اور اپنے کام میں مشغول رہو۔

درباب عزیمت حج اگر آپکے پاس سامان آپکا ہو جاوے تو قصد کرو ورنہ کسی چیز کا بیع رہن کرنا ہرگز مت کرنا۔ اور بندہ کے واسطے جو آپ تحریر کرتے ہیں تو اگر بلا تکلف غیب سے میرا بندوبست ہو گیا خواہ آپکے ذریعہ سے یا کسی اور وجہ سے تو اسوقت مجھکو اپنی طبع کا تلاشس کرنا واجب ہوگا اگر ہمت ہوئی تو قصد کروں گا ورنہ نہیں ضعف ایسا ہے کہ کوئی کام کرنا سہل نہیں معہذا ایک عنایت نامہ حضرت مرشد کا مورخہ ۲۲ جمادی آیا بجواب عریضہ بندہ جسمیں مولانا مرحوم کے انتقال کی خبر لکھی تھی اسمیں ایک فقرہ مخدومنا سلمہٗ نے ایسا لکھا کہ جس سے ہمت کوتاہ سی ہو گئی اور طبع کا میل کو تائید ہوئی لکھتے ہیں، معلوم می شود کہ قصد ایں صوب است عزیز من! ایں سفر بہتر است مگر فقیر غم خوردمی ترسد کدام تکلیف سفر کہ عظیم است تن ناتواں آنعزیز را رسد و صدمہ آں بر جان ناتوانِ احقر انتد فقط۔ اس عبارت نے وہ چستی جو کچھ تھی رفع کر دی اور طبع کو جو آرام طلب ہے قوت ہو گئی پہلے تو بہانہ عدم سامان کا تھا اب اگر سامان کی صورت بھی ہوئی تو قطعاً ارادہ نہیں کر سکتا کہ ضعف اور یہ اشارہ حضرت سلمہٗ مانع نہوجاوے تو وقت پر جو پیش آوے وہ ہی قابل اعتبار ہے۔ فقط۔ والسلام۔

(۸۰) از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہٗ گرامی خدمت جناب حکیم عبدالعزیز خاں صاحب بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند چونکہ بہت ایام سے آپ کے حالات کی خبر نہیں تعلق خاطر ہے امید کہ کیفیت مزاج سے اطلاع فرماویں اور بندہ پر سال گذشتہ میں صدمہ فوت ہونے حافظ محمد اسحٰق نواسہ کلاں کا ہنوز اسکو فراموش نہ ہوا تھا کہ اب دوسرا تقدیر سے پہونچا مگر بجز رضا رکیا ہو سکتا ہے حق تعالیٰ صبر عطا فرماوے وہ یہ ہے ۱۹ر جمادی الاولیٰ کو میرے فرزند دلبند حافظ محمود احمد کا اسہال دموی میں انتقال

یہ اس قدر واقعہ جانکاہ ہوا کہ کیا کہوں حق تعالیٰ اسکو بخشے ایک فرزند دو ماہ کا اس نے چھوڑا حق تعالیٰ اسکی عمر کرے کہ اوس سے ہی دل بہلاؤں۔ فقط۔ والسلام ۔ حافظ مسعود احمد کا سلام مسنون پہونچے ۔ ۲۷ رجمادی اولیٰ سنہ ھ

(۸۱) عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خاں صاحب سلمہم السلام علیکم یہاں کے حادثات کیا لکھوں مولوی علاؤالدین پسر مولوی محمد یعقوب صاحب جنکو سال گذشتہ میں دستار اجازت بندھائی تھی ذی الحجہ کی دسویں کو فوت ہوئے تھے اور سوائے ان کے تین پسر چار پوتے اور دو پوتیں ایک زوجہ ایک بہو اور ایک نواسہ مولوی محمد یعقوب صاحب کا فوت ہوا تھا اب ۳ ربیع الاول کو خود مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم نے نانوتہ آکر وفات پائی اور سخت حادثہ مدرسہ پر اور لوگوں پر ڈالا۔ سہارنپور میں حافظ فضل حق جو رفیق مہتمم مدرسہ کے تھے فوت ہوئے اللہ تعالیٰ سب کو بخشے اور ہمکو عبرت دیوے آمین ۔ فقط والسلام ۔

(۸۲) عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز صاحب سلمہٗ ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپکا خط آیا خیریت رہی پر شکر حق تعالیٰ کا کیا۔ اور عبدالکریم کی حرکت بیہودہ پر سخت رنج ہوا کیا وہ ہر روز دنیا میں رہے گا؟ خیر کیا مضائقہ ہے اب تم صبح شام اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ماخلق کو تین تین بار بہ نیت ردسحر پڑھتے رہو اور قل یا اور قل ھو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس، سورہ فاتحہ، آیۃ الکرسی کو صبح و شام ایک ایک بار پڑھکر اپنے دونوں ہاتھوں پر دم کر کے تمام بدن پر پھیرا لیا کرو اور جو ہو سکے تو ایکبار کسی وقت مقرر کر کے حزب البحر پڑھ لیا کرو ورنہ کچھ ضرورت نہیں یہی دونوں عمل کافی ہو جائیں گے ۔ اور بندہ ہرگز تمھاری طرف سے غافل نہیں حق تعالیٰ تمھارے ہر طرح کے کاربار کی اعانت فرماوئے اور مخالفوں کو شرماوے اگر تعویذ ۳۳ آیت کا جو چھپا ہوا فروخت ہوتا ہے کہیں ملجاوے تو اسکو مڑھ کر بازو پر باندھ لینا یہاں تلاش کیا نہ ملا بعد میں اگر ملا تو ازیں روانہ کردونگا۔ فقط۔ والسلام

(۸۳) حکیم عبدالعزیز خاں صاحب السلام علیکم۔ آپکا خط آیا سب حال معلوم ہوا

اگرچہ آپکی طرف سے اور آپکے ان احوال سے بہت کچھ قلق ہوتا ہے اور بخدا اپنے علم میں بحلف کہتا ہوں کہ تمھارے واسطے ہر روز تو دعا ر یقیناً کرتا ہوں مگر پانچ وقت میں شاید کسی وقت ترک ہوتی ہو لیکن آپ کے حسن ظن سے سخت پریشان ہوتا ہوں کہ تمکو میرے ساتھ اسقدر عقیدت بے محل ہوگئی مجھ جیسے صدہا عالم میں موجود اور بہتر بھی بہت ہیں، ہاں اپنے مرشد کی بہ نسبت میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ایسا شخص کم ہے سو بندہ کا حال تو اس سے واضح ہو جائے گا کہ تا ایندم شب و روز آپ کے باب دعا ر کرتا ہوں اور کچھ اجابت کے آثار نہیں جس سے صاف روشن ہے کہ مثل دیگر عوام مومنین کے میں ایک ہوں کوئی شخص اپنی تعریف کو برا نہیں جانتا میں بار بار اپنا عیب اور حقیقۃ جو ظاہر کرتا ہوں تو فقط اس سبب سے ہی کہ میرے سبب تم اپنے مقصود سے نہ رہ جاؤ میری عقیدت تمکو مضر نہو جائے۔ ناقص کے ساتھ ہو کر اپنا نقصان ہوتا ہے دوسرے قیامت کو جب اپنا حال ظاہر ہوگا مجھکو ندامت نہ ہو کہ خلاف توقع ظاہر ہوئے گا۔ اب سنو کہ اس دم تک پختہ ارادہ حضور خدمت حضرت کا نہیں ہوا البتہ دل چاہتا ہے مگر صعوبت سفر ایک نفس پر گوارا نہیں ہوئی اور مقدر کی خبر نہیں کہ کیا پیش آوے۔

(۸۳) حاجی عبدالعزیز صاحب۔ السلام علیکم آج بروز جمعہ آپکا خط آیا تمھارے مرض سے رنج ہوا حق تعالیٰ صحت دیوے اگرچہ بندہ کا شوق تو مزید ہوتا ہے مگر تشخیص حال مانع سفر ہے ابکے سال بہت دوست معتبر گئے مگر اپنا چلنا جو مظنون تھا کچھ نہوا۔ ابھی ذی قعدہ کی دسویں پندرھویں تک جہاز روانہو وینگے ارسال روپیہ ممکن ہے سو چالیس بخدمت حضرت مرشدنا بھیجنے ہیں وہ تو روانہ کر دونگا مگر سو روپیہ جو برادر حج خانم مرسل کرتے ہو اسمیں مجھے یہ کہنا ہے کہ حضرت ممدوح تو سینہ صاف مثل اپنے سب کو جانتے ہیں اور خدام جناب مرشدنا پر بندہ کو اعتماد نہیں بخدا ایک صاحب نے جو ہمارے زمانہ میں حج بدل کیا میرے نزدیک بالکل خیرات کیا انکو فقط روپیہ لینا مقصود ہوتا ہے کچھ حج نہیں کرتے

بذا ایسا حج کرانا عمدہ بات نہیں ۔ دوسرے یہ کہ اگر خانم مرحومہ پر حج فرض
فا تو اس حج سے فرض ادا نہ ہووے گا اگر کسی نے اچھی طرح بھی کیا حج فرض
ہب ادا ہو کہ یہاں سے کوئی اسکے روپیہ میں جاوے اور حج کرکے واپس آوے
سمیں قدر ڈیڑھ سو روپیہ کے خرچ ہوکر پورا حج ہوجاوے گا پھر اگر اگلے سال
س طرح کرایا جاوے تو اوس مرحومہ کو فائدہ بھی ہو ۔ اور اس طرح حج کرانے میں
ول تو کرنے والے محتاط نہیں پھر اگر ہوا بھی تو نفل ہووے گا فرض ذمہ پر رہیگا
ز بہتر ہے کہ اسکے وارثوں سے کہا جائے کہ سال آئندہ میں پچاس روپیہ اور زیادہ
ر کے پورا حج کرا دیویں اور جو وہ لوگ نہ مانیں تو وہ جانیں اسکے سال تو ایسا نہیں
ہوسکتا جانے والے جا چکے پر کوئی تجویز ہوسکتا ہے اب شاید کسی کو خیال ہو کہ رشید احمد
اپنے واسطے چاہتا ہے سو الحق یہ بات نہیں مجھکو اگر جانا نصیب ہوا تو اپنی والدہ کی
طرف سے حج کرونگا مجھکو چند صاحب چاہتے رہے کہ ہمارا حج کردیوے یہ مجھکو منظور
نہیں الغرض اگر اونکی یہی خوشی ہے کہ اسکے ہی سال روپیہ مرسل ہوجاوے تو فورًا
آپ دریافت کرکے اطلاع دیویں روانہ کردونگا میرا کیا حرج بخدا اوس مرحومہ کی
خیرخواہی سے یہ امر کہتا ہوں ۔ فقط ۔ والسلام ۔

(۴۸) حکیم عبدالعزیز خاں صاحب السلام علیکم ۔ آپ نے حالِ دشمنیٔ کا فر لکھا ہے
سو اگر اندیشہ ہے تو بنام خدا تعالیٰ بعد استخارہ ترک کردو حق تعالیٰ دوسرا سامان کردیگا ۔
یہ ضرور ہے کہ آپکی محبت و عقیدت بجناب حضرت اس درجہ کی ہے کہ خالی نہیں چھوڑتی
اور بفضلہ تعالیٰ نسبت تم میں آئی ہوئی ہے اگر چند روز خدمت حضرت میں رہے اسکو
قوت ہوجائیگی ۔ جو کچھ آثار لکھے ہیں وہ سب حسن عقیدت کے ثمرات ہیں ۔ خرقہ مشائخ تبرک
گاہ گاہ اسکو تھوڑی دیر کو بنظر حصول برکت زیب بدن کرلیا پھر باادب رکھدیا گاہ پہننے کی برکت
بدن و قلب پر اثر کرتی ہے ۔ نوکری تو فی الواقع ایک پابندی اور خصوصًا کفار کی چاکری ہے
مگر ضرورت کے واسطے سب بلائیں سر پر رکھی جاتی ہیں پاخانہ میں جانا کسکو خوش معلوم
ہوتا ہوگا ہر طرح کی تکلیف اور دلتنگی ہو مگر ناچاری کو قدر ضرورت جانا ضرور ہے ۔ ایسا ہی

حال نوکری کفار کا ہے سو اگر بدون اسکے کار چل سکے کیا مصیبۃ ہے سو درصورتیکہ آپکو تردد اور اندیشہ اس روزگار کا ہے ترک کر دو حق تعالیٰ دوسرا سامان کر دیوے گا اور حسد قوم آپکو مضر نہیں اونکو ہی مضرت دیوے گا۔ آپ نظر اپنے مالک تعالیٰ شانہٗ پر رکھیں۔

مجذوب ہو جانا جسمیں عقل سلب ہو جاوے کچھ اختیاری نہیں مگر مجذوب بیعقل ہوتے ہیں اہل وعیال کیطرف سے بے خبری ہو جاویگی کچھ اونکا کام تو چلنے ہی کا نہیں پھر اگر اس ہی فکر و خیال کے رفع کے واسطے جذب مطلوب ہے تو نظروں سے غائب ہونے میں بھی کچھ نسیان وغفلت ہو سکتی ہے بہرحال جو حق تعالیٰ کو آپ کے واسطے خیر پسند ہے وہ پیش آویگا آپ کبھی اسکو ہی یاد کریں اور اس طرف سے ہی اپنے امور میں مدد چاہیں سب کو محض بیکار جانکر التفات چھوڑ دیویں۔ فقط۔ والسلام

(۸۵) عنایت فرمائے بندہ حکیم عبدالعزیز خانصاحب دام اشفاقہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپکا خط پہونچا حال معلوم ہوا۔ چوری اسقدر زر کثیر کی جو آپ نے لکھی ہے موجب ملال ورنج عالم بشریت میں ہوتا ہے مگر تسلی دے دینا دل کا بھی لازم ہے حق تعالیٰ کسی کا مال رائیگاں نہیں کرتا لینے والا سردست خوش ہوتا ہے کہ ہمکو مفت مال ملا اور جس کا جاتا ہے وہ ملول ہوتا ہے مگر معاملہ علی العکس ہے جسکا جاتا ہے اسکا ذخیرہ ہوتا ہے اور جو لیتا ہے وہ خسران میں پڑتا ہے۔ حق تعالیٰ نے تمکو دیا ہے اور اب بھی دیوے گا چور ذلیل وخوار اب بھی ہوا اور آخرت میں پشیمان ہوگا۔ حق آپکے مال میں برکت دے گا۔ فقط۔

(۸۶) عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خاں صاحب دام مجدہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائند خط آپکا آیا حال معلوم ہوا۔ درباب روزگار پہلے خط میں صاف لکھ چکا ہوں کہ اگر آپ اس تکلیف کو گوارا کر سکتے ہو تو بخیال تنگی معاش قبول رکھو اگرچہ یہ کلفت ہے مگر اذیت خرخشوں سے محفوظ رہو گے آخر فرائض تو ادا کر سکتے ہو اگر نوافل میں قصور رہے تو کوئی گناہ نہیں۔

Regd. No. L 28/ALD.
WASIYAT UL IRFAN
2, Buxi Bazar, Allahabad

حیات مصلح الامت

حیات مصلح الامت

سکتے ہو تو یہ
ہو گے آخر فرائض

باشاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی [illegible]

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۵ مئی ۱۹۸۶ء جلد ۹

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۴ بخشی بازار الہ آباد

حامل مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افادات وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان
الہ آباد

چندہ سالانہ
۳۰ تیس روپے
چندہ سالانہ غیر ممالک

چندہ ششماہی
۱۶ سولہ روپے
چندہ سالانہ غیر ممالک

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ ۳ تین روپئے — مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ ۵ — شعبان المعظم ۱۴۰۶ھ مطابق مئی ۱۹۸۶ء — جلد ۹

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱ اے ڈی -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

اکثر ماہِ شعبان کے رسالے میں ہمارا یہ معمول رہا ہے کہ اپنے قارئین کو رسالہ، مدرسہ اور خانقاہ کے حالات سے بھی مطلع کرتے رہے ہیں، چنانچہ رسالہ تو ہر ماہ آپکے پاس پابندی سے پہونچ ہی رہا ہے ہاں کبھی کبھی کسی عارض کے پیش آجانے کی بناء پر کچھ تاخیر ضرور ہوجاتی ہے جس میں ہم بھی مجبور ہوتے ہیں پھر بھی اسکے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ اور مدرسہ عربیہ وصیۃ العلوم سے بھی آپ اچھی طرح واقف ہونگے یہ وہی مدرسہ ہے جسے احقر کے جدامجد مصلح الامۃ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ قدس سرہٗ العزیز سے براہ راست تعلق رہا ہے جب آپ نے وطن کی سکونت ترک فرمائی اور سرزمین الٰہ آباد کو شرف قدوم بخشا تو جہاں تصوف وسلوک کا دربار لگایا حقیقت وطریقت کی بساط بچھائی وہیں جہالت وضلالت کی تاریکی دور کرنے کے لئے علم وعرفان کی قندیل بھی روشن کی چنانچہ آپ نے ایک مدرسہ قائم فرمایا جو آج بھی مدرسہ عربیہ وصیۃ العلوم کے نام سے علوم شرعیہ کی خدمت میں مصروف عمل ہے، آج بھی تشنگان دین اس سے سیرابی حاصل کر رہے ہیں۔

حضرت مصلح الامت کے وصال کے بعد میرے والد ماجد یعنی حضرتؒ کے مجاز و جانشین حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب دامت برکاتہم کے زیر سرپرستی اور آپکی توجہات عالیہ کی برکت سے بحمداللہ یہ مدرسہ نہایت خوش اسلوبی سے علوم شرعیہ کی نشرواشاعت میں مشغول ہے۔ الحمدللہ اس سال بھی مقامی وبیرونی طلبہ کی تعداد خاصی رہی جسمیں سے تقریباً پچھتر طلبہ کے قیام وطعام اور دیگر لوازم زندگی کی کفالت مدرسہ نے برداشت کی ابتدائی مکتب، درجات اردو، فارسی، تجوید، قرأت اور عربی پنجم تک تمام جماعتیں بفضلہ تعالیٰ پورے سال ذوق وشوق کے ساتھ علمی سرگرمیوں میں مشغول رہیں حضرات اساتذہ تدریس اسباق وپابندی اوقات پر پورے طور سے کاربند رہے۔

(بقیہ ص ۱۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

اور بعض لوگوں نے دَعْوٰىهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اہل جنت، جنت میں لذت حاصل کرنے کے لئے سبحانک اللّٰھم کہیں گے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث منقول ہے کہ اہل جنت تسبیح و تحمید اس طرح سے الہام کئے جائیں گے جیسے سانس (بلا مشقت) آتی جاتی ہے اور کسی وقت بند نہیں ہوتی)

وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ یعنی جنت میں بعض بعض کو سلام کریں گے اور ملائکہ انکے پاس آئیں گے اور کہیں گے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ اور ملائکہ انکے رب کی جانب سے انکے پاس سلام لادینگے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اہل جنت اپنی نعمتوں میں مستغرق ہونگے اچانک ان پر ایک نور چمکیگا تو وہ اپنے سروں کو اٹھا دینگے دیکھینگے کہ رب العزت تبارک وتعالیٰ اوپر سے انکو جھانک رہے ہیں اور فرمائیں گے السلام علیکم یا اہل الجنۃ اور یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قول سَلَامٌ قَوْلًا مِّن رَّبٍّ رَّحِيمٍ کا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پہلے جو لوگ جنت میں داخل ہونگے وہ فقراءِ مہاجرین ہوں گے جن کو سرحدوں کی حفاظت پر مامور کیا جاتا تھا اور جنکے ذریعہ تکالیف سے بچا جاتا تھا یعنی وہ لوگ جو دنیا میں خود تکلیف اٹھاتے تھے اور اپنی خدمات سے دوسروں کو راحت پہونچاتے تھے اور ان میں سے ہر ایک شخص مرجاتا تھا اور اسکی تمنا اسکے دل میں رہجاتی تھی اسکو پوری نہ کرسکتا تھا۔ تو اللہ تعالےٰ اپنے ملائکہ میں سے جنکو چاہیں گے ان سے فرمائیں گے کہ ان اہل جنت کے پاس جاؤ اور انکو سلام کرو۔ ملائکہ عرض کرینگے کہ اے ہمارے رب ہم تو آپکے آسمان کے رہنے والے ہیں اور آپکی مخلوق میں سے بہتر ہیں کیا آپ ہمکو حکم دیتے ہیں کہ انکے پاس جائیں اور انکو سلام کریں۔ ارشاد ہوگا

ہاں یہ ہمارے ایسے بندے تھے کہ میری عبادت کرتے تھے اور میرے ساتھ کسیکو شریک نہ ٹھیراتے تھے ان سے سرحدوں کی حفاظت کرائی جاتی تھی اور ان کے ذریعہ تکالیف سے بچا جاتا تھا اور انکا ایک انتقال کرجاتا تھا اس حال میں کہ انکی تمنا اسکے دل میں رہجاتی تھی اسکو پوری نہ کرسکتا تھا۔ اسوقت ملائکہ ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّار

وَآخِرُ دَعْوٰهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ شاید اسکا مطلب یہ ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہونگے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت کا معائنہ کرینگے تو اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرینگے اور صفات جلالی سے اسکی تعریف کرینگے اس کے بعد اللہ سبحانہٗ اور ملائکہ انکو سلام کریں گے تو یہ لوگ پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنار بیان کرینگے اور اسکے صفات اکرام کو بیان کرینگے۔

علامہ بغویؒ فرماتے ہیں کہ اہل جنت اپنے کلام کو تسبیح سے شروع کرینگے اور تحمید پر ختم کرینگے اور ان دونوں کے درمیان جو چاہیں گے کلام کریں گے

(آیت بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

تیسری آیت میں ان خوش نصیب انسانوں کا ذکر ہے جنھوں نے اللہ جل شانہٗ کی آیات قدرت میں غور کیا اور اسکو پہچانا اسی پر ایمان لائے اور ایمان کے مقتضیٰ پر عمل کرکے اعمال صالحہ کے پابند ہوگئے۔

قرآن کریم نے ان حضرات کے لئے دنیا وآخرت میں جو اچھا صلہ اور جزار مقرر فرمائی ہے اسی کا ذکر اس طرح فرمایا ہے اُولٰٓئِكَ یَهْدِیْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِیْمَانِهِمْ یعنی انکا رب انکو ایمان کی وجہ سے منزل مقصود یعنی جنت دکھائے گا جس میں چین وآرام کے باغوں میں نہریں بہتی ہونگی۔

اسی میں لفظ ہدایت آیا ہے جس کے مشہور معنی راستہ بتلانے اور دکھانے کے ہیں اور کہیں منزل مقصود تک پہونچا دینے کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے

اس مقام پر یہی معنی مراد ہے اور منزل مقصود سے مراد جنت ہے جس کی وضاحت بعد کے الفاظ میں کی گئی ہے۔ جس طرح سے پہلے طبقہ کی سزا ان کے اپنے کرتوت کا نتیجہ تھی اسی طرح سے اس دوسرے مومن طبقہ کی جزا کے بارے میں فرمایا کہ بہترین جزا انکو انکے ایمان کی وجہ سے ملی۔ اور چونکہ اوپر ایمان کے ساتھ عمل صالح کا ذکر آچکا ہے اس لئے اس جگہ ایمان سے وہی ایمان مراد ہوگا جس کے ساتھ عمل صالح بھی ہوں۔ ایمان اور عمل کا بدلہ بےنظیر راحتوں اور نعمتوں کا مقام جنت ہے۔

چوتھی آیت میں جنت میں پہونچنے کے بعد اہل جنت کے چند مخصوص حالات بتلائے ہیں اول یہ کہ دَعْوٰهُمْ فِیْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ اس میں لفظ دعویٰ اپنے مشہور معنی میں نہیں، جو کوئی مدعی اپنے حریف کے مقابلہ میں کیا کرتا ہے بلکہ اس جگہ لفظ دعویٰ دعاء کے معنیٰ میں ہے۔ معنی یہ ہیں کہ اہل جنت کی دعاء جنت میں پہونچنے کے بعد یہ ہوگی کہ وہ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کہتے رہیں گے یعنی اللہ جل شانہٗ کی تسبیح کیا کرینگے یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دعاء تو عرف عام میں کسی چیز کی درخواست اور کسی مطلب کے طلب کرنے کو کہا جاتا ہے سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ میں کوئی درخواست ہے نہ طلب اسکو دعاء کی حیثیت سے کہا گیا ہے۔

جواب یہ ہے کہ اس کلمہ سے یہ بتلانا مقصود ہے کہ جنت میں اہل جنت کو ہر راحت اور ہر مطلب من مانے انداز سے خودبخود حاصل ہوگا کسی چیز کے مانگنے اور درخواست کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی اسلئے درخواست و طلب اور معروف دعاء کے قائم مقام انکی زبانوں پر صرف اللہ کی تسبیح ہوگی اور وہ بھی دنیا کی طرح کوئی عبادت ادا کرنے کیلئے نہیں بلکہ وہ اسی کلمۂ تسبیح سے لذت محسوس کرینگے اور اپنی خوشی سے سبحانک اللّٰہم کہا کرینگے اسکے علاوہ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا" جو بندہ ہر وقت میری حمد وثنا میں لگا رہے یہاں تک کہ اسکو اپنے مطلب کی دعاء مانگنے کی بھی فرصت نہ رہے تو میں اسکو تمام مانگنے والوں سے بہتر چیز دونگا یعنی بے مانگے اسکے سب کام پورے

کردونگا" اس حیثیت سے بھی لفظ سبحانک اللّٰہم کو دعار کہہ سکتے ہیں۔

اسی معنی کے اعتبار سے صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی تکلیف اور بےچینی پیش آتی تو آپ یہ دعار پڑھتے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمِ اور امام طبری نے فرمایا ہے کہ سلف صالحین اسکو دعار کرب کہا کرتے تھے اور مصیبت اور پریشانی کے وقت یہ کلمات پڑھکر دعار مانگا کرتے تھے (تفسیر قرطبی)

اور امام ابن جریر، ابی منذر وغیرہ نے یہ روایت بھی نقل کی ہے اہل جنت کو جب کسی چیز کی ضرورت اور خواہش ہوگی تو سبحانک اللّٰہم کہیں گے یہ سنتے ہی فرشتے ان کے مطلب کی چیز حاضر کردینگے گویا کلمہ سبحانک اللّٰہم اہل جنت کی ایک عامی اصطلاح ہوگی جس کے ذریعہ وہ اپنی خواہش کا اظہار کریں گے اور ملائکہ ہر مرتبہ اسکو پورا کردینگے (روح المعانی و قرطبی) اس لحاظ سے یہی کلمہ سبحانک اللّٰہم کو دعار کہا جا سکتا ہے۔

اہل جنت کا دوسرا حال یہ بتلایا کہ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلَامٌ ۔ تحیۃ عرف میں اس کلمہ کو کہا جاتا ہے جس کے ذریعہ کسی آنے والے یا ملنے والے شخص کا استقبال کیا جاتا ہے جیسے سلام یا خوش آمدید یا اہلاً و سہلاً وغیرہ۔ اسی آیت نے بتلایا کہ اللہ جل شانہٗ کی طرف سے یا فرشتوں کی طرف سے اہل جنت کا تحیۃ لفظ سلام ہے یعنی یہ خوشخبری کہ تم ہر تکلیف اور ناگوار چیز سے سلامت رہوگے یہ سلام خود حق تعالیٰ کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے جیسے سورۂ یٰسین میں ہے سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ اور فرشتوں کی طرف سے بھی ہو سکتا ہے جیسے دوسری جگہ ارشاد ہے وَالْمَلٰٓئِکَۃُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ کُلِّ بَابٍ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ یعنی فرشتے اہل جنت کے پاس ہر دروازے سے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ کہتے ہوئے داخل ہونگے اور ان دونوں میں کوئی تضاد نہیں کہ کسی وقت براہ راست اللہ تعالیٰ کا سلام پہونچے اور کسی وقت فرشتوں

کی طرف سے۔ اور سلام کا لفظ اگرچہ دنیا میں دعا ہے لیکن جنت میں پہونچکر تو ہر مطلب حاصل ہوگا اسلئے وہاں یہ لفظ دعا کے بجائے خوشخبری کا کلمہ ہوگا۔ (روح المعانی)

تیسرا حال اہل جنت کا یہ بتلایا کہ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ یعنی اہل جنت کی آخری دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہوگی۔ مطلب یہ کہ اہل جنت کو جنت میں پہونچنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی معرفت میں ترقی نصیب ہوگی جیسا کہ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ نے اپنے ایک رسالہ میں فرمایا کہ جنت میں عام اہل جنت کو علم و معرفت کا وہ مقام حاصل ہو جائے گا جو دنیا میں علماء کا ہے اور اور علماء کو وہ مقام حاصل ہو جائے گا جو یہاں انبیاء کا ہے اور انبیاء کو وہ مقام حاصل ہو جائے گا جو دنیا میں سید الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں قرب خداوندی کا انتہائی مقام حاصل ہوگا اور ممکن ہے کہ اسی مقام کا نام مقام محمود ہو جس کے سلئے اذان کی دعا میں دعا کرنے کی آپؐ نے تلقین فرمائی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل جنت کی ابتدائی دعا سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ اور آخری دعا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ہوگی۔ اس میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کی صفات کی دو قسموں کیطرف اشارہ ہے۔ ایک صفات جلال جن میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کے ہر عیب اور ہر برائی سے پاک ہونے کا ذکر ہے۔ دوسری صفات اکرام جن میں اسکی بزرگی اور برتری اور اعلیٰ کمال کا ذکر ہے۔ قرآن کریم کی آیت تَبَارَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِي الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ میں ان دو قسموں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ سبحانیت اللہ تعالیٰ کی صفات جلال ہی سے ہے اور مستحق حمد و ثناء ہونا صفات اکرام میں سے ہے اور ترتیب طبعی کے مطابق صفات جلال، صفات اکرام سے مقدم ہیں اسلئے اہل جنت شروع میں صفات جلال کو بلفظ سبحانك اللهم بیان کرینگے اور آخر میں صفات اکرام کو بلفظ الحمد لله رب العالمين ذکر کریں گے یہی انکا رات دن کا مشغلہ ہوگا۔

اور ان تینوں احوال کی ترتیب طبعی یہ ہے کہ اہل جنت جب سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کہیں گے تو اسی کے جواب میں انکو حق تعالیٰ کی طرف سے سلام پہونچے گا اسکے نتیجہ میں وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہیں گے۔
(روح المعانی)

احکام و مسائل: قرطبی نے احکام القرآن میں فرمایا کہ کھانے پینے اور تمام کاموں میں سنت اہل جنت کے اس عمل کے مطابق یہ ہے کہ بسم اللہ سے شروع کرے اور الحمد للہ پر ختم کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ بندہ جب کوئی چیز کھائے پیئے تو بسم اللہ سے شروع کرے اور فارغ ہو کر الحمد للہ کہے۔

مستحب یہ ہے کہ دعا کرنے والا آخر میں یہ کہا کرے وَاٰخِرُ دَعْوٰىنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ اور قرطبی نے فرمایا کہ اسکے ساتھ بہتر یہ ہے کہ سورہ صٰفّٰت کی آخری آیتیں بھی پڑھ لیا کرے یعنی سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

(۱۰)

وَاللّٰهُ يَدْعُوْا اِلٰى دَارِ السَّلَامِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ اور اللہ تعالیٰ تمکو دار البقا کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہِ راست پر چلنے کی توفیق دیدیتا ہے (جس سے دار البقا تک رسائی ہو سکتی ہے۔ آگے جزا کا بیان ہے کہ) جن لوگوں نے نیکی کی ہے (یعنی ایمان لائے ہیں) ان کے واسطے خوبی (یعنی جنت) ہے اور مزید براں (خدا کا دیدار بھی۔ اور انکے چہروں پر نہ کدورت (غم کی) چھائے گی اور نہ ذلت یہ لوگ جنت میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(باقی آئندہ)

(مکتوب نمبر ۴۷۰)

حال: حضرت والا نے ناچیز کے واسطے حضرت والا ہی کی چند کتب کے مطالعہ کا ارشاد فرمایا، چونکہ ناچیز درزی کا پیشہ کرتا ہے رمضان کا مہینہ آگیا جسکی وجہ سے فرصت بہت ہی کم ملتی ہے انشاء اللہ اسکے بعد حضرت والا کے حکم کو بسر وچشم بجالاؤنگا ایک بات سمجھ میں نہیں آئی وہ یہ کہ اصلاح کس کو کہتے ہیں؟ امید ہے کہ اس کے معنی ومطلب ضرور تحریر فرمائیں گے۔ تاکہ خوب ذہن نشین ہوجاوے اگرچہ اصلاح کے لفظی معنی درست کرنا ہے۔ اسکی حقیقت معلوم نہیں حضرت والا ہی اسکی حقیقت بتلاسکتے ہیں۔

دوسری خامی یہ ہے کہ سستی اور کاہلی ہے، اس کے واسطے دعا کریں۔

تیسری خامی یہ ہے کہ کوئی کتاب اگر دیکھتا ہوں تو طبیعت گھبرا جاتی ہے اور یہ سوچتا ہوں کہ آخر کیا کروں کس عمل کو کروں اسی وجہ سے کتاب دیکھنا ہی مشکل معلوم ہوتا ہے۔

تحقیق: یہ بتلاؤ کہ سستی دور کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ سستی دور کرنا اصلاح کے مطلب میں داخل ہوسکتا ہے یا نہیں؟ میں تم سے سستی کی حقیقت معلوم کرنا چاہتا ہوں یہ تمھاری صفت ہے تمکو ضرور معلوم ہوگی، پھر اصلاح کی حقیقت تمکو بتلادونگا۔

(مکتوب نمبر ۴۷۱)

حال: آقائی وسیدی! سلام مسنون۔ ظل ہمایوں برسرم دائم۔
صحیفۂ اقدس نے ورود فرمایا، آپ کے ہوتے مجھے کسی کی ضرورت نہیں لاکھ کسی میں اوصاف وکمالات ہوں میرا دل تو حضور سے اٹکا ہے ۔

شکل کوئی جز ترے بھاتی نہیں لاکھ شکلیں دل کو دکھلاتے ہیں ہم
طلب ضرور رکھتا ہوں اول تو وہ بھی جھوٹی پھر اگر کچھ حاصل تو بدولت حضور۔ ورنہ بس یوں کورا بھی ٹھیک ہوں حضور سے محبت رکھتا ہوں اور غلامی کا دم بھرتا ہوں اور انشاء اللہ میری غلامی کام آئے اور پھر آسئے ؎
کینزی می کنم ما زنده باشم بمیرم ہچنانت بنده باشم
ایک شوق ضرور ہوا تھا اگرچہ کمال تو یہ بھی کچھ نہیں مشق سے شاید دل جاری ہوجاتا ہے، اصل تو اتباع سنت ہے اور خلوص ہے، سو اگر اطاعت لوجہ اللہ ہوجائے تو سب کمالات حاصل ؎
اللہ اللہ میکنی از بہر نال بے طمع پیش آو اللہ را بخواں
غرض مجھکو فقط آپ مطلوب ہیں اور کچھ نہیں چاہیئے ؎
مختصر سے مختصر ہے میرا رازِ زندگی تم مجھے مل جاؤ بس حسرت یہ میرے دل میں ہے
اور دنیا اب بھی مجھے آپ کی دعاؤں سے حاصل ہے۔ ملازمت جو ملی آپ کے التفات اور دعاؤں سے۔ کوئی مشکل پیش آتی ہے آپکو عریضہ لکھتا ہوں۔ وہ آنجناب کی توجہ سے دفع ہو جاتی ہے سو محروم تو اب بھی نہیں پھر طاعت وبندگی میں جو اخلاص کا قصد کرتا ہوں وہ بھی آنحضور ہی کی تعلیم ہے۔ غرض مجھے تو بہت کچھ آپ کی درگاہ سے حاصل ہے۔ نصیب ہے تو وہ بھی جو مطلوب حقیقی ہے حاصل ہوجائے گا۔ بس دعاؤں اور توجہات کا آرزومند ہوں
تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس راہ میں شیخ کی وحدت ضروری ہے بلا ضرورت متعدد شیخ سے تعلق مضر باطن ہے۔ آپ عالم ہیں مقصود طریق کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں باوجود اسکے آپ نے قلب جاری ہونے کے لئے جو لکھا اس سے مجھے بڑا تعجب ہوا اور تعجب اس سے ہوا کہ آپ خود عالم ہیں حضرت مولانا تھانوی سے آپکو عقیدت ہے آپ جانتے ہیں کہ حضرت تھانوی علم ظاہر و باطن کے جامع تھے بلکہ اس طریق کے مجدد تھے۔ حضرت کے بہت سے

خلفاء وہاں موجود ہیں جنکو حضرت نے اجازت دی ہے تو کیا صرف ظاہر ہی بنا پر سب کو اجازت دیدی یا باطن سے بھی ان حضرات کو کچھ حصہ ملا ہوگا! لیکن آپ کے اس لکھنے سے یہ شبہ ہوا کہ آپ دوسروں کے متعلق تو قلب وغیرہ کے جاری ہونے کے قائل ہیں اور حضرتؒ اور ان کے لوگوں کو اس اتنے سے بھی عاری سمجھتے ہیں یہی امر باعث تعجب بنا کہ ابتک آپ اسی غلط فہمی میں پڑے ہیں اور حضرتؒ اور حضرت کے اہل سلسلہ کو اس چیز سے جو کہ بالکل ابتدائی چیز ہے (یعنی دوسروں کو معمولی مشق سے حاصل ہو جاتی ہے) خالی سمجھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بات یہ ہے کہ اور لوگ زبان سے کہدیتے ہیں اور حضرت کی یہ تعلیم نہیں تھی اسلئے حضرت کے لوگ دعویٰ اور اظہار سے بچنے کے لئے زبان سے کچھ نہیں کہتے تو اسکا اثر آپ لوگ یہ لیتے ہیں کہ یہ حضرات اس سے عاری ہیں لاحول ولاقوۃ۔

امید ہے کہ آپ نے اب بات کو سمجھ لیا ہوگا حضرت کے اور جو خلفاء وہاں تشریف رکھتے ہیں یہ خط انکو بھی دکھلا دیجئے اور پھر مجھے مطلع فرمائیے کہ آپ نے کیا سمجھا۔ والسلام۔

(مکتوب نمبر ۴۷۲)

حال: مرشدی ومولائی دام ظلکم العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت والا مدظلہ العالی نے جو فرمایا ایک ایک حرف صحیح ہے میں واقعی بڑا سخت مجرم ہوں اور ساتھ ہی ساتھ احمق بھی۔ مجرم یہ کہ میں نے اللہ تعالیٰ کا کوئی حق ادا نہ کیا۔ اور احمق یہ کہ تمنا کرتا ہوں رضاء حق کی اور اسکا راستہ نہ اختیار کیا۔ حضرت والا نے میرے ساز زندگی کا وہ تار چھیڑ دیا اور اسی تار پر اپنی حکیمانہ انگلی رکھدی جس کو میں نے بڑی حسرت سے عرصہ سے دبا رکھا تھا۔

تحقیق: خوب۔ کیوں دبا رکھا تھا آخر نہ دبا سکے۔

سال: حضرت والا نے مجھکو ۱۳۶۶ھ کے رمضان شریف میں حکم دیا تھا کہ کام کرو اور فرمایا تھا فائدہ ہوگا۔ اور فرمایا تھا کہ کسی سے ذکر نہ کرنا۔ میں نے آجتک کسی سے ذکر نہیں کیا اور فائدہ سے یہی سمجھا تھا کہ اصلی فائدہ جو آخرت کا ہے وہ ضرور ملے گا اور بزرگان سلسلہ رحمۃ اللہ علیہم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔ تحقیق: بیشک

سال: دنیا میں یہ فائدہ دیکھا کہ حضرت والا کی باتیں سمجھ میں آنے لگیں۔ باوجود اپنی کم علمی اور کم مائگی کے اعلیٰ مضامین بھی کچھ نہ کچھ سمجھنے لگا۔ اور یہ فائدہ ہوا کہ اس سے قبل جو مجھکو اپنی گزشتہ زندگی کی بے راہ روی سے آخرت کی طرف سے ناامیدی کی حدتک حالت پہونچ گئی تھی اس میں تبدیلی ہوئی اور مغفرت کی امید ہوگئی۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: اس حالت کا تقاضہ اور مطالبہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ میں اپنے کو تمام کاموں سے فارغ کرکے علم دین حاصل کرتا اور حضرت والا کی خدمت میں رہکر بالتفصیل تصوف کو حاصل کرتا جو کام کے لئے اشد ضروری بلکہ شرط ہے۔ یہ کام میں کرتا اور نسبت سے نوازنا اللہ تعالیٰ کرہی دیتا۔ تحقیق: بیشک

حال: میں نے چاہا یہ کرنا اور کسی درجہ میں کوشش بھی کیا مگر ہر مرتبہ ناکامیاب ہی رہا اور ایسے لواحق پیش آئے کہ اپنی بقیہ زندگی اس طرح سے سدھارنے سے مایوس ہوگیا۔ تحقیق: جی ہاں

حال: اب صرف اس پر اکتفا کرلیا کہ معمولی طور پر جو کام کرتا ہوں کرتا رہوں اور حتی الامکان کوئی کام خلاف شرع نہ ہو۔ اخلاق کو بہرصورت حضرت اقدس کی ہدایت کے مطابق بناؤں اور معمولات کی پابندی کروں۔ حضرت والا سے جو بات سنتا ہوں اور موقع ہوتا ہے تو دوسروں کو بھی پہونچا دیتا ہوں اگر کسی نے خصوصی طور پر دین سے رغبت کا اظہار کیا اور اس کے حصول کی تمنا کی تو اس کو حضرت والا کا پتہ بتلا دیتا ہوں یہ ہے مختصر روداد جو عرض کرنا پڑی اور یہ تمنا

ہے کہ حضرت والا کے خدام اور متوسلین میں ادنیٰ ترین اور حقیر اور ذلیل بھی ہوکر پڑا رہوں اور اسی پر خاتمہ بخیر ہوجاسے۔ حضرت والا سے بصد عجز و زاری یہی درخواست ہے کہ حضرت والا مجھکو جس طرح ہونباہ دیں۔ اور دعا، فرمائیں۔ تحقیق: آمین۔ دعا رکرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۴۷۳)

حال: حضرت ذیشان دام ظلکم علینا وعلیٰ جمیع المسلمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ احقر کو تعلق خاندان نقشبندیہ مجددیہ مظہریہ کے ایک شیخ سے تھا جنکا وصال ایک سال سے زائد ہوا کراچی میں ہوچکا ہے بعد وصال ضرورت محسوس ہوئی کہ کسی طرف رخ کیا جائے تاکہ اصلاح حال ہوسکے۔ ایک زمانہ سے دل میں بار بار آنجناب کا خیال آتا ہے لیکن ہمت نہیں پڑتی تھی کہ قلم اٹھاؤں بہرحال خدا کا شکر ہے کہ آج یہ کارڈ لکھ رہا ہوں لہٰذا گذارش ہے کہ بندہ کو اسکی اجازت دی جائے کہ اپنی مشکلات یا حاجتوں کو پیش کرکے جناب والا سے حل کرالیا کرے اور جو تجویز و نسخہ حضرت والا فرمادیں گے اس پر انشاء اللہ اہتمام سے عمل کروں گا۔

تحقیق: مضمون سے مطلع ہوا بخوشی اجازت ہے مشکلات اور حالات کو پیش کرنے کی اللہ تعالیٰ صحیح خدمت کی مجھکو توفیق بخشیں۔ آمین۔

(مکتوب نمبر ۴۷۴)

حال: ایک بات دریافت طلب یہ ہے کہ کیا اصلاح کیلئے بیعت ہونا ضروری ہے یا بغیر اسکے بھی ہوسکتی ہے۔

تحقیق: اصلاح کے واسطے ضروری ہے بمگر اس سوال کا فائدہ سمجھ میں نہیں آیا۔

(بقیہ پچھلی نقطہ)
امسال حسب ذیل حضرات علماء واساتذۂ کرام نے فرائض تدریس انجام دیئے :-

۱۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامی	۲۔ جناب مولانا نورالہدیٰ صاحب
۳۔ جناب مولانا عرفان احمد صاحب	۴۔ جناب مولانا محمد نعمان صاحب معروفی
۵۔ جناب مولوی احمد حسن صاحب	۶۔ جناب مفتی ضیاء الدین صاحب
۷۔ جناب حافظ مولوی محی الدین صاحب اسرولوی	۸۔ جناب مولوی عبدالجلیل صاحب
۹۔ جناب قاری احمد علی صاحب	۱۰۔ جناب ماسٹر اشفاق احمد صاحب
۱۱۔ جناب ماسٹر عبداللہ صاحب	۱۲۔ جناب مولوی سرور الحسن صاحب (اعزازی)
۱۳۔ احمد مکین (اعزازی)	۱۴۔ مولوی محی الدین صاحب (اعزازی)

اب چونکہ تعلیمی سال کا اختتام ہے طلبائے عزیز جد وجہد اور تمام کاوشوں کے ساتھ امتحان کی تیاریوں میں مصروف ہیں وسط شعبان میں امتحان کی تاریخیں مقرر ہیں اسکے بعد ۱۱ر شوال تک کے لئے مدرسہ میں تعطیل ہو جائیگی۔ مدرسہ انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲ر شوال المکرم ۱۴۰۶ھ کو کھلے گا اور آئندہ سال انشاء اللہ مشکوٰۃ شریف و ہدایہ آخرین کا بھی درس ہوگا۔

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ حضرت مصلح الامۃ قدس سرہٗ العزیز حضرت مجدد الملۃ حکیم الامۃ علیہ الرحمۃ کے ان منتخب خلفاء میں سے تھے جنھیں بلا شبہ حکیم الامۃ نوراللہ مرقدہٗ کی جانشینی کا مقام حاصل تھا آپ نے اپنے پیرومرشد کی پیروی ہر راہ اور ہر طریق میں لازمی طور پر اختیار فرمائی آپ کے لئے مرشد ہی کے نقوشِ قدم نشانِ راہ ومنزل تھے۔

حکیم الامۃ قدس سرہٗ نے خانقاہ امدادیہ میں جو مدرسہ قائم فرمایا تھا اسکے اصول وضوابط عام مدارس سے بہت حد تک مختلف تھے، یہ ظاہر سی بات ہے کہ دورِ حاضر میں مدرسوں کا قیام وبقا عامۃ المسلمین کی امداد ہی پر منحصر ہے مگر مجدد تھانویؒ نے حصول اعانت کے متعارف طریقوں سے احتراز فرمایا محبین ومخلصین جو کچھ برضا ورغبت پیش کرتے تھے اسے قبول

فرمایا کرتے، سارا دار و مدار اعتماد علی اللہ و توکل پر تھا سفیر رسید جلسہ جلوس کے طریقوں کو آپ نے اختیار نہیں فرمایا۔

ہمارے جد امجد رحمۃ اللہ علیہ نے ٹھیک اپنے مرشد کے طرز پر اپنا مدرسہ قائم فرمایا اور انھیں اصول اور ضابطوں کو اپنا لائحہ عمل بنایا جو مرشد تھانوی کے اختیار کردہ و پسندیدہ تھے یعنی مدرسہ خانقاہ کے تابع رہا اصلاح باطن کے ساتھ تزئین ظاہر بھی ہوتی رہی" اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جو طریقہ مجدد تھانویؒ سے شروع ہو کر مصلح الامۃؒ سے ہوتا ہوا حضرت اقدس قاری صاحب دامت برکاتہم تک پہونچا آپ نے کمال استقامت کے ساتھ ان اصول و ضوابط کی حفاظت فرمائی اور اپنے ہر دو بزرگوں کے نقش قدم ہی پر مدرسہ کا نظم و نسق قائم رکھا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ مدرسہ آج بھی اعتماد علی اللہ اور توکل کے انھیں خطوط پر قائم ہے جسکی بنیاد مجدد تھانویؒ نور اللہ مرقدہٗ نے خانقاہ امدادیہ میں ڈالی تھی

چنانچہ بفضلہ تعالیٰ آج اس دور میں بھی مدرسہ وصیۃ العلوم کی جانب سے کوئی سفیر برائے چندہ مقرر نہیں ہے بلکہ مخلصین و محبین براہ راست حضرت قاری صاحب ظلہٗ کے پاس مدرسہ یا مسجد کی اعانت کے سلسلہ میں اپنی رقوم ارسال کرتے ہیں اور اسی سے مدرسہ چلتا رہے ——— بڑی ناانصافی ہوگی اگر ان معاونین و مخلصین کرام کا شکریہ ادا نہ کیا جائے جنھوں نے دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح سے مسجد و مدرسہ کی اعانت کی اور کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے عطیات و صدقات کو قبول فرمائے، صلاح و فلاح زہد و تقویٰ کی دولت سے مالا مال فرمائے اور آخرت میں درجات عالیہ کا مستحق قرار دے۔

تعمیرات : مسجد و مدرسہ دونوں میں تعمیری سلسلہ گذشتہ دو برسوں سے جاری ہے الحمد للہ صحن مسجد کی توسیع ہوگئی شرقی جانب ایک وسیع و عریض برآمدہ اور اسکے اوپر طلبار کے لئے رہائشی کمرے اور صدر دروازہ کی تعمیر بھی ہوگئی لیکن برآمدہ، کمروں، صدر دوازہ اور فرش کا پلاسٹر ہونا ابھی باقی ہے طلبہ کے لئے رہائشی کمروں کی شدید قلت ہے امسال عزیز طلبہ کو کافی زحمت اٹھانی پڑی اسلئے ابھی مزید حجروں کی تعمیر فوری طور پر ضروری ہے۔ مسجد کے مئذنہ (مینار) کی تعمیر انشاء اللہ جلد ہی پایۂ تکمیل کو پہونچ جائیگی۔

حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم نہایت جانفشانی و دیدہ ریزی کے ساتھ بنفس نفیس تعمیراتی امور کی نگرانی فرماتے رہے آپکی دلچسپی اور توجہ کی برکت ہی سے اتنے تعمیری مراحل بلاکسی تحریک اور چندہ کی متعارف تگ و دو کے بحسن و خوبی طے ہوگئے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے جملہ تعمیرات کی تکمیل فرمادیں ۔

دعا فرمائیے کہ اللہ رب العزت حضرت قاری صاحب دام مجدہم کا سایہ ہمارے سروں پرتا دیر قائم رکھے انکے فیوض و برکات عام و تام ہوں اور مدرسہ وخانقاہ کا فیضان بایں ہمہ برکات و حسنات جاری رہے اور ہم خدام کو بھی اس سے حصہ نصیب ہو آمین ۔

خانقاہ میں واردین وصادرین کا سلسلہ الحمد للہ جاری ہے، چنانچہ بلاناغہ صبح ایک گھنٹہ مجلس کا بھی سلسلہ ہے جس میں حضرت مصلح الامۃ یا حضرت تھانوی کی کتب کا سلسلہ قائم ہے جمعہ کو جملہ طلبائے مدرسہ کے لئے بھی اس میں شرکت لازم ہے ۔

استاد محترم مولانا عبدالرحمٰن صاحب جامی مدظلہ العالی ادھر چند ماہ سے سخت علیل تھے اب بفضلہ تعالیٰ رو بصحت ہیں ناظرین سے صحت عاجلہ اور عافیت کاملہ کی دعاؤں کی درخواست ہے ۔

(مولوی) احمد مکین عفی عنہ

۲۳ بخشی بازار ۔ الہ آباد

نوٹ: راقم الحروف احقر جامی عفی عنہ نے اپنی علالت کے سبب اسدفعہ عزیزی مولوی احمد مکین سلمہ (یعنی فرزند رشید حضرت شاہ قاری محمد مبین صاحب دام مجدہم) سے خواہش ظاہر کی کہ رسالہ کا پیش لفظ وہ لکھدیں چنانچہ عزیزم سلمہ نے ماشاء اللہ نہایت عمدہ لفظوں میں مافی الضمیر کو ادا فرمایا ہے اللہ تعالیٰ انکے علم و عمل اور اخلاص میں برکت عطا فرمائے ۔

ناظرین موصوف سلمہ سے خوب واقف ہونگے بچپنے میں حضرت اقدس کی معیت اور اختلاط انھیں بہت زیادہ حاصل رہا ہے انکے اس مضمون سے مجھے بڑی مسرت ہوئی اور میں نے سمجھا کہ چلو "حق بحقدار رسید"

دعا جو احقر جامی

ناظرین کرام نے ملاحظہ فرمایا کہ حالات کے اسقدر موافق اور سازگار ہونے کے باوجود لوگوں کو حضرت اقدس کے فتحپور ترک فرمانے کا کتنا غم باقی ہے جو خط آتا ہے اسمیں مسجد، مکان، خانقاہ کی ویرانی پر اپنے دلی رنج کا اظہار ہوتا ہے چنانچہ عوام تو عوام بعضے خواص کے خطوط بھی اسی انداز کے آتے رہے جیسا کہ حضرت مولانا عبد الباری صاحب ندویؒ کے خط سے بھی ترک وطن کا کتنا صدمہ ظاہر ہو رہا ہے۔ حضرت والا کو لکھا کہ " ماہ مبارک کا قرب کہف مبارک کی یاد دلاتا ہے " اسکی وجہ سے حضرت نے سمجھا کہ یہ لوگ میرے ترک وطن کو شاید میری مغلوبیت خیال کرتے ہیں اور اسکا انکو قلق ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو خود مجھے اسکی ایسی مصلحت سمجھا دی ہے کہ اسکی وجہ سے مجھے اب ان چیزوں کے ترک کا قطعی غم نہیں رہا تاہم حضرت اقدسؒ نے ضرورت سمجھی کہ لوگوں کے ذہن کو بھی اس جانب سے صاف کیا جائے اسلئے وقتاً فوقتاً عام طور سے لوگوں کو جو اس سلسلہ میں تحریر فرماتے رہے اسکے علاوہ ایک مضمون اہل وطن کے پاس بھی بھیجا جس میں مفصل اس امر پر گفتگو فرمائی کہ اہل بدعت نے وطن میں جو فتنہ برپا کیا تھا الحمد للہ کہ شروع سے لیکر آخر تک غلبہ اس میں مجھی کو حاصل ہوا، لیکن بعض اوقات اللہ تعالیٰ اس طرح سے غلبہ عطا فرماتے ہیں کہ بہت لوگوں کو وہ غلبہ محسوس ہی نہیں ہوتا جس طرح سے کہ صلح حدیبیہ کے بعد ہی مگر فتح مکہ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح نازل فرمائی کہ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً۔ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپکو فتح مبین عطا فرمائی حالانکہ اسوقت صلح حدیبیہ میں بہت دیگر مسلمانوں نے صلح کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے انجام کی رو سے اسے فتح مبین فرمایا۔ اور چند ہی روز بعد جب مکہ فتح ہوگیا تب لوگوں کی سمجھ میں فتح مبین کا مطلب آیا۔ چنانچہ لوگوں کو اس مغالطے سے نکالنے کے لئے حضرت اقدس نے بھی یہ تحریر اہل وطن کے پاس روانہ فرمائی۔

(الحمد للہ غلبہ مجھے ہی ہوا)

فرمایا کہ ــــــ غلبہ کی دو قسمیں ہیں، غلبہ باللسان اور غلبہ بالحجۃ چنانچہ آیۃ ھوالذی ارسل رسولہ بالحق لیظھرہ علی الدین کلہ میں جس غلبہ کو فرمایا گیا ہے وہ غلبہ بالحجۃ ہی ہے یعنی اسلام کو دیگر ادیان پر دائمی جو غلبہ حاصل ہے وہ باعتبار دلیل وحجۃ کے ہے اب اگر کہیں مسلمان محکوم ہی ہوں اور حکومت غیر مسلموں کی ہو تب بھی کہا جائے گا غلبہ اسلام کو ہے۔ الاسلام یعلوا و لا یعلی۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ جب یہ بات سمجھ میں آگئی کہ اصل غلبہ حجۃ اور دلیل کا غلبہ ہوتا ہے تو اب سمجھ لیجئے کہ فتحپور میں بھی الحمد للہ میں ہی غالب رہا اسلئے کہ دوسری جماعت کے جو سردار تھے وہ مولوی صاحب ہماری جانب ہو گئے اور انھوں نے مجھکو مان لیا اور کسی جماعت کے امیر اور سردار کی شکست پوری قوم کی شکست سمجھی جاتی ہے باقی کسی شخص کے غالب آنے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ مخالفین میں کا ایک ایک فرد تابع ہو جائے یہ ضروری نہیں ہے کیونکہ اہل حق کے مقابل جو لوگ آتے ہیں ان میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں کچھ تو ایسے ہوتے ہیں جو حق واضح ہو جانے کے بعد مان جاتے ہیں اور بعضے خبیث النفس ایسے ہوتے ہیں جو آخر دم تک نہیں مانتے ان کے نہ ماننے کا اعتبار بھی نہیں۔ فتح مکہ میں اسلام غالب ہوا اور کفار مغلوب ہوئے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوسفیان تک کو پناہ دیدی اور یہ فرمایا کہ من دخل دار ابوسفیان فھو آمن لیکن چند بدنصیب مرد اور عورتیں ایسی بھی تھیں جنھوں نے اسپر بھی نہ مانا بالآخر رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہ لوگ اگر استار کعبہ میں بھی چھپے ہوئے ملیں تو قتل کردو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا یہی حال ہر زمانہ میں ہوتا ہے کہ جو خوش نصیب ہوتا ہے وہ حق واضح ہونے کے بعد اسکو مان لیتا ہے اور جو لوگ دوسرے ہی قسم

کے ہوتے ہیں وہ مانتے تو کیا ایسے حالات میں انکی سرکشی اور بڑھ جاتی ہے چنانچہ ہمارے یہاں جو فساد وغیرہ ہوا اسکا منشا بھی یہی تھا کہ ان مفسد لوگوں نے دیکھا کہ ہمارے سردار تو ادہر چلے گئے اور جن کے کہنے سے ہم لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا وہ ہی ہمکو چھوڑ کر دوسری جانب ہو گئے، وہاں آتے جاتے ہیں۔ انکی خوب خاطر مدارت ہوتی ہے تو وہ تو مزے میں ہو گئے اب ہم کدھر کے بھی نہ ہوئے ان سب باتوں کو دیکھکر جماعت میں ایک کھلبلی مچ گئی مفسدوں کو جب خفت ہوئی تو اسکا نتیجہ فساد کی شکل میں نمودار ہوا۔

ان میں ایک چودھری نے بھی معافی وغیرہ مانگی آنے جانے لگے ایک دن مجلس میں بھی آ بیٹھے اسکی اطلاع جب انکی جماعت کو ہوئی تو ان لوگوں نے ان سے کہا کہ ارے تہوں چل گییئے (یعنی اجی تم بھی وہاں چلے گئے) قوم سے یہ طعنہ سنکر ان کے جذبۂ عار کو ٹھیس لگی اور وہ آنے سے رک گئے۔ اسی طرح انکے ایک صاحب کو بھی لوگوں نے بہت کچھ روکنا چاہا مگر وہ نہ رکے حتی کہ بریلی سے خانصاحب کے صاحبزادے تشریف لائے تھے لوگوں نے انکے ذریعہ دباؤ ڈالنا چاہا ان سے بھی مولوی صاحب نے صاف کہدیا کہ دیکھئے صاحب ہم کو ان سے اختلاف تھا اور ان کو ہم سے اختلاف تھا لیکن ہم نے اسکا کوئی نفع نہ دیکھا اب وہ کہتے ہیں کہ سب لوگوں کو متفق و متحد ہو کر رہنا چاہیئے ہم نے اس بات کو مان لیا وہ نہایت اچھے اور بزرگ آدمی ہیں انکے پاس ہم ضرور جائیں گے اور کسی کے منع کرنے سے نہ مانیں گے۔ بریلوی صاحب نے جب یہ رنگ دیکھا تو خاموش ہو گئے۔

میں کہتا ہوں یہ کیا ہے؟ یہ فتح نہیں ہے جو شخص سیدھے منہ میرا نام لینا گوارا نہ کرتا ہو وہ اب مولانا اور بزرگ کہے یہ فتح نہیں ہے؟ نیز اسی فساد کے بعد اپنے لوگوں کے بارے میں کہا کہ یہ سب شیطان ہیں، خود پریشان ہوئے ہمارے گاؤں کو پریشانی میں ڈالا۔ مولانا یہاں سے ناراض ہو کر چلے گئے یہ سب انھیں شیطانوں کی بدولت ہے اور وہ یہاں سے چلے جو گئے ہیں تو دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

خیال فرمائیے ایک مخالف وہ بھی ایسا جو مخالفین کا سرگروہ اسکے منہ سے ان کلمات کا نکلنا کیا اہل حق کی فتح نہیں ہے؟ میں نے ایک ان مولوی صاحب کو ایک تسبیح اور ایک رومال ہدیۃً پیش کیا اسکو لیکر بہت مسرور ہوئے اور لوگوں سے کہتے تھے کہ وہاں سے ملا ہے۔

باوجودیکہ مخالفین نے اتنا فساد وغیرہ کیا لیکن مولوی صاحب اپنے خیال پر قائم ہیں بدلے نہیں ہیں میں سمجھتا ہوں کہ صرف ایک مولوی صاحب کے آجانے کیوجہ سے اس بستی میں گویا جماعت کا خاتمہ ہی ہوگیا کیونکہ جماعت ہی بے سَری ہوگئی اور سب لوگوں نے سمجھ لیا کہ مولوی صاحب پر حق واضح ہوگیا اسلئے انھوں نے تسلیم کرلیا۔ وقائع سے بہت سبق اور عبرت ہوتی ہے یہ میں اسلئے وضاحت سے بیان کررہا ہوں تاکہ آپ لوگوں کی بھی سمجھ میں آجائے کہ وہاں بھی حق غالب رہا ورنہ آپلوگ بھی مغالطہ ہی میں رہتے۔

اس موقع پر ایک اور تحریر وطن کے لوگوں کے پاس روانہ فرمائی:۔

(اب میں وطن اور اطراف کے لوگوں سے ناراض نہیں ہوں)

میں اس واقعہ کی وجہ سے جسطرح کہ بستی کے لوگوں سے اب تک ناراض تھا اسی طرح اطراف واکناف کے لوگوں سے بھی ناخوش تھا کیونکہ مخالفین تو خیر مخالفین ہی تھے اپنے لوگ بھی اگر دل سے موافق ہوتے اور مخلص ہوتے اور نفاق کو چھوڑ دیتے کچھ عقل وسمجھ سے کام لیتے تو ان مفسدوں کو اس کا موقع ہی ملتا اور اطراف کے لوگ اگر حق و باطل اور ظالم ومظلوم کو پہچان کر ان سے دلی موافقت اور عملی ہمدردی کرتے تو اتبک کب کا معاملہ یکسو ہوجاتا لیکن ان لوگوں نے بھی تساہلی سے کام لیا۔

مگر اب جبکہ مجھے یہ معلوم ہوا کہ اطراف کے لوگوں نے جمع ہوکر حالات پر غور کیا اور مجرم کو قائل کیا اور مظلوم کی حمایت کے لئے متفقہ طور سے آمادہ ہیں

تو میں سمجھا کہ یہ لوگ کلی مفسدین سے نالاں ہیں اور ان سے ملے ہوئے نہیں ہیں اسلئے اب میں ان سے ناراض نہیں ہوں مگر جو لوگ فساد کے باعث ہوئے ہیں گو ان سے صلح ہی ہے مگر میں دل سے ان سے خوش اسوقت تک نہیں ہوں گا جب تک مجھے اسکا یقین نہ ہو جائے گا کہ یہ لوگ دل سے تائب ہو چکے ہیں اور اپنے عمل سے مجھ پر اسکو ثابت نہ کر دیں۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے اللہ والوں اور مصلحین کی ناراضگی لوگوں سے کسی ذاتی اور نفسانی بنا پر نہیں ہوا کرتی بلکہ یہ حضرات ناراض ہوکر اس شخص پر اسکے کسی فعل کی قباحت و شناعت ظاہر فرمانا چاہتے ہیں چنانچہ جب وہ اس کو سمجھ لیتا ہے تو پھر ان حضرات کی اس سے کوئی ناراضگی نہیں رہ جاتی۔

یہی معاملہ اہل وطن کے ساتھ رہا کہ جب لوگوں نے اپنی غلطی سمجھ لی تو اور طریقہ سے کام پر لگ گئے نفاق سے باز آگئے یہ نہیں کہ ؎

باغباں کلی خوش رہے راضی رہے صیاد کلی

اس پالیسی سے باز آگئے تو حضرت والا کلی انکو معاف فرما دیا چنانچہ مذکورہ بالا تحریر اپنے ہی لوگوں سے متعلق ہے۔ اور رہے بعض وہ لوگ جو مخالفین سے کلی ربط و ضبط رکھتے تھے، ان لوگوں کے متعلق حاجی عبدالرب صاحب کوپا گنج کے نام یہ تحریر گئی۔

(تحریر والا جو سیٹھ عبدالرب صاحب کوپاگنج کے نام گئی)

آپ فتحپور تشریف لیجائیں اور منشی محمد عباس صاحب کو نیز تمام لوگوں کو یہ مضمون سنا دیں کہ:۔

حضرت والا نے فرمایا ہے کہ میں ہجرت کر کے آیا ہوں اب میرا جانا مستقلاً ناممکن ہے البتہ عارضی طور پر دو ایک روز کے لئے جانا اس صورت میں ممکن ہے کہ رضائی مسلک کے لوگ یہ تحریر لکھکر پردھان کو

دیدیں کہ ہم لوگ کبھی بھی حضرت والا سے کوئی فساد کی بات نہ کریں گے
اور نہ کسی فساد میں مبتلا کرینگے کیونکہ معاملہ انھیں سے متعلق ہے اور انھیں
کی وجہ سے میں نے ترکِ وطن کیا ہے۔

اس تحریر کے بعد غالباً دوسری جماعت کے لوگوں نے (جو اب مولوی علیم اللہ خاں صاحب کی امارت اور شمس الدین کی قیادت سے محروم ہو چکی تھی) پردھان کو مطمئن کیا ہوگا۔ بہرحال چند وہ لوگ جو پہلے حضرت والا سے عدم موافقت رکھتے تھے تائب ہوئے اور سب نے حضرت والا سے تحریری معافی مانگی، حضرت والا نے بھی انھیں کھلے دل سے معاف فرما دیا چنانچہ چار حضرات کی تحریر یہاں پیش کیجاتی ہے۔

(۱)

"میں حضرت والا کو محترم اور بزرگ سمجھتا ہوں اور اکابر دیوبند کو مرکز احترام سمجھتا ہوں اور ان کے خلاف کہنے والے کو باطل پر سمجھتا ہوں۔ والسلام"

وکیل احمد بقلم خود ساکن فتحپور تال نرجا۔ ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۸۰ھ

(۲)

"میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر یہ اقرار کرتا ہوں کہ میں مولانائے دیوبند کو برا نہیں سمجھتا اور مجھے ان سے اعتقاد ہے"

محمد شبیر خاں ولد عبدالکریم خاں بقلم خود

(۳)

"احقر سے پہلے بہت سی غلطیاں ہوئی ہیں اور حضرت والا کی ذات کے متعلق بھی قصداً ان لوگوں کے اختلاط کیوجہ سے کچھ باتیں نکل گئی ہیں جنکی دل سے معافی چاہتا ہوں۔ میں حضرت والا کا اور اکابر دیوبند کا دل سے معتقد اور مسلمان سمجھتا ہوں اور جو لوگ ان پر اتہام لگاتے ہیں انکو دل سے برا سمجھتا ہوں اور انکو باطل پر سمجھتا ہوں اور عرصہ سے ان لوگوں سے نفرت کرتا ہوں۔ فقط۔ والسلام

احقر عبدالقدیر بقلم خود

(۴)

"مجھ سے جو کچھ غلطیاں ہوئی ہوں اسکی معافی چاہتا ہوں اور میں خلوص
کے ساتھ آپکی اور آپکے اکابرین کی احترام اور عزت کرتا ہوں اور
انکو برا کہنے والوں کو میں برا سمجھتا ہوں
مختار احمد خاں فتحپور تال نرجا

جب موافقین ومخالفین اور مذبذبین اہل اسلام کی طرف سے اطمینان ہوگیا تو حضرت والا نے بھی ارادہ فرمالیا کہ چند دنوں کے لئے وطن تشریف لیجائیں لیکن حضرت کی پُر احتیاط اور دوراندیش طبیعت راضی نہوئی کہ ایسی فضا میں جبکہ ہندوستان میں جگہ جگہ ہندو مسلم فسادات ہو رہے ہوں حضرت اقدس رح جائے امن کو ترک فرماکر خوانخواہ کے لئے کسی فتنہ میں جاپڑیں اسلئے اپنوں سے مطمئن ہونے کے باوجود غیروں کی جانب سے بھی امن وامان برقرار رکھنے کیلئے اہل وطن کے نام تو ایک تحریر یہ ارسال فرمائی ۔

" ضروری گذارش یہ ہے کہ حضرت والا ہم لوگوں سے خوش ہیں اور حضرت والا کی خوشی ہم لوگوں کے لئے بہت بڑی چیز ہے تو ہم لوگوں کو بھی حضرت والا کے مصالح کا لحاظ ضروری ہے اور ایسی صورت کیطرف سوچنا بھی جو حضرت والا کے لئے باعث تکلیف یا فتنہ ہو کسی طرح درست نہیں، آجکل کے حالات میں ایسی جگہ جانا جہاں پر حاسدین اور مخالفین کا کوئی اعتبار نہ ہو کہ کب اور کس وقت کون سا فتنہ کھڑا کردیں کیسے ہم لوگ مطمئن ہو جاتے ہیں اور حضرت والا کے بلانے کی جدوجہد شروع کر دیتے ہیں بلکہ چاہیئے تو یہ کہ جبتک حالات اس قابل نہ ہو جائیں اور صرف فتحپور ہی میں نہیں بلکہ اطراف وجوانب میں بھی، اس وقت تک ہم لوگ اسی کو غنیمت سمجھیں کہ حضرت والا ہم لوگوں سے خوش ہیں ۔ اور کیا یہ دولت کم ہے

اسی میں فلاح ہے۔

اور وطن ہی کے کسی معزز شخص کے نام یہ تحریر ارسال فرمائی:۔

آپ ماشاء اللہ تعالیٰ اصلاح کا کام کر رہے ہیں خوشی کی بات ہے، جزاکم اللہ تعالےٰ ایک بات ضروری ہے چونکہ پہلے خط میں رہ گئی اسلئے اب لکھتا ہوں امید ہے کہ اسپر بھی توجہ فرمائیں گے وہ یہ کہ آپنے اہل اسلام مخالف جماعت سے دستخط کرالیا تو خیر مگر آجکل ہندوستان میں ہر جگہ ہندو مسلم اختلاف اور فساد چل رہا ہے یہ کیسے اطمینان کیا جا سکتا ہے کہ میرے ساتھ یہ چیز نہیں ہوگی اسلئے کہ ایک جگہ جب کوئی فتنہ کی بات ہو جاتی ہے تو ہر جگہ کے لوگ جماعتی اور مذہبی حیثیت سے مشتعل ہو جاتے ہیں اور ناحق فتنہ و فساد کرنے لگ جاتے ہیں ایسی صورت میں آپکو چاہیئے کہ پردھان صاحب کے پاس جائیں کہ مسلمانوں کیطرف سے تو صورت اطمینان ہوگئی ہے اسلئے کہ سب نے دستخط کر دیا ہے مگر اہل ہنود کیطرف سے اطمینان کی کیا صورت ہے آپکو چاہیئے کہ تمام بستی اور اطراف کے اہل ہنود سے کہیں کہ وہ ایسی صورت میں ہرگز ہرگز ایک گھنٹہ کیلئے بھی تیجور نہیں آویں گے اسلئے کہ وہ فتنہ و فساد ہی سے گھبرا کر الہ آباد چلے گئے ہیں اور مستقل قیام کا بھی ارادہ کر لیا ہے جبتک پورا اطمینان نہیں ہو جائیگا وہ ادہر کا رخ بھی نہیں کرینگے۔ ورنہ ہم لوگ ایسی صورت میں ہرگز بلانے کی جرأت نہ کرینگے جب تک کہ خود پہلے ہم لوگوں کو اطمینان نہ ہو جائے لہٰذا اگر تم لوگ واقعۃً عقیدت و محبت کا اظہار صحیح کر رہے ہو تو تم لوگ بھی اطمینان دلاؤ کہو کہ ہم لوگ کسی دوسری جگہ کے اختلاف سے متاثر اور مشتعل نہ ہونگے آپسمیں میل جول سے زندگی گذاریں گے۔ یہ سب باتیں پردھان صاحب اہل ہنود سے کریں اور ہر جگہ کے بڑے لوگ دستخط کریں کہ فساد نہ کریں گے اور نہ کرنے دینگے آپ پردھان صاحب کو اپنی طرف سے یہ مشورہ دیں اور اس پر آمادہ کریں پھر اسکے متعلق لکھیں۔

کیونکہ وہ بھی اسم قاہر کے تحت میں ہے جسکی وجہ سے غصہ اور غضب میں وہ مغلوب ہوگیا) تو عزیز من! جیسا کہ تم اسکی بات کو اس وجہ سے نہیں مانتے کہ تمہارے (دل میں ایک بات جمی ہوئی ہے اور نفس نے تمہارے حق میں اسکو آراستہ و مزین کردیا ہے اسی طرح دوسرے کی بھی یہی حالت ہے (پس اسکی کوئی وجہ نہیں کہ اپنے غصہ کو بجا اور دوسرے کے غضب کو بیجا خیال کیا جائے جیسا کہ تمہارے نزدیک وہ حق بات سے انکار کرتا معلوم ہوتا ہے اسکی نظر میں تم بھی ایسے ہی معلوم ہوتے ہو یہ کیا ضرور ہے کہ جس بات کو تم حق سمجھتے ہو وہ سب کے نزدیک بھی حق ہوا کرے اس لئے دوسروں کو بھی معذور سمجھنا چاہیئے جیسا کہ اپنے کو معذور خیال کرتے ہو) واللہ علیم حکیم

ع۵۔ اسم قاہر کے تحت میں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ یہ عالم مظہر صفاتِ خدا تعالےٰ ہے ہر چیز اور ہر حالت میں کسی نہ کسی صفتِ خداوندی کا ظہور ہوتا ہے مثلاً سلاطین میں صفت معز کا اور رعیت میں صفت مذل کا مالداروں میں صفت باسط کا تنگدستوں میں صفت قابض کا علماء و حکماء میں صفت علیم و حکیم کا۔ راہنما اور رہبروں میں اسم ہادی کا ظہور ہے اسی طرح تمام چیزوں کو اسی پر قیاس کرو۔ غرض صفت خداوندی کو اسم سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ وہ خدا تعالےٰ کے نام بھی ہیں اور صفات بھی پس علامہ فرماتے ہیں کہ غصہ کی حالت میں انسان اسم قاہر کے تحت میں ہوتا ہے یعنی اس وقت حق تعالیٰ کی صفت قہر کا اس سے ظہور ہوتا ہے مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ اس تعلق ظہور سے انسان بالکل مجبور ہو جاتا ہو بلکہ جیسا ارادہ اور جیسی کوشش کیجائے اسی کے موافق کوئی صفت خداوندی اس شخص سے متعلق ہو جاتی ہے اگر رحمت و شفقت کا ارادہ کرے گا صفت رحیم اسکے متعلق ہو جائیگی اور وہی اسکی تربیت کرے گی اگر ظلم و جفا غضب اور غصہ کو پسند کرے گا صفت قاہر اسکی تربیت کرے گی اور اسمیں اسی کا ظہور ہوگا اب جو چاہو اختیار کرلو۔ جس شخص کی تربیت مثلاً صفت رحیم کے ساتھ کیجائیگی اسکا منتہیٰ جنت اور جسکی تربیت صفت قہر کے ساتھ کیجائیگی اسکا ٹھکانا جہنم ہے۔ ۱۲

(مترجم)

(عہد ۶۹: جو لوگ ظالموں اور فاسقوں کے ہدایا اور مشتبہ مال قبول کرتے ہیں ان پر جلدی اعتراض نہ کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جو لوگ ظالموں اور فاسقوں کے) ہدایا اور مشتبہ مال و دولت اور کھانا کپڑا وغیرہ قبول کر لیتے ہیں ان پر جلدی سے اعتراض نہ کیا کریں بلکہ صبر کر کے دیکھیں کہ وہ اسکو کہاں اور کن لوگوں پر صرف کرتے ہیں ممکن ہے کہ وہ اس حرام اور مشتبہ مال کو (اپنے صرف میں نہ لاتے ہوں بلکہ) ایسے لوگوں پر خرچ کرتے ہوں جو اس کے مستحق ہیں جیسے اندھے آدمی، بیوہ عورتیں اور قرض والے اور زیادہ عیال والا پس جو شخص ظالموں کے ہدایا قبول کر کے اپنی ذات پر نہ خرچ کرتا ہو بلکہ مستحقین میں صرف کر دیتا ہو وہ اعتراض و ملامت کے قابل نہیں۔ یاد رکھو) کوئی مشتبہ روپیہ پیسہ اور حرام کھانا اور کپڑا ایسا نہیں جسکا کوئی مستحق دنیا میں موجود نہ ہو اور جو لوگ روشن ضمیر ہیں ان کی مثال معمار کی طرح ہے کہ وہ ہر اینٹ کے رکھنے کی جگہ خوب پہچانا کرتا ہے (اسی طرح عارفین بھی ہر مال کا مصرف خوب پہچانتے ہیں وہ مشتبہ اور حرام مال کو ایسے ہی لوگوں

عہ۔ حضرت حکیم الامتؒ نے اس مقام پر فرمایا کہ بزرگان سلف کی باتیں دیکھ سنکر معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے حضرات بھی اسی طریقہ پر تھے ایکبار مولانا محمد قاسم صاحبؒ و حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا قیام مطبع ہاشمی میرٹھ میں تھا حضرت مولانا محمد قاسمؒ صاحب کا حجرہ نیچے تھا اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کا اوپر تھا، ایک دفعہ ایک رنڈی اپنی لڑکی کو لیکر آئی کسی سے سن لیا تھا کہ مطبع میں بزرگ لوگ ٹھیرے ہوئے ہیں وہ نیچے مولانا محمد قاسم صاحبؒ کے پاس آئی اور کہا کہ حضرت ہمارا گذر اسی لڑکی پر ہے اور یہ بیمار ہے اسکا کام نہیں چلتا کوئی تعویذ دیدیجئے کہ یہ اچھی ہو جاوے اور دھندا کام بھی کرنے لگے، مولانا گھبرا گئے، فرمایا کہ بزرگ اوپر ٹھیرے ہوئے ہیں ان سے جا کر کہو وہ اوپر مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے پاس پہونچی مولانا حجرہ میں تنہا تھے عورتوں کو دیکھکر گھبرا گئے فوراً پوچھا تم یہاں کیوں آئیں اسنے کہا کہ لوگوں نے مجھ سے بیان کیا کہ اوپر ایک بزرگ ٹھیرے ہوئے ہیں مجھے تعویذ کی ضرورت ہے پھر وہ سارا قصہ کہنے لگی مولانا نے فوراً ایک تعویذ لکھکر اسکے حوالہ کیا کچھ حال سنا کچھ نہ سنا اور فرمایا کہ بس جلدی یہاں سے رخصت ہو اسکے بعد مولانا نیچے تشریف لائے اور بہت خفا ہوئے کہ بزرگوں کو خدا کا خوف نہیں آتا کہ نامحرم عورتوں کو میرے پاس بھیجدیا پھر خیال کیا کہ آخر نفس و شیطان

یں خرچ کرتے ہیں جو اسکے مستحق ہیں) اور حق تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے ایک کو دوسرے کے ذریعہ سے روزی پہونچاتے رہتے ہیں۔ آخیر عمر میں سیدی علی خواص اسی قدم پہ تھے نیز سیدا ابوبکر حدیدی اور شیخ محمد منیر بھی۔ اور شیخ محمد بن عراق ان لوگوں پر انکار کرتے تھے (جو غرباء کی مصلحت سے حرام اور مشتبہ مال قبول کر لیتے ہیں) اور فرمایا کرتے تھے کہ اس میں اپنے ذمہ ایک بار لینا ہے اور غنیمتِ ثواب سے سلامتی مقدم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہمارا میلان بھی اسی طرف ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(عہد: اپنے دوستوں میں سے کیسکو دوسروں کے منصب میں بیجا کوشش نہ کرنے دیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے دوستوں میں سے کسی کو بھی لوگوں کے منصبوں (اور جاگیروں) میں (اپنی ذات کے واسطے) کوشش نہ کرنے دیں (کہ دوسروں کے منصب یا جاگیر کو اپنی طرف منتقل کرائے) بالخصوص اگر وہ (جاگیر یا منصب

میرے ساتھ بھی ہے میں فرشتہ تو نہیں ہوں اگر میری نیت میں فتور آجاتا تو بس میں تو تباہ ہوگیا تھا چند روز گذرے تھے کہ وہی رنڈی بہت سی مٹھائی لیکر آئی کہ اس تعویذ سے میری لڑکی کو آرام ہوگیا اور اسکی آمدنی بڑھ گئی ہے۔ میں بزرگ صاحب کے واسطے یہ مٹھائی لائی ہوں۔ مولانا نے فرمایا کہ اچھا رکھدے اور چلی جا اس کے بعد مولانا نے مطبع والوں سے فرمایا کہ یہ مٹھائی حرام مال کی ہے جس شخص کے یہاں فاقہ ہو اسکو تو کھانا حلال ہے اور جس کو ضرورت نہ ہو اسکے لئے حرام ہے مطبع والوں میں سے کسی نے بھی نہ چکھا پھر آپ اس کو لیکر سڑک پر کھڑے ہو گئے اور یہی بات سب راستہ چلنے والوں سے فرمادی کہ یہ مٹھائی حرام مال کی ہے جو فاقہ بھرتا ہو اسکے لئے حلال ہے جس کو ضرورت نہ ہو اس کو حرام ہے جو اہل ضرورت تھے وہ لیتے جاتے تھے اسی طرح سب ختم ہوگئی۔ ۱۲

(مترجم)

کسی بے زبان نفیر کے ہاتھ میں ہو جس کا مددگار مخلوق میں کوئی بھی نہیں یا کسی میت کے ہاتھ میں تھا جو ایسی اولاد یا بھائی وغیرہ چھوڑ کر مرگیا ہے کہ وہ اپنے واسطے اسی جاگیر وغیرہ کے منتظر اور خواہشمند ہیں (ایسی صورت میں تو کسی غیر شخص کا اس جاگیر یا منصب میں اپنے واسطے سعی کرنا بہت ہی نازیبا ہے، اور آج کل قرآن پڑھنے والوں کی ایک جماعت میں یہ مرض پایا جاتا ہے حالانکہ ان کے واسطے یہ بہت ہی بیجا بات ہے کہ ان سے ایسے کام سرزد ہوں حتیٰ کہ میں نے بعض وہ لوگ بھی دیکھے ہیں جو اپنے استاد کے منصب میں جس نے انکو پڑھایا لکھایا تھا اپنے واسطے کوشش کرتے تھے اور یاد رکھو جو شخص کوئی منصب یا جاگیر وغیرہ کسی آدمی کے ہاتھ سے نکالکر اسکا دل پھونکتا ہے یا ایسے منصب کے لیے کوشش کرتا ہے جس کے امیدوار میت کے اہل وعیال تھے (اس کو ضرور اس ظلم کا بدلہ ملیگا اور گویا) اس نے خود اپنے آپ کو سزا کے لئے پیش کردیا ہے۔ پھر حق تعالیٰ کسی ایسے شخص کو مسلط فرمائیں گے جو خود اسکے یا بعد میں اسکی اولاد کے مقابلہ میں اسی قسم کی بے جا کوشش کرکے اسکا یا اسکی اولاد کا دل جلادیگا۔ اور سب سے زیادہ سخت بات یہ ہے کہ دو آدمی ایک محلہ یا ایک مسجد کے رہنے والے ہوں کہ ہر وقت ایک دوسرے کے سامنے آتا (اور آنکھوں میں آنکھیں ڈالتا) ہو (پھر ان میں سے کوئی اپنے دوسرے بھائی کے منصب کو اپنی طرف منتقل کرالے، عقلمند آدمی کے سامنے تو اگر دنیا بھر کے مال و دولت بھی لاکر رکھدیئے جائیں جنکے لینے سے کسی مسلمان کا دکھتا ہو تو وہ (ہرگز ایسے مال و دولت کو پسند نہ کریگا بلکہ) یہی چاہیگا کہ مسلمان بھائی کا دل میلا نہو۔ کیونکہ مسلمان کی بہت بڑی حرمت ہے۔ شیخ عبدالرحیم ابناسی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ واقعہ پیش آیا

ع۵۔ افسوس آجکل مسلمانوں میں یہ اتفاق ایسا کھویا گیا کہ گویا کبھی اسکا نام و نشان ہی نہ تھا جاگیر یا منصب تو الگ رکھئے ہر شخص یہ چاہتا ہے کہ جس طرح ہوسکے دوسرے کی مملوکہ جائیداد زمین

کہ انکو ایک میت کی جاگیر دی گئی جسکی آمدنی روزانہ بارہ نصف تھی (نصف کوئی سکہ ہے جو اس زمانہ میں رائج تھا ممکن ہے کہ نصف درہم ہو) اور سلطان نے اسکی بابت حکمنامہ بھی لکھدیا مگر جب آپکو یہ خبر پہونچی کہ میت نے ایک بچہ چھوڑا ہے تو فوراً سلطانی فرمان کو واپس کردیا اور بادشاہ سے کہا کہ اگر آپ میرے دل کی خوشی چاہتے ہیں تو یہ جاگیر میت کے لڑکے کیواسطے لکھدیجئے چنانچہ اسی کے نام لکھدی گئی۔ حق تعالیٰ ان سے راضی رہیں۔ اور سیدی علی خواص فرمایا کرتے تھے کہ متقی کو تو وظائف دینی کی تنخواہ[۵۹] سے بھی نہ کھانا چاہیئے کیونکہ اس میں نفس کو

دباغات کو بھی دبا لیا جائے چنانچہ جو زبردست ہیں وہ غریبوں پر جو کچھ ظلم وستم ڈھاتے ہیں ظاہر ہے کسی کی زمین دبالی کسی کا مکان دبالیا کسی کا باغ کٹوادیا وہ ظلم برپا کئے جاتے ہیں کہ بعض لوگوں کو تو نان شبینہ کا بھی محتاج بنادیا پھر اس پر شکایت ہے کہ مسلمان ذلیل ہوگئے پست ہوگئے ترقی نہیں کرتے اس حالت کے ساتھ خدا کی نصرت کیونکر ہمراہ ہوسکتی ہے۔ ۱۲ مترجم۔

۵۹ ۔ وظائف دینیہ پر تنخواہ ملنے کی دو صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ بطور عقد اجارہ کے پہلے ہی تنخواہ مقرر کیجائے کام کی مقدار، گھنٹوں کی شمار، قوانین مخصوصہ کی پابندی وغیرہ طے کرلی جائے اس صورت میں اگرچہ تنخواہ ملنے سے پہلے نفس کو انتظار ضرور ہوگا مگر یہ انتظار اختیار سے باہر ہے کیونکہ جب معاملہ صراحۃً طے کیاگیا ہے تو یقیناً نفس کو معلوم ہے کہ ایک ماہ بعد میں تنخواہ کا مستحق ہوں گا اور مجھکو تنخواہ ملے گی اسلئے یہ صورت حدیث کی ممانعت میں داخل نہیں۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جن چیزوں کے تم پہلے سے بطور معاملہ کے مستحق نہیں ہو بلکہ از سرنو بطور ہدیہ یا عطیہ کے تمھارے پاس آئیں تو اگر کسی قرینہ وغیرہ سے اسکا ملنا پہلے سے معلوم ہوگیا ہو جس سے نفس میں اسکا انتظار پیدا ہوگیا ہو اسکو نہ لیا جائے (اور انتظار سے بھی مراد وہ انتظار ہے جو قصداً پیدا ہوا ہو یہانتک کہ اگر وہ چیز نہ ملے تو صدمہ اور رنج ہو اور اگر محض خطرہ اور وسوسہ پیدا ہوا ہو تو وہ اختیار سے باہر ہے وہ بھی ممانعت میں داخل نہیں) دوسری صورت وظائف دینیہ پر تنخواہ ملنے کی یہ ہے کہ پہلے سے معاملہ وغیرہ کچھ نہ کیا جائے بلکہ محض اللہ کے لئے درس وتدریس وغیرہ شروع کیجائے مگر یہ بات معلوم ہے

انتظار رہتا ہے چنانچہ جس دن یا جس مہینہ یا جس سال میں تنخواہ ملتی ہے وظیفہ والے کا نفس ہمیشہ اس وقت کا منتظر رہتا ہے یہاں تک جب تنخواہ وصول ہو جاتی ہے اسوقت انتظار رفع ہوتا ہے اور شارع علیہ السلام نے اُس چیز کے لینے سے منع فرمایا ہے جو نفس کے انتظار کے بعد آئے ۔ علی خواص ایسی چیز ہرگز قبول نہ فرماتے تھے جس کا علم اپنے سامنے آنے سے پہلے انکو ہو چکا ہو اور فرمایا کرتے تھے کہ پہلے معلوم ہو جانے سے ہم نفس اسکا منتظر ہو جاتا ہے ۔

(عہد: اپنے کسی دوست کو خالی وظیفہ یا منصب کے لئے بضرورت کوشش نہ کرنے دیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ فقراء میں سے اپنے کسی دوست کو کسی خالی (وظیفہ (یا منصب کے لئے بے ضرورت کوشش نہ کرنے دیں بلکہ اسکو صبر کرنا چاہیئے یہانتک کہ خود اس سے درخواست کی جائے کہ (اس منصب کو تم قبول کر لو) اس صورت میں (خدا کی طرف سے) اسکی امداد اور اعانت کیجائیگی اور اس منصب کے پورا حق ادا کرنے کی توفیق عطا ہوگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد اسی طرف اشارہ کر رہا ہے یا عبد الرحمٰن بن سمرۃ لا تسأل الامارۃ فانك ان اعطيتها عن مسئلة وكلت اليها وان اعطيتها عن غير مسئلة اعنت

کہ حاکم اسلام جب کسی کو دین کی خدمت کرتے دیکھتا ہے اسکو تنخواہ وغیرہ دیا کرتا ہے جیسا کہ مصر میں سلاطین اسلام کے وقت میں ایسا دستور تھا) اس صورت میں چونکہ کچھ معاملہ وغیرہ نہیں ہوتا نہ وقت کی پابندی نہ کام کی پابندی بلکہ پڑھانے والا خدا کے لئے پڑھاتا ہے. سلطان بیت المال سے اسکی خدمت کر دیتا ہے تو یہ تنخواہ اجرت نہیں ہوتی بلکہ ہدیہ وعطیہ ہوتی ہے عطایا اور ہدایا کی نسبت یہی حکم ہے کہ جو بغیر انتظار نفس کے آئے اسکو قبول کیا جائے اسکی تدبیر یہ ہے کہ گاہے گاہے تنخواہ واپس بھی کر دیا کرے جس سے التزام اور دوام نہ رہے اور انتظار اکثر التزام ہی سے ہوتا ہے ۔ حضرت حکیم الامتؒ فرمایا کرتے ہیں کہ مرید کو چاہیئے کہ پیر کو بالالتزام ہر ملاقات میں ہدیہ نہ دیا کرے اس سے اسکو انتظار ہو جاتا ہے ۱۲۔ مترجم

علیہا اے عبدالرحمٰن بن سمرہ حکومت کے لئے خود درخواست مت کرنا کیونکہ درخواست کے بعد اگر تمکو حکومت دی گئی تو تمکو اسی کے حوالہ کردیا جائیگا (اور غیب سے امداد نہ ہوگی) اور اگر بدون درخواست کے دی گئی تو اس پر تمھاری اعانت کی جائیگی۔ اور درویش کو اچھی طرح جان لینا چاہیئے کہ تمام دینی اور دنیوی منصب اور مرتبے اور ظاہری و باطنی رزق خدا کے فضل سے خود اپنے حقدار کی تلاش میں اسکی کوشش اور تلاش سے کہیں زیادہ گھومتے رہتے ہیں تاکہ اپنے حقدار ہی کے پاس عـ۵ (پہونچکر) رہیں اور بعض دفعہ جو اسکے پہونچنے میں دیر ہوتی ہے تو اسکا سبب یہ ہوتا ہے کہ طالب کے اندر اسکی شرطیں مجتمع نہیں ہوتیں اگر طالب میں اس حکومت و ولایت کی تمام شرائط مجتمع ہوجائیں تو دوڑ کر خود اسکے پاس پہونچ جائے اور لوگ اپنے آپ اس سے (قبول منصب کی درخواست کریں (اور خوشامد کرکے) یہ کہیں کہ اس منصب کے لائق تمھارے سوا کوئی نہیں واللہ علیم حکیم

(عہد ۲: اگر سید ہم سے کوئی چیز مانگے فورًا دے دیا کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جب کوئی سید (اولاد رسول ﷺ) دنیا کی کوئی چیز ہمسے مانگے تو (فورًا) دیدیا کریں اگرچہ اسوقت اس کے سوا ہمارے پاس کچھ بھی نہو اور اگر ہمارے ہاتھ میں کوئی چیز نہ ہو تو ادب کی بات یہ ہے کہ دل میں پختہ ارادہ رکھیں کہ اگر یہ چیز ہمارے پاس ہوتی تو ہم فورًا اس شخص کو دیدیتے تاکہ

عـ۵ ۔ اسی طرح سالک کو خود خلافت حاصل کرنے کی تمنا اور درخواست نکرنا چاہیئے بلکہ جب شیخ ازخود خلافت و اجازت عطا فرمائے اس وقت اس منصب کو قبول کرے تاکہ خداتعالیٰ کیطرف سے اسکی اعانت اور اسکے حق اداکرنے کی کامل توفیق عطا ہو۔ ۱۲ (مترجم)

اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیحرمتی نہو (یہ بہت ہی بیجا بات ہے) اولاد رسولؐ کی شان کا اہتمام نہ کیا جاوے اور (لاپروائی سے) ان پر اس طرح گذرجائیں جیسے چھٹے ہوئے جانور گذرا کرتے ہیں کہ انکو کچھ خبر نہیں ہوتی کہ کون کس کا آدمی ہے) حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى اے نبی آپ کہدیجئے کہ میں قرآن کے پہونچانے پر تم سے کوئی اُجرت نہیں مانگتا صرف اپنی قرابت کے لئے مؤدت اور دوستی مانگتا ہوں۔ حق تعالیٰ نے لفظ مؤدت ارشاد فرمایا ہے جو کہ سخت مضبوط محبت کا نام ہے کیونکہ محبت تو اسکو کہتے ہیں کہ محبوب کی طرف دل کا میلان ہوا اور مؤدت یہ ہے کہ جان نکلے تک وہ میلان باقی رہے تو حق تعالیٰ نے قرابت رسول کے ساتھ صرف محبت رکھنے پر ہمکو نہیں چھوڑا بلکہ اسمیں پختگی اور دوام طلب کرتے ہیں اور محبوب کا حق یہ ہے اگر وہ اپنے محب سے کوئی چیز مانگے تو ہرگز انکار نہ کرے حتیٰ کہ جان سے بھی دریغ نہ کرے جیسا کہ شہدار کفار سے لڑنے کے وقت جان پر کھیل جاتے ہیں۔ اور یہ بہت ہی نامناسب بات ہے کہ اولاد رسولؐ کی درخواست پورا نہ کرنے کے لئے طرح طرح کے بہانے تراشیں اور یہ کہیں کہ جب تک انکا واقعی سید ہونا ثابت نہو جاوے (اسوقت تک ہم انکی درخواست پوری نہ کرینگے کیونکہ بعض دفعہ ایسے سید کی قدر کرنا جس کی سیادت ہنوز ثابت نہیں ہوئی ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے نزدیک ثابت النسب سید کی خدمت کرنے سے زیادہ باعث وقعت ہے چنانچہ پہلے ایک عہد میں یہ مضمون گذر چکا ہے) نیز یہ بہانہ کرنا بھی مناسب نہیں کہ سیدوں کی زیادہ (مراعات) خاطرداری کرنے سے لوگ ہمیں رافضی کہنے لگیں گے اور تو اور اکثر طالبعلموں کو یہ بہانہ کرتے دیکھا جاتا ہے (یہ مکر یہ بالکل واہیات ہے کیا لوگوں کی جاہلانہ ملامت سے متاثر ہوکر رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے حقوق ضائع کر دیئے جائیں گے۔ حضورؐ کی اولاد کیساتھ محبت وعظمت رکھنا یہ بھی حضورؐ کا ایک حق ہے جسکا امر آیات و احادیث میں وارد ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ اُولٰئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِنْ رَبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ تیسرے یہ کہ فرمایا کہ اگر تم شکر کروگے تو میں اور زیادہ عطا کروں گا۔ چوتھے یہ کہ تمھارا کوئی گنہگار اگر کوئی معصیت کرے یہاں تک کہ اسکا گناہ کفر تک پہونچ جائے پھر وہ توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ اسکی توبہ قبول فرماتے ہیں اور اس سے محبت فرماتے ہیں، چنانچہ فرمایا کہ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت فرماتے ہیں اور پاکی اختیار کرنے والوں سے۔ پانچویں یہ کہ اگر اللہ تعالیٰ جبرئیل اور میکائیل کو وہ عطا فرماتے جو تم کو دیا تو اللہ تعالیٰ گویا ان پر جزیل نعمت فرماتے یعنی یہ کہ تم سے فرمایا کہ مجھ سے مانگو میں تمھاری دعا قبول کرونگا۔

حضرت یحییٰ طائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص نے اپنے آگے (یعنی اپنی آخرت کے لئے) کوئی شئے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ محبوب ہو اور خود اسکے لئے بھی زیادہ اجر کا سبب ہو اس وَلَد سے بڑھکر نہیں بھیجی جسکی عمر بارہ سال کی رہی ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ صبر تو اول صدمہ کے وقت ہی کا معتبر ہے اور جب وہ وقت گذر جائے تو انسان چاہے صبر کرے یا نہ کرے (مطلب یہ کہ ترغیب جو دیجاتی ہے وہ اول مصیبت کے وقت دیجاتی ہے بعد میں تو لامحالہ صبر آہی جاتا ہے اسوقت کسی نے صبر کیا تو کیا کمال کیا آخر صبر نکرے گا تو کیا کرے گا؟ کمال تو یہ ہے کہ انسان عین مصیبت کے وقت صبر کرے اور اجر کا مستحق ہو) لہٰذا عاقل وہی ہے جو ابتداء ہی میں صبر سے کام لے۔

حضرت ابن مبارکؒ سے مروی ہے کہ ان کے ایک لڑکے کا انتقال ہوا اتنے میں انکے پاس سے ایک مجوسی آتش پرست شخص کا گذر ہوا جس نے آپکی یوں تعزیت کی اس نے کہا کہ عقلمند وہ شخص ہے جو آج ہی وہ کرلے (جو کل اسے کرنا ناگزیر ہے اور) جس کام کو جاہل پانچ دن کے بعد کرے گا۔ حضرت ابن مبارکؒ نے اپنے شاگردوں سے فرمایا کہ بھائی اسکی یہ نصیحت لکھ لو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اسکو بھی اتنا ہی ثواب ملیگا جتنا کہ اس مصیبت والے کو اس مصیبت کا ملا ہے۔

نیز رسول اللہ صلی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ صبر کی تین قسمیں ہیں ایک تو طاعت پر صبر کرنا یعنی مستعدی کے ساتھ اس پر جما رہنا۔ دوسرے مصیبت پر صبر کرنا یعنی یہی جس کو عام طور سے صبر کرنا سمجھا جاتا ہے۔ تیسرے معصیت سے صبر کرنا یعنی اسکے ترک پر تعب برداشت کرنا پس جس شخص نے مصیبت پر صبر کیا یہاں تک کہ حسنِ عزا کے ساتھ اسکو بھول گیا تو اللہ تعالیٰ اسکو اس پر تین سو درجات عطا فرمائیں گے۔ اور جس نے طاعۃ پر صبر کیا اللہ تعالیٰ اسکے لئے چھ سو درجات عطا فرمائیں گے اور جس نے معصیۃ سے صبر کیا اللہ تعالیٰ اسکے لئے نو سو درجے عطا فرمائیں گے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ سب سے پہلی چیز جسے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھا یہ تھی کہ میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی دوسرا الٰہ نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے رسول ہیں، اور جو شخص میری مقررہ تقدیر پر راضی ہو، میری بلا پر صبر کرے۔ میری نعمتوں کا شکر ادا کرے میں اس کو صدیق لکھوں گا اور اسکو قیامت کے دن صدیقین کی جماعت میں اٹھاؤں گا۔ اور جو شخص میری قضاء پر راضی نہ ہو میری بلا پر صبر نہ کرے۔ میری نعمتوں کا شکر ادا نہ کرے اسکو چاہیئے کہ میرے علاوہ کوئی اور الٰہ تجویز کرلے

حضرت عبد اللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ مصیبت ایک ہوتی ہے اور جب صاحب مصیبت اس پر جزع فزع کرنے لگے تو وہ مصیبت دو ہوجاتی ہے مطلب یہ کہ ایک تو اس مصیبت سے دنیا میں جو تکلیف ہوئی وہ تو ہوئی ہی اب آخرت میں بھی بے صبری پر گرفت ہوجائے گی) یعنی یہ کہ ایک تو مصیبت پڑی دوسرے یہ کہ بے صبری کیوجہ سے اس پر اجر بھی نہ ملا یہ دوسری مصیبۃ ہوئی

حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو کوئی مصیبت پہونچے تو وہ اپنی اس مصیبت کو یاد کرے جو اسکی میری جدائی سے پہونچی اسلئے کہ (ایک مسلمان کے لئے) اس سے بڑی کوئی مصیبت نہیں ہوسکتی۔

نیز حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جنت کا مشتاق ہو اسکو چاہیئے کہ خیرات اور بھلائی کے کاموں میں سبقت کرے اور جو شخص دوزخ کا خوف کرتا ہو اسکو چاہیئے کہ شہوات سے بچے اور دور رہے اور جو شخص موت کا منتظر ہوتا ہے وہ لذات کو چھوڑ دیتا ہے اور جو شخص دنیا سے زہد اور بے رغبتی اختیار کرتا ہے اسپر مصائب کی برداشت آسان اور سہل ہوجاتی ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بعض کتب (سماویہ) میں چھ سطروں میں یہ مضمون لکھا تھا، پہلی سطر میں یہ تھا کہ جو شخص صبح کرے گا دنیا کے فوت ہونے پر غمگین ہوکر وہ گویا صبح کرے گا اللہ تعالیٰ سے ناراض ہوکر۔ دوسری میں یہ تھا کہ جو شخص اپنے اوپر نازل ہونے والی کسی مصیبت کا شکوہ کرتا ہوا اٹھے گا وہ اپنے رب کی شکایت کرتے ہوئے گویا صبح کرے گا۔ تیسری سطر یہ تھی کہ جو شخص اس بات کی پرواہ نہ کرے گا کہ کس باب سے (حلال سے یا حرام سے) اسکو روزی حاصل کرتا ہے وہ یہ سمجھ لے کہ پھر اللہ تعالیٰ بھی یہ پرواہ نہ کریں گے کہ کس باب سے اسکو دوزخ میں داخل فرمائیں۔ چوتھی سطر میں لکھا تھا کہ جو شخص کوئی گناہ ہنستے ہوئے کرے گا تو وہ دوزخ میں روتا ہوا داخل کیا جائے گا پانچویں میں تھا کہ جس شخص کا خیال زیادہ تر شہوات ہی کے حصول میں لگا رہے گا اللہ تعالیٰ اسکے قلب سے آخرت کا خوف نکال لیں گے۔ چھٹی سطر میں تھا کہ جس شخص نے کسی غنی کے سامنے اسکی دنیا کی خاطر، تواضع اختیار کیا تو اللہ تعالیٰ اسکو اس حال میں صبح کرائیں گے کہ فقر اسکی آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تیسواں باب
(وضو کی فضیلت کا بیان)

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو امامہ باہلی سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت عمر بن عنبسہؓ سے دریافت کیا کہ آپ کو چوتھا مسلمان کیوں کہا جاتا ہے انھوں نے فرمایا کہ میں لوگوں کو گمراہی پر دیکھتا تھا لیکن خود بت وغیرہ کو کچھ نہیں سمجھتا تھا، پھر میں نے سنا کہ کوئی شخص مکہ میں کچھ باتیں بیان فرماتے ہیں میں اپنی سواری پر سوار ہوکر مکہ پہونچا دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لوگ اس طرح گھیرے ہوئے ہیں کہ آپ بالکل چھپ گئے ہیں میں نے ایک گوشہ سے جھانکا اور پھر آپ کے پاس پہونچ گیا۔ میں نے آپ سے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں نبی ہوں۔ میں نے دریافت کیا کہ نبی کسے کہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کے رسول کو۔ میں نے عرض کیا کہ اچھا تو کیا آپ کو اللہ نے بھیجا ہے آپ نے فرمایا بیشک۔ میں نے کہا کیا کیا چیزیں لیکر بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا یہی کہ ہم اللہ کو ایک جانیں اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ گردانیں۔ بت پرستی مٹا دیں۔ باہم صلہ رحمی کریں۔ میں نے عرض کیا کہ اس کام میں آج کے دن آپ کے ساتھ کوئی اور شریک ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ایک آزاد اور ایک غلام چنانچہ اسوقت آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت بلال حبشیؓ تھے میں نے عرض کیا کہ میں بھی آپ کا اتباع کرنا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم آج اس پر قادر نہ ہوسکوگے اسوقت تو تم اپنے وطن واپس جاؤ اور جب یہ سنو کہ میرا غلبہ ہوگیا ہے تو مجھ سے آملنا حضرت عمر بن عنبسہؓ فرماتے ہیں کہ میں لوٹ گیا لیکن اسلام لا چکا تھا میں اسوقت خود کو چوتھا مسلمان سمجھتا تھا یعنی اسوقت مسلمانوں میں صرف

ہی لوگ تھے (ایک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوسرے حضرت ابو بکر صدیق
رے حضرت بلالؓ۔ چوتھے یہی حضرت عمر بن عبسہؓ) اسکے بعد رسول اللہ صلی اللہ
یہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی میں نے سنا تو اپنی سواری پر مدینہ پہونچا اور
کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ نے مجھے پہچانا؟ آپ نے
رمایا کہ کیوں نہیں! تم وہی ہو نا جو مکہ میں آکر مجھ سے ملے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ
للہ تعالیٰ نے جو باتیں آپکو سکھلائی ہیں ان میں سے کچھ مجھے بھی تعلیم فرمائیے۔

آپ نے فرمایا کہ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد آفتاب نکلنے تک کوئی نماز
پڑھو اور جب آفتاب طلوع ہو جائے تب بھی نماز سے رکے رہو ایک نیزہ یا
دو نیزہ بلند ہونے تک اسلئے کہ آفتاب شیطان کی دو سینگوں کے درمیان طلوع
ہوتا ہے اور اسکو کفار سجدہ کرتے ہیں اور جب ایک نیزہ یا دو نیزہ کے بقدر
بلند ہو جائے تو پھر نماز پڑھ سکتے ہیں، اسلئے کہ نماز میں فرشتے حاضر و موجود ہوتے ہیں اور
جب نیزہ کا سایہ اسکے برابر ہو جائے تو پھر نماز سے رک جاؤ (یعنی عین دوپہر
کے وقت) اسلئے کہ اسوقت جہنم کی آگ تیز کیجاتی ہے۔ اور جب سایہ ڈھل جائے
اسوقت نماز پڑھ سکتے ہو اسلئے کہ اسوقت فرشتے حاضر اور موجود ہوتے ہیں۔
یہ اجازت عصر کی نماز پڑھنے تک ہے اور جب عصر کی فرض پڑھ لو تو نفل نماز
سے رک جاؤ یہاں تک کہ سورج غروب ہو جائے اسلئے کہ وہ غروب ہوتا ہے شیطان
کی دو سینگوں کے درمیان اور اسوقت میں کفار سورج کو سجدہ کرتے ہیں۔

حضرت عمر بن عبسہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے
وضو سکھلائیے اور اسکے فضائل بتائیے۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص
نہیں ہے کہ جو وضو کا پانی لے پھر کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور ناک
جھاڑے مگر یہ کہ اسکے منہ کی خطایا اور ناک کے بانسہ کی خطایا پانی کے ساتھ
گر جاتی ہیں پھر اپنے چہرے کو دھوئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس سے
اس کے چہرے کی خطایا پانی کے ساتھ گر جاتی ہیں۔ پھر اپنے ہاتھ کو کہنیوں

سمیت دھوئے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے تو اسکی وجہ سے اس کے ہاتھ کی خطایا پانی کے ساتھ انگلی کے پوروں کے ذریعہ ساقط ہو جاتی ہیں پھر مسح کرے اپنے سر کا جیساکہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس سے اسکے سر کی خطایا پانی کے ساتھ بالوں کے کنارے سے گرجاتی ہیں پھر دونوں پیروں کو ٹخنوں سمیت دھوئے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے۔ اس وجہ سے اسکے قدموں کی خطایا انگلیوں کے کنارے سے پانی کے ساتھ ساقط ہو جاتی ہیں ــــــــ پھر کھڑا ہو اور اللہ کی حمد وثنا کرے ان صفات کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اسکا اہل ہے۔ پھر دو رکعت نماز پڑھے اسکی وجہ سے اسکے گناہ اسطرح ختم ہو جائیں گے جیسے کہ اس دن تھے جس دن کہ اسکی ماں نے اسے جنا تھا۔

فقیہ ابواللیث ثمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمکو خبر دوں اس چیز کی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطایا کو محو فرما دیتے ہیں اور درجات کو بلند کر دیتے ہیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ نے فرمایا کہ سردی کے موسم میں وضو کو مبالغہ کے ساتھ کرنا یعنی ہاتھ پیر وغیرہ کچھ بڑھا بڑھا کر دھونا اور سردی کی تکلیف کی وجہ سے بخل نہ کرنا اور تکلیف دہ امور پر صبر کرنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہ چیزیں رباط ہیں یعنی دشمنوں سے حفاظت کا قلعہ ہیں اور کہا گیا ہے کہ ان چیزوں میں ویسی ہی فضیلت ہے جیسی مرابطی سبیل اللہ میں۔

فقیہ ابواللیث ثمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن ... سے نقل کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابوں میں دیکھا ہے کہ جس شخص نے ہر حدث کے بعد وضو کرلیا اور وہ گھر میں عورتوں کے پاس گھس کر بیٹھنے والا بکلی نہیں ہے اور اس نے ناحق

کمائی بھی نہیں کی تو اسکو دنیا میں بے حساب روزی عطا کیجائیگی ۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے طہارت کی حالت میں شب گذاری اور پاک کپڑوں میں شب گذاری تو اس نے اس حالت میں وہ شب گذاری کہ اسکے ساتھ ایک فرشتہ بھی موجود رہا ۔ پس شب میں جب بھی وہ بیدار ہوا تو اس نے یہی کہا کہ اے اللہ اپنے فلاں بندہ کو بخش دیجئے اسلئے کہ اس نے پاکی کی حالت میں شب گذاری ہے ۔

حضرت عثمان بن ابانؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے دیکھا آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں میں پانی لیا اور انکیں تین بار دھویا پھر تین بار کلی فرمائی اور ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار اپنے چہرے کو دھویا پھر اپنے داہنے ہاتھ کو تین بار کہنی سمیت دھویا بائیں ہاتھ کو تین بار دھویا پھر اپنے سر کا مسح فرمایا پھر اپنے پیر تین بار دھوئے پھر فرمایا کہ میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپ نے اسی طرح وضو فرمایا جیسا کہ میں نے یہ وضو کیا ہے ۔ پھر فرمایا کہ جس نے میرے جیسا وضو کیا اور پھر دو رکعت نماز پڑھی ایسی کہ جس میں اسکے نفس نے دنیا کی کوئی بات اس سے نہیں کی تو اللہ تعالے اسکے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما دیگا ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اعمال پر استقامت اختیار کرو اور خود ان پر نظر نہ کرو اور یہ سمجھ لو کہ تمھارے اعمال میں سب سے بہتر نماز ہے اور وضو پر مداومت مومن ہی کرسکتا ہے ۔

مولفؒ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول لن تحصوا کے معنی ہیں کہ تم استقامت پر بآسانی قادر نہ ہو سکو گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ تم قادر نہ ہو سکو گے اس بات پر کہ ان لوگوں کا سا ثواب

حاصل کرلو جو ایمان اور طاعت پر استقامت برتتے ہیں اور معنی آپ کے ار شاد کے کہ لا یحافظ علی الوضوء الامومن کے یہ ہیں کہ وضو پر دوام برتنا مومنین کے اخلاق میں سے ہے لہٰذا لائق ہے مومن کو کہ تمام دن وضو پر رہے اور شب وضو پر سوئے اسلئے جب ایسا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائیں گے اللہ کے فرشتے اس سے محبت کریں گے، اور وہ شب و روز امان میں رہیگا۔

فقیہ ابواللیث ثمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا اپنی سند کے ساتھ بیان فرماتے تھے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے رسول اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کو کعبہ کا ایک غلاف لانے کے لئے مصر بھیجا وہ صحابی شام کے کسی مقام پر ایک زاہد کے گرجے میں ٹھیرے، اور وہ زاہد ان صحابی سے بڑا عالم نہیں تھا پھر بھی حضرت عمرؓ کے قاصد نے یہ چاہا کہ اس سے ملاقات کر کے کچھ علم کی باتیں سنیں چنانچہ اسکے حجرہ کے پاس آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا لیکن اس نے بہت دیر تک دروازہ نہیں کھولا بالآخر کھلا اور یہ صحابی اس حجرہ پر داخل ہوئے اور اس سے کچھ باتیں سننے کی خواہش کی اسکی باتیں اچھی معلوم ہوئیں تو اس سے بطور شکایت کے کہا کہ آپ نے اتنی دیر تک مجھے دروازہ پر کیوں کھڑا کئے رکھا اس نے کہا کہ ہم نے آپکو دیکھ لیا تھا جب آپ نے ہماری طرف آنے کا رُخ کیا پس ہم نے آپ پر سلطان کا ایسا دبدبہ دیکھا۔ ہم آپ سے ڈرے اور ہم نے آپکو دروازہ پر روک دیا اسلئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ اے موسیٰ جب تم کسی بادشاہ کا خوف کرو تو وضو کرو اور اپنے اہل و عیال کو بھی وضو کا حکم دو۔ اسلئے کہ جو وضو کر لیتا ہے وہ اس خوف کی جانب سے میری حفاظت میں ہو جاتا ہے۔ اسی لئے ہم نے دروازہ بند کر لیا تھا کہ میں خود وضو کر لوں اور میرے گھر والے بھی سب وضو کرلیں اور ہم نے اسکے بعد نماز پڑھی اور اسکی وجہ سے آپ سے بے خوف ہوگئے پھر ہم نے دروازہ کھولا۔

اور جو اس تکلیف کو گوارا نہیں کر سکتے اور نوافل ذکر وظائف کا افسوس ہوتا ہے تو واقعی اسکا ترک ضرور ہے مگر اس صورت میں قلت خرچ اور تنگی دنیا کو گوارا کرو۔ اب یہی لکھتا ہوں کہ اس میں ایک بات قطعی کیا کہوں۔ طالب آخرت کا حال دیگر ہے اور مبتلائے عیال کا حال دیگر جسکو ثواب آخرت کی رغبت ہے وہ تو ایک سبحان اللہ کہنے کے عوض کروڑ روپیہ کو ترک کرتا ہے اور تنگی معاش پر خیال نہیں کرتا اور جسکو معاش کی فکر ہووے اس سے فرائض کا ادا ہونا بھی غنیمت ہے سو اگر آپکو مبتلائے عیال و خرچ دیکھتا ہوں تو اس علاقہ کو ترک کرنا پسند نہیں آتا جب تک کوئی دوسری شکل نہ ہووے اور جب آپ کے ترک وظائف کا دھیان ہوتا ہے ثواب عقبیٰ کے مقابل میں اس علاقہ قلیل کو ہیچ محض جانکر ترک کو ضرور جانتا ہوں اب قطعی بات کیا کہوں تم خود اپنے نفع نقصان کا موازنہ کر کے جو کرو استخارہ کر کے کرلو اگر ترک کرنا محقق ہو جاوے تو پھر اپنا عذر اول سب سے بیان کرو اگر قبول کریں تو کام بنا دونوں بات حاصل رہی اور جو نہ مانیں تو ترک کے لئے عمدہ حیلہ حاصل ہوا۔ مگر پہلے استخارہ کرلینا ضرور ہے اور جو میری رائے ہی لیتے ہو تو میرے نزدیک تو ثواب آخرت عمدہ شے ہے لیکن آپکو مشکل ہوویگی کہ خرچ تمھارا فراخ ہے اگر تنگی پر صبر کرو تو بیشک ترک کردو بشرطیکہ وہ لوگ نہ مانیں اور کچھ پرواہ نکرو۔ مگر یہ واقعی درست اور صحیح ہے اپنی ہمت ایسی نہیں، چونکہ میرا عمل ایسا نہیں تو دوسرے کو کیا کہوں اور ہے وہی بات کہ متاع دنیا کام ایک اسم ذات کے برابر نہیں فقط۔ والسلام۔

(۸۷) حکیم عبدالعزیز خاں صاحب۔ السلام علیکم۔ اپنا عزم نہ اس سبب سے سست ہے کہ موت سے ڈر ہو بلکہ موت با ایمان کو ہزار درجہ ایسی حیاۃ سے کہ کچھ نفع نہ ہووے محض صدمہ صلحا کا دیکھنا ہوئے بہتر جانتا ہوں اپنی زندگی سے سوائے نقصان کے کوئی نفع نہیں جانتا۔ اور نہ اس وجہ سے کہ روپیہ کی کوتاہی مانع ہے، ڈیڑھ سو موجود ہیں اور جب چیلوں کا پچاس ساٹھ کی صورت ضرور یقین

رکھتا ہوں۔ بلکہ یہ وجہ ہے کہ اگرچہ ظاہر تندرست اور سالم ہوں مگر اندر میں اسقدر خراب اور ضعف ہمت اور اعضاء رہے کہ سرکی حالت ذرا سی غذا کی بے اعتدالی میں سخت پریشان ہوتی ہے ذرا تبدل تغیر خواب میں سخت پریشانی ہوتی ہے دیر تک بیٹھے رہنا دشوار رہے ہے۔ اعضاء شکنی کسل اکثر رہتا ہے سو ایسی حالت میں سفر میں کیا کیا مشقت پیش نہ آدیگی کہ ان سب امور کا انتظام کسی نواب سے تو شاید ہو سکے۔ مگر یہ البتہ خدمت کرنے والے مفت کے ہیں انکے دل میں حق تعالیٰ نے ڈالدیا، حسن ظن سے میرا دنیا کا آرام ہوگیا آخرۃ میں دیکھا چاہئے کیا پیش آوے؟ پھر جب ضعف طبع سے یہ حال ہوا تو دل میں پچھتانا آنے لگتا ہے کہ کاشش نہ آتا پس محنت برباد گناہ لازم آیا حج کا ثواب تو کہاں پہلی جمع کا اندیشہ ہے۔ زیادہ کیا کہوں، ایک فقرہ اپنے استاد کا یاد ہے لکھتا ہوں " درہندوستان بہوائے مکہ زیستن ہزار درجہ بہتر است ازاں کہ در مکہ بہوائے ہندوستان باشی" سو وجہ تو یہ ہے ورنہ دل میں ہوس زیارتِ مرشد نا ہے یہ تو مونہہ نہیں کہ محبت کہوں ہاں ہوس ہے سو یہ ہوس تین سال سے چلی جاتی ہے اب بھی وہ ہی حال ہے دل چاہتا ہے اور ضروری اشیاء بھی موجود رکھی ہیں اگر وقت پر غلبہ ہوگیا تو چلدونگا مگر یہ اپنا عزم کا حال نہیں اسواسطے میرے سبب آپ یا کوئی رہ جائے سخت ناگوار ہے۔ فقط۔ والسلام۔

(۸۸) عنایت فرمایم حکیم عبدالعزیز خاں صاحب دام اشفاقہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائیں، آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ عنایت فرمایا سچ یوں ہے کہ اصل مقصود آخرت ہے اور بندہ عبادت اور بندہ پن ظاہر کرنے کو مخلوق ہوا ہے تو اسکا وظیفہ اور ذمہ واجب یہ ہے کہ رات دن ایسے حرکات وافعال واقوال کرتا رہے جس سے بندگی اور عجز اپنا اور حمد وشکر وعظمت خالق تعالیٰ شانہ کی ظاہر ہوتی رہے۔ بس اس میں ہی مرجاوے مگر یہ مشکل ہوئی کہ یہ قالب جسمانی کھانے پینے بغیر قائم نہیں رہ سکتا تو اوسکا اسباب

مہیا کرنا ضرور ہوا پھر بعد کھانے کے پاخانہ پیشاب و شہوت لازم ہوئی اوسکا دفع کرنا پڑا اوسکا سامان کرنا واجب ہوا ہچشموں میں سلے بغیر یہ سامان نہیں ہوسکتے لباس وغیرہ امور کا داعیہ ہوا اسکا بہم پہونچانا ضرور ہوا اب ایک عبادت کے واسطے یہ سب قصہ کرنا آیا جسکا اگر حساب کرکے دیکھیے تو اکثر اوقات ان اسباب میں خرچ ہوتا ہے اور اصل مقصود جو تھا وہ کچھ بھی نہ رہا لہذا حق تعالے نے اپنے بندوں کو مجبور جانکر معذور رکھا فقط پانچ وقت کی نماز مقرر کردی اور اس تھوڑی عبادت کو قبول کرکے قائم مقام تمام رات دن کے ٹھہرا دیا اور سارا راتدن فقط اسکے حوائج میں صرف کرنے کو دیدیا اب اگر بندہ فہیم ہوتو اسنے جانا کہ یہ سب کمانا کسب کرنا سامان عبادت ہے اس ہی خیال سے سب کام کرتا ہے کہ عبادت کی فراغت حاصل ہو اوسکا تو سب کسب وکام عبادت ہی ہوگیا اور جو بندہ غبی کوڑ مغز نکلا وہ سمجھا کہ یہ سب کام میری راحت کو سلے ہیں اور اسکا کمانا کسب کرنا سونا جاگنا خانہ داری محض دنیا و لذت دنیا ٹھہری فقط پانچ وقت نماز کو عبادت ٹھہرایا سو ہمارا حال یہ ہی ہے کہ سارا دن غفلت میں گذرتا ہے اور سب کام حظ نفسانی ہے فقط یہ نماز باقی عبادت میں ہے اگر اسمیں بھی کوتاہی تشویش رہی تو وہ کسب و اکتساب بالکل واہیات ہے اسکو کیا کرے جب اصل مقصود ہی گم ہوا سو اگر آپکو اس نوکری کا خدشہ ہے تو ترک کردو اور اپنے رزاق مطلق پر توکل اختیار کرو رہا یہ کہ خرچ آپکا فراخ ہو تو اسکا جواب اوپر کی تقریر سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حوائج بشریہ ضروری ہیں اگر قدر ضرورت پر کفایت کرو تو ہوسکتا ہے گو خلاف طبع ہے کہ قدیم سے عادۃ ترفہ پسند رہی مگر آخرت پسند کو قناعت ہونا ضروری ہے اور اگر حب آخرت ہے تو تنگئ دنیا چنداں دشوار بھی نہیں سو آپ کے حق میں بنظر خیر خواہی آخرت ایسا روزگار جسمیں نماز کا بھی خشوع رفع ہوجاوے پسند نہیں کرتا ہوں مگر ہاں اس تحریر کا میرا موبنہ نہیں یہ دوسری بات ہے۔ فقط۔ والسلام۔

(۸۹) از بندہ رشید احمد عفی عنہ، بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند مخالفات احباب و برادران اگرچہ باعث ملال کا ہے مگر چونکہ تقدیر ہے اس پر ہی رضا زیبا ہے۔ عنایت نامہ حضرت کا واپس ارسال کرتا ہوں رسید سے مطلع فرما دیویں والسلام۔

(بنام مولانا مولوی محمد روشن خانصاحب مرادآبادی ادام اللہ ظلہ)

(۹۰) از بندہ رشید احمد عفی عنہ گرامی خدمت مولوی محمد روشن خانصاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آج آپ کا خط آیا بندہ آپ کے فرزند احمد شفیع کے باب میں دعا کرتا ہے مگر حسب قول "او خویشتن گم است کرا رہبری کند" خود سال بھر سے بیمار ہے کسی کو میرے سے کیا نفع ہوگا؛ بہرحال بندہ بندہ ہے دعا اپنا کام ہے اجابت بحکم مولیٰ تعالیٰ شانہ ہے بندہ اگرچہ بیمار مدت سے تھا مگر شعبان کے اوایل سے اب تک شدت مرض رہی تنقیہ مسہل کے بعد سے اب اسقدر ہوا ہوں کہ بدست خود جواب خط مرسلہ بعبارت قلیل لکھ سکوں ضعف ہے مگر امراض زائل ہو گئے "بہرچہ ساقی ما ریخت عین الطاف است" وظیفہ و نفل متروک ہوئے خواب و خور کا شغل باقی ہے۔ فقط۔

(۹۱) مولوی روشن خاں سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بیعت مولوی عبدالسبحان صاحب کو چند سے ملتوی کرتا ہوں وہ استخارہ مسنونہ دس پانچ دن کر کے اپنی طبع کو آزمائیں اور وظیفہ محررہ کو چند روز پڑھیں از ان بعد جیسا ہوگا کیا جاویگا۔ اول خود لائق اخذ بیعت نہیں ہوں دوسرے وہ اہل علم، تیسرے بندہ کے حال سے واقف نہیں، لہٰذا استخارہ تک توقف ضروری ہے اور استخارہ حدیث کا ہی کافی ہے۔ فقط۔ والسلام۔

(۹۲) مولوی محمد روشن خانصاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا جو آمسائل اسکے ہی حاشیہ پر لکھکر روانہ کرتا ہوں، حال صحت فرزنداں سے کسی وقت مطلع

نزدیک خیال اوسطرت کا ہے۔ خواب آپکا عمدہ ہے مبارک ہو۔ مرشدوں کا خواب
میں دیکھنا کیفیت کا حاصل ہونا حاصلی کی بات ہے۔ وسواس جب ذکر کو مضر نہوں
تو چنداں حرج نہیں اپنا کام کئے جاؤ جو کچھ مقدر ہے سب ملیگا طبع کو بہ تکلف
توکل در فع خطرات کی طرف لگایا کرو اول تکلف ہوتا ہے پھر ملکہ ہو جاتا ہے
ومن یستعفف یعفہ اللہ جو حدیث ہے سب ملکات کا حال ایسا ہی ہے اول
جبراً تکلف سے لاتے ہیں پھر تکلف سے ملکہ ہو جاتا ہے۔ فقط۔ والسلام۔ سبکو
میرا سلام مسنون کہدیویں۔

(۹۳) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ گرامی خدمت مولوی محمد روشن خانصاحب سلمہ
بعد سلام مسنون آنکہ بندہ مع جملہ متعلقین بعافیت ہے مطمئن رہیں۔ آپکا خط آیا
حال معلوم ہوا۔ تہجد کے واسطے یہ کیا کرو کہ اگر شب کو اوٹھنے کا اتفاق نہ ہو تو روزہ
رکھا اور نفس پر جرمانہ کسی قسم کا لگا دیا تو البتہ نفس کی سرکشی کچھ کم ہو جاوے گی
اور جو آپ نفس کو اسپنے حال پر چھوڑ دو گے تو روز بروز زیادہ سرکش ہوتا جاویگا
پس اب پھر تجدید عہد کرو اور تہجد اور شغل کو جاری کرو۔ حالت مہمان عزیز ہوتا ہے
اگر اسکی تواضع نہیں ہوتی تو ناراض ہو جاتا ہے اب جب خوب محنت کروگے اور
ملازمت رکھوگے تو پھر حالت عود کریگی یا دہ یا مثل اوسکے لہذا کام کرنا بالتزام ضروری
ہے اور جو کچھ قلیل کثیر ہو اوس پر شکر بہت بہت کرنا۔ حالات احباب
دریافت ہوکر بہت مسرور ہوا شکر ہے حق تعالیٰ ان کے حسن ذریعہ اور حسن ظن کی
برکت اپنا بھی خاتمہ خیر فرمادے آمین۔ فقط۔ دو تعویذ ملفوف ہیں اور نفل بعد وتر
کھڑے ہوکر افضل اور بیٹھ کر نصف ثواب ملتا ہے۔ فقط۔

(۹۴) عنایت فرمائے بندہ مولوی روشن خاں صاحب سلمہ۔ بعد سلام مسنون
مطالعہ فرمایند بندہ بعافیت ہے آپ کا خط شوقیہ آیا حق تعالےٰ آپکا شوق دوبالا
فرمادے۔ حاجی سعد اللہ خاں اور محمد عالم بیگ کو سلام مسنون فرمادیویں رمضان
کے سبب سے زیادہ تحریر دشوار ہے اور کام بھی بہت رہتا ہے۔ تم نے جو کلام

سکے واسطے بڑی طویل عبارت میں کھینچ کھینچ کر لکھا ہے سو جواب اوسکا یہ ہے
تم انکو بیعت کرلو خواہ اپنی طرف سے اور یہ ہی مناسب ہے خواہ حضرت
مرشدنا کی طرف سے اور حضرت سلمہ کے خلفاء جو اس زمانہ میں اجازت
یافتہ ہیں آپ سے بمراتب اسفل درجہ میں ہیں اگر حضرت سلمہ آپ کا حال دیکھیں
تو بحلف کہتا ہوں کہ مجاز بنا دیویں۔ غرض حسب قاعدہ ہمارے حضرت سکے
آپ مجاز ہیں لہٰذا بطوع و رغبت اجازت بیعت کی عموماً دیتا ہوں کہ اسپنے نام
سے بیعت لیا کرو جو اہل ہووسے توبہ کرا دی حسب لیاقت وظیفہ بتا دیا کریں۔
نقط۔ مبارک ہو۔ شکر کرو بہت شکر کرو۔ اور اس اجازت کو حضرت سلمہ کیطرف
سے سمجھو۔ یہ کہتا ہوں کہ ترجمانِ زبان شیخ ہوں۔ اپنا حال جو ہے لکھ نہیں سکا
محض بیگانہ ہوں چند باتیں یاد ہیں اور بس فقط والسلام۔ ۳۰ رمضان ۱۳۰۶ھ۔
(۹۵) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بندہ اب بعافیت ہے آپکا خط آیا حال
تخفیف مرض عزیزاحمد شفیع سے سرور ہوا حق تعالیٰ بقیہ مرض کو دفع فرما وسے
اور بندہ دعاگو سب فلانوں کا ہے خصوصاً اسپنے دوستوں کا۔ تم جس روز تہجد
فوت ہو روزہ رکھا کردیا بدون صوم فاقہ کردیا غرض مزار جُوع نفس پر بہت
سخت ہے۔ اور جو صاحب بیعت کرنا چاہیں انکو توبہ کرادیا کرو اسپنے آپکو کچھ مت جانو
بلکہ وسیلہ خیر از حضرت مرشدنا سلمہ تصور کرو۔ چند لوگ جنکا حال آپ نے لکھا ہے
دیکھکر سرور ہوا حق تعالیٰ بذریعہ آپ کے کسی سے ذکر جو کراتا ہے اوسکا اجر آپکو
ملتا ہے تواضع بہت عمدہ خصلت ہے۔ جب تواضع رفع ہوئی عُجب آیا ہلاک ہوا
ابلیس کا مغوی اور مہلک یہ ہی عجب تھا۔ اور حرص مال وجاہ دو دشمن سخت
ہیں کہ دین و دنیا دونوں کو تباہ کرتے ہیں۔ فقط۔ والسلام۔ مورخہ ۲ محرم روز
چہارشنبہ ۱۳۱۰ھ
(۹۶) از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی مولوی روشن خانصاحب سلمہ
بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپکا خط آیا حال دریافت ہوا غالباً بندہ کے پاس

کوئی آپ کا خط نہیں آیا اگر آیا ہو اور فقط خیریت طلبی بھی اوسمیں تھی تو عدم تحریر جواب بھی ممکن ہے کیونکہ بندہ اب کاہل بہت ہوگیا ہے اور کام بہت بڑھ گیا ہے غیر ضروری خط کا جواب لکھنا شاق ہوتا ہے۔ بندہ امراض متواتر کا مورد ہے گاہ زکام گاہ دیگر مرض خفیف، اب عمر ضعیف اور قویٰ سست جو دن حیوٰۃ کے مقدر ہیں پورے کئے جادیں گے۔ تم اگرچہ مبتلائے افکار ہو اور حق تعالےٰ آپکو اطمینان دیوے بندہ دعا کرتا ہے مگر حج بھی کر آئے ہو اور خواص حج سے ہے کہ میرے عنایت فرما بعد حج کے کچھ متغیر ہو جاتے ہیں بوجہ اسکے کہ اعلیٰ حضرت سلمۂ کو بعض افعال ظاہریہ میں بندۂ محجوب کے خلاف تصور کرتے ہیں اور اونکے فعل وعمل کے مقابلہ میں اس ناکارہ کے انداز کو ضعیف وغیر معتمد جانتے ہیں تو مائل بہ بدعات ہو جاتے ہیں گویا اسکا ہی نام تصوف ہے۔ لہٰذا اگر باوجود کثرتِ مشاغل وتفکرات کے یہ بھی ایک وجہ غیر مناسبی کی پیدا ہوکر مانع ملاقات وتحریرات ہوئے تو کیا عجب ہے۔ مگر یہ احقر اپنے قدیم عنایت فرمایان سے منحرف نہیں دعا کرتا رہتا ہوں اور انکی خیر خواہی سے کسی وجہ دریغ نہیں، زبان بہ دعائے خیر ہلانا کیا گراں ہے اور تم تو بظاہر معتقد بندۂ احقر کے ہو تم سے تو کس طرح عذر ہوئے تمھارے پسر محمد شفیع طال عمرہٗ کے مرض سے اور دیگر وقائع مسطورۂ خط سے سخت ملال ہے بجز دعا کیا چارہ ہو سکتا ہے ارحم الراحمین رحم فرما دے۔ فقط۔ والسلام تعبیر خواب یہ ہے کہ اگر منظور حق تعالیٰ کو ہے تو قرۃ العینین مسعود احمد بندہ کی وضع پر رہے گا اگرچہ فقط قلباً واعتقاداً ہی ہو۔ فقط۔ مورخہ ۱۲ر شعبان۔

(۹۷) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ مولوی محمد روشن خاں صاحب سلمۂ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا، مکرر تمکو اپنا مخلص اور دوستِ قدیم جانتا ہوں اور خوش عقیدہ سمجھتا ہوں مگر دو سبب ہوئے ایک یہ کہ حج کرکے بعض احباب متغیر ہوئے اور جس کے مزاج میں نسبت وجدی ہوتی ہے اسکو بعض بدعت کی طرف میلان ہو جاتا ہے اور یہ دونوں امر آپ میں موجود ہیں تو بعض لوگوں نے

مراد آبادی لوگوں سے نقل کیا کہ مولوی روشن خان کو میلان بدعت ہوگیا ہے بنائً علیہ آپکو وہ سو کھا جواب لکھا اب جو تم برأت کرتے ہو تو مجھکو آپ کا یقین ہے اور وہ تکدر رفع ہوا بندہ کو ایسا ہی مخلص اپنا جانو جیسا پہلے تھا کچھ ملال و تردد دل میں اب مت رکھنا۔ فقط۔ والسلام۔

یہاں کے حالات بدستور بعد انتقال والدہ حافظ مسعود احمد کے گھر کا انتظام خراب، ہر قسم کی راحت خانگی مبدل بہ پریشانی ہوگئی ہے۔ فقط۔ والسلام ۲۳ ذیقعدہ

(۹۸) از بندہ رشید احمد عفی عنہ گرامی خدمت مولوی محمد روشن خانصاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائید آپکا خط آج ۹ شوال کو پہونچا اس سے پہلے کوئی خط نہیں آیا کہ جواب لکھتا آپ جانتے ہیں کہ اس عاجز کا واسطہ آپسے بوجہ دین اور علم دین کے ہے سو جو دوست بندہ کا اس طریق پر ہو جو راہ حق صراط مستقیم ہو اس سے بندہ کو الفت ہے اگرچہ بظاہر اسکا کوئی ظہور نہ ہو مگر قلبی علاقہ ہوتا ہے اور جو صاحب انحراف اپنے مسلک سے کرتے ہیں قدر انحراف کے علاقہ قلبی میں فتور آجاتا ہے پس جس اپنے دوست کو سنت کی راہ مستحکم دیکھتا سنتا ہوں بیاختہ اوسطرف تعلق بڑھتا ہے ورنہ کم ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ بندہ کو کوئی الہام یا مکاشفہ نہیں تمامی ہوں سنی سنائی اخبار پر عمل درآمد ہوتا ہے پس آپسے جو تعلق ہے اور تھا وہ آپ خود اپنے خطوط میں مصرح لکھتے ہیں کیا جتلاؤں مگر اخبار اغیار سے آپکا میلان بدعت کیطرف معلوم ہو کر لاریب آپکی طرف سے ملال ہوا اور اوسکے استکشاف کی غرض ہی سے وہ فقرات لکھے تھے جس سے آپکو عبرت و تلاش ہووے سو بحمد اللہ آپکو تنبیہ ہوا اب بندہ نے کلی ظاہر کردیا اب صریح لکھتا ہوں کہ راہ سنت میں فتور نہ ہونا چاہئے کمال طریقت و شریعت یہ ہی ہے ورنہ کشف کرامات خرق عادات خلاف شرع کے ساتھ کچھ وقع نہیں رکھتے۔ فقط۔ والسلام

اور افلاس میراث انبیاء علیہ السلام ہے اسپر رضا دینا چاہیئے کہ کوئی جزع فزع نہ ہوئے۔ فقط۔ والسلام۔

Regd. No.L2/9/AD-111
Monthly May, 1986
WASIYATUL IRFAN
2, Buxi Bazar Allahabad

ہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خانقاہ [illegible]

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۶ جون ۱۹۸۶ء جلد ۹

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۲ بخشی بازار
الہ آباد

حامل مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان
الہ آباد

چندہ ششماہی
۱۶ سولہ روپے
[illegible]

چندہ سالانہ
۳۰ تیس روپے
[illegible]

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ تین روپے | مدیر: عبدالمجید عفی عنہ

شمارہ ۶ | رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ مطابق جون ۱۹۸۶ء | جلد ۹

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبدالمجید صاحب ۲۳ بخشی بازار - الہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبدالمجید صاحب پرنٹر منیجر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳ - بخشی بازار - الہ آباد سے شایع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱۷-ڈی -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

ماہ جون ۷۶ء کا رسالہ پیش نظر ہے اس شمارہ پر سال رواں کی اول ششماہی ختم ہو رہی ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے بہت سے احباب کا زر تعاون دفتر کو ابتک وصول نہیں ہو سکا۔ حالانکہ ہم نے متعدد بار عرض کیا ہے کہ رسالہ کی مصلحت پیشگی چندہ آجانے ہی کی صورت میں تمام ہوتی ہے۔

بہرحال جن حضرات نے ابتک چندہ بابتہ سال رواں ارسال نہ فرمایا ہو وہ پہلی فرصت میں روانہ فرمادیں۔

نیز ہمارے جو خریداران رسالہ غیر ممالک (بیرون ھند) کے ہیں انکی خدمت میں عرض ہے کہ غیر ممالک کے پوسٹل ریٹ میں اضافہ ہوجانے کی وجہ سے اب رسالہ کا چندہ حسب ذیل ہوگا:۔

عرب ممالک۔ یورپین ممالک۔ امریکہ۔ اسٹریلیا۔ افریقہ۔ انگلینڈ
زمبیہ۔ چین۔ جاپان۔ برما وغیرہ ممالک سے

ہوائی ڈاک سے	بحری ڈاک سے
آٹھ پونڈ	پانچ پونڈ

اور پاکستان سے بذریعہ ہوائی ڈاک ساٹھ روپیہ ۵۰ پیسے

(فہرست کتب جو دفتر میں موجود ہیں)

حیات مصلح الامۃ (۲۵ روپیہ)۔ تالیفات مصلح الامۃ حصہ اول (۱۸ روپیہ)۔ حصہ چہارم (۳۵ روپیہ)۔ وصیۃ الاحسان کامل (۶ روپیہ)۔ وصیۃ الاحسان دوم (۳ روپیہ)

تصوف اور نسبت صوفیہ (۵ روپیہ)۔ معمولات نبوی (۶ روپیہ)۔ ہفت اختر مع ہشت مواعظ (۱۰ روپیہ)۔ مفتاح الرحمۃ (ایک روپیہ)۔ خمخانۂ باطن (۴ روپیہ)۔

درد و درماں (۳ روپیہ)۔ حالات وفات مصلح الامۃ (۲ روپیہ)۔

قدیم جلدیں رسالہ هذا: ۶۹ء (۱۵ روپیہ) ۷۰ء (۲۰ روپیہ) ۷۱ء (۲۵ روپیہ) ۷۲ء (۲۵ روپیہ) ۷۳ء (۲۰ روپیہ) ۷۴ء (۳۰ روپیہ) ۷۵ء (۳۰ روپیہ)

غیر مرتب متفرق رسالے: ۱۵ عدد ۵ روپیہ میں ـــ ڈاک سے منگانے میں ۱۵ عدد دس روپیہ میں۔

(ادارہ)

وَاللّٰہُ یَدۡعُوۡۤا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ یعنی اللہ سب لوگوں کو سلامتی کے گھر کیطرف بلاتے ہیں اور یہ جنت ہے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ کچھ ملائکہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آئے اور حضورؐ سو رہے تھے فرشتوں نے آپس میں کہاکہ تمھارے ان صاحب کے لئے ایک مثال ہے تو انکے لئے مثال بیان کرو اور ان میں سے بعض نے کہاکہ وہ سو رہے ہیں اور بعض نے کہاکہ انکی آنکھ سوتی ہے اور قلب بیدار ہے اسکے بعد ان فرشتوں نے کہاکہ انکی مثال اس آدمی کے جیسی ہے کہ جس نے ایک گھر بنایا اور اسمیں ایک دسترخوان لگایا اور کسی بلانے والے کو بھیجا تو جس نے بلانے والے کی بات مانا وہ گھر میں داخل ہوگیا اور دسترخوان سے کھایا اور جس نے داعی کی بات نہ مانا نہ گھر میں داخل ہوا اور نہ دسترخوان سے کھایا۔ پھر ان فرشتوں نے کہاکہ انکے لئے اسکی توضیح کردو تاکہ سمجھ لیں، بعضوں نے کہاکہ یہ تو سو رہے ہیں اور بعض نے کہاکہ صرف آنکھ سو رہی ہے قلب جاگ رہا ہے۔ پھر کہاکہ گھر سے مراد جنت ہے اور داعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جس نے اطاعت کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُنْنے اطاعت کی اللہ تعالیٰ کی اور جس نے آپکی نافرمانی کی اس نے نافرمانی کی اللہ تعالیٰ کی لوگوں کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی فارق ہیں۔

وَیَھۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ سے مراد دین اسلام اور سنت کا طریقہ ہے اور اللہ تک پہونچنے کا طریقہ ہے۔

لِلَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوا الۡحُسۡنٰی وَزِیَادَۃٌ حسنیٰ سے مراد جنت اور زیادۃ سے مراد نظر الی وجہ اللہ ہے۔ ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک منادی کو بھیجیں گے وہ ایک ایسی آواز سے پکارے گاکہ اول سے آخر تک سب لوگ سن لیں گے کہ اے اہل جنت اللہ تعالیٰ نے تم سے حسنیٰ اور زیادہ کا وعدہ

فرمایا ہے حسنیٰ جنت ہے اور زیادۃ نظرالی وجہ الرحمٰن ہے۔

حضرت صہیبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اہل جنت، جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ کیا تم لوگ اور کچھ زیادہ چاہتے ہو؟ عرض کرینگے کیا آپ نے ہمارے چہروں کو چمکدار نہیں بنایا، کیا آپ نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور جہنم سے نجات نہیں دیا (اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے؟) اسکے بعد اللہ تعالیٰ پردہ ہٹا دینگے تو ان لوگوں کے نزدیک اپنے رب کیطرف نظر کرنے سے زیادہ محبوب کوئی اور چیز نہ ہوگی اسپر آپ نے آیت بالا تلاوت فرمائی۔

بغویؒ نے اپنی سند سے اس حدیث کو اس طرح روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت شریفہ لِلَّذِيْنَ أَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ جب اہل جنت جنت میں اور اہل نار، نار میں داخل ہو جائیں گے ایک پکارنے والا پکارے گا کہ اے اہل جنت تمھارے لیۓ اللہ کے پاس ایک وعدہ ہے وہ چاہتے ہیں کہ تم سے اسکو پورا کر دیں۔ لوگ کہیں گے کہ وہ وعدہ کیا ہے؟ کیا آپ نے ہمارے میزان عمل کو بھاری نہیں کیا؟ اور کیا ہمارے چہروں کو نہیں چمکایا؟ اور کیا ہمکو جنت میں نہیں داخل کیا اور جہنم سے پناہ نہیں دیا؟ (اسکے بعد اور کیا چاہیئے؟) حضورؐ نے فرمایا کہ حجاب ہٹا دیا جائے گا اور لوگ اللہ عزوجل کو دیکھیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ کیطرف نظر کرنے سے زیادہ محبوب انکو کوئی دوسری چیز نہ ہوگی

(ان آیات کی تفسیر معارف القرآن سے)

پچھلی آیت میں دنیاوی زندگی اور اسکی ناپائداری کی مثال اس کھیتی سے دی گئی تھی جو آسمانی پانی سے سیراب ہو کر لہلہانے لگی اور ہر طرح کے پھل پھول نکل آۓ اور کھیتی والے خوش ہونے لگے کہ اب ہماری ساری ضروریا

اس سے پوری ہونگی مگر انکی نافرمانیوں کی وجہ سے رات یا دن میں ہمارے عذاب کا کوئی حادثہ ایسا آپڑا جس نے انکو ایسا صاف کر دیا کہ گویا یہاں کوئی چیز موجود ہی نہ تھی۔ یہ تو دنیا کی زندگی کا حال تھا اسکے بعد آیت مذکورہ میں اسکے بالمقابل دار آخرت کا بیان کیا گیا ہے۔

ارشاد فرمایا وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَام یعنی اللہ تعالیٰ انسان کو دارالسلام کیطرف دعوت دیتا ہے یعنی ایسے گھر کی طرف جس میں ہر طرح کی سلامتی ہی سلامتی ہے نہ اس میں کسی طرح کی کوئی تکلیف ہے نہ رنج و غم، نہ بیماری کا خطرہ نہ فنا ہونے یا بدل جانے کی فکر۔ دارالسلام سے مراد جنت ہے اسکو دارالسلام کہنے کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس میں ہر طرح کی امن و سلامتی اور سکون ہر شخص کو حاصل ہوگا۔ دوسری وجہ بعض روایات میں ہے کہ جنت کا نام دارالسلام اسلئے بھی رکھا گیا کہ اس میں بسنے والوں کو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے نیز فرشتوں کی طرف سے سلام پہونچتا رہے گا بلکہ لفظ سلام ہی اہل جنت کی اصطلاح ہوگی جس کے ذریعہ وہ اپنی خواہشات کا اظہار کریں گے اور فرشتے انکو مہیا کرینگے جیسا کہ پہلی آیات میں گذر چکا ہے۔

حضرت یحییٰ ابن معاذؒ نے اس آیت کی تفسیر میں بطور نصیحت عوام کو خطاب کرکے فرمایا کہ اے آدم کے بیٹے تجھکو اللہ تعالےٰ نے دارالسلام کی طرف بلایا تو اس دعوتِ الٰہیہ کی طرف کب اور کہاں سے قدم اٹھائیگا؟ خوب سمجھ لے کہ اس دعوت کو قبول کرنے کیلئے اگر تونے دنیا ہی سے کوشش شروع کردی تو وہ کامیاب ہوگئی، تو دارالسلام میں پہونچ جائیگا اور اگر تونے اس دنیا کی عمر کو ضایع کرنے کے بعد یہ چاہا کہ قبر میں پہونچکر اس دعوت کیطرف چلوں گا تو تیرا راستہ روکدیا جائے گا تو وہاں ایک قدم آگے نہ بڑھ سکے گا کیونکہ وہ دارالعمل نہیں۔

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دارالسلام جنت کے سات

ناموں میں سے ایک نام ہے (تفسیر قرطبی)

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کسی گھر کا نام دار السلام رکھنا مناسب نہیں جیسے جنت یا فردوس وغیرہ بھی رکھنا درست نہیں۔

اسکے بعد آیت مذکورہ میں ارشاد فرمایا وَيَهْدِي مَن يَشَاءُ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ یعنی پہونچا دیتا ہے اللہ تعالیٰ جسکو چاہے سیدھے راستہ پر۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دار السلام کی دعوت تو سارے انسانوں کے لئے عام اور اس معنی کے اعتبار سے سب کے لئے ہدایت بھی عام ہے لیکن ہدایت کی خاص قسم کہ سیدھے راستہ پر کھڑا کر دیا جائے اور چلنے کی توفیق دی جائے یہ خاص خاص ہی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔

مذکورہ دو آیتوں میں دارِ دنیا اور دارِ آخرت کا تقابل اور اہل دنیا اور اہل آخرت کے احوال کا ذکر تھا، اگلی چار آیتوں میں دونوں فریق کی جزا وسزا کا بیان ہے۔ پہلے اہل جنت کا ذکر اس طرح فرمایا گیا کہ جن لوگوں نے نیکی اختیار کی یعنی سب سے بڑی نیکی ایمان اور پھر عمل صالح پر قائم رہے انکو انکے عمل کا عمدہ اور بہتر بدلہ ملیگا اور صرف بدلہ ہی نہیں بلکہ بدلہ سے کچھ زیادہ بھی۔

اس آیت کی تفسیر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی وہ یہ ہے کہ اس جگہ اچھے بدلہ سے مراد جنت ہے۔ اور زیادہ سے مراد حق تعالیٰ سبحانہٗ کی زیارت ہے جو اہل جنت کو حاصل ہوگی (تفسیر قرطبی بروایت انسؓ) جنت کی اتنی حقیقت سے تو ہر مسلمان واقف ہے کہ وہ ایسی نعمتوں اور راحتوں کا مرکز ہے جن کو انسان اسوقت تصور میں نہیں لا سکتا اور حق تعالیٰ کی زیارت ان سب پر فائق ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت صہیبؓ کی روایت سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہوچکیں گے تو حق تعالیٰ ان سے خطاب فرمائیں گے کہ کیا تمھیں کسی اور چیز کی ضرورت

ہے ؟ اگر ہو تو بتلاؤ ہم اسکو پورا کریں گے ۔ اہل جنت جواب دینگے کہ آپ نے ہمارے چہرے روشن کئے، ہمیں جنت میں داخل فرمایا، جہنم سے نجات دی اس سے زیادہ اور کیا چیز طلب کریں ؟ اسوقت درمیان سے حجاب اٹھا دیا جائے گا اور سب اہل جنت اللہ تعالیٰ کی زیارت کرینگے ۔ تو معلوم ہوگا کہ جنت کی ساری نعمتوں سے بڑھکر یہ نعمت تھی جس کی طرف انکا دھیان بھی نہیں گیا تھا، جو رب العالمین نے محض اپنے کرم سے بے مانگے عطا فرمائی بقول مولانا رومی سہ

ما نبودیم و تقاضہ ما نبود لطف تو ناگفتۂ ما می شنود

اور پھر انھیں اہل جنت کا یہ حال بیان فرمایا کہ نہ انکے چہروں پر کبھی کدورت یا تکلیف وغم کا اثر چھائے گا اور نہ ذلت کا اثر ہوگا جو دنیا میں ہر شخص کو کبھی نہ کبھی پیش آیا کرتا ہے ۔ اور آخرت میں اہل جہنم کو پیش آئیگا ۔

اسی کے مقابل اہل جہنم کا یہ حال بیان فرمایا کہ جن لوگوں نے برے عمل کئے انکو برائی کا بدلہ برابر سرابر ملے گا، اسمیں کوئی زیادتی نہ ہوگی ۔ ان کے چہروں کی سیاہی کا حال ہوگا کہ گویا اندھیری رات کی پرت کی پرت ان پر لپیٹ دی گئی ہے

(معارف القرآن ص ۵۳۰ ج ۴)

(۱۱)

اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ۝ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا

صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّار -

یعنی یہ سمجھدار لوگ ایسے ہیں کہ اللہ سے جو کچھ انھوں نے عہد کیا ہے اسکو پورا کرتے ہیں اور اس عہد کو توڑتے نہیں اور یہ ایسے ہیں کہ اللہ نے جن علاقوں کو قائم رکھنے کا حکم کیا ہے اسکو قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور سخت عذاب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔ اور یہ لوگ ایسے ہیں کہ اپنے رب کی رضامندی کے جویاں رہ کر مضبوط رہتے ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انکو روزی دی ہے اس میں سے چپکے بھی اور ظاہر کر کے بھی خرچ کرتے ہیں اور بدسلوکی کو حسن سلوک سے ٹال دیتے ہیں، اس جہاں میں نیک انجام ان لوگوں کے واسطے ہے یعنی ہمیشہ رہنے کی جنتیں جنمیں وہ لوگ داخل ہونگے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولاد میں جو جنت کے لائق ہوں گے وہ بھی داخل ہوں گے، اور فرشتے ان کے پاس ہر سمت کے دروازے سے آتے ہونگے اور یہ کہتے ہونگے کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اسکے کہ تم دین حق پر مضبوط رہے تھے سو اس جہاں میں تمھارا انجام بہت اچھا ہے

وَالَّذِيْنَ صَبَرُوْا عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ جو صبر کرتے ہیں ان چیزوں پر جنکا حکم کئے گئے ہیں۔ عطاءؒ فرماتے ہیں کہ مصیبت اور پریشانیوں پر صبر کرتے ہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ شہوات سے صبر کرتے ہیں۔ بعضوں نے یہ کہا ہے کہ معاصی سے صبر کرتے ہیں۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ نفس کی خواہشات کے خلاف پر صبر کرتے ہیں تاکہ سب اقوال کو شامل ہو جائے۔

اِبْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ یعنی اس کی رضا طلب کرنے کے لئے نہ کہ اور کسی غرض کے لئے اغراض دنیا میں سے اور نہ ریا اور سمعہ کے لئے۔

(باقی آئندہ)

چنانچہ وطن اور اطراف وطن کے لوگوں کو جب اسکا احساس ہوا کہ حضرت والا کو اگر مطمئن کر دیا جائے تو شاید حضرت پھر دوبارہ وطن تشریف لے آدیں گو عارضی ہی طور سے سہی تو پھر خود اہل فتحپور۔ اہل ندوہ سرائے اہل کاریپا تھ۔ اہل رگھولی۔ اہل گھوسی اور اہل ہرداس پور کی جانب سے عومی دستخطوں کے ساتھ تحریریں آنی شروع ہوگئیں یہاں ان سب تحریروں کا اجمالاً ذکر ہی کافی تھا لیکن اس خیال سے اسکو مفصل بیان کیا جاتا ہے کہ کل کو کوئی مخالف تاریخ بدل نہ دے اور یہ نہ ظاہر کردے کہ حضرت والاؒ کو معاذاللہ اہل وطن نے اپنے یہاں سے نکال دیا تھا اور معاذاللہ حضرت گویا بالکل بے بسی دمجبوری کے عالم میں ترک وطن پر مجبور ہوئے، ایسا نہیں تھا۔ وطن اور اطرافِ وطن، اپنے اور پرائے سب کی درخواست کا علم ہو جانے کے بعد حضرت والاؒ کی حیثیت نمایاں ہو جاتی ہے اور اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت کس قدر معزز، محترم اور محبوب تھے اور کس شان سے دوبارہ وطن تشریف لے گئے۔ اہل معاملہ کے سلئے حضرتؒ کے اس طرز وطریقہ میں عبرت ونصیحت کا کافی سامان موجود ہے اور امت کی تربیت کا سبق نمایاں ہے۔ نیز ان تفاصیل کے علم سے اندازہ ہوتا ہے کہ عالم کی اپنی قوم میں کیا شان ہوا کرتی ہے اور ایک مخلص مصلح کس طرح اپنے اور پرایوں کے نزدیک محبوب ہوا کرتا ہے

(تحریرا منجانب اہل فتح پور تال نرجا)

مخدومی ومطاعی حضرت مولانا صاحب قبلہ مدظلہ العالی۔

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ۔ باادب گذارش ہے کہ ہم جملہ ساکنانِ فتحپور کمال ندامت کے ساتھ یہ اعتراف کرتے ہیں کہ حضرت والا اور حضرت کے جملہ متعلقین کے شدید ترین قلبی وروحانی ونیز جسمانی ایذارسانی کا

اولین و بنیادی سبب ہم ہی ہیں اور ہم ہی نے ترک وطن پر مجبور کیا ایک غیور اور شریف قوم کا یہ وطیرہ ہرگز نہیں ہونا چاہیئے تھا کہ وہ اپنے ہی ایک بزرگ ترین فرد کو اور اس کے اہل و عیال کو ترکِ وطن پر مجبور کرے افسوس بدقسمتی سے حقیقی مجرم ہم ہی ہیں جو اس سرزمین کے ذرہ ذرہ کو و اطراف و جوانب کے جملہ باشندگان کو حضرت والا کی ذات برکات سے محروم ہونے کا ذریعہ بنے۔

یہ ایک عجیب بات ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کو اسبات کا یقین تھا کہ حضرت والا ہم سب کے بھی خواہ اور ہمدرد ہیں اور ہم میں سے کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جو حضرت والا کو اپنا ذاتی دشمن سمجھتا ہو اسلئے حضرت والا مقدمہ میں نام آنے کی اصل علامت دشمنی ہرگز نہیں تھی بلکہ مقدمہ کے مصالح نے ایسا کرنے پر مائل کیا کہ ممکن ہے اس طریقہ پر مصالحت کی کوئی صورت نکل سکے لیکن حضرت والا حقیقت یہ ہے کہ ہم سب مقدمہ بازی کے جنون میں بھی اس شدت سے مبتلا ہو گئے تھے جس کی کوئی حد و انتہا نہیں تھی بلاشبہ ہم نے مقدمہ بازی میں جتنی جدوجہد کی اگر اس کا عشر عشیر بھی مصالحت کے لئے کرتے تو غالباً بھائی بھائی کا یہ جھگڑا آسانی سے طے ہو جاتا۔ ہمارا ایک سنگین جرم یہ بھی ہے کہ ہم لوگ دل سے مصالحت کے درپے ہی نہیں ہوئے بہر حال شروع سے لیکر آخر تک ہم نے جتنی تکلیف دہ اور دل آزار باتیں کیں وہ نتیجہ ہیں ہمارے عدم خلوص اور بے محبتی کا کیونکہ اس دوران میں ہم آپ کے نہیں بلکہ اپنے نفس کے پیرو اور نفسانی جوش و ہیجان اور اشتعال کے تابع رہے۔ اسلئے اب ہمکو اپنی غلطیوں کا صحیح طور پر احساس ہوا ہے اور ہم اپنی غلطیوں کا دل سے اعتراف کرتے ہیں انشاءاللہ القدیر آئندہ ہم سب تا بمقدور اس قسم کی حرکات شنیعہ اور فتنہ و فساد کے

قریب نہیں جائیں گے امید ہے کہ حضرت والا ہم سب کو معاف فرما کر ہمارے حق میں دعائے خیر فرمائیں گے کہ آئندہ ہم سب محبت کے ساتھ بھائی بھائی کی طرح رہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ جب تک ہم لوگ آنجناب کی مرضی اور اجازت سے کام کرتے رہے اللہ تعالیٰ ہر معاملہ میں ہم لوگوں کامیاب فرماتا رہا لیکن ایک معاملہ فتنہ و فساد میں ہم لوگ کود پڑے اور اجازت کی بھی پرواہ نہ کی جسکا بُرا نتیجہ پوری طرح ہم سب لوگوں نے بھگتا کہ ہم میں اطاعت و فرمانبردار کا مادہ برائے نام ہی ہے۔ انشاء اللہ اب ہم ہر کام اور ہر معاملہ میں آنجناب کا اتباع کریں گے اور وہی کام کریں گے جس میں مرضی معلوم کرلیں گے اور ہم آنجناب کی اطاعت اور فرمانبرداری پر ثابت قدم رہیں گے اور آئندہ سے ہر کام میں جناب سے مشورہ لیں گے۔ فقط۔

دستخط: مولوی عبدالصمد۔ عبدالعظیم۔ شمس الدین خان۔ محمد عباس خاں مطیع اللہ۔ عبدالمنان۔ محمد خلیل خان۔ زکی اللہ۔ عبدالوحید۔ معین الدین۔ محمد یحییٰ۔ عبدالباری۔ مولوی علیم اللہ۔ عبدالقیوم خان۔ حق العباد۔ محمد ایوب محمد زکریا۔ رفیع اللہ خاں۔ شمس اللہ۔ نورالہدیٰ۔ محمد فاروق۔ محمد امین عبدالقدوس۔ ثناء اللہ۔ محمد فاضل۔ خلیل۔ زبیر خاں۔ محمد ادریس۔ فرید الدین بسم اللہ۔

تحقیق: تمام برادری کا مرض واحد ہے، ہمیشہ علماء کرام کی اطاعت نہیں کی ہے اسوجہ سے سب اقوام سے پیچھے ہیں، دنیا و دین دونوں میں نیچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ آمین

وصی اللہ عفی عنہ

(تحریر منجانب اہل ندوہ سرائے)

مؤدبانہ عرض ہے کہ ہم لوگ شروع سے ہی ندامت کے ساتھ یہ محسوس کرتے رہے ہیں کہ حضرت والا کے وطن چھوڑنے کی کُل نہیں تو کچھ نہ کچھ ذمہ داری ہم لوگوں پر بھی عائد ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ ہم نے جرأت کے ساتھ اس فتنہ کا مقابلہ کرنے کا عزم اور تہیہ ہی نہیں کیا ورنہ خدا کے فضل سے ہم سب متحد ہوکر اتنا تو کر ہی سکتے تھے کہ مقدمہ سے حضرت والا کا نام خارج کرا دیتے لیکن ہم نے محض قطع تعلق اور اظہار نفرت ہی پر اکتفا کیا اور اس پر بھی استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ قائم نہ رہ سکے جوں جوں دن گذرتا گیا اس طرز عمل میں بھی خامیاں شروع ہوتی گئیں۔

بہرحال شومئی قسمت سے ہم نے اپنے پیروں پر خود ہی کلہاڑی ماری اور نتیجہ میں حضرت والا کی ذات بابرکات اور خصوصی توجہات سے ایک طویل مدت کے لئے محروم ہوگئے۔

صبت علی مصائب لو انها   صبت علی الایام صرن لیالیا

(مجھ پر اسقدر مصائب پڑیں کہ اگر کہیں وہ روز روشن پر پڑتیں تو وہ شب تاریک ہوجاتے)

ایک طویل وقفہ کے بعد بمفحوائے آیہ کریمہ اعلموا ان اللّٰہ یحیی الارض بعد موتھا ہمارے مردہ دلوں کی حالت زار پر کچھ اللہ تعالیٰ ہی کو ترس آگیا اور اسکا دریائے رحمت خود ہی جوش میں آگیا ورنہ اس سے قبل بارہا ہمارے ذہن میں آیا کہ کسی نہ کسی طرح مستقلاً نہ سہی عارضی طریق پر سہی حضرت والا کو وطن لایا جائے مگر کوئی کارگر تدبیر ذہن میں نہ آتی تھی لیکن جب رب العزت ذوالجلال والاکرام ارحم الراحمین خدا اپنے فضل و رحمت سے ہماری بدحالی کیطرف متوجہ ہوا تو دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اسباب بھی فراہم فرما دیا اور حضرت والا کے قلب مطہر و مزکی کو علی وجہ الکمال ہم جیسے

بہرحال لوگوں کی طرف منعطف فرما دیا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

دولتم ایں بسکہ بعد مدت دور و دراز بر حریم آستانت می نہم روئے نیاز

(میرے لئے یہ دولت کیا کم ہے کہ ایک دور و دراز مدت کے بعد مجھے آپکے حریم ناز پر پیشانی رکھنے کا موقع ملا ہے)

بہرحال ہم ندامت کے ساتھ حق تعالیٰ سے اپنی جملہ کوتاہیوں کی معافی چاہتے ہیں اور حضرت والا اور حضرت والا کے جملہ اہل بیت کو ہماری وجہ سے جو اذیتیں پہونچی ہیں فرداً فرداً ہر ایک سے معافی کے خواستگار ہیں ہماری انتہائی خوش قسمتی ہوگی کہ حضرت والا اور حضرت والا کے جملہ متعلقین دل سے ہمیں معاف فرما دیں ؎ بر کریماں کارہا دشوار نیست۔

ہم بصمیم قلب اسکا تہیہ کرتے ہیں کہ انشاء اللہ القدیر آئندہ ہم ایسی غلطیوں سے بچنے کی کوشش کرینگے جو ذرہ برابر بھی آنجناب کی ناگواریوں کا باعث ہوں۔ دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہمارے شامل حال رہے۔ فقط والسلام مع الاکرام۔

ظہیر الدین منجانب ساکنان ندوہ سرائے

۲۵ شوال المکرم ۱۴ھ

دستخط: انتخاب احمد۔ رسول شاہ۔ عبد الصمد۔ عبد الستار خاں۔ توحید خاں محمد شاکر۔ افضال احمد۔ حفیظ اللہ۔ فضل رب۔ شبیر احمد۔ محمد شرف الدین۔ اعجاز احمد محمد ادریس۔ جنگی خاں۔ حق العباد خاں۔ عبد الرب۔ نثار احمد۔ محمد سعید خاں۔ محی الدین۔ محمد اسلام خاں۔ عبد السلام۔ شبیر احمد۔ محمد یونس۔ احمد اللہ خاں۔ محمد شمس الحق۔ قمر الزماں ٹیلر ماسٹر۔ محمد نصیر خاں پردھان۔ مقبول احمد خاں۔ سلطان احمد خاں معین الدین۔ ابو محمد۔ محمد سعید۔ قاری محمد یونس۔

ارشاد: میں نے قاری مبین کے ذریعہ کچھ کہا ہے وہی مرض سب برادری کا ہے ہمیشہ علماء کی اطاعت نہیں کی ہے اسوجہ سے سب اقوام سے پیچھے ہیں اور دین و دنیا دونوں میں نیچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہدایت دے۔

(تحریر منجانب اہل کاریاٹھ)

مخدومنا المکرم حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہم ساکنان کاریاٹھ مؤدبانہ حضرت والا کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ ہمارے اطراف واکناف باالخصوص ہماری برادری پر جیسی کچھ حضرت والا کی شفقت و توجہ ہے وہ ہر خورد و کلاں پر اظہر من الشمس ہے۔ اگر کوئی اسکی تکذیب خواہ قولاً کرے یا فعلاً وہ قابل ملامت و سرزنش ہے۔

آپ ہی کی ذات بابرکات نے ہم جیسے سنگدل قوم کے ہر فرد کے مردہ دلوں میں کم وبیش دینداری کے خیال کی تخم ریزی کی اور ہر شخص حسب استعداد وظرف دین و دنیا کے فلاح و بہبودی کے ثمرات پاتا رہا اور پا رہا ہے اور جو شخص نہ محسوس کرے وہ اپنا قصور سمجھے ؎

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست　　در باغ لالہ روید و در شورہ بوم وخس

(بارش کی لطافت میں کوئی شبہ نہیں مگر باغ میں تو لالہ وگل کھلتا ہے اور بنجر زمین میں گھاس پھوس اگتا ہے)

اسکے پہلے بہت سے علماء آئے اور گئے مگر ہم لوگوں کے پتھر جیسے دل پر دینداری کے احساس کی ایک ادنیٰ خراش بھی نہ پڑ سکی۔ مگر حضرت والا کے آفتاب ہدایت کی شعاعیں اس طرح ہم سنگ دل لوگوں پر پڑتی رہیں کہ ایمان کا کچھ نہ کچھ تو گو ہر دل میں پڑ ہی کر رہا۔

بہر حال حضرت والا کے ان احسانات عظیمہ کا شکر ہم لوگ نہ زبان سے ادا کر سکتے ہیں نہ تحریر ہی میں لا سکتے ہیں ؎

آفتاب اندر بدخشاں لعل سازد سنگ را　　غیر خاموشی چہ گوید لعل شکر آفتاب

(بدخشاں میں آفتاب لعل کو پتھر بنا دیتا ہے، لعل اسکے جواب میں شکریہ اپنے لب خاموش سے ادا کرتا ہے)

ہائے افسوس کہ اس گراں مایہ ذات مقدس کو جو کہ ہر اعتبار سے نافع اور غیر مضر ہے

ہم نے یا ہم میں سے کسی ایک فرد نے محض اپنی بد باطنی اور سرکشی کی وجہ سے ایک فتنہ میں ڈالنے کی کوشش کی جو کہ صریح ظلم و ستم تھا ایسی حالت میں ہملوگوں پر نیز اطراف کے برادری و غیر برادری کے ہر ہر فرد پر حضرت والا کی نصرت واجب تھی۔ ہم لوگوں نے اسکی جانب توجہ نہیں کی جسکی وجہ سے ہم لوگوں کو ندامت و شرمندگی ہے۔ اور ابتک اس سلسلہ میں ہم لوگوں نے کچھ بھی نہیں کیا۔

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ وہ دولتِ عظمیٰ ایک مدت کے بعد اپنے گھر میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم اور اسکا احسان ہے۔ اب ہم لوگ اپنے تمام جذبات اور تمناؤں کو حضرت اقدس کی مرضی پر قربان کر کے صرف یہ کہتے ہیں کہ اب آئندہ ہم لوگ ایسی غلطیوں سے بچنے کی پوری کوشش کرینگے جو ذرہ برابر بھی آنجناب کی ناگواری کا باعث ہوں حضرت والا ہماری غلطیوں کو معاف فرمائیں اور دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہملوگوں کے شاملِ حال رہے۔ فقط۔

دستخط: سلطان احمد خاں ۔ حافظ زید الدین خاں ۔ حافظ انوار الحق خاں ۔ علیم اللہ خاں ہدایت اللہ خاں ۔ محمد صدیق ۔ محمد اسلام خاں ۔ احسان اللہ خان ۔ عبد المجید خاں ۔ حفیظ الدین ۔ ابو الحسن خاں ۔ ادریس خاں ۔ عبد الحمید خاں ۔ حافظ وکیل احمد خاں ۔ حافظ مسیح الدین انصاری ۔ محمد یحییٰ خاں ۔ دوست محمد خاں ۔ بشیر احمد خاں ۔ عبد الباری خاں ۔ علاء الدین خاں ممتاز احمد خاں ۔ ہادی حسن خاں پردھان ۔ حافظ ثناء اللہ ۔ حافظ قربان علی ۔ شبیر احمد خاں شمس الہدیٰ خاں ۔ بدر الزماں خاں ۔ متین احمد خاں ۔

(تحریر منجانب اہل گھوسی)

مخدومنا المکرم و محترم حضرت مولانا صاحب دامت فیوضہم و برکاتہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ ۔ ہم ساکنان بیواڑہ گھوسی خدمت اقدس

میں مؤدبانہ عرض کرتے ہوئے اعتراف کرتے ہیں کہ اطراف واکناف میں عموماً اور ہماری برادری پر خصوصاً جیسی کچھ حضرت والا کی شفقت و توجہ ہے وہ اہل فہم و ہر خورد و کلاں پر اظہر من الشمس ہے کوئی شخص اسکی تکذیب خواہ فعلاً کرے خواہ قولاً وہ لائق مذمت اور سرزنش ہے۔

آپ ہی کی ذات بابرکات کا فیض ہے جو ہماری جیسی سنگ دل اور ایمان کی حرارت سے کوسوں دور قوم کے ہر فرد کے مردہ دلوں میں کم و بیش دینداری کا احساس انگڑائیاں لے رہا ہے اور ہر شخص حسب استعداد و ظرف دین و دنیا کی بہبودی کے ثمرات پا رہا ہے۔

ہمیں بلا تکلف اعتراف ہے کہ اس سے پہلے بہت سے علماء کرام آئے اور اپنی دھواں دھار تقاریر سے ہمارے جذبات کو ابھارنے کی کوشش کی، جوشیلی اور اسٹیج ہلا دینے والی تقریر سے ہمارے تاریک دلوں کو نور ہدایت سے منور کرنا چاہا مگر چٹان جیسے سپاٹ دلوں اور فولاد جیسے ٹھوس دماغوں پر ایمان کی گرمی یا دینداری کے احساس کا ہلکا سا عکس بھی نہ پڑ سکا۔

مگر ایک مبارک دن ایسا آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے حال زار پر رحم فرمایا سرزمین فتچپور سے روشنی کی ایک تیز لکیر پھوٹی چشم ظلمت کو خیرہ کرتی ہوئی ہم تک پہونچی اور حضرت والا کے آفتاب ہدایت کی شعاعوں میں ہمیں صراط مستقیم کی ہلکی سی پرچھائیں نظر آنے لگی، ایمان کا نایاب گوہر دلوں میں کروٹیں لینے لگا۔ مولا تعالیٰ کے اس احسان عظیم کے شکریہ کے لئے نہ زبان کافی ہے اور نہ قلم میں زور اور پھر بدقسمتی سے وہ شرمناک دور آیا جو اس دور کا سانحہ عظیم تھا اس ذات اقدس کو جو ہر لحاظ سے نافع ہے ہم میں سے ہر ایک فرد نے اپنی بدباطنی سے ایک فتنہ میں ڈالنے کی کوشش کی یہ گویا انسانیت اور اخلاق کے منہ پہ ایک بھرپور طمانچہ تھا۔ ظلم تھا۔ صریح بددیانتی تھی۔

(باقی آئندہ)

محب رسولؐ کی تو یہ شان ہونا چاہیئے ؎

ان کان رفضاً حب آل محمد فلیشہد الثقلان انی رافضی

اگر آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے ہی کا نام رفض ہے تو دونوں جہان گواہ رہیں کہ میں رافضی ہوں، اگر کوئی سید رافضی بھی ہو تو بھی اسکی خدمت سے دریغ نہ کیا جائے) میں نے بعض علماء سے سنا وہ فرماتے تھے کہ اولاد رسولؐ اور صحابہؓ کے درمیان حکم لگانا (کہ کون افضل ہیں حضرات صحابہؓ یا اہلبیتؓ) اس مسئلہ کا فیصلہ قیامت کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی خود فرمائیں گے۔ باقی ہم تو دونوں کے غلام ہیں اور غلام کا یہ درجہ نہیں کہ اپنے آقاؤں میں کچھ حکم لگائے یا فیصلہ کرے اور انسان کا اپنے آبا، و اجداد اور بزرگوں کی حمایت کرنا ہمیشہ ہر زمانہ میں چلا آرہا ہے (تو اگر کوئی سید اپنے آبا و اجداد کو دیگر صحابہ پر فضیلت دے تو کیا تعجب ہے؟ اسی وجہ سے بعض علماء نے فرمایا ہے کہ سید کا سنی ہونا (کہ وہ حضرات شیخینؓ کو حضرت علیؓ سے افضل سمجھے عجائبات میں سے ہے (کیونکہ اکثر عادت تو یہی ہے کہ انسان اپنے آبا، و اجداد کی طرفداری کیا کرتا ہے اسکے خلاف ہونا بہت نادر ہے سید کا سنی ہونا اسکی علامت ہے کہ بیجا تعصب اور حمیت اور اتباع رسوم سے پاک ہے۔ لیکن حمیت اور طرفداری کی وجہ سے اگر سید لوگ حضرت علیؓ کو حضرت شیخین سے صرف افضل ہی کہیں تو یہ کوئی بہت بڑا جرم نہیں اگرچہ اجماع کے خلاف ضرور ہے مگر حضرات صحابہ کی شان میں گستاخی اور تبرا کرنا اور انکو گندے اور برے الفاظ سے یاد کرنا پوری شیطنت اور خباثت ہے جیسا کہ ہندوستان وغیرہ کے شیعہ کرتے ہیں خدا انکو ہدایت دے کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جان نثار دوستوں کو برا بھلا کہکر پھر بھی وہ حضورؐ سے کسی شفقت و عنایت کے امیدوار ہو سکتے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون) یہ (جو ہم نے بیان کیا سیدوں کی درخواست

دو نہ کرنا چاہیئے اور اسکے لئے جان و مال سے دریغ نہ کیا جائے یہ تو) اسوقت ہے جبکہ وہ ہم کو اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ کبھی یاد نہ دلائے اور اگر وہ حضورؐ کا واسطہ دیکر ہم سے کوئی چیز مانگے کہ تم کو میرے نانا کی قسم میرے نانا کا صدقہ مجھکو روپیہ یا پیسہ یا روٹی دیدو اسوقت تو اسکی تعظیم واکرام کرنا ہمارے ذمہ نہایت ہی ضروری ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ اگر تم مثلاً کسی پاشا (یعنی حاکم) کے پاس بیٹھے ہوئے ہو اور اسوقت کوئی شخص تم سے کہنے لگے کہ اپنے سردار پاشا کے صدقہ سے تم مجھکو چاندی کا سکہ دیدو تو تم کیسے خوش ہوکر اسکو روپیہ نکالکر دیدوگے بلکہ تعجب نہیں کہ سونے کی اشرفی اس کے حوالے کردو یا اس سے کبھی زیادہ کچھ کرو محض اسلیئے تاکہ اس حاکم کا دل خوش ہوجائے بالخصوص اگر یہ معلوم ہوجائے کہ ایسا کرنے سے پاشا تمکو اپنا محبوب ومقرب بنا لیگا (تب تو کیا کچھ نکردوگے) حالانکہ بعض دفعہ وہ حاکم بہت ہی بڑا ظالم ہوتا ہے (مگر اسکی کبھی کچھ پرواہ نہیں ہوتی) اس میں غور کرو، اور اگر (حکام کے خوش کرنے کے لئے) اپنے دل کی ایسی حالت پاؤ تو استغفار کرو (کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوش کرنے کا تمکو اس درجہ خیال کیوں نہیں) واللہ غفور رحیم

(عہد: اپنے پاس روپیہ و اشرفی پر رات نہ گذرنے دیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ اپنے پاس روپیہ یا اشرفی پر رات نہ گذرنے[۵] دیں اور نہ کل کے واسطے کچھ کھانا وغیرہ رکھیں ہاں اگر قرض ادا کرنے کے واسطے

---

۵ میں نے حضرت حکیم الامۃ سے سنا فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحبؒ کا ارشاد ہے کہ عاشق دو قسم کے ہیں ایک عاشق ذاتی ایک عاشق احسانی عاشق ذاتی تو ہر حالت میں محبوب سے خوش رہتا ہے تکلیف ہو یا راحت کلفت ہو یا نعمت اور عاشق احسانی اسی وقت تک خوش

ان محتاجوں کے لئے رکھا جائے جنکی تم خبرگیری کیا کرتے ہو (تو مضائقہ نہیں)
حضرات سلف صالحین رضی اللہ عنہم کی یہی عادت تھی اور خدا کا شکر و احسان ہے
اس نے مجھے بھی اس عہد کے پورا کرنے والوں کے ساتھ اس وقت تک مشابہت
توفیق دے رکھی ہے مجھ پر کبھی صدقہ فطر بھی واجب نہیں ہوا اور خدا سے
ہی دعا ہے کہ اپنے فضل و کرم سے مرتے دم تک اسی حال پر رکھے۔ آمین
مگر) عزیز من! ایک بات یاد رکھو کہ بعض دفعہ جب کسی زاہد تارک الدنیا کے
میں اسکے مرنے کے بعد بہت سا مال روپے اور کپڑے پائے جاتے ہیں
س سے لوگوں کو اس کے ساتھ بدگمانی پیدا ہو جاتی ہے (کہ تارک الدنیا ہوکر
سقدر مال و دولت کس لئے جمع کیا) حالانکہ بات یہ ہوتی ہے کہ وہ مال و دولت
ظالموں کے ہدایا یا ایسے لوگوں کے مال ہوتے ہیں جو کمانے میں احتیاط اور تقوے
سے کام نہیں لیتے تو فقراء ایسے مال کے خرچ کرنے اور تقسیم کرنے سے اپنے
ہاتھوں کو پاک رکھتے ہیں اور اسکا معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد کر (کے چلے جا) تے
ں کہ ان کے مرنے کے بعد خدا تعالیٰ جس طرح چاہیں گے خرچ کر دینگے (اس لئے
شخص پر جلدی سے بدگمانی نکرنا چاہیئے)۔

ہتا ہے جب تک کہ محبوب کے احسانات اپنے اوپر مشاہدہ کرتا رہتا ہے تکلیف اور پریشانی
ں اسکی محبت کم ہو جاتی ہے پھر فرمایا کہ بھائی ہم لوگ زیادہ تر عاشق احسانی ہیں عاشق
انی کم ہیں جب تک حق تعالیٰ کی نعمتیں اور احسانات اپنے اوپر دیکھتے ہیں محبت بڑھتی ہے
لفت اور مصیبت میں محبت کم ہو جاتی ہے اسلئے اس زمانہ میں سالک کے پاس اگر
چھ روپیہ پیسہ ہو تو اسکو جمع رکھے اس سے نفس کو اطمینان رہے گا اور محبت خدا بڑھے گی
گر سارا خیرات کر دیا اور کلفت کا سامنا ہوا تو اندیشہ ہے خدا سے تعلق کم نہو جائے۔ اھ
اس سے معلوم ہوا کہ یہ عہد اقویا کے لئے ہے ضعفا کے لئے حضرت حاجی صاحب رح
کے ارشاد پر عمل کرنا اور کچھ رقم اپنے پاس جمع رکھنا ہی مناسب ہے۔ مترجم۔

(عہد ۴: ہمارے ہمعصر مخالف کی اگر کوئی تعریف کرے تو ہمکو بھی اسکی تائید کرنی چاہیئے)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جب کوئی شخص ہمارے سامنے ہمارے کسی ایسے ہمعصر کی تعریف کرے جو ہم پر اعتراض کیا کرتا ہے تو ہم بھی اس تعریف اور مدح میں موافقت (اور تائید کریں اور اسمیں بیخ نہ نکالیں کیونکہ اسمیں مجاہدہ نفس بھی بہت زیادہ ہے اور بہت جلد (اسکے دل سے) عداوت زائل ہوجانے کی بھی امید ہے کیونکہ جب اس ہمعصر کو معلوم ہوگا کہ ہم نے ایسے لوگوں کے سامنے اسکی مدح کی جنکے سامنے اپنی مدح کا ہونا وہ بھی چاہتا ہے تو ضرور وہ ہماری طرف مائل ہوجائیگا اور دشمنی اسکے دل سے کم ہوجائیگی خاصکر اگر وہ ہمعصر نہ ہماری تعریف کرتا ہو نہ مذمت (تب تو اسکی مدح میں بدرجہ اولی موافقت وتائید کرنا چاہیئے) اسی طرح ہمکو رفتار زمانہ کی بھی رعایت کرنا چاہیئے کہ جس شخص کو حق تعالی نے علم وتقوی اور بزرگی اور کثرت معتقدین کی وجہ سے مشہور کردیا ہو ہمکو بھی اسکی تعریف کرنا چاہیئے کیونکہ خداتعالی نے جو اسکو مشہور کردیا ہے اور ہم کو گمنام رکھا ہے اسمیں ضرور کوئی بڑی حکمت ہوگی اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعضے لوگ اپنے ہمسر و ہمعصر کی تنقیص اور اسپر اعتراض اس غرض سے کرتے ہیں تاکہ اسکے معتقد ہونے سے لوگوں کو (روکیں اور اس سے نفرت دلائیں مگر اس سے لوگوں کو اسکا اعتقاد اور زیادہ ہوجاتا ہے اور یہ اعتراض کرنے والا) پہلے سے زیادہ مشہور (ہوجاتا ہے اور نظروں سے گرجاتا ہے اور پہلے سے زیادہ گمنام اور پست ہوکر ترقی سے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اگر یہ شخص خداتعالی کی مرضی کے موافق چلتا (اور خداتعالی کی رضا پر راضی رہتا اور جس کو خدا نے شہرت بخشی ہے اسکے درپے نہوتا) تو یہ اسکے لئے زیادہ بہتر ہوتا۔ واللہ علیم خبیر۔

(یہ عہد آب زر سے لکھنے کے قابل ہے ذرا اس زمانہ کے علماء اور سالکین

غور سے دیکھیں کہ اس پر کہاں تک عمل کیا جاتا ہے افسوس اور سخت افسوس ہے کہ اس مرض میں ہم سب مبتلا ہیں کسی ہمعصر کی یا اپنے شیخ کے سوا کسی دوسرے بزرگ کی تعریف سننا ہمکو گوارا نہیں اگر کسی کی تعریف سنتے ہیں تو اکثر یہی کوشش ہوتی ہے کہ اسمیں کوئی اعتراض نکالا جائے اور اگر زبان سے بھی کچھ نہ کہا تو دل سے تو ہرگز خوش نہیں ہوتے واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم ۔

(عہد۔ جس شخص کا علم نفس ہی میں رکھا ہو اس سے تہذیب اخلاق کی امید رکھنا چاہیئے)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جس کا علم (ابھی تک) اسکے نفس ہی میں رکھا ہوا ہے (کہ دل تک اسکا اثر نہیں پہونچا) اس سے مجاہدہ اور تہذیب اخلاق کا مطالبہ نہ کریں (نہ اکی اس سے امید رکھیں کیونکہ (اس حالت میں تہذیب اخلاق و مجاہدۂ نفس پر) وہ قادر نہیں ہو سکتا بلکہ ہمکو چاہئے کہ چپکے چپکے اخلاق صالحہ اسکے اندر آہستہ آہستہ پہونچائیں (اول) دوسروں کے حق میں مثالیں بیان کر کے (اخلاق حمیدہ کی فضیلت اور خصائل ذمیمہ کی مضرت اس پر ظاہر کریں) یہاں تک کہ علم (کا اثر) اسکے لطیفۂ قلب یا لطیفۂ روح یا لطیفۂ سر تک پہونچ جائے ۔ جب ان میں سے کسی ایک میں بھی (علم کا اثر) پہونچ جائے گا تو پھر اس سے اخلاق حسنہ خود بخود ظاہر ہونے لگیں گے بخلاف (پہلی حالت کے کہ جب علم کا اثر نفس ہی تک پہونچا ہو کہ اس وقت اخلاق حسنہ کا ظہور بہت دشوار ہے جب تک علم کا اثر قلب یا روح یا سر تک نہ پہونچ جائے مجاہدات و ریاضات سب بیکار رہیں اور یہی حالت طلب کی ہے کہ جب تک طلب کا اثر نفس سے گذر کر لطیفۂ قلب یا روح یا سر میں سے کسی میں نہ پہونچا ہو اسوقت تک سالک سے ریاضات و مجاہدات کی توقع بیکار ہے بلکہ اول آہستہ آہستہ طلب کا اثر ان لطائف میں پہونچانا چاہیئے

سه حاشیہ ص۲۲، ملاحظہ فرمائیے ۔

پھر خود بخود اسکی حالت درست ہوتی چلی جائیگی بخلاف علم) نفس کے کیونکہ نفس سراپا ظلمت ہے اور ظلمت میں تلبیس ہوتی ہے (اسلئے نفسانی علم سے نور نہیں پیدا ہوسکتا ایسا علم ہمیشہ دھوکے میں ڈالے رکھتا ہے) اور قلب و روح وسر یہ لطائف سراپا نور ہیں (جب علم و طلب وغیرہ کا اثر ان میں سے کسی میں پہونچتا ہے تو علم میں نورانیت آجاتی ہے اور (نور) علم کی پہچان یہ ہے کہ انسان کو حق و باطل کا پورا امتیاز ہونے لگے جس سے حق کا اتباع خود کرنے لگے اور باطل کو چھوڑ دے۔

(عہد۲۶: خدام مسجد اور موذن وغیرہ سے دشمنی نہ پیدا کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ہم کسی مؤذن یا خادم مسجد سے خواہ وہ دربان ہو فرش بچھانے والا یا روشنی کرنے والا یا پاخانوں اور غسل خانوں کا صاف کرنے والا دشمنی کبھی نہ پیدا کریں خصوصاً اگر یہ لوگ اپنے فرض منصبی کو محض ثواب سمجھکر یا کسی اور اچھی نیت سے کرتے ہوں (تب تو اور زیادہ انکا احترام چاہیئے) البتہ کسی ضرورت شرعی سے (اگر عداوت کیجائے تو مضائقہ نہیں مثلاً یہ کہ وہ لوگ حرام کاموں میں مبتلا ہوں) بشرطیکہ (شرعی ضرورت) محقق بھی ہوجائے (اور محض بدگمانی سے کام نہ لیا جائے) اور یہ ادب اگرچہ انہی لوگوں کے ساتھ خاص نہیں (بلکہ سب مسلمانوں کے ساتھ یہی برتاؤ رکھنا چاہیئے) مگر ان لوگوں کے ساتھ اس ادب کی رعایت بہت

حاشیہ ص۲۱ ______ سو پس طالب کو بیعت کرنے میں جلدی نہ چاہیئے جب تک یہ نہ معلوم ہوجائے کہ طلب کا اثر نفس سے گذر کر قلب یا روح وغیرہ میں پہونچ گیا ہے ہاں اسکا مضائقہ نہیں کہ طالب کو بیعت سے پہلے کچھ کام تبلا دیا جائے جس سے چند دنوں میں اسکی طلب پختہ ہوجائیگی اور قلب میں طلب کا اثر پہنچ جائے گا۔ ۱۲۔

ضروری ہے اسکی ایسی مثال ہے جیسا کہ فقہا نے فرمایا ہے کہ روزہ دار کو غفلت سے بچنا چاہیئے (حالانکہ غیبت سے بچنا سب کو ضروری ہے مگر روزہ دار کو خصوصیت کے ساتھ اس سے بچنے کا حکم کیا گیا کیونکہ اسکی خاص حالت کا یہی تقاضا ہے کہ جب حلال کاموں کو اس نے چھوڑ دیا کھانا پینا بند کر دیا تو حرام کاموں سے اسکو بدرجۂ اولی بچنا چاہیئے اسی طرح دشمنی کرنا سب سے ناجائز ہے مگر خدام مسجد سے کرنا سخت ناجائز ہے) اسکو خوب سمجھ لو اور حق تعالیٰ کی عظمت کا خیال کر کے ان لوگوں سے عداوت کرو کیونکہ وہ خدا کے دربار کے خادم ہیں جن میں سب سے زیادہ موذن (کا مرتبہ) ہے کیونکہ وہ اکثر اذان صبح کے لئے رات سے جاگ اٹھتا اور پچھلی راتوں کو خدائی لشکروں کے ساتھ دربار خاص میں حاضر ہوتا ہے (کیونکہ یہ وقت خاص تجلئ الٰہی کا وقت ہے تمام عارفین کی روحیں اسوقت دربار الٰہی میں حاضر ہوتی ہیں جن میں اکثر اذان دینے والے بھی شریک ہو جاتے ہیں اگرچہ وہ بڑے عارف نہ ہوں مگر اسوقت میں جو کوئی بھی جاگتا اور خدا کو یاد کرتا ہے ضرور اس تجلی سے تھوڑا بہت حصہ لے ہی لیتا ہے) اور اسوقت یہ مؤذن سے عداوت رکھنے والا اکثر جنابت کی حالت میں پڑا سوتا رہتا ہے کہ اسکے پاس کوئی فرشتہ بھی نہیں پھٹکتا (کیونکہ جنابت کی حالت میں ملائکہ رحمت پاس نہیں آتے) نیز یہ اسوقت بارگاہ الٰہی سے نکالا ہوا اور کیا ہوا محروم پڑا ہوتا ہے تو جو شخص مؤذن سے عداوت رکھے اس نے یقیناً اپنے آپ کو غضب الٰہی کا نشانہ بنا دیا کیونکہ مؤذن کی دعا اس پر ناحق ظلم کرنے والے کے حق میں ضرور قبول ہوتی ہے اور میں نے اپنے بھائی افضل الدین سے سنا وہ فرماتے تھے کہ ایک رات میں اپنے وظیفے وظائف کو چھوڑ کر پڑا سو رہا تھا پھر جو اٹھا تو میں نے دنیا بھر کے اولیاء اللہ کو دیکھا کہ مجھ سے پہلے ہی حق تعالیٰ کے سامنے صف باندھکر کھڑے ہیں اس وقت کچھ نہ پوچھو کہ مجھ پر کیا گذری میں تو بیٹھا پیشاب پاخانہ کر رہا تھا گویا شیطان

کے دربار میں تھا اور اولیاء اللہ دربار الٰہی میں حاضر تھے اسوقت مجھے اللہ تعالیٰ سے ایسی شرم آئی کہ ہلاکت کے قریب ہوگیا (اور یہ واقعہ شیخ نے کشف سے دیکھا جو ہر ایک کو ہونا ضرور نہیں مگر ہم جیسوں کو اگر کشف نہیں ہوتا تب بھی اس میں کیا شک ہے کہ رات کا آخری حصہ خاص تجلی کا وقت ہے حدیث شریف میں صراحۃً موجود ہے کہ حق تعالیٰ شانہ رات کے آخری تہائی حصہ میں آسمان اول کیطرف نزول فرماتے ہیں (یعنی عالم دنیا کیطرف خاص توجہ فرماتے ہیں) اسوقت پیشاب و پاخانہ و جنابت وغیرہ میں مشغول رہنا سالک کو تو مناسب نہیں یہ سب کام آخری تہائی حصہ سے پہلے کرنا چاہیئں۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔) اسکے بعد اس میں کچھ شبہ نہیں کہ امام کا رتبہ سب خدام مسجد سے بڑھا ہوا ہے اس لئے اس سے محبت کرنا اور اسکی دشمنی سے پرہیز کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ امامت میں وہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہے (اور تم خود سمجھ لو کہ نائب رسول کا کیا حق ہونا چاہیئے) خلاصۂ کلام یہ کہ مسجد کی خدمت کرنے والوں کی مثال وہی ہے جو ایوان شاہی کے دربانوں کی ہے اور جو شخص دربار شاہی میں جانے کا قصد کیا کرتا ہے اسکو خدام شاہی اور دربان خاص کے ساتھ ادب سے پیش آنا (اور انکی عزت و مرتبہ کا پاس کرنا) نہایت ضروری ہوتا ہے اگرچہ کتنا ہی بڑا امیر ہو (اسکو بھی انکا ادب کرنا پڑتا ہے) چنانچہ روزانہ دنیوی حکومتوں میں اسکا مشاہدہ ہوتا ہے (پس یہ کتنی بڑی زیادتی ہے کہ سلاطین دنیا کے خادموں اور دربانوں کا تو اتنا ادب کیا جائے اور دربار احکم الحاکمین کے دربانوں کا ذرا لحاظ نہ کیا جائے جو لوگ اس میں کوتاہی کرتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ انکے دل میں حق تعالیٰ کی عظمت نہیں ورنہ امام اور مؤذن کی ایسی بے توقیری نہ ہوتی۔ واللہ واسع حلیم۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ لائق ہے اس شخص کو جو وضو کرے تو اسکا وضو عظمت و احترام کے ساتھ ہو یعنی یہ ارادہ کرے کہ اپنے رب عزوجل کی زیارت کرے گا لہٰذا اسکو چاہیئے کہ پہلے تمام گناہوں سے توبہ کرے اسلئے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے پانی سے دھونے کو گناہوں کے دھلنے کی علامت قرار دی ہے لہٰذا اسکو چاہیئے کہ اللہ کا نام لیکر توبہ کرے اور جب کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے تو یہ سمجھ کر کہ میں اپنے منہ کو غیبت سے اور کذب سے پاک کر رہا ہوں جس طرح اسکو پانی سے دھو رہا ہوں اور جب اپنے چہرے کو دھوئے تو اسکو بدنظری سے بھی پاک کرے اسی طرح تمام اعضاء کے ساتھ معاملہ کرے اور جب وضو سے فارغ ہو جائے تو اللہ کو پکارے اور اسکی تسبیح پڑھے کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ مومن بندہ وضو سے فارغ ہو کر سبحانک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الہ الا اللہ انت استغفرک واتوب الیک کہہ لیتا ہے تو گویا وہ وضو سیل مہر کر کے عرش کے نیچے رکھدیا جاتا ہے چنانچہ وہ مہر نہیں توڑی جائیگی مگر قیامت کے دن جب اسکو حاجت پیش آئیگی۔

حضرت عقبہ بن عامر حضرت عمر بن خطاب سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص وضو سے فارغ ہو جائے اور یہ دعا پڑھ لے اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ و ان محمدا عبدہٗ و رسولہ تو اسکے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ مجھ سے میرے والد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو درداءؓ سے یہ روایت کی کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پانچ چیزیں ہیں کہ جو شخص قیامت میں انکو ایمان کے ساتھ لے آئیگا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا ایک تو وہ شخص جس نے صلوٰۃ خمسہ

پر محافظت کی اور انکو اپنے وقت میں ادا کیا انکے وضو کا اہتمام کیا اور رکوع وسجدے کا اہتمام کیا۔ دوسرا وہ شخص جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ دی نہایت خوشی کے ساتھ۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ خدا کی قسم یہ کام سوا مومن کے اور کوئی کر نہیں سکتا۔ تیسرا وہ شخص جس نے رمضان شریف کے روزے رکھے اور استطاعت کے وقت بیت اللہ شریف کا حج کیا اور امانت کی ادائیگی کا خیال کیا۔ حضرت ابودرداؓ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ امانت سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جنابت کا غسل کہ اللہ تعالیٰ ابن آدم کیجانب سے اسکے دین کے سلسلے میں غسل جنابت ہی سے مطمئن نہیں ہوتے۔

فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں کہ میرے والد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلالؓ سے فجر کی نماز کے وقت یہ دریافت فرمایا کہ اسلام میں تم نے سب سے عمدہ جو عمل کیا ہو وہ بتلاؤ اسلئے کہ میں نے رات تمھارے جوتوں کی آواز جنت میں سنی ہے حضرت بلالؓ نے فرمایا کہ میں نے اسلام میں سب سے عمدہ عمل بس یہی کیا ہے کہ رات اور دن جس وقت بھی میں نے وضو کیا ہے اپنے رب کے لئے کچھ نہ کچھ نماز جتنی خدا کو منظور ہوئی ضرور پڑھی۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب بھی حدث ہوا تو فوراً طہارت حاصل کی اور جب بھی طہارت حاصل کی تو دو رکعت نماز ضرور پڑھی۔ واللہ اعلم۔

تئیسواں باب

(صلوات خمسہ (یعنی نماز پنجگانہ) کا بیان)

فقیہ ابواللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ یونسؒ سے اور وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نماز پنجگانہ کی مثال ایسی ہے کہ جیسے تم میں سے کسی کے دروازے پر کوئی نہر بہتی ہو جس میں کثیر پانی ہو اور وہ شخص اس نہر میں تین مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اسکے بدن پر کچھ بھی میل کچیل باقی رہ سکتا ہے؟ مطلب یہ کہ اسی طرح سے اسکو یہ پانچ نمازیں گناہوں سے اس طرح پاک وصاف کردینگی کہ اسکے اوپر گناہوں کا کوئی اثر باقی نہ رہے گا سوائے گناہ کبیرہ کے اور یہ بھی جب ہے کہ نماز کو نہایت خشوع اور تعظیم کے ساتھ ادا کرے۔ اسکے رکوع اور سجدوں کو ٹھیک طریقے سے ادا کرے کیونکہ اگر اسکے رکوع اور سجدوں کو ٹھیک طرح سے ادا نہ کیا تو وہ نماز اس کے منہ پر ماردی جائیگی۔

حضرت رفاعہ بن رافع حضرت خالدؓ سے نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں ایک شخص آیا اور قبلہ کیجانب منہ کیا اور نماز پڑھی، نماز پڑھکر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو اور سب حاضرین کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا واپس جاؤ اور پھر نماز پڑھو اس لئے کہ تم نے نماز نہیں پڑھی اس نے جاکر دوبارہ نماز پڑھی اور پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوگیا آپ نے پھر اس سے فرمایا کہ واپس جاؤ اور نماز پھر سے پڑھو تم نے نماز نہیں پڑھی، دو یا تین بار آپؐ نے یہ فرمایا اور اسکو واپس کیا۔ اسکے بعد اس شخص نے عرض کیا کہ نماز صحیح ہونے سے

آپکی کیا مراد ہے یا آپ نے کیا کمی میری نماز میں محسوس فرمائی اس کو سمجھ نہیں سکا ہوں۔ اسپر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دیکھو! تم میں سے کسی شخص کی نماز درست نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اس طرح سے مکمل وضو نہ کرے جس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے یعنی اپنے پورے چہرے کو دھوئے۔ دونوں ہاتھ کو کہنیوں سمیت دھوئے۔ سر کا مسح کرے اور دونوں پیر کو ٹخنے سمیت دھوئے۔ پھر جب نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہے اور اللہ کی حمد کرے۔ پھر قرآن میں سے جو اسکو آیات دی گئی ہیں وہ پڑھے۔ پھر رکوع کرے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے گھٹنوں پر رکھے اور اتنا جھکے کہ تمام جوڑ اپنی جگہ پر درست ہو جائیں اور ان میں سکون پیدا ہو جائے۔ پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہتے ہوئے سر اٹھائے اور سیدھا کھڑا ہو جائے اس طرح سے کہ اسکی پشت بالکل سیدھی ہو جائے اور سب جوڑ اپنی جگہ ٹھیک طور پر آ جائیں۔ پھر تکبیر کہتا ہوا سجدہ میں جائے اس طرح سے کہ اپنا چہرہ اچھی طرح سے زمین سے لگالے کہ سب جوڑ درست ہو جائیں اور ان میں تناؤ ختم ہو جائے۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا جم کر بیٹھ جائے پشت کھڑی ہونی چاہیئے اور ہر عضو کا جوڑ اپنی جگہ لے لے اسی طرح سے آپ نے چاروں رکعتیں سکھلائیں اور فرمایا کہ تم میں سے کسی کی نماز درست نہیں ہوتی جب تک وہ اس طریقہ سے نہ ادا کرے۔ پس دیکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اتمام رکوع و سجود کا ذکر فرمایا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ بدون اسکے نماز مقبول نہیں ہوتی پس انسان کو چاہیئے کہ رکوع و سجود کے اتمام میں خوب کوشش کرے تاکہ اسکی یہ نماز کامل ہو کر کبیرہ کے علاوہ اور خطایا اور لغزش سے اسکے لئے کفارہ بن سکے۔

فقیہ ابو اللیث ثمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت حارث رضہ سے روایت کرتے ہیں جو کہ حضرت عثمان رضہ کے غلام تھے وہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عثمان رضہ

تشریف رکھتے تھے ہم لوگ بھی آپ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں مؤذن آیا حضرت نے فوراً وضو کے لئے پانی طلب فرمایا اور وضو کر کے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے، اور آپکو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اس طرح سے وضو کیا اور ظہر کی نماز ادا کی تو اللہ تعالیٰ اسکی وہ تمام خطایا معاف فرما دینگے جو نماز فجر اور عصر کے درمیان اس سے سرزد ہوئی ہونگی۔ پھر اگر اس نے عصر کی نماز پڑھ لی تو اللہ تعالےٰ اسکی ظہر تا عصر خطایا کو معاف فرما دینگے۔ پھر جب نماز مغرب اسی طرح سے پڑھ لیا اسی طرح سے پڑھ لیا تو اللہ تعالیٰ عصر تا مغرب اسکی خطایا کو معاف فرما دیں گے اور پھر جب اسنے عشار کی نماز ادا کر لی تو اللہ تعالےٰ اسکی مغرب اور عشار کے درمیان کی تمام خطایا معاف فرما دینگے پھر شاید وہ میٹھی لوٹ پوٹ کر سوئے تو صبح جب اٹھکر وضو کرے اور نماز فجر ادا کرے تو اللہ تعالےٰ عشار سے لیکر فجر تک اسکی خطایا معاف فرما دیں گے اور یہی وہ حسنات ہیں جن کے متعلق آتا ہے کہ سیئات کو ختم کر دیا کرتی ہیں صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول یہ جب کہ حسنات ہیں تو باقیات صالحات کیا امور ہیں آپؐ نے فرمایا۔ سبحان اللہ۔ الحمد للہ۔ لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم یہ سب باقیات ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے کہ جس شخص کو یہ بات پسند آوے کہ وہ کل کو مسلمان ہو کر اللہ تعالےٰ سے ملاقات کرے تو اسکو چاہیئے کہ ان فرائض خمسہ پر محافظت کرے یعنی اذان ہوتے ہی اسکی تیاری شروع کر دے اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے تمھارے نبی کے لئے سنن ھدی مشروع فرمائی ہے۔ پس قسم ہے میری جان کی اگر تم ان صلوات خمسہ کو اپنے گھروں میں ادا کرو گے جیسا کہ یہ پیچھے رہنے والا کرتا ہے کہ اپنے گھر ہی میں پڑھ لیتا ہے تو تم نے اپنے نبیؐ کی سنت ترک کر دی اور جب تم اپنے نبی کی سنت ترک کر دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے ہم پر ایک طویل زمانہ گذرا ہے ہم نے دیکھا ہے کہ ان نمازوں کو جماعت سے

پڑھنا ترک نہیں کرتا تھا مگر وہی شخص جسکا منافق ہونا سب کو معلوم تھا۔ (لوگ جماعت کے ایسے پابند تھے کہ پہلے سے آکر اسکے انتظار میں بیٹھے رہتے تھے یہاں تک کہ ایک شخص دو آدمیوں کے درمیان صف میں جھومتا ہوتا تھا اور سوجاتا تھا۔ اور کوئی شخص ایسا نہ ہوتا جس نے اچھی طرح سے وضو کیا ہو اور پھر مساجد میں جماعت کا قصد کرتا ہو اور اس میں جاکر نماز پڑھتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسکو ہر ہر قدم پر ایک حسنہ عطا فرماتے ہیں اور اسکا ایک درجہ بلند فرماتے ہیں اور اسکی ایک خطا معاف فرماتے ہیں یہاں تک کہ یہ ثواب سنکر ہم لوگ مسجد جاتے وقت چھوٹا چھوٹا قدم اٹھاتے تھے (تاکہ قدم زیادہ ہوں اور ثواب زیادہ ملے) یہ سن لو کہ ایک آدمی کی نماز جو جماعت سے پڑھے تنہا پڑھی ہوئی نماز سے پچیس گنا زیادہ ثواب رکھتی ہے

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ مسجد نبوی کے قریب منتقل ہو جاؤں چنانچہ ایک مکان مجھے مسجد کے قریب مل گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسکی اطلاع ہوگئی تو آپؐ ہمارے محلہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے بنی سلمہ مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ تمھارا ایسا ایسا ارادہ ہے یعنی تم لوگ مسجد کے قریب منتقل ہونا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے صحیح سنا۔ بات یہ ہے کہ مسجد ہمارے یہاں سے دور پڑتی ہے اور مسجد کے قریب جگہ خالی مل گئی تو ہم نے سوچا کہ وہیں منتقل ہو جائیں۔ آپنے فرمایا کہ نہیں اے بنی سلمہ! تم لوگ اسی جگہ رہو اور یہ سمجھ لو کہ مسجد کیطرف چلنے سے ہر ہر قدم پر ثواب ملتا ہے (تو اگر تم قریب آگئے تو اس ثواب سے محروم ہو جاؤ گے۔) یہ سنکر حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ پھر ہمیں یہ تمنا ہی نہیں ہوئی کہ کاش ہم مسجد نبوی کے قریب رہتے اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دور سے آنے کا بڑا ثواب ارشاد فرمایا تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

فرمایا کہ جس شخص نے چالیس دن تک جماعت سے نماز پڑھی اس طرح سے
کی کوئی رکعت فوت نہ ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اسکے لئے دو برارۃ لکھدیں گے
برارۃ دوزخ سے اور دوسری برارۃ نفاق سے۔
حضرت عبادہ بن صامت رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
فرمایا کہ جس شخص نے خوب اچھی طرح سے وضو کیا پھر نماز کے لئے کھڑا ہوا
اسکے رکوع وسجدہ کو ٹھیک ٹھیک سے ادا کیا اور قرأت بھی درست طریقہ
ادا کی تو نماز کہتی ہے کہ اللہ تیری حفاظت کرے جیسا کہ تو نے میری حفاظت
پھر اسکی نماز کو اوپر بھیجا یا جاتا ہے اس حال میں کہ اسکے لئے نور ہوتا ہے
آسمان کا دروازہ کھولا جاتا ہے اور اسی طرح سے اسکو اللہ تبارک وتعالےٰ
سامنے پیش کیا جاتا ہے چنانچہ وہ اس شخص کے لئے سفارش کرتی ہے اور
ی آدمی اسکے رکوع وسجود اور قرأت کو ضائع کئے ہوئے ہوتا ہے تو نماز
ہے کہ خدا تجھے بھی ضایع کرے جیسا کہ تو نے مجھے برباد کیا پھر اسکو اوپر بھیجا یا جاتا
اس حال میں کہ اسکے لئے ایک ظلمۃ ہوتی ہے چنانچہ آسمان کے دروازے
ہتے ہیں اسکے لئے کھلتے نہیں پھر اسکو پرانے کپڑے کی طرح موڑ مار کرتہ کرکے
صاحب کے منہ پر اسکو مار دیتے ہیں۔
حضرت حسن رضؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
تمھیں بدترین چور کی خبر نہ دوں؟ صحابہ نے عرض کیا ضرور ارشاد فرمائیے یا رسول اللہ
ن چور ہے؟ آپؐ نے فرمایا جو اپنی نماز میں چوری کرے۔ صحابہ رضؓ نے
کیا نماز میں بھلا کیسے چوری ہوتی ہے؟ آپؐ فرمایا اسکے رکوع وسجدہ کو
طریقے سے اطمینان سے نہ ادا کرے (یہی نماز کی چوری ہے)۔
حضرت سلمان فارسی رضؓ سے مروی ہے کہ نماز ایک پیمانہ ہے جس نے اس
کو ٹھیک طور سے ادا کیا تو اسکو بدلہ بھی پورا ناپ ملے گا اور جس نے اس میں
ی (ڈنڈی ماری) تو مطففین کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے

وہ تم نے سنا ہی ہوگا (فرمایا ہے ویلٌ للمطففین) یعنی ناپ تول میں کمی کرنے والے کے لئے ہلاکت ہو۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اثقل ترین نماز منافقین پر عشاء اور فجر کی نماز ہوتی ہے لیکن اگر ان لوگوں کو اسکے اجر کا یقین ہوجاتا تو سُرین کے بل گھسٹ کر انکے لئے آتے۔

حضرت بریدہ سلمیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں کو جو شب کی تاریکیوں میں مسجد آتے جاتے ہیں نورتام کی بشارت دیدو جو قیامت میں حاصل ہوگا۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ نماز پڑھانے کا کسی اور کو حکم دوں وہ پڑھادے اور میں کچھ جوانوں کو لیکر جاؤں جن کے ہاتھ میں جلتی لکڑی ہو اور میں ان لوگوں کے گھروں کو جلادوں جو اذان سنتے ہیں اور مسجد میں نہیں آتے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں پر پانچ وقت کی نمازیں فرض فرمائی ہیں پس جس شخص نے انھیں ٹھیک طور سے ادا کیا۔ ان میں کچھ کمی نہیں کی ان کے حق میں کوتاہی کرتے ہوئے، تو اسکے لئے اللہ تعالیٰ پر ایک عہد ہوگا وہ یہ کہ اسکو جنت میں داخل فرمائے اور جس شخص نے انھیں انکے حق میں کوتاہی کرتے ہوئے ترک کردیا تو اسکے لئے اللہ تعالیٰ کے ذمہ کوئی عہد نہیں اگر چاہے گا تو رحم فرماکر بخشدیگا نہ چاہے گا تو عذاب دیگا۔ حضرت عطاء آیہ کریمہ رجال لاتلھیھم تجارۃ ولا بیع) یعنی وہ لوگ ایسے ہیں کہ نہ کوئی تجارت نہ بیع انکو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتی) کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ ذکر اللہ سے مراد فرض نماز کی جماعت میں حاضری ہے اور آیۃ تتجافی جنوبھم عن المضاجع یعنی اپنے پہلوؤں کو آرامگاہ سے دور رکھتے ہیں اس سے مراد نماز عشاء میں انکی شرکت ہے۔

(۹۹) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ مولوی محمد روشن خانصاحب سلمہٗ ۔ بعد سلام مسنون الاسلام واضح باد خط آپکا آیا حال معلوم ہوا۔ بندہ کو کئی روز سے کچھ عوارض جسمانی لاحق ہو رہے ہیں شافی مطلق اپنے فضل سے شفا عنایت فرمادے اسی واسطے اپنے ہاتھ سے جواب لکھنے سے معذور رہا۔ آپ نے معذرت اپنے حال کی جو لکھی ہے اسکی کچھ ضرورت نہیں مجھے تم پر ہر طرح طمانینت ہے اور وہ جو بعض اخبار سے تمھاری جانب سے شبہ پیدا ہوگیا تھا وہ تمھاری تحریر سے رفع ہوگیا تھا، نسبت وجدیہ میں جو ایسے کلمات شطحیہ سرزد ہو جاتے ہیں وہ موجب شبہ کا نہیں ہوتے اور تم بھی اسقدر احتیاط کیا کرو کہ ہر ایک کے سامنے ایسے کلمات نہ کہدیا کرو جس سے عوام کو شبہ پیدا ہو جاوے ۔ فقط ۔ والسلام ۔

(۱۰۰) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ مولوی محمد روشن خانصاحب دام افضالہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط پہونچا حالات آپ کے لوگوں کے دریافت ہوکر خود شرمندہ و محجوب ہوا کہ آپکو بندہ کے ساتھ یہ حسن عقیدت ہے اور خود ہیچ در ہیچ ہوں، کاش آپ کے حسن عقیدت کی وجہ سے مغفور ہو جاؤں حق تعالےٰ رحم فرماوے ۔ جنکو بارہ تسبیح اور پاس انفاس تلقین کیا ہے اور وجد کی حالت ہے انکو کچھ درود شریف کی تسبیح بھی بتاؤ کہ سکون ہو۔ اور اگر مولوی عبد السبحان صاحب کو شوق شغل کا ہو تو یہ دونوں شغل انکو بھی بتا دویں مگر ایسا نہو کہ روزگار سے جاتے رہیں، معاش کا معاملہ بھی نازک ہے لہٰذا اول پاس انفاس بتا دینا کہ اوسکی مشق کریں پھر اگر مناسب ہو تو بارہ تسبیح بتا دیں ۔ ذکر جہر نہایت گرمی لاتا ہے اور جلد اثر کرتا ہے ۔ اور باقی کیا لکھوں بندہ بعافیت ہے مگر حافظ مسعود احمد کو کولہ میں درد ہے کہ بارہ تیرہ روز سے انکو تکلیف ہے ۔ حق تعالیٰ صحت دیوے آپ بھی دعا سے صحت کریں ۔ فقط ۔ ۲۰ صفر گنگوہ

(۱۰۱) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ بندہ بخیریت ہے آپ کے لئے دست بدعا ہے ۔ آپ کے خط سے جملہ کیفیت معلوم

ہوئی آپ نے اپنی نسبت جو کلمات لکھے ہیں سو آدمی کو اپنے آپکو ادنیٰ اور ہیچ جاننا بھی کمال ہے جتنے بزرگ پہلے گذرے ہیں وہ سب اپنے کو ایسا ہی سمجھتے رہے ہیں۔ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اکثر خطوط میں اپنی نسبت یہ تحریر فرماتے ہیں ع "سودہ شد از سجدہ در پیش بتاں پیشانیم" اور اکثر جگہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ "عمر بہ رسید بوئے اسلام نشنیدم وروئے اسلام ندیدم وغیرہ وغیرہ پس اپنے کو حقیر جاننا بھی عزت اور بزرگی ہے آپ کے واسطے میں دعائے خیر کرتا ہوں۔ یہ کلمہ جو آپ نے تحریر کیا ہے کہ "حق میں اور تجربہ میں مغائرت نہیں چاہتا" یہ مجھے پسند نہیں اگرچہ اس کلمہ کی تاویل ممکن ہے جیسا کہ اکثر بزرگوں سے منقول ہے مگر تاہم ایسا لفظ لکھنا اور کہنا نہ چاہیئے کیونکہ ظاہر اسکا سخت موہم اور منشاء آپ کے اس لکھنے کا مطالعہ مثنوی شریف کا اور اور توغل مسئلہ وحدۃ الوجود ہے مگر یہ مسئلہ بہت نازک اور پیچیدہ ہے اس میں لب کشائی کرنا اور زیادہ گھسنا مناسب نہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ یہ مسئلہ فی نفسہ حق ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہٗ جس جگہ اس مسئلہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو یہ بھی کہ الرَّبُّ رَبٌّ وَالْعَبْدُ عَبْدٌ و شتّان ما بینھما پس اس مسئلہ میں جب کہ بڑوں بڑوں سے بھی زلت ہو گئی ہے تو اسمیں ذرا سوچ سمجھکر لب کھولنا چاہیئے بندہ آپکے واسطے دعاء خیر کرتا ہے حق تعالیٰ امداد فرما دے۔ فقط۔ والسلام

۲۵ ربیع الاول۔

(بنام مولانا صادق الیقین صاحب کرسوی رحمۃ اللہ علیہ)

(۱۰۳) از بندہ رشید احمد عفی عنہٗ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بخیریت ہے آپکی عافیت سے اطمینان ہوا۔ آپ اصلاً کوئی شے لکھنؤ وغیرہ سے نہ لادیں اور جب آپ کے گھر والے بالکل تندرست ہو جادیں اور خوشی سے اجازت دیں اسوقت آنے کا قصد کریں۔ فقط۔ والسلام۔

(۱۰۳) از بندہ رشید احمد عفی عنہٗ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند بندہ بخیریت ہے، آپکی خیریت کے لئے دست بہ دعاء آپ کے خط سے آپکی کیفیت دریافت ہوئی مجھے دعاء خیر سے دریغ نہیں میں ہمیشہ تمھارے لئے دست بہ دعاء رہتا ہوں میری طرف سے مطمئن رہو۔ خط کے نہ بھیجنے سے بے التفاتی نہ سمجھا کرو نقط۔ والسلام۔

(۱۰۴) از بندہ رشید احمد عفی عنہٗ۔ بعد سلام مسنون الاسلام۔ آپ کا خط اس سے پہلے اور ایک خط آج پہونچا آپ کا حال معلوم کرکے رنج ہوا آپ گھبرائیں نہیں اور مریضہ کے علاج میں بدل مصروف رہیں۔ آدمی راضی برضاء الہٰی رہنا چاہیئے گھبرانے سے کچھ نہیں ہوتا اور اپنے والد کی رضا میں رہو جب مریضہ کو صحت وسکون ہو جائیگا اور والد صاحب کی رضا ہوگی اس وقت یہاں آنے کا قصد کرنا۔ یہاں آنے کے واسطے جلدی مت کرو۔ بندہ دعاء کرتا ہے اور بعافیت ہے۔ نقط والسلام۔

(۱۰۵) از بندہ رشید احمد عفی عنہٗ۔ بعد سلام مسنون آنکہ آج کارڈ آپ کا آیا اور کل ڈبیہ پہونچی بندہ کی آنکھ میں پانی آیا ہے ایک دوا کلکتہ سے آئی ہے اسکا استعمال کرتا ہوں اگر اس سے نفع ہوا تو بہتر ہے ورنہ پھر آپکی دوا کا استعمال ہوگا۔ اگر مقدر ہے۔ بندہ دعاء گو ہے دعاء کرتا ہے۔ حق تعالےٰ آپ کے قرض کو رفع فرما دے۔ بندہ بھی تندرست ہے اور سب عزیز مگر حافظ مسعود احمد کو اول بخار وغیرہ تھا اب اس سے صحت ہوئی مگر وجع الورک کی سخت تکلیف ہے مسہل لیا ہے حق تعالےٰ صحت دیوے چارپائی سے چوکی پر بھی آنا مشکل ہے اسقدر ٹانگ بے قابو ہوگئی ہے۔ نقط۔ اگر تخم پیاز نہیں ملتا تو مجبوری ہے جاپنے والد صاحب کو میرا سلام مسنون فرما دیں۔ حافظ مسعود احمد صاحب آپکو اور آپ کے والد صاحب کو سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ نقط۔ مورخہ ۸ صفر چہارشنبہ۔

(۱۰۶) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ آپکا خط آیا حال معلوم ہوا۔ آپ کے گھر والوں کی علالت سے خصوص آپ کے والد کی بیماری سے طبیعت نہایت مکدر ہوئی حق تعالیٰ انکو شفار کلی عطار فرما دے اور بندہ دعار خیر کرتا ہے اور منتظر ہے کہ آپ انکی مژدۂ عافیت سے مطلع فرما دیں۔ میری آنکھ کا حال بدستور ہے بلکہ روز بروز روشنی میں کمی ہے۔ عزیزی مسعود احمد و سعید احمد بعافیت ہیں۔ البتہ ایک نیا حادثہ واقع ہوا ضیار الدین صاحب رامپوری نے ۲۸ر رمضان کو اس دنیا سے انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور انکی مفارقت سے ہمکو سخت رنج ہے۔ ۱۱ر شوال۔

(۱۰۷) از بندہ رشید احمد عفی عنہٗ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند بندہ بحمد اللہ تعالیٰ بخیریت ہے آپکی عافیت مطلوب۔ پارسل وصول ہوگیا میں انشار اللہ تعالیٰ سرمہ کا استعمال کروں گا اگر نفع مقدر ہے تو ہو جاویگا راستہ وغیرہ یہاں بھی مامون نہیں ہیں قصبات و قریات پر بھی ڈاکہ پڑتا ہے راستوں پر بھی دست اندازی ہو جاتی ہے آپ ابھی یہاں آنے کا قصد نکریں جب مقدر ہے انشار اللہ تعالیٰ ملاقات ہو جاوے گی میں دست بہ دعار ہوں۔ از جانب حافظ مسعود سلام مسنون۔ مورخہ ۱۲ر جمادی الثانیہ۔

(۱۰۸) از بندہ رشید احمد عفی عنہٗ۔ بعد سلام مسنون آنکہ آج آپکا خط آیا حال معلوم ہوا اور ہر چند کہ مجھکو نسبت سابقہ بہت افاقہ ہے لیکن قلع قمع مرض ہنوز نہیں ہوا اور ضعف بکثرت ہے روز دو ایک دست آتا ہے اور بعد ہفتہ عشرہ کے پھر کچھ زور کرتا ہے اسی واسطے اپنے ہاتھ سے لکھ نہیں سکتا ہوں دوسرے کے ہاتھ سے لکھواتا ہوں۔ ایسی حالتِ مرض میں آپ کا آنا اگرچہ منع نہیں کرتا ہوں لیکن چنداں مفید بھی نہ ہوگا اور تمکو تکلیف بھی ہوگی اسواسطے بعد رمضان قصد فرما دیں یا جیسی مرضی ہو مگر میں خود از کار رفتہ ہوں۔ فقط۔ اپنے والد صاحب کیخدمت میں میرا سلام کہنا۔ اور مسعود احمد کیطرف سے

سلام مسنون مطالعہ ہو۔ ۷ رجب
) از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بعد سلام مسنون گذارش آنکہ بندہ بحمدہ
بخیریت ہے مژدہ عافیت باعث اطمینان ہوا، میں دعا رگو ہوں جملہ مقاصد
لئے دست بہ دعا رہوں حق تعالیٰ اپنے فضل کرم سے قبول فرماوے
طبیعت اب بحمد اللہ بالکل صاف ہے آپ ہر طرح سے مطمئن رہیں۔ اول
کا اثر تو بالکل زائل ہوگیا تھا مگر اسکے بعد اسہال شروع ہو گئے تھے
بخار شدت سے ہوا ایسا کہ یہ نوبت ہوگئی تھی تیمم سے بیٹھکر نماز پڑھی۔ کئی دن
حالت رہی اب اللہ کا فضل ہے بالکل تندرست ہوں۔ گھر بھی آتا جاتا ہوں
بھی مسجد میں جاکر پڑھتا ہوں۔ فقط۔ والسلام۔
احب یا جبرئیل یا رقتا ئیل اگر بغرض اثر الفاظ ہے ملائکہ کو حاضر ناظر
جانتا تو کچھ مضائقہ نہیں ہے مگر لوگوں کو اسکی اجازت دینا خالی فساد سے
ہے۔ فقط۔ واللہ اعلم۔ بھوپال کی زراعت و قیام کو اور وہاں کی تجارت
رہ مناسب جانتا ہے کرلیں اگر دوسرا شخص بھروسہ کا ہو۔ فقط۔ والسلام
۱) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بحمدہ تعالیٰ
متعلقین بخیریت ہے آپکے مژدہ عافیت سے مسرت اور آپ کے والد صاحب
ملالت سے ملالت ہوئی۔ میں دعا رخیر کرتا ہوں۔ آپ کہیں آنے جانے کا
نہ لیں اور زیادہ پریشان بھی نہ ہوں خدمت عیال و والدین کو سعادت سمجھیں
ہیں پڑے رہیں۔ فقط۔ والسلام۔ مورخہ ۱۹ر جمادی الثانیہ۔
) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند
شمار سید بہ دریافت خبر عافیت ایشاں مسرور گردید الحمد للہ بندہ نیز بخیریت
ست۔ قصد اینصوب کہ میدارند بلا رضا و اجازت والدین گوارا چناں نکنند
عند التلاقی۔ فقط۔ والسلام۔ مورخہ ۲۲ر ربیع الثانی روز شنبہ۔
ست حضرت والد صاحب سلام مسنون رسانند۔

(۱۱۲) از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آج آپکا خط بعد انتظار کے پہونچا حال دریافت ہوا کھانے کے باب میں اسقدر تقلیل کہ ضعف نہ ہوجاوے مضائقہ نہیں مگر اسقدر نکریں کہ ضعف ہوکر کام سے رہ جاویں۔ اور آپ اپنے کام میں برابر مشغول رہیں۔ قدماء کی کتابیں دیکھکر پریشان مت ہؤیں۔ اسی واسطے مبتدی کو منع کیا گیا ہے کہ بزرگوں کی کتب نہ دیکھا کرے کہ ایسے وقت میں ان مکاتیب کو دیکھکر سوائے پریشانی اور کچھ حاصل نہیں اور جو کچھ آپ سے کہدیا گیا ہے وہ خلاف مکاتیب کے نہیں۔ پس تم اپنے کام میں لگے رہو حق تعالیٰ سے امید باندھے رکھو کہ بندہ سے جسقدر ذکر ہوسکے وہ سراسر رحمت ہے۔ فقط۔ مسعود احمد۔ سعید احمد سب اچھے ہیں۔ آج ہی مولوی یحییٰ صاحب حسب طلب اپنے والد کے دہلی گئے ہیں۔ آپ اپنے والد صاحب کا حال تحریر کریں کہ شکایت بیماری کی کیسی ہے؟ مولوی کرامت علی صاحب دعا رسلام مسنون کہتے ہیں۔ فقط۔ یکم رجب المرجب ۱۳۱۵ھ یوم پنجشنبہ۔

(بنام جناب مولانا المولوی ممتاز علی صاحب زید مجدہٗ)

(۱۱۳) از بندہ احقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہٗ۔ عنایت فرمائے بندہ مولوی ممتاز علی صاحب مدفیوضہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بعافیت ہے آپکا خط آیا آپکی حسرت عدم حصول مطلب اگرچہ عدم ہے مگر بندہ کے نزدیک عمدہ حالت ہے جیسا کہ حصول مطلب کی فرحت و سرور حالت بسط کہلاتی ہے ایسا ہی عدم حصول مطلوب کی حسرت قبض کہلاتی ہے۔ قبض و بسط دونوں حالت نیک ہیں اگر حسرۃ عدم حصول ہے تو الحمد للہ کہ طلب ہے اور درد نایافت ہے۔ ہمارے شیخ الشیوخ قطب عالم شیخ عبدالقدوس رح فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو بعد مجاہدہٗ ہزار سالہ حسرت و درد نایافت حاصل ہوجائے تو سب کچھ اسکو حاصل ہوگیا ہائے

افسوس دردنا یافت نہیں ملتا کہ کام تمام ہو جاوے" پس اب لازم ہے کہ شغل باطن کو خوب التزام کے ساتھ بجالاؤ اور بحکم " مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ" جس قدر ہو سکے اسکے شغل میں رہو اور پھر حسرت نایافت میں لطف دیکھو اور امید ہے اللہ تعالےٰ آپکو ضایع نہ فرماوے گا۔ شغل، وہی شغل کافی ہے جو پہلے آپ کرتے تھے۔ اب بھی اسکو ہی التزام کرو، ذکر پاس انفاس محدود نہیں فقط۔ یہ ایک شغل شب روز کی مشغولی کو کافی ہے ہم ذکر وہم مراقبہ اسمیں حاصل ہے۔ یک گیر محکم گیر، انشاء اللہ تعالیٰ نفع ہووے گا۔ مسجد کا معاملہ حق تعالےٰ کا کام ہے آپکی سعی جس قدر ہو سکے کرو وہ ہی جاری کر دے گا کچھ اندیشہ مت کرو اپنا کام کئے جاؤ۔

(۱۱۴) از بندہ رشید احمد عفی عنہ، عنایت فرمائے بندہ مولوی ممتاز علی صاحب سلمہ، بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ بعافیت ہے۔ آج آپکا خط آیا تمھاری صحت پر شکر کرتا ہوں اور دعا گو سب اپنے دوستوں کا ہوں آپ اپنا شغل معمولی کرتے رہیں اوسمیں ہی سب کچھ ہے اور گاہ کسل اور گاہ حدت ہر روز لازم بشر ہے ایک حالت پر آدمی نہیں رہتا خود کمل اولیاء فرماتے ہیں ؎

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم   گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

ہم تو کس حساب میں ہیں مگر آدمی کو اپنا شغل و ذکر اگرچہ قلیل ہے ترک کرنا نہ چاہیئے خیر العمل ما دیم علیہ الحدیث۔ والسلام۔ حافظ مسعود کا بھی سلام مسنون پہونچے۔

(۱۱۵) از بندۂ شرمسار احقر العباد رشید احمد گنگوہی عفی عنہ، گرامی خدمت برادرم مولوی ممتاز علی صاحب دام مجدہم۔ بعد سلام مسنون می رساند بخیریت جسمی خود شکر حق تعالیٰ میکنم و بدعاء ترقی مدارج دوستان خود سرگرم می مانم مگر

ف (ترجمہ) سلام مسنون کے بعد بندہ عرض رساں ہے کہ اپنی جسمانی خیریت پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اپنے دوستوں ٭٭

دعایم کہ سود دہد کہ خود گرفتار خراب اندرون ہستم۔ ع۔ بہر چہ ساقی مارنجیت عین الطافست" عزیزا کیست در قدماء و متاخرین کہ خویشتن را مہذب و مزکی از معاصی و مخالفات حکم دانستہ باشد۔ آرے جملہ کملاء بتذلیل نفس مشغول ماندہ اند و بتقصیرات خویش بر زبان لا احصی ثناء علیک فخر عالم فرمود۔ پس کسیکہ عبادۃ قلیلہ خود کہ بدرگاہ بے نیاز جملہ بضاعۃ مزجاۃ بیش نیست نادم و تائب شد و خود را حقیر پنداشت ہموں قدر عجز خود کمال ربود زہے نصیب بدرگاہ تعالیٰ شانہٗ کہ خود را عاصی و خوار و بدست نفس شریر گرفتار دانست کہ جملہ رویت تقصیرات و عجز خود ہر قدر کہ یافت از عنایت حق تعالیٰ است کہ بحقیقت خود قدر رویۃ عجز بتقرر یافت ہمیں است حظ از نیستی کہ حقیقت بشری است و آنچہ ہستی است و نظر کمالِ خود آن حظ بشر نیست کمال ذاتِ لامتناہی حق را می سزد و غیر او را جز عجز حظے نیست

ہے ترقی عالیہ کی دعا میں سرگرم ہوں لیکن میری دعا سے کیا حاصل کہ خود تباہ باطن ہوں، تاہم جو کچھ ساقی نے میرے پیمانے میں انڈیلا ہے وہ اسکی عین مہربانی ہے۔ عزیز من! اگلے اور پچھلے لوگوں میں سے کون ایسا ہے جو اپنے کو معاصی سے اور مولیٰ تعالیٰ کی مخالفت سے پاک اور بری سمجھتا ہے بلکہ ہر زمانہ کے اہل کمال اپنے نفس ہی کو ذلیل کرنے میں لگے رہے اور اپنی تقصیر ہوا کے پیش نظر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے لا احصی ثناءً علیک فرمایا یعنی یہ کہ اے اللہ! میں آپکی تعریفات و محامد نہیں کر سکتا۔ پس جو شخص کہ اپنی عبادات قلیلہ اور ایسی عبادت جو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں بضاعۃ مزجاۃ کھوٹی پونجی سے زیادہ نہیں ہے اسے کرکے نادم و تائب ہو کر اپنے کو حقیر و خوار سمجھ چکا ہو اور اسی کے بقدر اپنے عجز کو حاصل کیا ہو تو سبحان اللہ کیا ہی خوش نصیب ہے وہ انسان جو اللہ تعالیٰ کے آگے خود کو عاصی اور خوار سمجھتا ہو اور نفس کے پنجہ میں اپنے کو گرفتار خیال کرتا ہو تو یہ سب تقصیرات اور اپنی عاجزی جتنی بھی اسکو حاصل ہو جائے حق تعالیٰ کا محض فضل و عنایت ہے کہ اپنے آپکو عاجز محض سمجھ لینے کی اسکو توفیق ہوئی یہی نیستی ہے اور بشر کی عین حقیقت ہے۔ رہی ہستی اور اپنے کمالات پر نظر تو یہ بشر کے لئے زیب نہیں دیتا کمال تو صرف حق تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے اسکے سوا کسی دوسرے کے لئے سوا عجز و نیستی کے اور کچھ حصہ نہیں۔ ۱۲

فہرست مضامین "رسالہ ہذا" از ۱۹۸۱ء تا ۱۹۸۵ء

سنہ ۶۴ھ

Regd. No.L2/9/AD-111
hly June, 1986

WASIYATUL IRFAN
23, Buxi Bazar Allahabad

شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان



شمارہ ۷، و ۸ جولائی و اگست ۱۹۹۶ء جلد ۹

مکتبہ وصیۃ العلوم ۲۲ بخشی بازار

مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

چندہ ششماہی
سولہ روپیے ۱۶

چندہ سالانہ غیر ممالک
[illegible]

چندہ سالانہ
تیس روپیے ۳۰

چندہ سالانہ غیر ممالک
[illegible]

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ | مدیر: عبدالمجید عفی عنہ | تین روپئے

شمارہ ۷ | شوال المکرم ۱۳۹۶ھ مطابق جولائی و اگست ۱۹۷۶ء | جلد ۹

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبدالمجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبدالمجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شایع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱۷۔ ڈی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

الہ آباد میں پیش آنے والے بعض وقتی حالات کی بنا پر خیال تھا کہ گذشتہ شمارہ جون اور جولائی کا کر دیا جائے لیکن جولائی کی ۱۰ تاریخ کو صرف جون ہی کا رسالہ جا سکا۔ پھر خیال تھا کہ اب آئندہ جولائی اور اگست کا شمارہ ایک ساتھ شائع کرایا جائے، لیکن بعض حالات کی بنا پر کچھ اپنی غیر حاضری اور پھر اچانک کاتب صاحب کی شدید علالت کی بنا پر ۹۶ صفحے تیار نہ ہو سکے۔ آخر کار ماہ بماہ تاریخ کو درست کرنے کے لئے پیش نظر رسالہ جو ۴۸ ہی صفحہ کا ہے اس کو جولائی اور اگست ۱۹۸۶ء کا مشترکہ شمارہ تصور کیا جائے۔

باقی ناظرین کے ۴۸ صفحات بذمہ احقر قرض رہیں گے۔ ایک ایک دو دو فارم کر کے انشاءاللہ سال تمام تک ہم ان کی ادائیگی کی کوشش کریں گے۔ اس وقت ناظرین کرام سے اپنی صحت کے ساتھ ساتھ کاتب رسالہ ہذا کی بھی صحت کے لئے دعا کے لئے درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ آمین!

امید کہ ناظرین ہماری ان مجبوریوں کی بنا پر اس کوتاہی کو معاف فرمائیں گے۔

وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ یعنی فرض نمازیں اور جو کچھ کہ چاہیں سنن و نوافل میں سے ۔

وَاَنۡفَقُوۡا مِمَّا رَزَقۡنَاھُمۡ یعنی اسکا کچھ حصہ خرچ کرتے ہیں زکوٰۃ مفروضہ میں اور اور نفقات واجبہ میں اور صدقات نافلہ میں سرًا بھی و علانیۃً بھی علماء نے بیان فرمایا ہے کہ نافلہ میں تو سرًا افضل ہے اور مفروضہ میں علانیۃً تہمت سے بچنے کے لئے ۔

وَیَدۡرَءُوۡنَ بِالۡحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل سیٔ کو صالح سے دفع کرتے ہیں اور اسکی نظیر حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے اِنَّ الۡحَسَنٰتِ یُذۡھِبۡنَ السَّیِّاٰتِ حضرت ابو ذرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا کہ جب تم سے کوئی گناہ ہو جائے تو اسکے بعد نیکی کرلو جو کہ اسکو مٹا دے ۔ عمر بن اسود سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم دس گناہ کرو تو ایک نیکی کرلو تو تم دسوں کو اس ایک کے ذریعہ سے مٹا دوگے ۔

حضرت عقبہؓ بن عامر کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مثال اس شخص کی جو گناہ کرے پھر نیکی کرلے ایسی ہے جیسے کوئی شخص ہو جسکے بدن پر تنگ درع ہو جس نے اسکا گلا گھونٹ رکھا ہو پھر وہ نیک کام کرے تو ایک کڑی کھل جائے پھر ایک نیکی کرے تو دوسری کڑی کھل جائے یہاں تک وہ درع زمین پر گر جائے ۔

ابن کیسانی کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ گناہ کو توبہ سے دفع کرتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تم کوئی گناہ کرو تو اسکے بعد فورًا توبہ کرو سرًا گناہ کیا ہے تو سرًا توبہ کرو اور علانیہ کیا ہے تو علانیہ توبہ کرو ۔

ایک معنی آیت کے یہ بیان کیے گئے ہیں کہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ شر کو خیر کے ذریعہ سے دفع کرتے ہیں ۔ سُدی کہتے ہیں کہ جب

کوئی شخص نادانی یا جہالت سے پیش آتا ہے تو یہ لوگ حلم اختیار کرتے ہیں. پس نادانی سیئہ ہے اور حلم حسنہ۔

قتادہؒ کہتے ہیں کہ بدسلوکی کا جواب حسن سلوک سے دیتے ہیں اور اسکی نظیر حق تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے وَاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُوْنَ قَالُوْا سَلَامًا۔

حسنؒ فرماتے ہیں کہ جب محروم کئے جاتے ہیں تو دیتے ہیں اور جب ظلم کئے جاتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں، اور جب قطع تعلق کئے جاتے ہیں تو اسکو وصل کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری قرابت ہے جس کو میں وصل کرتا ہوں اور وہ لوگ مجھ سے قطع تعلق کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ احسان کا معاملہ کرتا ہوں تو وہ مجھ سے برائی سے پیش آتے ہیں ان سے حلم اختیار کرتا ہوں تو وہ مجھ پر جہالت کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تو ایسا ہی ہے جیسا کہہ رہا ہے تو ہمیشہ ان کے معاملہ کے لئے اللہ کی جانب سے تیرے لئے ایک مددگار رہے گا جب تک کہ تو اسی حال پر قائم رہے۔

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ عقبیٰ کہتے ہیں کسی کام کے بدلے کو معنی یہ ہیں کہ ان لوگوں کے لئے جزائے حسن ہے دار آخرت میں۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ہمیشہ رہنے کی جنتیں جس میں وہ لوگ بھی داخل ہونگے اور ان کے ماں باپ اور بیبیوں اور اولادمیں سے جو داخلہ کے لائق ہونگے وہ بھی داخل ہونگے اور فرشتے ہر ہر دروازے سے ان کے پاس آتے ہونگے اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کاملین کے درجات اس شخص کو بھی دینگے جو ان کے درجہ کو نہیں پہونچا ہے اور انکے عمل جیسا عمل نہیں کئے ہوگا یعنی انکے والدین اور انکی بیبیاں اور انکی ذریات

کو جنت میں داخل فرمائے گا تاکہ انکے قلوب خوش ہوں اور انکی شان کی تعظیم ہو لیکن اسکے لئے ان عزیز رشتہ داروں کا مومن ہونا شرط ہے۔ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سے یا تو جنت کے دروازے مراد ہیں یا اسکے محل کے یا ابواب فتوح اور تحف مراد ہیں۔

مقاتل کہتے ہیں کہ فرشتے داخل ہونگے ان کے اوپر دنیا کی ایک دن رات کی مقدار میں تین مرتبہ اور ان کے ساتھ ہدایا اور تحف ہونگے۔ زبان سے یہ کہتے ہونگے کہ سلام علیکم یعنی اللہ تعالیٰ تم کو محفوظ رکھے ان تمام آفات سے جن سے تم ڈرتے تھے اور جب اللہ تعالےٰ نے تم پر انعام فرما دیا ہے تو اب اسکے لئے زوال نہیں۔ بما صبرتم یعنی یہ ثواب اسلئے ملیگا کہ تم نے صبر کیا ہے معاصی سے یا طاعت پر اپنے نفس سے خلاف کرکے یا مصائب پر صبر کرکے۔

فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ابی امامہ کہتے ہیں کہ مومن جنت میں داخل ہونے کے بعد اپنے تخت پر بیٹھا ہوگا اور اسکے سامنے دو صف غلاموں کی ہوگی اور صفوں کے کنارے (دوسری جانب) ایک بند دروازہ ہوگا پس اللہ تعالیٰ کے فرشتوں میں سے ایک فرشتہ آئیگا اور (اندر آنے کی) اجازت چاہے گا پس دروازے کے قریب والا خادم اسکے پاس آئیگا تو دیکھے گا کہ ایک فرشتہ اجازت طلب کر رہا ہے تو وہ اپنے سے قریب والے خادم سے کہیگا کہ ایک فرشتہ اندر آنے کی اجازت چاہتا ہے چنانچہ وہ اپنے پاس والے سے یہی کہیگا (اسی طرح سلسلہ وار یہ درخواست اس شخص تک پہونچے گی جب وہ اجازت دیگا تو پھر اسی طرح سلسلہ وار) ہر ایک خادم اپنے پاس والے سے کہیگا کہ آنکی اجازت دیدو یہاں تک کہ یہ اجازت سب سے آخری خادم تک جو کہ دروازے کے پاس کھڑا ہوگا پہونچے گی پس دروازہ کھولدیا جائے گا اور وہ فرشتہ داخل ہوگا اور آکر سلام کریگا اور پھر واپس چلا جائے گا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے پہلے جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے وہ فقراء مہاجرین ہونگے جنکو دنیا میں سرحدوں کی حفاظت پر مامور کیا جاتا تھا اور جنکے ذریعہ تکالیف سے بچا جاتا تھا حالانکہ ان میں کا ایک شخص مرجاتا تھا اور اسکی تمنا اسکے دل میں رہ جاتی تھی اسکو پوری نہ کرسکتا تھا، تو اللہ تعالیٰ اپنے ملائکہ میں سے جنکو چاہیں گے ان سے فرمائیں گے کہ ان اہل جنت کے پاس جاؤ اور انکو سلام کرو ملائکہ عرض کرینگے کہ اے ہمارے رب ہم تو آپکے آسمان کے رہنے والے ہیں اور آپکی مخلوق میں سے بہتر ہیں کیا آپ ہمکو حکم دیتے ہیں کہ انکے پاس جائیں اور انکو سلام کریں ارشاد ہوگا ہاں یہ ہمارے ایسے بندے تھے کہ میری عبادت کرتے تھے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراتے تھے ان سے سرحدوں کی حفاظت کرائی جاتی تھی اور ان کے ذریعہ تکالیف سے بچا جاتا تھا. اور ان میں کا ایک شخص مرجاتا تھا اس حال میں کہ اسکی تمنا اسکے دل ہی میں رہ جاتی تھی وہ اسکو پوری نہ کرسکتا تھا اسوقت ملائکہ ان کے پاس جائیں گے اور کہیں گے سلامٌ علیکم بمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّار (یہ روایت پہلے بھی آچکی ہے۔ از ناقل)

(آیت بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

تیسری آیت سے ان دونوں فریق کے خاص خاص اعمال اور علامات کا بیان شروع ہوا ہے۔ پہلے احکام الٰہیہ کے ماننے والوں کی صفات یہ ذکر فرمائی اَلَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَہْدِ اللّٰہِ یعنی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے عہد کو پورا کرتے ہیں مراد اس سے وہ تمام عہد و پیمان ہیں جو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں سے لئے ہیں جنہیں سب سے پہلا وہ عہد ربوبیت ہے جو ازل میں تمام ارواح کو حاضر کر کے لیا گیا تھا اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ یعنی کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ جسکے جواب میں سب نے یک زبان ہوکر کہا تھا بلیٰ یعنی کیوں نہیں آپ ضرور ہمارے رب ہیں۔ اسی طرح تمام احکامات الٰہیہ کی اطاعت، تمام فرائض کی ادائیگی اور

ناجائز چیزوں سے اجتناب کی منجانب اللہ وصیت اور بندوں کیطرف سے اسکا اقرار مختلف آیاتِ قرآن میں مذکور ہے۔

دوسری صفت وَلَا يَنْقُضُونَ الْمِيثَاقَ ہے یعنی وہ کسی عہدِ میثاق کی خلاف ورزی نہیں کرتے اس میں وہ عہد و پیمان بھی داخل ہیں جو بندے اور اللہ تعالےٰ کے درمیان ہیں جنکا ذکر ابھی پہلے جملے میں عَهْدِ اللهِ کے الفاظ سے کیا گیا ہے اور وہ عہد بھی جو امت کے لوگ اپنے نبی و رسول سے کرتے ہیں اور وہ معاہدے بھی جو ایک انسان دوسرے انسان کے ساتھ کرتا ہے

ابوداؤد نے بروایت عوف ابن مالک یہ حدیث نقل کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے اس عہد پر بیعت لی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور پانچ وقت نماز کو پابندی سے اوا کریں گے اور امراء کی اطاعت کریں گے اور کسی انسان سے کسی چیز کا سوال نہ کریں گے۔

جو لوگ اس بیعت میں شریک تھے انکا حال پابندی عہد میں یہ تھا کہ اگر گھوڑے پر سواری کے وقت ان کے ہاتھ سے کوڑا گر جاتا تو کسی انسان سے نہ کہتے کہ کوڑا اٹھا دو بلکہ خود سواری سے اتر اٹھاتے تھے۔

یہ صحابۂ کرام کے دلوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وعظمت اور جذبۂ اطاعت کا اثر تھا ورنہ یہ ظاہر تھا کہ اس طرح کے سوال سے منع فرمانا مقصود نہ تھا جیسے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ ایک مرتبہ مسجد میں داخل ہو رہے تھے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے ہیں اور اتفاق سے انکے دخول مسجد کے وقت آپؐ کی زبان مبارک سے یہ کلمہ نکلا کہ "بیٹھ جاؤ" عبداللہ بن مسعودؓ جانتے تھے کہ اسکا یہ مطلب نہیں کہ سڑک پر یا بے موقع کسی جگہ کوئی ہے تو وہیں بیٹھ جائے مگر جذبۂ اطاعت نے انکو آگے قدم بڑھانے نہ دیا دروازہ سے باہر ہی جہاں آواز کان میں پڑی اسی جگہ بیٹھ گئے۔

تیسری صفت اللہ تعالےٰ کے فرماں بردار بندوں کی یہ بتلائی گئی وَالَّذِينَ

يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ یعنی یہ لوگ ایسے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے جن تعلقات کے قائم رکھنے کا حکم دیا ہے ان کو قائم رکھتے ہیں" اسکی مشہور تفسیر تو یہی ہے کہ رشتہ داری کے تعلقات قائم رکھنے اور ان کے تقاضوں پر عمل کرنے کا اللہ تعالےٰ نے جو حکم دیا ہے یہ لوگ ان تعلقات کو قائم رکھتے ہیں بعض حضرات مفسرین نے فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ یہ لوگ ایمان کے ساتھ عمل صالح کو یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان کے ساتھ پچھلے انبیاء اور ان کی کتابوں پر ایمان کو ملا دیتے ہیں۔

چوتھی صفت یہ بیان فرمائی وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ یعنی یہ لوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں یہاں لفظ خوف کے بجائے "خشیۃ" کا لفظ استعمال کرنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالےٰ سے انکا خوف جیسے درندہ جانور یا موذی انسان سے طبعاً خوف ہوا کرتا ہے ویسا نہیں بلکہ ایسا خوف ہے جیسے اولاد کو ماں باپ کا، شاگرد کو استاد کا خوف عادتاً ہوتا ہے کہ اسکا منشاء کسی ایذاء رسانی کا خوف نہیں ہوتا بلکہ عظمت و محبت کی وجہ سے خوف اسکا ہوتا ہے کہ کہیں ہما را کوئی قول و فعل اللہ تعالےٰ کے نزدیک ناپسند اور مکروہ نہ ہو جائے اسی لئے مقام مدح میں جہاں کہیں اللہ تعالےٰ کے خوف کا ذکر ہے عموماً وہاں یہی لفظ خشیت کا استعمال ہوا ہے کیونکہ خشیت اسی خوف کو کہا جاتا ہے جو عظمت و محبت کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اسی لئے اگلے جملہ میں جہاں حساب کی سختی کا خوف بیان کیا گیا ہے وہاں خشیت کا لفظ نہیں بلکہ خوف ہی کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ارشاد فرمایا وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ یعنی یہ لوگ برے حساب سے ڈرتے ہیں۔ برے حساب سے مراد حساب میں سختی اور جزرسی ہے حضرت صدیقہ عائشہؓ نے فرمایا کہ انسان کی نجات تو رحمت الہٰی سے ہو سکتی ہے کہ حساب اعمال کے وقت اجمال و عفو اور درگذر سے کام لیا جائے وہ جس شخص سے بھی پورا پورا ذرہ ذرہ کا حساب لے لیا جائے اسکا عذاب سے بچنا ممکن نہیں۔

کیونکہ ایسا کون ہے جس سے کوئی گناہ و خطا کبھی سرزد نہ ہوا ہو۔ یہ حساب کی سختی کا خوف نیک و فرماں بردار لوگوں کی پانچویں صفت ہے۔

چھٹی صفت یہ بیان فرمائی وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ یعنی وہ لوگ جو خالص اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے صبر کرتے ہیں" ۔ صبر کے معنی عربی زبان میں اس مفہوم سے بہت عام ہیں جو اردو زبان میں سمجھا جاتا ہے کہ کسی مصیبت اور تکلیف پر صبر کریں، کیونکہ اسکے اصلی معنی خلاف طبع چیزوں سے پریشان نہ ہونا بلکہ ثابت قدمی سے اپنے کام پر لگے رہنا ہے۔ اسی لئے اسکی دو قسمیں بیان کی جاتی ہیں ایک صبر علی الطاعۃ یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل پر ثابت قدم رہنا دوسرے صبر عن المعصیۃ یعنی گناہوں سے بچنے پر ثابت قدم رہنا۔

صبر کے ساتھ اِبْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ کی قید نے یہ بتلایا کہ مطلقاً صبر کوئی فضیلت کی چیز نہیں کیونکہ کبھی نہ کبھی تو بے صبرے انسان کو بھی انجام کار ایک مدت کے بعد صبر آہی جاتا ہے۔ جو صبر غیر اختیاری ہے اسکی کوئی خاص فضیلت نہیں نہ ایسی غیر اختیاری کیفیت کا اللہ تعالیٰ کسی کو حکم دیتے ہیں اسی لئے حدیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَةِ الْأُولٰى یعنی اصلی اور معتبر صبر تو وہی ہے جو ابتدائے صدمہ کے وقت اختیار کرلیا جاوے ورنہ بعد میں تو کبھی نہ کبھی جبری طور پر انسان کو صبر آہی جاتا ہے بلکہ قابل مدح وثنا وہ صبر ہے کہ اپنے اختیار سے خلاف طبع امر کو برداشت کرے خواہ وہ فرائض و واجبات کی ادائیگی ہی ہو یا محرمات و مکروہات سے بچنا ہو۔ اسی لئے اگر کوئی شخص چوری کی نیت سے کسی مکان میں داخل ہوگیا مگر وہاں چوری کا موقع نہ ملا صبر کر کے واپس آگیا تو یہ غیر اختیاری صبر کوئی مدح و ثواب کی چیز نہیں، ثواب جب ہے کہ گناہ سے بچنا خدا کے خوف اور اسکی رضا جوئی کے سبب سے ہو۔

ساتویں صفت اَقَامُوا الصَّلوٰۃَ ہے اقامت صلوٰۃ کے معنی نماز کو اسکے پورے آداب و شرائط اور خشوع کے ساتھ ادا کرنا ہے محض نماز پڑھنا نہیں۔ اسی لئے قرآن کریم میں عموماً نماز کا حکم اقامتِ صلوٰ کے الفاظ سے دیا گیا ہے۔

آٹھویں صفت وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً ہے یعنی وہ لوگ جو اللہ کے دیئے ہوئے رزق میں سے کچھ اللہ کے نام پر کھلا خرچ کرتے ہیں۔ اس میں اشارہ کیا گیا ہے کہ تم سے جس مال زکوٰۃ وغیرہ مطالبہ اللہ تعالیٰ کرتا ہے وہ کچھ تم سے نہیں مانگتا بلکہ اپنے ہی دئیے ہو رزق کا کچھ حصہ وہ بھی صرف ڈھائی فیصد جیسی قلیل و حقیر مقدار میں آپ سے مانگا جاتا ہے جس کے دینے میں آپکو طبعاً کوئی پس و پیش نہونی چاہئے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے ساتھ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً کی قید سے معلوم ہوا کہ صدقہ و خیرات میں ہر جگہ اخفاء ہی مسنون نہیں بلکہ بعض اوقات اسکا اظہار بھی درست ہوتا ہے اسی لئے علماء نے فرمایا کہ زکوٰۃ اور صدقہ واجبہ کا اعلان و اظہار ہی افضل و بہتر ہے اسکا اخفا مناسب نہیں ہوتا تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی تلقین و ترغیب ہو البتہ نفلی صدقات کا خفیہ دینا افضل و بہتر ہے جن احادیث میں خفیہ دینے کی فضیلت آئی ہے وہ نفلی صدقات ہی کے متعلق ہیں

نویں صفت ہے يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ یعنی یہ لوگ بُرائی کو بھلائی سے دشمنی کو دوستی سے ظلم کو عفو و درگذر سے دفع کرتے ہیں برائی کے جواب میں برائی سے پیش نہیں آتے۔ اور بعض حضرات نے اس کے یہ معنی بیان فرمائے ہیں کہ گناہ کو نیکی سے دفع کرتے ہیں یعنی اگر کسی وقت کوئی خطا و گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو اسکے بعد طاعت و عبادت کی کثرت کا اہتمام اتنا کرتے ہیں کہ اس سے پچھلا گناہ محو ہو جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو وصیت فرمائی کہ بدی کے بعد نیکی

تو وہ بدی کو مٹا دیگی۔ مراد یہ ہے کہ جب اس بدی اور گناہ پر نادم ہو کر توبہ کرلی اور اس کے پیچھے نیک عمل کیا تو یہ نیک عمل پچھلے گناہ کو مٹا دے گا بغیر ندامت اور توبہ کے گناہ کے بعد کوئی نیک عمل کرلینا گناہ کی معافی کیلئے کافی نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کے فرماں برداروں کی یہ نو صفتیں بیان کرنے کے بعد انکی جزا یہ بیان فرمائی أُولَٰئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ دار سے مراد دار آخرت ہے یعنی انہی لوگوں کے لئے ہے دار آخرت کی فلاح۔ اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس جگہ دار سے مراد دار دنیا ہے اور مراد یہ ہے کہ نیک لوگوں کو اگرچہ اس دنیا میں تکلیفیں بھی پیش آتی ہیں مگر انجام کار دنیا میں فلاح دکامیابی انہی کا حصہ ہوتا ہے۔

آگے اسی عُقْبَى الدَّارِ یعنی دار آخرت کی فلاح کا بیان ہے کہ وہ جَنّٰتُ عَدْنٍ ہونگی جن وہ داخل ہونگے۔ عَدْن کے معنی قیام و قرار کے ہیں مراد یہ ہے کہ ان جنتوں سے انکو کسی وقت نکالا نہ جائے گا بلکہ ان میں ان کا قرار و قیام دائمی ہوگا۔ اور بعض حضرات نے فرمایا ہے کہ عَدْن وسط جنت کا نام ہے جو جنت کے مقامات میں اعلیٰ مقام ہے۔

اسکے آن حضرات کے لئے ایک انعام یہ ذکر فرمایا گیا کہ یہ انعام ربانی صرف ان لوگوں کی ذات تک محدود نہیں ہوگا بلکہ ان کے آباء و اجداد اور انکی بیبیوں اور اولاد کو بھی اس میں حصہ ملے گا شرط یہ ہے کہ وہ صالح ہوں جس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ مسلمان ہوں اور مراد یہ ہے کہ ان لوگوں کے آباء و اجداد اور انکی بیبیوں کا اپنا عمل اگرچہ اس مقام پر پہونچنے کے قابل نہ تھا مگر اللہ کے مقبول بندوں کی رعایت اور برکت سے انکو بھی اسی مقام بلند پر پہونچا دیا جائے گا۔

اسکے بعد دار آخرت میں انکی فلاح اور کامیابی کا مزید بیان ہے

کہ فرشتے ہر دروازہ سے انکو سلام کرتے ہوئے داخل ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمھارے صبر کی وجہ سے تمام تکلیفوں سے سلامتی ہے اور یہ کیسا اچھا انجام ہے دار آخرت کا

احکام و ہدایات مذکورہ آیات میں انسانی زندگی کے مختلف شعبوں کے متعلق خاص خاص احکام و ہدایات آئی ہیں بعض صراحۃً بعض اشارۃً مثلاً :-

(۱) اَلَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ سے ثابت ہوا کہ جو معاہدہ کسی سے کرلیا جائے اسکی پابندی فرض اور اسکی خلاف ورزی حرام ہے، خواہ وہ معاہدہ اللہ و رسول سے ہو جیسے عہد ایمانی یا مخلوقات میں سے کسی سے ہو خواہ مسلمان سے یا کافر سے، عہد شکنی بہرحال حرام ہے

(۲) وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ سے معلوم ہوا کہ اسلام کی تعلیم راہبانہ انداز سے ترکِ تعلقات کی نہیں بلکہ ضروری تعلقات کو قائم اور ان کے حقوق ادا کرنے کو ضروری قرار دیا گیا ہے، ماں باپ کے حقوق اولاد، بیوی، بہن بھائیوں کے حقوق، دوسرے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کے حقوق اللہ تعالیٰ نے ہر انسان پر لازم کئے ہیں انکو نظر انداز کرکے نفلی عبادت میں یا کسی دینی خدمت میں لگ جانا بھی جائز نہیں، دوسرے کاموں میں لگ کر انکو بھلا دینا تو کیسے جائز ہو سکتا ہے۔

صلۂ رحمی اور رشتہ داری کے تعلقات کو قائم رکھنے اور ان کی خبرگیری اور ادائے حقوق کی تاکید قرآن شریف کی بیشمار آیات میں مذکور ہے اور بخاری و مسلم کی حدیث میں بروایت انسؓ مذکور ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اسکے رزق میں وسعت اور کاموں میں برکت عطا فرمادیں تو اسکو چاہیئے کہ صلۂ رحمی کرے صلۂ رحمی کے معنی یہی ہیں کہ جن سے رشتہ داری کے خصوصی تعلقات ہیں

انکی خبرگیری اور بقدر گنجائش امداد و اعانت کرے۔

اور حضرت ابوایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ ایک گاؤں والا اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان پر حاضر ہوا اور سوال کیا کہ مجھے یہ بتلا دیجئے کہ وہ عمل کونسا ہے جو مجھے جنت سے قریب اور جہنم سے دور کر دے۔ آپنے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھیراؤ اور نماز قائم کرو زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو (بغوی)

اور صحیح بخاری میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صلہ رحمی اتنی بات کا نام نہیں کہ تم دوسرے عزیز کے احسان کا بدلہ ادا کردو اور اس نے تمھارے ساتھ کوئی احسان کیا ہے تو تم اس پر احسان کردو بلکہ اصل صلۂ رحمی یہ ہے کہ تمھارا رشتہ دار عزیز تمھارے حقوق میں کوتاہی کرے، تم سے تعلق نہ رکھے تم پھر بھی محض اللہ کے لئے اس سے تعلق کو قائم رکھو اور اس پر احسان کرو۔

رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے اور ان کے تعلقات کو نبھانے ہی کے خیال سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے نسب ناموں کو محفوظ رکھو جنکے ذریعہ تمھیں اپنی رشتہ داریاں محفوظ رہ سکیں اور تم ان کے حقوق ادا کرسکو پھر ارشاد فرمایا کہ صلۂ رحمی کے فوائد یہ ہیں کہ اس سے آپس میں محبت پیدا ہوتی ہے اور مال میں برکت اور زیادتی ہوتی ہے اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔ (یہ حدیث ترمذی نے روایت کی ہے)

اور صحیح مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑی صلۂ رحمی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے انتقال کے بعد ان کے دوستوں سے وہی تعلقات قائم رکھے جو باپ کے سامنے تھے۔

(۳) وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ سے معلوم ہوا کہ صبر کے جو فضائل قرآن و حدیث میں آئے ہیں کہ صبر کرنے والے کو اللہ جل شانہٗ کی

معیت اور نصرت وامداد حاصل ہوتی ہے اور بے حساب اجر و ثواب ملتا ہے وہ سب اسی وقت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے صبر اختیار کیا ہو ورنہ یوں تو ہر شخص کو کبھی نہ کبھی صبر آ ہی جاتا ہے۔

صبر کے اصلی معنی اپنے نفس کو قابو میں رکھنے اور ثابت قدم رہنے کے ہیں جسکی مختلف شکلیں ہیں۔ ایک مصیبت اور تکلیف پر صبر کہ گھبرائے نہیں اور مایوس نہو اللہ تعالیٰ پر نظر رکھے اور امیدوار رہے دوسرے طاعت پر صبر کہ احکام الٰہیہ کی پابندی اگرچہ نفس کو دشوار معلوم ہو اس پر قائم رہے تیسرے معصیت اور برائیوں پر صبر کہ اگرچہ نفس کا تقاضا برائی کیطرف چلنے کا ہو لیکن خدا تعالیٰ کے خوف سے اس طرف نہ چلے۔

(۴) وَأَنْفَقُوا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا خفیہ و علانیہ دونوں طرح درست ہے البتہ افضل یہ ہے کہ صدقاتِ واجبہ، زکوٰۃ صدقۃ الفطر وغیرہ کو علانیہ ادا کرے تاکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی ادائیگی کی ترغیب ہو اور صدقاتِ نافلہ جو واجب نہیں انکو خفیہ ادا کرے تاکہ ریاکاری اور نام ونمود کے شبہ سے نجات ہو

(۵) يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ سے معلوم ہوا کہ ہر برائی کو دفع کرنا جو عقلی اور طبعی تقاضا ہے اسلام میں اسکا یہ طریقہ نہیں کہ برائی کا جواب برائی سے دیکر دفع کیا جائے بلکہ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ برائی کو بھلائی کے ذریعہ دفع کرو جس نے تم پر ظلم کیا ہے تم اس کے ساتھ انصاف کا معاملہ کرو، جس نے تمھارے تعلق کا حق ادا نہیں کیا تم اسکا حق ادا کرو جس نے تم پر غصہ کیا تم اسکا جواب حلم و بردباری سے دو جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ دشمن بھی دوست ہو جائے گا اور شریر بھی آپ کے سامنے نیک بن جائے گا۔

اور اس جملہ کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ گناہ کا بدلہ طاعت سے ادا کرو

کہ اگر کبھی کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً توبہ کرو اور اسکے بعد اللہ تعالیٰ کی عبادت میں لگ جاؤ تو اس سے تمھارا پچھلا گناہ بھی معاف ہو جائے گا۔

حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب تم سے کوئی برائی یا گناہ سرزد ہو جائے تو اسکے بعد تم نیک عمل کرلو اس سے وہ گناہ مٹ جائے گا۔ (رواہ احمد صحیح بسند مظہری) اس نیک عمل کی شرط یہ ہے کہ پچھلے گناہ سے توبہ کر کے نیک عمل اختیار کرے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ کے مقبول اور نیک بندوں کو خود بھی جنت میں مقام ملے گا اور انکی رعایت سے ان کے ماں باپ بیوی اور اولاد کو بھی شرط یہ ہے کہ یہ لوگ صالح یعنی مومن اور مسلمان ہوں کافر نہ ہوں اگرچہ اعمال صالحہ میں اپنے اس بزرگ کے برابر نہ ہوں مگر اللہ تعالےٰ اس بزرگ کی برکت سے ان لوگوں کو بھی اسی مقام جنت میں پہونچا دیں گے جو اس بزرگ کا مقام ہے جیسے دوسری آیت میں مذکور اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ یعنی اپنے نیک بندوں کی ذریت اور اولاد کو بھی انہی کے ساتھ کر دینگے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے ساتھ تعلق خواہ نسب اور قرابت کا ہو یا دوستی کا وہ آخرت میں بھی بشرط ایمان نفع دے گا۔

(۶) سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ سے معلوم ہوا کہ آخرت کی نجات اور درجات عالیہ سب اسکا نتیجہ ہوتے ہیں کہ انسان میں صبر سے کام لے۔ اللہ تعالیٰ اور بندوں کے حقوق کو ادا کرنے اور اسکی نافرمانیوں سے بچنے پر اپنے نفس کو مجبور کرتا رہے۔

أُولٰئِكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْءُ الدَّارِ جس طرح پہلی آیات میں اللہ کے فرماں بردار بندوں کی جزا ریہ ذکر فرمائی ہے کہ انکا مقام جنت میں ہوگا فرشتے ان کو سلام کریں گے اور بتلائیں گے کہ یہ جنت کی دائمی نعمتیں سب تمھارے صبر و ثبات اور فرماں برداری کا نتیجہ ہیں اسی طرح اس آیت میں نافرمان سرکش لوگوں کا انجام بد یہ بتلایا ہے کہ ان پر اللہ کی لعنت ہے یعنی وہ رحمت سے دور ہیں اور انکے لئے جہنم کا ٹھکانا مقرر ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ عہد شکنی اور رشتہ داروں و عزیزوں سے قطع رحمی لعنت اور جہنم کا سبب ہے نعوذ باللہ منہ ۔

---

(۱۲)

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ أُكُلُهَا دَائِمٌ وَّظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ (ترجمہ) جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اسکی کیفیت یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں جاری ہونگی اسکا پھل اور اسکا سایہ دائم رہے گا یہ تو انجام ہوگا متقیوں کا اور کافروں کا انجام دوزخ ہوگا ۔ اکلہا دائم یعنی اسکا پھل ہمیشہ رہیگا کبھی نہ ختم ہوگا ۔ حضرت ثوبان سے مروی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و فرماتے ہوئے سنا کہ اہل جنت میں سے کوئی آدمی جنت کا پھل نہ توڑے گا مگر اسی جیسا اسکی جگہ میں لوٹا دیا جائیگا

و ظلہا یعنی جنت کا سایہ بھی ہمیشہ رہیگا جس طرح دنیا کا سایہ دھوپ مٹ جاتا ہے وہ نہ مٹے گا ۔ حضرت شعیب بن حبحاب کہتے ہیں اور ابوالعالیہ دونوں طلوع شمس سے پہلے باہر نکلے تو ابوالعالیہ نے کہا کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ جنت ایسی ہی ہوگی پھر یہ آیت تلاوت کی وَظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ

(باقی آئندہ)

ایسے حالات میں ہم پر اور قرب و جوار کے برادری و غیر برادری کے افراد پر حق و انصاف کے لئے میدان عمل میں نکلنا ضروری تھا مگر ہم لوگوں نے حق و انصاف سے بے توجہی برتی التفات نہیں کیا جو نہ صرف ہمارے لئے بلکہ پورے معاشرے کے لئے باعث شرم و ندامت ہے۔

ہم پورے خلوص کے ساتھ خدمت اقدس میں نذر عقیدت پیش کرتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں اور احساس ندامت لئے ہوئے پورے یقین و عزم کے ساتھ عہد کرتے ہیں کہ اپنے جذبات و احساسات کو حضرت والا کی مرضی و خوشی پر قربان کر دینگے اور آئندہ ایسی غلطیوں سے محتاط رہنے کی پوری کوشش کرینگے جو طبع خاطر پر بار گذریں اور ناگواری کا باعث ہوں۔ پرزور استدعا ہے کہ حضرت والا ہماری معذرت قبول فرمالیں اور دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم باشندگان بسواڑہ پر اپنا فضل و کرم نازل فرمائیں۔ ایمان کی کمزوریوں کے ساتھ اقتصادی بدحالی اور ذہنی پریشانیوں سے بھی ہمیں نجات ملے۔

خادمان ہم مسلمانان بسواڑہ گھوسی

عبدالقیوم خاں۔ عبدالحکیم خاں۔ محمد مبین خاں۔ حفیظ خاں۔ اقبال احمد۔ وصی اللہ۔ نثار احمد سعید خاں۔ امتیاز احمد خاں۔ علی اوسط خاں۔ سلطان خاں۔ آفتاب احمد خاں۔ نیاز احمد صغیر احمد۔ رستم خاں۔ محمد عثمان۔ انوار الحق خاں۔ عبدالحفیظ خاں۔ احسان اللہ خاں مسیح اللہ خاں۔ رضوان اللہ خان۔ رحمت اللہ خان۔ برکت اللہ خاں۔ صفات اللہ خاں ضیاء الدین۔ جلال الدین۔ ظہور خاں۔ عبدالحق خاں۔ زین الدین۔ نظام الدین توحید خان۔ عطاء اللہ۔ نبی احمد۔ اعجاز احمد۔ محمد الیاس۔ قمر الحق۔ محمد نظیر عبدالحمید۔ ظہیر الحق۔ محمد اویس۔ معین الدین۔ اقبال احمد۔ عبدالوحید حبیب خاں۔ علی احمد۔ عبدالغفار۔ مونس خاں وغیرہم۔

(تحریر منجانب اہل ہرداس پور)

قطب زماں، شبلیٔ دوراں حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

جناب عالی! یہاں کے افسوناک فتنہ و فساد سے جس کے نتیجہ میں حضرت والا کو وطن چھوڑنا پڑا ہم باشندگان ہرداس پور کو انتہائی صدمہ ہوا اگرچہ ہم قلت تعداد اور بے اثری کی وجہ سے فریقین میں رفع نزاع کے لئے کوئی خدمت انجام دینے سے قاصر تھے پھر بھی ہم نے کوشش کی کہ کسی طرح یہاں کا جھگڑا مٹ جائے تاکہ حضرت والا کو فتحپور لانے میں آسانی ہو لیکن ہم نے اپنی بساط کے مطابق کوشش نہ کی اور اس کوتاہی کا سبب عدم خلوص کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے؟ اس لئے ہم دل سے معافی چاہتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ حضرت والا ہم سب کو معاف فرمائیں گے۔ آپ ہمارے اطراف کے چراغ ہیں آپ ہی کی وجہ سے تمام بلاد و امصار میں ہماری عزت ہے۔ بلا آپ کے ہم جسم بے روح ہیں۔ آنجناب کی آمد سے تمام لوگوں کے چہرے سے خوشی کے آثار نمایاں ہیں۔ ننھے بچوں کے چہرے تک فرط انبساط سے کلیوں کی طرح مسکرا رہے ہیں۔ ہر ہر فرد آپ کے دیدار کے لئے بے چین و بیقرار نظر آتا ہے یہاں تک کہ اغیار بھی خوشی سے پھول رہے ہیں۔

آنحضور کے جانے کے بعد نہ آنکھوں نے آپ جیسے ولی اور مقرب بندے کا مشاہدہ کیا نہ کانوں نے آپ جیسا وہ کلام سنا جو دلوں میں پیوست ہو جائے۔ پھر بغیر آپ کے دلوں کو چین کیسے پڑ سکتا تھا۔ بہت سے لوگ آنحضور کی زیارت سے محروم تھے۔ بہت سے اللہ کے بندے بچشم گریاں آنحضرت کو یاد کیا کرتے تھے اور خداوند قدوس کی درگاہ میں آپ کی تشریف آوری کے لئے شکستہ دل دعا کیا کرتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوگوں کی دعاؤ

کو قبول فرمایا۔ اور ہم لوگوں پر آپ کے ورودِ مسعود سے اپنی رحمتوں کا نزول فرمایا ہم لوگ دعا گو ہیں کہ یہ سایۂ رحمت ہم لوگوں پر قائم و دائم رہے۔ آمین۔

حضرت دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو ہمیشہ صحیح راستہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

دستخط کنندگان: ثناء اللہ۔ محمد ظہور۔ عاشق حسین۔ شمس الدین فیاض۔ عبد الغفار۔ علیم الدین۔ محمد فاروق۔ فصیح اللہ۔ ہارون غلام احمد۔ شوکت علی۔ نثار احمد۔ علاؤ الدین۔

ناظرین کے مطالعے میں اہل فتحپور۔ ندوہ سرائے۔ گھوسی۔ ہرداس پور اور اہل کاریا کھ کی تحریریں گذریں جن سے وطن اور اطراف وطن کے لوگوں کی ندامت اور طلب کا اندازہ ہوتا ہے۔

نیز اس سے قبل اصل مجرم شمس الدین کا معافی طلب کرنا اور نہایت اخلاص و لجاجت کے ساتھ حضرت والا سے تشریف بریٔ وطن کی درخواست کرنے کا حال بھی معلوم ہو چکا ہے۔ ادھر حضرت اقدس کی جانب سے موافقین و مخالفین اور اور پھر نہ صرف اپنے بلکہ غیر مسلمین کی خواہش کا اندازہ بھی لگایا گیا اور یہ اسلئے کہ حدیث شریف میں ہے کہ لایلدغ المومن من جُحْرٍ واحد مرتین یعنی مومن کو ایک سوراخ سے دوبار نہیں ڈسا جا سکتا چنانچہ حضرت والا نے جب وطن تشریف لیجانا چاہا تو اس سے قبل معاملہ کو ہر طرف سے دیکھا بھالا اور معلوم کرنا چاہا کہ لوگوں میں آیا خلوص ہے یا محض رسمی طور پر ہی مجھے بلانا چاہتے ہیں۔ بالآخران تمام معاملات سے اندازہ فرمالیا کہ نہ صرف اپنے بلکہ پرائے لوگ یعنی غیر مسلم اور ملاح وغیرہ سب ہی لوگ دل سے خواہشمند ہیں کہ میں وطن آؤں تو پھر سفر کا انتظام شروع فرمایا۔

اپنے قریبی لوگوں میں سے چند حضرات کو خانقاہ الٰہ آباد میں رکھا اور شہر کے

چند معزز حضرات کو سفر میں ساتھ چلنے کے لئے فرمایا چنانچہ ہمراہ جانے والوں میں شاکر حسین خانصاحب۔ وکیل انعام الحق صاحب بلی تھے اور شاہ عبید اللہ صاحب سجادہ نشین دائرہ شاہ محب اللہ صاحب نے بلی فتحپور کا سفر اسی اثناء میں فرمایا۔

راقم عرض کرتا ہے کہ واللہ اعلم مقصود جو کچھ ہو باقی خیال یہی ہوتا ہے کہ حضرت والا نے اہل الہ آباد کو اپنے ہمراہ شاید اسلئے کلی لیا ہو کہ یہاں اہل اہوا نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ حضرت والا گویا نہایت کس مپرسی کی حالت میں وطن ترک کرکے بغرض پناہ لینے الہ آباد تشریف لائے ہیں۔ حضرت کی دور اندیش طبع نے یہ خیال کیا کہ اب اس غلط بات کی زبانی تردید تو اپنا تزکیہ کرنے کے مرادف ہوگا لہٰذا عملی طور پر جواب کی یہ شکل تجویز فرمائی کہ چند معزز حضرات کو جنکا کہ مسلمانو کے ہر طبقہ میں اثر اور رسوخ تھا سفر میں ہمراہ لیا تاکہ وہ خود اپنی آنکھوں سے وہاں کے حالات کا مشاہدہ کریں اور الہ آباد آکر اسکا تذکرہ کریں اس سے خود بخود سابق جھوٹی خبر کی تردید ہو جائے گی اور عوام میں اسکی شہرت دینے والے خود بے وزن ہو جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

راقم الحروف اس سفر میں حضرت والا کے ساتھ نہ تھا لیکن جو لوگ ساتھ گئے تھے نیز وطن کے لوگوں سے جو حالات معلوم ہوئے اس نے شہادت دیگر عداوت کے منہ سے نقاب اٹھا دیا یعنی یہ ثابت کر دیا کہ وہ جو مشہور کیا گیا تھا کہ حضرت والا وطن سے بھاگ کر الہ آباد میں پناہ جُو ہوکر آئے ہیں اسکی بنیاد صرف عداوت تھی جو شہادت کے سامنے بے نقاب ہو گئی۔

لوگوں نے بیان کیا کہ سبحان اللہ حضرت کا یہ سفر کس شان کا تھا اسکا تعلق بس دیکھنے ہی سے تھا۔ کوپا گنج سے لیکر فتحپور تک سفر پالکی سے ہوا بہت سے محبین اور متعلقین پالکی کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے اور آس پاس کے غیر مسلم مرد عورت بچے سب اپنے اپنے گھروں سے نکل کر راستہ پر دو رویہ کھڑے تھے

اپنے طریقہ کے مطابق ہاتھ جوڑکر اور سر جھکا کر حضرت کو سلام کر رہے
ے اور حضرت والا کھڑکی کے قریب ہوکر ہاتھ کے اشارے سے اور
یاہٹ کے ساتھ گویا اسکا جواب دے رہے تھے۔
راستہ میں مئو سے بہت سے حضرات اہل علم ساتھ ہو لئے تھے
لوپا گنج سے بھی بہت سے لوگ جن میں اہل علم حضرات بھی تھے شریک
تھے فتحپور میں وہاں کے لوگ نیز اطراف کے لوگ پہونچ چکے تھے ان سب نے
ت والا کا استقبال کیا اور فتحپور پہونچکر ایک بار پھر مکان آباد ہوگیا اور
اہ بھر گئی۔
فتحپور کے لوگوں نے مہمانوں کی دل وجان سے خاطر کی اور ہر طرح کا
م پہونچایا۔ شمس الدین مرحوم جو اب اپنے پیر بھائی تھے، حضرت والا کے
ہی تھے نہایت تندہی کے ساتھ انتظام میں لگے رہے اور خلوص کے
قہ اپنی خدمات کو پیش کیا۔ چنانچہ اب وہاں کے لیل ونہار جب اس قسم
ہو گئے تو حضرت والا جو صرف ہفتہ عشرہ کا قصد فرما کر تشریف لے گئے تھے
ٹھ وہاں رہ گئے۔
اسی زمانہ میں مولانا عبدالباری صاحب ندوی کا ایک خط حضرت والا
ے نام آیا حضرت نے اسکا یہ جواب مرحمت فرمایا' اسمیں اہل وطن کے استقبال
ھی تذکرہ فرمایا

حضرت مصلح الامتؒ کا خط بنام مولانا عبدالباری صاحبؒ ندوی

' واقعی میں اسوقت فتحپور میں ہوں۔ بظاہر لوگ خوش معلوم
ہو رہے ہیں۔ ان لوگوں نے میرے سب شرائط منظور کر لئے
اسلئے آگیا ہوں۔ آیا تو تھا چند روز کے لئے مگر آنے کے بعد
زمین ہموار نظر آئی اور توقع ہوئی کہ شاید اب لوگ سُنیں اور

قبول کریں اسلئے کچھ قیام زیادہ ہوگیا' اور الہ آباد سے یہاں گرمی کم ہوتی ہے وہاں کی لو اور گرمی کی شدت برداشت سے باہر ہوجاتی ہے اسلئے الہ آباد کے بعض حضرات نے خود یہ کہا کہ گرمی کا زمانہ یہیں گذارو لہٰذا ٹھیر گیا کام کررہا ہوں دعاء فرمائیے۔

اور اصل ہجرت تو یہ ہے المھاجر من ھجر ما نھی اللہ اللہ تعالیٰ اسکی توفیق عطا فرمائیں اور میرا منشا یہی ہجرت تھی جسکا ذکر حدیث میں ہے یفر بدینہ من الفتن اپنے کو فتن سے محفوظ رکھنا' یہ فرار اسی لئے تھا اس فرار سے وہاں بھی کچھ صورت دین کی پیدا ہوگئی اور یہاں لوگوں کی سمجھ درست ہوگئی ۔ اصل بانی فساد کے مطیع ہوگئے۔ انہی لوگوں نے الہ آباد جاکر خلوص سے مع یہاں کے اکابر ہنود اور دیگر اشخاص معززین کے درخواست کی کہ فتحپور چلئے ۔ چنانچہ بمقتضائے اخلاق الٰہی انکی درخواست منظور کی اور نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ جس طرح فتح مکہ میں حضورؐ کا داخلہ مکہ میں ہوا تھا میرا داخلہ فتحپور میں ہوا اس طرح پر کہ راستوں پر عورتیں اور مرد دورویہ استقبال میں کھڑے نظر آتے تھے غرض منظر عجیب دیکھنے کے قابل تھا۔ پہلے مسجد میں داخلہ ہوا تحیۃ المسجد ادا کی اور سب ساتھیوں نے بھی ادا کی اسکے بعد گھر میں داخل ہوکر دو رکعت نماز شکرانہ ادا کی فالحمد للہ علیٰ ذالک ۔

اور خوشی خوشی یہاں ہوں اور کام کررہا ہوں' اہل الہ آباد بھی یہاں آتے ہیں تو یہاں کی فضا سے متاثر ہوکر جاتے ہیں اہل الہ آباد پر بھی یہاں کا اثر خاصا پڑرہا ہے یہ وجہ ہے یہاں

قیام طویل کی آگے اللہ کی مرضی۔ ڈاکٹر صاحب کا حال معلوم ہوا انکی صحت کے لئے دعار کرتا ہوں۔ (غالباً اس سے مراد ڈاکٹر عبدالعلی صاحب ہیں)

وصی اللہ عفی عنہ

وطن کے زمانہ قیام میں سب سے پہلی تحریر اہل وطن کو مخاطب کر کے حضرت والا نے یہ تحریر فرمائی :-

" بعد الحمد والصلوٰۃ و بعد سلام سنت اسلام

تمام ساکنانِ موضع فتحپور خصوصاً اور تمام اہل برادری کی خدمت میں عموماً یا احقر عرض پرداز ہے کہ بہر حال جو یہاں آگیا تو یہ سمجھ کر کہ میرے نہ آنے سے آپ حضرات بلکہ تمام برادری پر نسلاً بعد نسلٍ تاقیامِ قیامت ایک بدنما داغ نفرت و حقارت اور سوء ظنی کا پورے ہندوستان کی طرف سے تمام دیار پر عموماً اور اہل برادری پر خصوصاً باقی رہیگا ورنہ میں تو بہت پہلے معاف کر کے یکسو ہوگیا ہوتا مگر نہ آنے سے جو ظاہری نفاق و تنفر جس کا اوپر ذکر کر چکا ہوں باقی رہتا اور اسوجہ سے آپ لوگ بے وقعت اور سب کی نظر سے گرے رہتے آپ کی یہ مصلحت متقاضی ہوئی دوبارہ آنے کی اور اب آپ حضرات اسکا جواب مرحمت فرمائیں کہ میں آپ حضرات کے بارے میں کیا خیال رکھوں؟ صرف ظاہری آمدورفت سے آپ کا معتقد رہوں اور آپکو اپنا دلی دوست سمجھوں یا تلخ تجربات کے بعد اپنا نظریہ بدلوں اور آپ لوگوں سے خلوص اور اخلاص کا مطالبہ کروں جو کہ اس دورِ فتن میں از بس ضروری اور ناگزیر ہے۔ والسلام"

وصی اللہ عفی عنہ

پھر اس کے بعد اصلاحی طور پر دوسری اس تحریر سے اہل وطن کو مخاطب فرمایا

" بعد الحمد والصلوٰۃ - بخدمت تمام برادرانِ دینی عرض ہے کہ میں نے اسکو بارہا کہا کہ اصلاح انفرادی طور پر ہوا کرتی ہے اجتماعی طور پر جو کچھ کہا سنا جاتا ہے اسکو وعظ و تذکیر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اسکے بعد ہر شخص انفرادی طور پر اپنی اصلاح کرتا ہے اور ان مضامین کو عمل میں لاتا ہے - حضرات علماء کی خدمت وعظ اور تذکیر سے تعلق رکھتی ہے اور صوفیاء کرام کی اصلاح سے نامزدکیجاتی ہے - جب یہ بات سمجھ میں آگئی تو یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ جس سے دین سیکھا جائے اسپر پورا وثوق اور اعتماد ہونا چاہیئے. اس سے بے اعتمادی خاصکر اس سے سوءظنی، مخالفت اور نفرت، اس سے اسکی تعلیم پر وثوق اور اعتماد نہیں باقی رہتا اور جب وثوق واعتماد ہی نہیں رہیگا تو اسکی بات کو ذہن کیسے اخذ کریگا اور اس پر کیسے عمل کریگا. ہم کھلی آنکھوں مشاہدہ کرتے ہیں کہ جن کے پاس لوگ آمدورفت رکھتے ہیں ان سے باوجود اسکے سوءظن اور انحراف رکھتے ہیں یہی وجہ ہے ہماری محرومی کی عام طور پر - اور جنہیں کچھ عقیدت کا حصہ ہے وہ اس کی برکت سے کامیاب نظر آتے ہیں - یہ بنیادی اصول ہے کام کرنے کا اسکے بغیر سوائے نام ونمود اور صورت ظاہری کے اصل اور حقیقت سے کچھ سروکار نہیں - وما علینا الا البلاغ

وصی اللہ عفی عنہ

(عہد: چغلخور سے تعلق قطع کردیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ جو کوئی ہمارے سامنے کسی مسلمان کا عیب بیان کرے اسکے مقابلہ میں قطع تعلق کی تلوار (میان سے) باہر نکالے رکھیں چاہے کوئی کیوں نہو۔ اس عہد میں آجکل اکثر لوگ کوتاہی کرتے ہیں انکو خبردار ہو جانا چاہیئے۔ اور جو کوئی دوسروں کی باتیں ہم تک بیان کرے اسکو نکال دینا چاہیئے کیونکہ وہ (عیب جو اور) چغلخور ہے اور چغلخور سب آدمیوں سے بدتر ہے۔ چنانچہ یہ بات شریعت میں صراحۃً مذکور ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ میرے سامنے بھلائی کے سوا میرے دوستوں کی کوئی بات نہ پہونچاؤ کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تمھارے پاس صاف دل ہو کر آیا کروں (کہ میرے سینہ میں کسی سے کدورت نہ ہو ؎

کفر در طریقت ما کینہ داشتن   آئین ماست سینہ چو آئینہ داشتن)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی صحبت میں جب کوئی رہنا چاہتا تو آپ اس سے یہ شرط لیا کرتے کہ میرے سامنے کسی کی غیبت نکرنا۔ مگر عزیزمن! چغلخور اور غیبت کرنے والے سے قطع تعلق چپکے سے آہستہ آہستہ کرنا چاہیئے یہانتک حق تعالیٰ خود ہی اسکو تم سے دفع کردیں کیونکہ ایسا آدمی بہت ہی برا رفیق ہے (مگر قطع تعلق کی ضرورت وہاں ہے جہاں اپنا زور نہ ہو اور جس پر اپنا زور ہو مثلاً شاگرد و مرید وغیرہ اسکے ساتھ اس طرح برتاؤ کرنا چاہیئے کہ پہلے اس سے یہ شرط کرلو کہ ہمارے سامنے کسی کی غیبت و عیب جوئی نکرنا اگر اسکے بعد بھی وہ خلاف ورزی کرے تو سختی سے منع کرو پھر بھی اس پر جرأت کرے تو سزا دو جب کسی طرح امید اصلاح نہو تو نکالدینا چاہیئے۔ اور اجنبی آدمیوں سے غیبت کے وقت خود علٰحدہ ہو جاؤ اور دوسرے وقت نرمی سے نصیحت کردو اگر توبہ کرلے تو قطع تعلق کی ضرورت

نہیں ورنہ تدبیر سے اسکو اپنے سے علیٰحدہ کردو) کیونکہ انسان کے لئے اپنے ہی گناہ بہت ہیں تو کیسا (برا آدمی) ہے جو دوسروں کے گناہ ہمارے اوپر لادنا چاہتا ہے (کیونکہ جس طرح غیبت کرنے والے کے اوپر دوسروں کے گناہ لادے جاتے ہیں غیبت سننے والے پر بھی اسکے گناہ ڈالے جاتے ہیں اور میں اس وقت اپنے دوستوں میں اس عہد پر پختگی کے ساتھ عمل کرنیوالا بجز برادر بزرگ محمد خطیب شربینی اور شیخ زین العابدین ابن شیخ عبید البلقی کے کسی کو نہیں جانتا خدا تعالیٰ دونوں سے راضی رہے میں جب تک انکے پاس رہا کبھی یاد نہیں پڑتا کہ انھوں نے کسی کی غیبت کی ہو یا سنی ہو۔ حق تعالیٰ ہمیشہ ان پر خیر و برکت نازل فرماتے رہیں اور سب دوستوں کو ان سے نفع پہونچائیں۔

عہد۸: مجاہدہ نفس کو علوم زائدہ پر مقدم کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ریاضت و مجاہدۂ نفس میں مشغول ہونیکو علوم زائدہ میں بے ضرورت مشغول ہونے پر مقدم کریں (بھلا) جو شخص مدرس یا مفتی بنا ہوا ہو اسکے لئے یہ کتنی نازیبا حالت ہے کہ شروع نماز سے لیکر اخیر تک خدا کے سوا دوسری چیزوں کا خیال اسکے دل میں آتا رہے۔ شارع علیہ السلام نے نماز میں خدا سے غافل ہونے کی کسی کو اجازت نہیں بجز اس شخص کے جو کہ ریاضات و مجاہدات نفس سے عاجز ہو گیا ہو تو جو اس پر قدرت رکھتا ہو اس پر واجب ہے کہ پروردگار عزوجل کے سامنے کھڑے ہونے کی قابلیت و صلاحیت اپنے اندر پیدا کرے (مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ جب تک صلاحیت نہ پیدا ہو نماز ہی نہ پڑھے کیونکہ نماز چھوڑ کر حق تعالیٰ کا حضور پیدا ہی نہ ہوگا اور جو پیدا بھی ہوا تو اس حضور کی خدا تعالیٰ کو ضرورت نہیں جو اسکے احکام کی مخالفت سے پیدا ہو بلکہ اسکی صورت یہ ہے کہ نماز بھی پڑھتا رہے اور اس میں حسب تعلیم مشائخ حضور کی کوشش بھی کرتا رہے رفتہ رفتہ حضور کامل پیدا ہو جائے گا) اور جو شخص تمام آداب

شرعیہ میں تامل کرے گا اسکو معلوم ہوگا کہ تمام احکام اور آداب شرعیہ اسی بات کا وسیلہ ہیں کہ بندہ اپنے خدا کے سامنے کھڑے ہونے کے لائق ہو جائے اسکے سوا اور کچھ مقصود نہیں (مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر یہ مقصود یعنی حضور قلب کسی اور طریقہ سے حاصل ہو جائے تو نماز وغیرہ کی ضرورت نہ رہیگی ہرگز نہیں کیونکہ حق تعالیٰ کو منظور یہ ہے کہ ان قیود اور شرائط کے ساتھ حضور پیدا کرو تو انکو چھوڑ کر جو حضور پیدا ہوگا وہ خدا کے یہاں مقبول نہیں اسی وجہ سے عارفین نے فرمایا ہے کہ آنکھیں بند کر کے نماز میں اگر حضور کامل ہوتا ہو تو اس سے وہ ناقص حضور افضل ہے جو آنکھیں کھولنے میں ہوتا ہے کیونکہ اس میں اتباع سنت ہے اور اس میں مخالفت سنت۔ پس دونوں میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ غرض تمام آداب شرعیہ سے حضور ہی مقصود ہے مگر ان آداب کے ساتھ ہی مقصود ہے ان کے بغیر نہیں جس طرح سلاطین دنیا کے دربار میں حاضر ہونے کے لئے علاوہ قلبی تعظیم وغیرہ کے کچھ ظاہری آداب بھی ہوتے ہیں کہ انکا بجا لانا ہر درباری پر ضروری ہوتا ہے اگر ان میں کوتاہی کرے گا تو بے ادب گستاخ شمار ہوکر دربار سے نکال دیا جاتا ہے کیونکہ اگرچہ اسکے دل میں بادشاہ کی کیسی ہی عظمت ہو مگر دوسروں کی نظر میں تو اس نے بادشاہ کو لائق تعظیم ظاہر نہ کیا۔ اسی طرح دربار خداوندی میں حاضر ہونے کے لئے کچھ ظاہری آداب نماز کی صورت وضو وغیرہ بھی ہیں کہ ان آداب کے بغیر وہ دل کی حاضری بھی معتبر نہیں ہوتی مگر اس میں کچھ شک نہیں کہ اصل مقصود حضور قلب ہی ہے اور ظاہری آداب کا مرتبہ اسکے بعد ہے لیکن ضروری سب ہیں) پس ہر شخص کو لازم ہے کہ ایسے لوگوں (سے ملنا) چھوڑ دے جو خدا تعالےٰ کے ادب میں سستی اور (کوتاہی) کرتے ہیں اور (بہانہ کرکے) یہ کہدیتے ہیں کہ اس (ادب) کا چھوڑنا بھی تو جائز ہے کیا انسان کو بلا خشوع و خضوع کے نماز پڑھنا (اس حالت میں) جائز ہو سکتا ہے جب کہ اسکو یہ بھی اندیشہ ہے کہ اس سے دین کو ضرر پہونچیگا اور (ان لوگوں کو چھوڑ کر)

خشوع وخضوع والوں سے ملتا رہنا اور ان کے پاس اٹھتا بیٹھتا رہنا چاہیئے کہ اسکی بدولت انشاءاللہ تعالیٰ اسکو خشوع (پیدا ہونے میں امداد واعانت ملیگی خلاصہ یہ کہ ہر شخص کے ذمہ تکمیل عبادت کے لئے اس حد تک ریاضت اور مجاہدۂ نفس واجب ہے کہ حق کا حضور اسکو بلا تکلف ایسا حاصل ہو جائے کہ طبیعت ثانیہ عہ بنجائے۔ ویسا حضور نہ ہو جیسا کہ بعض وہمیوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ نماز میں

عہ: آجکل بہت سے علماء ظاہری خشک اسمیں کلام کیا کرتے ہیں کہ تصوف کوئی ضروری چیز نہیں بلکہ بعض تو اسکو بدعت تبلاتے ہیں اسلئے اس مقام پر قدرے بسط کے ساتھ تحقیق کا پہلو ملحوظ رکھکر کلام کیا جاتا ہے حقیقت یہ ہے کہ تصوف نام ہے تعمیر الظاہر والباطن کا یعنی اپنے ظاہر و باطن کو آراستہ ومعمور کرنا۔ ظاہر کو اعمال جوارح ضروریہ سے اور باطن کو عقائد حقہ واخلاق باطنہ سے مثل اخلاص وشکر وصبر وزہد وتواضع جنکے ضروری ہونے میں کسی کو کلام نہیں ہو سکتا۔ آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ سے انکی ضرورت ثابت ہے انکا حاصل کرنا تو ہر مسلمان کے ذمہ فرض عین ہے آجکل بڑی غلطی یہ ہو رہی ہے کہ لوگوں نے شریعت کو صرف اعمال ظاہری کا مجموعہ سمجھ لیا ہے اخلاق باطنی کا حاصل کرنا ضروری نہیں جانتے حالانکہ تمام قرآن میں اخلاص وصبر وشکر ورضا وغیرہ اخلاق حمیدہ کے حاصل کرنے کا امر اور حسد وتکبر وریار اور عجب وغیرہ اخلاق رذیلہ کی ممانعت بکثرت وارد ہوئی ہے جب قرآن میں ان چیزوں کے احکام بھی مذکور ہیں تو یہ شریعت سے باہر کیونکر ہو سکتی ہیں؟ انہی چیزوں کے حاصل کرنے کا طریقہ تصوف کہلاتا ہے اور اسقدر تصوف تو ہر شخص کے ذمہ فرض علامہ شعرانی رحمۃ عہد محمودیہ کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں وکذالک اجمع اهل الطريق على وجوب اتخاذ الانسان له شيخا يرشدہ الى زوال تلك الصفات التى تمنعه من دخول حضرة الله تعالىٰ بقلبه لتصح صلاته من باب مالا يتم الواجب الا به فهو واجب ولاشك ان علاج الامراض الباطنة من حب الدنيا والكبر والعجب والرياء والحسد والحقد والغل والنفاق ونحوها كله واجب كما تشهد له الاحاديث الواردة فى تحريم هذه الامور والتوعد بالعقاب عليها فعلم ان كل من لم يتخذ له شيخا يرشده الى الخروج من هذه الصفات فهو عاص لله تعالیٰ ۱۲

ن تعالیٰ کا حضور حاصل کرنا چاہتے ہیں اور اس پر قدرت نہیں پاتے تو بار بار ہوا میں
قوں کو جھٹکتے اور سینے پر دھرتے ہیں مگر پھر بھی حضور حاصل نہیں ہوتا تو بات یہ ہے
دہ یوں چاہتے ہیں کہ ریاضت اور مجاہدہ کا تمام راستہ خلاف قاعدہ ایک لمحہ

سولہ صلی اللہ علیہ وسلم لانہ لا یھتدی لطریق العلاج بغیر شیخ ولو حفظ
ن کتاب فی العلم فھو کمن یحفظ کتابا فی الطب ولا یعرف یتنزل الدواء
لی الداء فکل من سمعہ و ھو یدرس فی الکتاب یقول انہ طبیب عظیم
من رآہ حین یسأل عن اسم المرض وکیفیۃ ازالتہ قال انہ جاھل
تخذ لک یا اخی شیخا واقبل یضحی وایاک ان تقول طریق الصوفیہ
م یأت بھا کتاب ولا سنۃ فانہ کفر فانھا کلھا اخلاق محمدیۃ سدادھا
لحمتھا اعلم ان کل من رزقا اللہ تعالی السلامۃ من الامراض الباطنۃ
السلف الصالح والائمۃ المجتھدین فلا یحتاج الی شیخ بل الانسان
لی نفسہ بصیرۃ۔ ترجمہ: اسی طرح اہل طریق کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر شخص کو کسی ایسے شیخ کا
من پکڑنا واجب ہے جو ان صفات رذیلہ کے زائل کرنے کا طریقہ بتلائے جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے
نے حضور قلب کے ساتھ حاضر ہونے سے روکتی ہیں تاکہ اسکے لئے اسکی نماز وغیرہ درست ہو جائے
ذکہ یہ قاعدۂ مسلمہ ہے کہ جس چیز کے بغیر واجب پوری طرح ادا نہ ہو سکے وہ بھی واجب ہو جاتی ہے
ذ شیخ کا دامن پکڑنا بھی واجب ہوگا کیونکہ اسکے بغیر حضور قلب نصیب نہیں ہو سکتا) نیز اسمیں
ئی شک نہیں امراض باطنہ جیسے حب دنیا۔ کبر۔ عجب۔ ریا و حسد۔ کینہ بغض و نفاق وغیرہ ان
ب کا علاج واجب ہے چنانچہ جن احادیث میں انکی حرمت اور ان پر عذاب کی دھمکی وارد ہے
اس بات کی شاہد ہیں اکہ انکا معالجہ واجب و ضروری ہے تو معالج کی تلاش اور اس کا
باع بھی ضروری ہوگا) پس معلوم ہوا کہ جس نے کسی کو اپنا مرشد نہیں بنایا جو ان صفات سے
کلنے کا راستہ اسکو بتلائے وہ خدا تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے کیونکہ وہ
ن امراض کے علاج کا راستہ بدون شیخ کے ہرگز نہیں پا سکتا اگرچہ ہزاروں کتابیں علم کی یاد کرلے

میں خلاف قاعدہ طے کرجائیں اور یہ کبھی نہیں ہوسکتا اسکو خوب سمجھ لو اور عمل کرو خدا تعالیٰ تمکو ہدایت دے۔

(عہد ۹: ختنہ وغیرہ کی تقریب میں نہ جایا کریں)

اسکی ایسی مثال ہوگی جیسے کوئی طب کی کتاب حفظ کرلے مگر مرض کے مناسب دوا کا استعمال نہ جانتا ہو تو کوئی کتاب پڑھاتے ہوئے اسکی باتیں سنے گا وہ تو کہیگا یہ بڑا طبیب ہے اور جس نے اسکو ایسے وقت دیکھا ہو جبکہ اس سے کسی مرض کا نام اور اسکے ازالہ کا طریقہ دریافت کیا گیا ہو اور وہ کچھ بھی نہ بتلا سکا ہو) وہ کہیگا کہ وہ پورا جاہل ہے اسکو طب سے مَس بھی نہیں۔ پس عزیز من! کسی کو اپنا شیخ بنا لو اور میری نصیحت قبول کرو اور خبردار یہ کبھی مت کہنا کہ طریقۂ صوفیہ نہ کتاب اللہ سے ثابت ہے نہ حدیث رسول ؐ سے کیونکہ یہ بات کفر ہے۔ درحقیقت طریقہ، تصوف تمامہٗ اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا مجموعہ ہے اسکا تانا بانا ظاہر و باطن سب اسی سے ماخوذ ہے (اور اگر تم کو اس شبہ ہو کہ صحابہؓ و تابعینؒ کے زمانہ میں تو یہ طریقہ نہ تھا تو) جان لو کہ جن لوگوں کو حق تعالےٰ نے امراض باطنہ سے سلامتی عطا فرمائی ہے جیسے حضرات سلف صالحین اور ائمہ مجتہدین ایسے لوگوں کو شیخ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ ہر شخص اپنی حالت کو خود جانتا ہے (جسکو ان امراض سے سلامتی نصیب اسکو اب بھی شیخ کی ضرورت نہیں اور مبتلائے امراض ہو تو شیخ کا دامن پکڑنا ضروری ہے)۔

اس عبارت سے معلوم ہوگیا کہ تصوف کا ایک درجہ یعنی بُرے اخلاق کی اصلاح اور اچھے اخلاق کی تحصیل یہ تو ضروری اور فرض ہے اسکے بعد ایک دوسرا درجہ ہے وہ مستحب ہے وہ یہ کہ ضروری اعضاء کو علاوہ ضروری طاعات کے غیر ضروری طاعات نوافل وغیرہ میں مشغول کرنا اور باطن کو دوام ذکر اللہ میں منہمک کردینا یہ مرتبہ درحقیقت مستحب ہے مگر بعض وجوہ سے یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ حضرت حکیم الامت مجدد مائۃ حاضرہ لازالت برکاتہٗ علینا ماترہ رسالۂ تکشّف میں حقیقت طریقت واضح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

(خلاصۂ سلوک) (۱) نہ اس میں کشف و کرامت ضروری ہے (۲) نہ قیامت میں بخشوانے کی ذمہ داری ہے (۳) نہ دنیا کی کاربراری کا وعدہ ہے (۴) نہ تصرفات لازم ہیں کہ

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ختنہ یا شادی وغیرہ کی تقریب میں شریک ہونے کے لئے کسی کی درخواست منظور نہ کیا کریں بالخصوص اگر ہم علماء و صلحاء کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں (جب تو ہرگز ایسی تقریبات میں نہ جایا کریں)

ر کی توجہ سے مرید کی ازخود اصلاح ہوجائے اسکو گناہ کا خیال ہی نہ آئے خود بخود عبادت کے کام تے رہیں (۵) نہ ایسی باطنی کیفیات پیدا ہونے کی کوئی میعاد ہے کہ ہر وقت یا عبادت کے وقت ت میں سرشار رہے عبادت میں خطرات ہی نہ آئیں ایسی محویت ہو جائے کہ اپنی پرائی کچھ خبر ہی رہے (۶) نہ ذکر و شغل میں انوار وغیرہ کا نظر آنا یا کسی آواز کا سنائی دینا ضروری ہے (۷) نہ عمدہ عمدہ ابوں کا نظر آنا یا الہامات کا صحیح ہونا لازمی ہے بلکہ اصل مقصود حق تعالیٰ کا راضی کرنا ہے جسکا ذریعہ شریعت کے حکموں پر پوری طور سے چلنا ہے۔ ان حکموں میں بعضے متعلق ظاہر کے ہیں جیسے نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ اور جیسے نکاح و طلاق و اداے حقوق زوجین و قسم و کفارۂ قسم اور جیسے لین دین ہردی مقدمات و شہادت و وصیت و تقسیم ترکہ وغیرہ اور جیسے سلام و طعام و کلام و منام و قعود و یام و مہمانی و میزبانی وغیرہ ان مسائل کو علم فقہ کہتے ہیں۔ اور بعضے متعلق باطن کے ہیں جیسے خدا سے ۔بت رکھنا، خدا سے ڈرنا، خدا کو یاد رکھنا، دنیا سے محبت کم ہونا، خدا کی مشیت پر راضی رہنا، حرص نا، عبادت میں دل کا حاضر رکھنا، دین کے کاموں کو اخلاص سے کرنا، کسیکو حقیر نہ سمجھنا، خودپسندی ۔صہ کو ضبط کرنا وغیرہ ان اخلاق کو سلوک کہتے ہیں اور مثل احکام ظاہری کے ان احکام باطنی پر عمل کرنا ھی فرض و واجب ہے نیز ان باطنی خرابیوں سے اکثر ظاہری اعمال میں بھی خرابی آجاتی ہے۔ جیسے ۔دا کی محبت کم ہونے سے نماز میں سستی ہوگئی یا جلدی جلدی بلا تعدیل ارکان پڑھ لی گئی یا بخل سے زکوٰۃ اور حج کی ہمت نہ ہوئی یا کبر و غلبہ غضب سے کسی پر ظلم ہوگیا، حقوق تلف ہوگئے وغیرہ وغیرہ اور اگر ان ظاہری اعمال میں احتیاط بھی کیا جائے تب بھی جب تک نفس کی اصلاح نہیں ہوتی وہ احتیاط چند روز سے زیادہ نہیں چلتی پس نفس کی اصلاح ان دو سبب سے زیادہ ضروری ٹھیری لیکن ۔ باطنی خرابیاں ذرا سمجھ میں کم آتی ہیں اور جو سمجھ میں آتی ہیں انکی درستی کا طریقہ کم معلوم ہوتا ہے اور جو معلوم بھی ہوتا ہے تو نفس کی کشاکشی سے اسپر عمل مشکل ہوتا ہے ان ضرورتوں سے پیر کامل کو

لیکن اگر کوئی ایسی مصلحت ہو جس سے جانے کو نہ جانے پر ترجیح ہو جائے (تو شرکت میں مضائقہ نہیں مثلاً ہمکو یہ امید ہو کہ ہماری شرکت سے خرافات اور رسوم میں کمی ہو جائیگی تو ایسی صورت میں شرکت کرنے کو ترجیح ہو گی)

تجویز کیا جاتا ہے کہ وہ سمجھکر آگاہ کرتا ہے اور انکا علاج و تدبیر بھی بتلاتا ہے اور نفس کے اندر درستی کی استعداد اور ان معالجات میں سہولت اور تدبیرات میں قوت پیدا ہو سکنے کے لئے کچھ اذکار و اشغال کی بھی تعلیم کرتا ہے اور خود ذکر اپنی ذات میں بھی عبادت ہے۔ پس سالک کو دو کام کرنے پڑتے ہیں ایک ضروری کہ احکام شرعیہ ظاہریہ و باطنیہ کی پابندی ہے دوسرا مستحب کہ کثرت سے ذکر کرنا ہے۔ پابندی احکام سے خدا تعالیٰ کی رضا و قرب اور کثرت ذکر سے زیادت رضا و قرب حاصل ہوتا ہے۔ یہ خلاصہ ہے سلوک کے طریق اور مقصود کا۔ اھ

اب اس بیان کے بعد کوئی بتلائے کہ تصوف ضروری چیز ہے یا نہیں؟ اور جو لوگ اسکو بدعت بتلاتے ہیں انھوں نے ذکر وغیرہ کی خاص ہیئت اور ترکیب کو تصوف کا مقصود سمجھ لیا ہے یا بعض مسائل مثلاً وحدۃ الوجود کی تحقیق میں تصوف کو منحصر خیال کر رکھا ہے حالانکہ طریقہ ذکر و شغل وغیرہ مثل طبی معالجات کے بتلائے جاتے ہیں نہ وہ عبادت سمجھے جاتے ہیں نہ مقصود اور مسائل کی زبانی تحقیق کو تصوف کو کوئی بھی تعلق نہیں بلکہ در اصل وہ حالات ہیں جو سالک کو پیش آتے ہیں کبھی سالک کی تسلی کے لئے زبانی بھی انکو بتلا دیا جاتا ہے تصوف کے تمام اصول و فروع وغیرہ قرآن و حدیث میں موجود ہیں جنکو تحقیق مطلوب ہو رسالہ "حقیقۃ الطریقۃ من السنۃ الانیقۃ" و رسالہ "مسائل السلوک من کلام ملک الملوک" مصنفہ حضرت حکیم الامۃ دام فیضہم ملاحظہ کریں۔ پس تصوف کی ضرورت اور اسکا ہر طرح مطابق سنت ہونا معلوم کرکے ہر مسلمان پر اسکے ضروری حصہ کا حاصل کرنا واجب ہے اور اسکے لئے یہ بہانہ نہیں کیا جا سکتا کہ ہمکو اسکے لئے فراغت ملتی نہیں کیونکہ اولاً تو ضروری اور واجب کام کے لئے دوسرے مشاغل کا کم کرنا عقلاً لازم ہے دوسرے بحمد اللہ اس زمانہ میں حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ دامت برکاتہم نے اس راستہ کو ایسا صاف و سہل بنا دیا ہے کہ کم فرصت اور کم ہمت حضرات بھی کامیاب ہو سکتے ہیں (بقیہ ماہ اگست کے رسالہ میں)

حضرت فقیہ ابو اللیث ثمرقندیؒ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں اور وہ اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا اور تمام مخلوق ایک چٹیل میدان میں جمع ہوگی جن بھی اور انسان بھی اور سب امتیں گھٹنوں کے بل صف باندھے کھڑی ہونگی اسوقت ایک منادی ندا کرے گا کہ تم سب لوگوں کو آج معلوم ہو جائیگا کہ اصحاب کرم کون لوگ ہیں۔ اچھا جو لوگ دنیا میں اللہ تعالےٰ کی حمد ہر حال میں کرتے والے تھے وہ کھڑے ہو جائیں پس وہ لوگ کھڑے ہو جائیں گے اور جنت کی جانب روانہ کر دیئے جائیں گے پھر دوسری بار یہ ندا دی جائیگی کہ تم لوگ" اصحاب کرم کو جان لوگے" اچھا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جو اپنے پہلو کو خواب گاہ سے جدا کئے رکھتے تھے اور اپنے رب سے امید و بیم کی حالت میں دعا مانگتے تھے اور جو کچھ ہم نے دیا تھا اس میں سے کچھ اللہ کے نام پر خرچ کرتے تھے پس وہ لوگ کھڑے ہونگے اور جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

پھر تیسری بار ندا دی جائیگی کہ آج کے دن تم لوگ" اہل کرم کو جان لوگے" اچھا وہ لوگ کھڑے ہو جائیں جنھیں تجارت اور بیع اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے غافل نہیں کرتی تھی وہ بھی کھڑے ہونگے اور جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔

جب یہ تینوں جماعتیں اپنے ٹھکانے پر پہونچ جائینگی تو جہنم سے ایک گردن نکلے گی جو اولاً سب مخلوق کو دیکھے گی اسکے دو دیکھنے والی آنکھیں ہونگی اور بولنے والی زبان ہوگی چنانچہ وہ کہیگی کہ تین قسم کے لوگ میرے حوالے کئے گئے ہیں ایک تو ہر جبار جو سرکش ہو یہ کہکر وہ لوگوں کی صفوف میں سے اس وصف کے لوگوں کو اس طرح سے اچک لیگی جیسے چڑیا تل کا دانہ چگ لیتی ہے اور انکو اٹھا کر جہنم میں ڈال دے گی۔

پھر دوبارہ وہ گردن نکلے گی اور کہیگی کہ میرے حوالے وہ لوگ بھی کئے گئے ہیں جو اللہ و رسول کو ایذا دیا کرتے تھے یہ کہکر ایسے لوگوں کو صف میں سے اچک کر جہنم ڈالدیگی۔ پھر سہ بارہ وہ گردن نکلے گی اور ابوالمنہال راوی کہتے ہیں شاید یہ کہیگی کہ تصویر بنانے والے میرے حوالے کئے گئے چنانچہ انکو چن کر دوزخ میں ڈالوں گی جب یہ تینوں بھی اپنے ٹھکانے لگ جائیں گے تو پھر پروانہ نشر کیا جائے گا اور میزان کھڑی کیجائیگی اور مخلوق کو حساب کے لئے بلایا جائے گا (راقم کہتا ہے کہ گویا یہاں تک کا معاملہ تو بے حساب ہوگا اول تین بلا حساب جنت میں اور آخر کے تین جہنم میں جائیں گے اور پھر حساب ہوگا)

بیان کیا جاتا ہے کہ ابلیس لعنہ اللہ پہلے زمانہ میں لوگوں کو نظر آیا کرتا تھا ایک شخص نے اس سے پوچھا کہ اے ابو مُرّہ! یہ بتا کہ میں کونسا عمل کروں کہ تجھ جیسا بن جاؤں؟ اس نے کہا تیرا ناس ہو مجھ سے آجتک کسی نے یہ سوال نہیں کیا جو تو نے کیا ہے آخر تو نے کیسے یہ چاہا؟ اس شخص نے کہا بس مجھکو یہ بات پسند ہی ہے۔ ابلیس نے کہا کہ بھائی اگر تم مجھ جیسا ہونا ہی چاہتے ہو تو نماز میں سستی کرو اور ہر بات میں قسم کھاؤ بلا اس خیال کے کہ تم سچ کہہ رہے ہو یا جھوٹ۔ اس شخص نے کہا میں نے تو اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ میں نماز ترک نہیں کروں گا اور قسم بھی نہیں کھاؤں گا (پھر اب کیا کروں) ابلیس نے کہا اجی سوا تمھارے اس کا حیلہ مجھ سے کسی اور نے نہیں پوچھا۔ دیکھو میں نے بھی تو اللہ تعالیٰ سے عہد کیا ہے کہ کسی آدمی کی خیرخواہی نہیں کرونگا (لہٰذا تم بھی مجبور رہو اور اور میں بھی مجبور رہوں)

حضرت ابوالدرداؓ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ اللہ کے بندوں میں سے اللہ کے نزدیک اکرم وہ لوگ ہیں جو چاند و سورج پر نگاہ رکھیں

(اوقات نماز دریافت کرنے کے لئے) لوگوں نے پوچھا اے ابوالدردا وہ کون لوگ ہیں؟ مؤذن لوگ؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں، مسلمانوں میں سے جو کبھی نماز کے اوقات معلوم کرنے کے لئے ان پر نظر رکھے سب اسمیں داخل ہیں۔

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا ذریعہ ہے اور فرشتوں کی محبت کا سبب ہے، حضرات انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے، معرفت کا نور ہے۔ ایمان کی اصل ہے، دعاء کی اجابت ہے۔ اعمال کی قبولیت ہے رزق کی برکت ہے کی راحت ہے۔ دشمن کے مقابلہ میں سلاح ہے۔ شیطان کے لئے زہر ہے۔ انسان کے لئے ملک الموت کے سامنے شفیع ہے۔ مردہ کیلئے قبر کا چراغ ہے اسکے نیچے کا بستر ہے۔ منکر و نکیر کے سوالات کا جواب ہے اور قیامت تک قبر میں اپنے صاحب کی تنہائی میں مونس و مددگار نیز قیامت میں اس پر سایہ کئے رہے گی اسکے سر کا تاج ہوگی۔ اسکے سر کا تاج ہوگی۔ اسکے بدن کا لباس ثابت ہوگی اور نور بنکر اسکے آگے آگے چلے گی۔ نمازی کے اور دوزخ کے مابین آڑ ہوجائیگی۔ اللہ تعالےٰ کے یہاں مؤمنین کے لئے حجت ہوجائیگی اسلئے کہ نماز نام ہے تسبیح کا تحمید کا، تقدیس کا اور تعظیم کا، اسمیں قرأۃ ہوتی ہے۔ دعاء ہوتی ہے۔ چنانچہ سب اعمال سے بڑھکر وقت وقت سے نماز کا پڑھنا ہے

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلی وہ چیز جسکا بندہ سے قیامت میں حساب لیا جائے گا وہ نماز ہوگی اگر اسکو ٹھیک طریقہ سے ادا کیا ہے تو بقیہ سارا حساب اس پر آسان ہوجائے گا اور اگر اس میں کچھ کمی اور نقصان کیا ہوگا تو اللہ تعالےٰ

فرشتوں سے فرمائیں گے کہ میرے بندے کے کچھ نفلی چیزیں ہیں اس سے اسکے فریضہ کو پورا کر لو اگرچہ وہ سب ختم ہو جائیں۔

کہا گیا ہے کہ جو شخص نماز پنجگانہ باجماعت پر مداومت کرے تو اللہ اسکو پانچ خصلتوں سے نوازیں گے، ایکؔ یہ کہ اس سے ضیق عیش ختم فرمادینگے دوسرؔے یہ کہ اس سے عذاب قبر اٹھا لیا جاوے گا۔ تیسرؔے یہ کہ اس کا اعمال نامہ اسکے داہنے ہاتھ میں دیا جاوے گا۔ چوتھےؔ یہ کہ وہ پل صراط پر سے مانند براق کے گذر جاوے گا۔ پانچویں یہ کہ وہ جنت میں بلا حساب کے داخل کیا جاوے گا۔

اور جو شخص فرض نمازوں کو جماعت سے پڑھنے میں سستی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بارہ خصلتوں کے ذریعہ اسکو سزا دیتے ہیں۔ تین دنیا میں، تین موت کے وقت، تین قبر میں، تین قیامت میں۔ دنیا میں تین یہ ہیں کہ اسکی کمائی اور رزق کی برکت سلب کرلی جاتی ہے اور اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ اسکے چہرے سے بھلائی کی نشانی کھینچ لی جاتی ہے اور وہ بے رونق ہوکر لوگوں کے قلوب میں مبغوض ہوجاتا ہے۔ اور موت کے وقت یہ کہ اسکی جان بھوک اور پیاس کی حالت میں نکالی جاتی نزع اس کا شدید ہوتا ہے اور قبر کی یہ کہ منکر نکیر کا سوال سخت ہوگا۔ قبر تاریک پائے گا اور اسکی تنگی کی تکلیف الگ ہوگی اور قیامت والی یہ کہ حساب سخت ہوگا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی الگ ہوگی جہنم کی جو سزا ہوگی وہ تو ہوگی ہی۔ حضرت ابو ذرؓ سے بھی اسی طرح روایت ہے

حضرت مجاہد سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عباسؓ کے پاس آیا اور کہا کہ اے ابن عباس! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو شب کو تہجد پڑھتا ہو دن کو روزہ رہتا ہو مگر جمعہ اور جماعت میں شریک نہ ہوتا ہو اور اس حال میں اسکو موت ہوجائے اسکا کیا حشر ہوگا؟

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ وہ دوزخ میں جائیگا۔ اسی طریقہ سے وہ شخص حضرت ابن عباس سے ایک مہینہ تک آآکر سوال کرتا رہا اور آپ یہی فرماتے رہے کہ دوزخ میں جائے گا

ابو اللیث ثمر قندی فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحبؒ نے اپنی اپنی سند سے بیان فرمایا کہ حضرت علی بیان فرماتے تھے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئیگا کہ اسلام صرف نام نام رہ جائیگا اور قرآن کی صرف لکھاوٹ رہ جائیگی، مساجد لوگوں کی خوب سجی اور بارونق ہونگی لیکن ہدایت کا کوئی حصہ نہ ہوگا اسکے اعتبار سے گویا بالکل ویرانی ہوگی

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ وسعت اور فراخی کی حالت میں کھلی اللہ تعالےٰ سے تضرع وزاری کرنا گویا بلاؤں اور مصیبتوں سے پناہ اور بچاؤ کا ذریعہ ہے (اور اگر کوئی بلا نازل ہی ہوگئی تو اس) بلا میں یہ شخص اپنے لئے کوئی نہ کوئی سہارا پائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کسی شخص کو کوئی عطا ان دو رکعتوں کے پڑھنے سے بڑھکر نہیں ملی جسکے پڑھنے کا اسکو موقع نصیب ہوجائے۔ حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں کہ اگر مجھکو دو رکعت پڑھنے میں اور دخول جنت میں اختیار دیدیا جائے تو میں دو رکعت پڑھنے کو دخولِ جنت پر ترجیح دونگا اسلئے کہ دو رکعت پڑھنے میں اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور دخول جنت میں میری خوشی ہے (لہٰذا میں اللہ کی خوشی ورضا کو اپنی خوشی پر ترجیح دونگا)

کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب ساتوں آسمان پیدا فرمائے تو ان پر فرشتے چھاگئے اور انکی عبادت نماز مقرر کی گئی چنانچہ وہ اس سے کبھی تھکتے نہیں تھے تو اللہ تعالےٰ نے ہر آسمان والوں کے لئے ایک مخصوص عبادت مقرر فرمادی چنانچہ ایک آسمان والوں کے لئے قیام لازم کیا پس وہ نفخ صور

تک اسی طرح قدموں پر کھڑے رہیں گے۔ ایک آسمان والوں کے لئے رکوع کسی کے لئے سجدہ مقرر کردیا، ایک کے لئے اللہ تعالیٰ کے خوف کی وجہ سے اپنے بازو کو پھیلائے رہنا مقرر کردیا۔ اور اہل علیین اور اہل عرش کے لئے عرش کے گرداگرد طواف کرتے رہنا وظیفہ مقرر فرمادیا چنانچہ وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وتسبیح پڑھتے ہیں اور اہل زمین کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام عبادتوں کو (یعنی قیام، رکوع، سجود خضوع، استقبال قبلہ اور تسبیح وغیرہ کو ایک نماز میں مومنین کی کرامت کے لئے جمع فرمادیا تاکہ انکو اپنی نماز میں آسمان کے فرشتوں کی عبادت کا لطف اور مزہ آسکے اور ان کے لئے اس میں قرأۃ قرآن کا مزید اضافہ فرمادیا۔ پس ان سب پر ان سے شکر کا مطالبہ کیا اور اسکا شکر یہی ہے کہ نماز کو اسکی تمام شرائط کے ساتھ ادا کیا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں الذین یومنون بالغیب و یقیمون الصلوٰۃ و مما رزقنٰھم ینفقون دوسرے مقام پر فرماتے ہیں واقیموا الصلوٰۃ تیسری جگہ فرماتے ہیں واقم الصلوٰۃ چوتھی جگہ فرماتے ہیں والمقیمین پس تم مومن کے نماز پڑھنے کا حکم جہاں کہیں قرآن میں پاؤ گے وہ اقامۃ صلوٰۃ ہی کے عنوان سے پاؤ گے۔ اور جہاں کہیں منافقین کا ذکر آیا ہے وہاں فرمایا ہے فویل للمصلین الذین ھم عن صلوٰتھم ساھون یعنی انکو مصلین فرمایا اور مومنین کو مقیمین الصلوٰۃ فرمایا اور یہ اسلئے کہ جانا جائے کہ دنیا میں مصلین بہت ہیں اور مقیمین الصلوٰۃ کم۔ پس اہل غفلت جو اعمال کرتے ہیں وہ بیدلی کے ساتھ انکو اس دن کا خیال بھی نہیں آتا جس دن وہ خدا کے سامنے پیش ہونی ہے کہ نہیں معلوم وہ قبول بھی کیجاتی ہے یا منہ پر ماردی جائے گی۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ تم میں بعض
لوگ ایسے ہیں کہ وہ نماز پڑھتے ہیں مگر انکی صرف ایک ثلث ہی قبول
ہوتی ہے کسی کا پانچواں حصہ اور کسی کا چھٹا حصہ ہی قبول ہوتی ہے اسی طرح
آپ نے دسویں حصہ تک ذکر فرمایا یعنی انسان کی نماز سے وہی حصہ قبول
ہوتا ہے جسکو وہ نیت اور یادداشت کے ساتھ ادا کرتا ہے اور جتنے حصہ
میں اسکا دھیان کسی اور طرف ہوتا ہے وہ قبول نہیں ہوتی (پس شروع
سے لیکر آخر تک دھیان رکھنے والے بہت کم ہوتے ہیں عام حال یہ ہوتا ہے
کہ کچھ دیر حاضر رہے یعنی خدا کے سامنے رہے بقیہ حصے میں غائب اور غافل)
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس شخص نے اسطرح
سے دو رکعت نماز پڑھی کہ اسکا قلب خدا تعالیٰ کی جانب لگا ہوا ہو تو وہ
گناہ سے اس طرح پاک وصاف ہو جاتا ہے جیسے اس دن تھا جس دن کہ
اسکی ماں نے اسکو جنا تھا انسان کی نماز کی شان اللہ تعالیٰ کی جانب توجہ ہی کے
اعتبار سے ہوتی ہے اگر وہ دل سے متوجہ نہیں رہا اور حدیث النفس اور
وساوس قلبی میں مبتلا ہو گیا تو اسکی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بادشاہ کے
دروازہ پر اپنی لغزش اور خطایا کی معافی مانگنے کے لئے حاضر ہوا ہو اور جب
شاہی دروازہ پر پہونچ جائے اور بادشاہ کے روبرو پیش ہو تو ادھر ادھر دیکھنا
شروع کر دے بادشاہ اسکی جانب متوجہ ہے اور یہ غافل ہے تو بادشاہ یقیناً
اسکی حاجت روائی نہ کرے گا۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کا التفات اسکی جانب
بقدر اسکی توجہ کے ہوگا بس یہی حال اس نماز کا ہے کہ بندہ جسکو غفلت کے
ساتھ ادا کرے کہ وہ بھی مقبول نہ ہوگی نیز یہ بھی سمجھو کہ نماز کی مثال اس شاہ
کی سی ہے جس نے کسی دعوت کا انتظام کیا اور اس میں طرح طرح کے انواع
واقسام کے کھانے تیار کرائے اور پینے کی چیزوں کا اہتمام کیا ہر ایک کیلئے
ایک علیحدہ رنگ اور جدا لذت اور ہر لذت میں نئی منفعت ایسی ہی نماز ہے

کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر فرض کیا، سب کو اسکی دعوت دی اور انہیں مختلف افعال و اذکار مقرر فرمائے پس لوگوں سے یہ عبادت مطلوب فرمائی تاکہ انکو ہر قسم کی عبودیت میں ایک نیا لطف آئے پس اسکے افعال کھانوں کی طرح ہیں اور اذکار اشربہ کی مانند یعنی پینے کی چیزوں کی طرح۔

کہا گیا ہے کہ نماز کو کامل بنانے کے لئے بارہ ہزار چیزوں کی ضرورت ہے پھر ان بارہ ہزار کو صرف بارہ میں جمع کر دیا گیا۔ پس جو شخص ان بارہ ہزار چیزوں کا ارادہ کرے اسکو چاہیئے کہ ان بارہ امور کا خوب خیال رکھے اسی سے اسکی نماز کامل ہو جائے گی۔ ان بارہ میں چھ باتیں نماز سے پہلے ہیں اور چھ نماز کے اندر یعنی نماز شروع کرنے کے بعد انکا لحاظ ضروری ہے جن میں سب سے پہلی چیز علم ہے اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ علم کے ساتھ تھوڑا سا عمل جہل کے ساتھ کثیر عمل سے بہتر ہے۔ دوسری چیز وضو ہے اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بدون طہارت کے نماز صحیح نہیں ہوتی۔ تیسری چیز لباس کا ہونا ہے اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ خذوا زینتکم عند کل مسجد یعنی ہر نماز کے وقت اپنے کپڑے پہنو۔ چوتھی چیز وقت کی حفاظت ہے اس لئے کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ ان الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتابا موقوتاً یعنی نماز کو اللہ تعالیٰ نے وقت وقت سے فرض فرمایا ہے۔ پانچویں چیز استقبال قبلہ ہے یعنی قبلہ کیجانب رخ کرنا ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فولِّ وجھک شطر المسجد الحرام و حیثما کنتم فولّوا وجوھکم شطرہ یعنی اسکی جانب رخ کیا کرو اور چھٹی چیز نیت ہے اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ انما الاعمال بالنیات یعنی عمل مقبول اور صحیح جو ہوتا ہے تو صرف نیت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور ہر شخص کے لئے وہی ہے جیسی اسکی نیت ہو۔

پس آنچہ از برادر مکرم از تقصیرات خویش نبشت نزد صاحب کمال
ین حصۂ از کمال است۔ اللھم زد فزد۔ آنچہ شغل باطن با ایشاں سپردہ شد
گرچہ بظاہر قلیل است آنرا کثیر باید دانست و بہ شغل آں ہر قدر کہ تواں شد
قت عزیز خود صرف باید و سعی در آبادئ آخرت باید نمود۔ ہرچند سعی بشر
رکارے و ہر کہ جملہ ذرہ ذرہ باختیار مختار حقیقی است تعالیٰ شانہ مگر تاہم
نچہ تواں ازاں سست نباید بود۔ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ نظر انداختہ
از خود باید کرد "تا یار کرا خواہد و میلش بکدام است" بدست بندۂ حقیر
بیست کہ تواند جملہ از حق تعالیٰ است لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ کار خود کنند و
این حقیر را بحسن ظن خود نواختہ آید بہ دعائے خیر یاد دارند فقط۔ والسلام۔
حافظ مسعود احمد بعافیت اند سلام مسنون بایشاں برسد۔
۱۱۶) از بندہ رشید احمد عفی عنہ، مولوی ممتاز علی صاحب مدفیوضہم
بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا حق تعالیٰ
کی رحمت کا ہر دم امیدوار ہونا چاہیئے اور اپنے کام میں سرگرم رہے
یہ بسط و قبض ہر روز سب پر لگا رہتا ہے گاہ کیفیت وارد ہوئی اور گاہ
زرد ہو گئی، مگر جب وارد ہو شکر کرنا لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ اور جب بند ہو جاوے

لہ (ترجمہ) پس برادر مکرم نے جو امور اپنی تقصیرات کے سلسلہ میں تحریر کئے ہیں، اہل کمال کے نزدیک وہ عین کمال ہے۔ خدا اور زیادہ کرے۔ اور شغل باطن کے بارے میں جو آنعزیز نے لکھا ہے، وہ اگرچہ بظاہر قلیل معلوم ہوتے ہیں تاہم ان کو کثیر ہی سمجھنا چاہیئے اور اس شغل میں جس قدر ممکن ہو، کوشش کرنا چاہیئے۔ در آخرت کی آبادی میں بھی سعی کرتی چاہیئے۔ اگرچہ بشری کوشش کی حیثیت ہی کیا ہے کہ ہر ہر ذرہ خداوند مختار حقیقی کے اختیار میں ہے، تاہم جتنا خود سے ہو سکے اس میں سستی بھی نہ چاہیئے۔ سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ یعنی اپنے رب کی مغفرت کی جانب سبقت کرو۔ یہ ارشاد اپنے پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے کام میں لگنا چاہیئے۔ کون جانتا ہے کہ دوست کس کو چاہتا ہے اور اس کا میلان کس کی جانب ہے۔ اس بندۂ حقیر کے ہاتھ میں کیا ہے جو کرے سب کام حق تعالیٰ کرتے ہیں۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ اپنا کام کئے جایئے اور اس حقیر کو اپنے حسن ظن سے نوازتے رہئے اور دعائے خیر میں یاد رکھئے۔ فقط والسلام۔ حافظ مسعود احمد بخیریت ہیں ان کا سلام مسنون پہونچے۔

تودعا کرنا اور تضرع وزاری کرنا چاہیئے اسکو گمراہی یا شقاوت نہ جانتا بلکہ لطف حق تعالیٰ کا جاننا ضروری ہے۔ یاس رحمت حق تعالیٰ سے حرام ہے بلکہ رجاء میں رہے۔ والسلام۔ ۲ جمادی الاولیٰ کو والدہ حافظ مسعود احمد نے انتقال کیا حق تعالیٰ بخشے زیادہ کیا لکھوں۔ باقی سب خیریت زیادہ کیا لکھوں۔ فقط مورخہ ۸ جمادی الثانیہ دوشنبہ۔

(۱۱۷) از بندہ رشید احمد عفی عنہ مکرمی مولوی ممتاز علی صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا آدمی کو جو کام کرنا ضرور ہے اسکے واسطے انتظار فرصت کا نہیں کرنا چاہیئے مثلاً اگر کوئی بیمار ہے اور علاج کرنا ضرور ہے تو یہ نہیں انتظار کرتا کہ جب سب کاروبار سے فراغ ہو ویگا تو شروع معالجہ کرونگا بلکہ معالجہ کو مقدم یا منجملہ تمام امور کے کرنا شروع کر دیتا ہے ہاں اگر مرض کا غلبہ نہیں اور علاج کی ضرورت نہیں یا علاج کرنا ہی مراد نہیں تو دوسری بات ہے پس جب ذکر کرنا بندہ کو اگرچہ وہ نفل ہی ہے اپنے خیال و عزم میں ضرور ہوا تو انتظار فرصت کا ہرگز درست نہیں کیونکہ انسان ہرگز فارغ نہیں ہوسکتا معاش کے اکتساب میں عیال کی تربیت میں حوائج کی فراہمی میں ہر روز پریشان ہے تھوڑا یا بہت پس تا دم مرگ فرصت نہ ملیگی اور جب شیطان کو محقق ہوا کہ یہ مرد فرصت کے خیال میں ہے تو ہرگز فرصت نہ لینے دیوے گا اس خیال امید فرصت کو قوت دیکر راسخ کریگا اور تسویف ذاکر سا ذ طریق خیر ہو ویگا یہ فی الواقع دھوکا شیطان کا ہے۔ لہٰذا انسان عاقل کو واجب ہے کہ ذکر و فکر آخرت کو کسی حال میں تعویق میں نہ ڈالے اگرچہ نفل ہی ہے کیونکہ اسکو کرنا ضرور جانتا ہے البتہ اگر ممکن ہو تو امور دنیاوی کو تسویف کر دیوے اور جسقدر ذکر ہوسکے اگرچہ قلیل ہو اسکو اس ہی تشاویش سے مخلوط کرکے کرتا رہے اگر پریشانی خاطر ہے تو

ط لسانی ہی سہی کہ اگر لطیفہ قلب معطل رہا تو زبان تو معطل و غافل نہیں
لا یدرك كُلُّه لا يترك كُلُّه ذکر ایسی شے ہے کہ اگر اسکو کرتا رہے
چہ بے ہوشیٔ خواطر و پریشانی تعلقات میں محض تحریک لسانی ہو نافع اور
بب نورانیت قلب کے ہوتا ہے ہرچند "ذکر قلبی ہی ہے" اور
کامل وہی ہے کہ تمام لطائف کو شاغل بنا دیوے مگر یہ نہ ہو تو فقط لسان
بھی کیوں بیکار کر دیوے ۔ یہ محض لسانی غفلت کا ذکر کشاں کشاں قلب
پہونچا دیتا ہے ۔ عضو لسان اگر جنت میں جائیگا تو کیا دیگر جملہ اعضاء
نار ہو سکتے ہیں ۔ ذکر وہ شے ہے کہ اگر کسی جزو انسانی سے متصل
وے گا تمام جسد کو اپنی طرف کھینچ لیوے گا ۔ زنہار کہ آپ التزام
ل کے واسطے فرصت کا انتظار کریں ۔ اگرچہ پانچ چار منٹ ہی ہو مگر
ل کو شروع کرو اور خَيْرُ الْعَمَلِ مَادِيمَ عَلَيْهِ کو پیش نظر کرکے
س ہی پانچ منٹ پر التزام کریں اگرچہ محض لسانی بھاگتے دوڑتے ہو
اس تحریر کو مبالغہ نہ تصور فرماویں اور اپنا کام ان ہی کاموں میں بالالتزام
روع فرماویں جب پانچ منٹ کا التزام ہوگا وہ زائد ہو جاوے گا ۔ فقط ۔
لسلام ۔ بندہ بھی پریشان ہے ۔ سب خیریت ہے مگر والدہ حافظ
ود احمد سخت بیمار ہیں کہ نوبت یاس کی ہے حق تعالیٰ قادر ہے ۔ فقط والسلام

(بنام جناب مولوی فتح محمد صاحب زیدہ فضلہ رئیس سدہو وال)

(۱۱) از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا حال
یافت ہوا وقت حرکت قلب کے جو حرارت قلب پر ہوتی ہے وہ اثر
رکا ہے اور عمدہ امر ہے ۔ چار خاندان قادریہ ۔ چشتیہ ۔ نقشبندیہ ۔ سہروردیہ
اور خانوادہ اسکو کہتے ہیں جو انمیں سے شاخیں نکلی ہیں سو شاخیں بہت
ہ خانوادے جس نے نکلے ہیں اسوقت میں چودہ نکلے اس کے بعد

بہت زیادہ ہوگئے ہیں۔ غرض خانوادے بہت ہیں چودہ کسی وقت خاص میں تھے اب چودہ کہنا درست نہیں پُرانا لفظ ہے اور آپ کے بھائی کے واسطے دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ فضل فرماویں۔ آمین۔ فقط۔ والسلام

(۱۱۹) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ السلام علیکم خط آیا حال دریافت ہوا تم شغل کو برابر کرتے رہو جب اوسکا وقت آوے گا قوت بھی ہوجاوے گی ایسا ہی ہوتا ہے کہ گاہ حرکت نبضی معلوم ہوتی ہے اور گاہ وہ حرکت محفوظ ہوکر حرکت متصل بنجاتی ہے اور گاہ حرکت محسوس بھی نہیں ہوتی تم کسی امر کا کچھ خیال اور غم نہ کرو جسقدر ہوسکے اوسمیں مشغول رہو آدمی کا کام کرنا ہے مابعد کا حال دریافت کرنا ضرور نہیں بالفعل جو کچھ ہے اسکو کرو اور یہ کسی کے اختیار نہیں کہ حد معین کردیوے کہ اتنے ایام میں فلاں امر حاصل ہوجاوے گا ذکر جہاں تک ہوسکے کرنا کام ہے۔ دنیا کے تعلق سب خلاف شغل کے ہیں مگر ناچاری ہے۔ ریاضات ترک طعام وکلام وصحبت انام اور خواب واشغال کا نام ہے جس سے نفس پر ہر ہر امر شاق ہوئے نقط ذکر کرنا کوئی ریاضت نہیں۔ تسبیح رکھنا درست ہے اور قرآن باقی اگر یاد ہوجاوے تو بہتر ہے اور جسقدر یاد ہوگیا اس کا محفوظ رکھنا بہت ضرور ہے مبادا بھول جاؤ کہ اسکا بہت سخت گناہ حدیث میں آیا ہے۔ اول وضو کرکے فرض ادا کرلیا کرو پھر دوسرا وضو کرکے نوافل پڑھ لیئے اور وظائف بلا وضو بھی درست ہیں (شاید صاحب عذر تھے کہ وضو رہ نہیں سکتا تھا واللہ اعلم) فقط والسلام۔

(۱۲۰) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ برادرم منشی فتح محمد صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آج آپ کا خط آیا ضعف دماغ کی شکایت دریافت ہوئی حق تعالیٰ صحت دیوے بندہ تندرست ہے مطمئن رہیں اور خمیرہ گاؤزبان خواہ کیسا ہی ہو مفید ہوگا اگرچہ سادہ ہی ہو سوا اس کو

اور شیر گاؤ کا استعمال کرو حق تعالیٰ فائدہ بخشے کھانے کے باب میں
بھی پرہیز رکھنا مبخر شے سے اجتناب کرنا وال مسور کی اور گوشت گائے کا
مت کھانا۔ فقط۔ باقی خیریت ہے۔ دعا گو ہوں اور تم سے بھی طالب دعا ہوں
حق تعالیٰ ہمکو تمکو بخشے۔ آمین۔ آپ خط میں حافظ مسعود احمد کو سلام لکھا
کریں حافظ محمود مرحوم دو سال ہوئے کہ اس عالم سے رحلت فرما کر
مجھ ناکارہ کو حیران و پریشان کر گئے ہیں جب تم اوسکو سلام لکھتے ہو مجھکو
بیقراری ہو جاتی ہے آئندہ اونکا نام مت لکھنا۔ فقط۔ والسلام

(۱۲۱) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ السلام علیکم آپ کا خط آیا حال
دریافت ہوا۔ اوس حرکت پر جہاں تک ہوسکے خیال رکھو جب اوسکو
قوت ہو جائیگی تو کوئی اسکو مانع نہ ہوگا ابھی پختگی اس میں نہیں ہوئی اور
یہ کام جلدی کا نہیں بتدریج ہوتا ہے اولاً شغل کا کام کامل جب ہوتا ہے
کہ جملہ امور کو چھوڑکر رات دن اسمیں ہی مشغول ہو جائے جیسا بزرگوں نے
سب کو ترک کرکے خلوت کی اور جو مشغول دنیا کے امور میں ہیں کبھی صبح شام
شغل بھی کرلیا انکو بہت دیر میں مشق ہوتی ہے۔ پس آپ سے جسقدر ہوسکے
اسکو کرتے رہو۔ نماز میں چلتے پھرتے، کام کرتے بھی جس قدر خیال ہوسکے
کرو جب یہ اپنی مراد کو پہونچے گا خود تمکو مشغول کرلیوے گا۔ فقط۔ باقی
معاش کا معاملہ بہت تنگ ہے بعد ترک کے زیادہ پریشانی ہوتی ہے
لہٰذا اول دوسری جگہ مقرر کرکے ترک کرنا مناسب ہے ورنہ زیادہ موجب
پریشانی کا ہوجاوے گا۔ فقط۔ والسلام۔

(بنام حاجی ظہور احمد صاحب انبیہٹوی)

(۱۲۲) برادرم حاجی ظہور احمد صاحب سلمہ السلام علیکم آپ کا خط آیا جس سے
بوئے دین و دیانت آتی ہے، الحمد للہ کہ افسوس دین کا اوس صاحب نصیب

کو نصیب ہوتا ہے کہ نصیب رحمت کاملہ کا کامل رکھتا ہے۔ برادرا! یہ تمام شریعت کا علم اور طریقت کا طریقہ نور یقین کی تحصیل کے واسطے ہے اور انجام و منتہی سب کا یہی تو ہے کہ "جس کو مسلمان سرسری طور پر علم رکھتے ہیں وہ یقین حق یقین مثل مشاہدہ کے ہو جاوے" یہ انتہا سب طُرق کی ہے، سو تم نے اوس سرکو پکڑا کہ اس سے ورے ہرگز نہایت نہیں صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے تمام اپنا جان و مال اور آبرو جان کیوں دی تھی، کیا دیکھا تھا؟ یہ ہی صحبت فخر عالم علیہ السلام سے یقین حاصل ہوگیا تھا کہ دنیا کا فانی ہونا اور آخرۃ کا باقی ہونا اپنا لاشے ہونا اور حق کا کارساز ہونا یقین ہوگیا تھا پس اس پر مدار سب کام کا تھا۔ حضرت سیدی عبد القادر جیلانی اور خواجہ خواجگان معین الدین چشتیؒ اور سید الطائفہ بہاؤ الدین بخاری کیوں بڑے ہوگئے، اسی یقین کے سبب سے بڑے ہوئے تھے۔ سو عزیزیہ دولت اگرچہ ہرگز ہرگز سہل نہیں تمام جان و مال دیکر اس سے ایک ذرہ ملے اور عمر نوح علیہ السلام خرچ کرکے اگر ذرہ ملے تو مفت اور بہت سہل اور جلد ہے مگر تاہم کچھ مشکل نہیں اگر مقدر ہے، ورنہ کچھ بھی نہیں۔ یہ ہی کہا ہے جس نے کہا ہے "ایک اچھر پریم کا پڑھے سو پنڈت ہو" سید الطائفہ حضرت احمد مجدد فرماتے ہیں کہ "کل سات قدم ہیں بس" سو سات قدم تو سات ہی ہیں ایک قدم بھی اگر لاکھ سال میں طے ہو تو جلد ہے مگر جو فضل اللہ تعالیٰ شانہٗ ہو تو ایک ساعت ہے۔ الحاصل اگر حاصل نہ ہو یا دے محصلین کی جماعت

عہ۔ تفسیر من عرف نفسہ فقد عرف ربہ

سہ یعلم اللہ تا بجاناں دو قدم رہ بیش نیست آں یکے بر نفس خود نہ واں دگر در کوے دوست
(مراد از دو قدم فنائے نفس و فنائے قلب است)

عسہ دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں گر ما نرسیدم تو شاید برسی مصلحۃ
(از علم حضرت شیخ الہ)

میں توشمار ہو جاوے ، الحق کہ کشف و کرامت ایک جو برابر بھی نہیں اس نور یقین کے سامنے حق تعالیٰ فرماتا ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۝ جس قدر یقین اسی قدر قوت ایمان اور تقرب ہے۔ الحاصل اگرچہ یہ قوت تاثیر اور وجد اور کشف اور تصرف دنیا میں بہت ہے مگر یہ نور یقین مثل کیمیا کے نادر الوجود ہے اگرچہ عالم خالی نہیں۔ اشغال سب اسکے مقدمات تھے اب خود مقصود ہو گئے پس اپنے شرائط و ارکان کے ساتھ آدمی کار کرے تو قدر مقدر پاتا ہے۔ نہ یہ نسبت حقہ معدوم و مفقود ہے اور نہ تحصیل اسکی محال ہے اگرچہ اہل اس نسبت کے ہر روز کم رہے ہیں اور اب اقل قلیل ہیں مگر عالم خالی بھی نہیں ہے۔ طرق اربعہ کا اسی نسبت پر انتہا ہے اور اسکے ہی واسطے گھر بار ترک کرکے حیران و پریشان ہوئے ہیں۔ ہر چند آپ نے تھوڑا کلمہ کہا مگر الحق کہ خوب فہم کی بات اور تمام مدعیٰ لکھا مجھکو اس تمھاری تحریر سے نہایت ذوق آیا اے کاش کہ اس یقین کا شائبہ ہوا بھی اس محروم کو لگ جاوے کہ سارا مدار اسپر ہی ہے ، اس نسبت کا نام نسبت احسان ہے، کہ بعثت جناب فخر رسل علیہ السلام کی اسکے ہی واسطے تھی اور صحابہؓ جملہ اس نسبت کے حامل تھے علی حسب مراتبہم۔ پھر اولیاء امت نے اسکو دوسرے طریقہ سے پیدا کیا کہ ہر ایک نے اشغال اپنے اپنے طریقہ کے وضع کئے سو یہ سب مقدمات اسکے ہیں اور بس اسکا کوئی طریق معین نہیں ہر شخص کا طرز جدا گانہ ہے مگر اس زمانہ میں ترک تعلق کو شرط کامل ٹھیرایا ہے ؎

نخست موعظ پیر محصّل این سخن است که از مصاحب ناجنس احتراز کنید

اور پھر کوئی بتلانے والے کی ضرورت شدید ہے کہ بدون ہادی کس طرح اندھیری راہ کو طے کرے۔ بس زیادہ کیا کہوں اپنے حوصلہ سے زاید اور فہم سے خارج ہے اور خود یہ درماندہ تمنیٰ اسکی رکھتا ہے۔ ہر چند

حاصل کچھ نہیں مگر ؎

اُحِبُّ الصّٰلِحِیْنَ وَ لَسْتُ مِنْھُمْ　　لَعَلَّ اللّٰہَ یَرْزُقُنِیْ صَلَاحًا

(۱۲۳) از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آپ کا پرچہ آیا صحت رسی موجب سرور ہوئی یہاں انبیہٹہ گنگوہ میں ہیضہ سے بہت آدمی مر گئے۔ بعض عزیزوں کا انبیہٹہ اور گنگوہ کے صدمہ ہے مگر رضاء حق تعالیٰ میں کیا چارہ ہے اوسکی قضاء پر راضی ہونا جزو ایمان ہے۔ بندہ اور سب گھر والے تندرست ہیں، کل کی خبر نہیں زیادہ کیا لکھوں۔ ضعف دماغ کے واسطے اگر دس گیارہ بادام کے مغز کو ہموزن مصری کے ساتھ صبح کو یا سوتے وقت کھالیا کرو تو حق تعالیٰ سے توقع ہے کہ فائدہ ہووے والسلام۔

(۱۲۴) از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ آج آپکا کارڈ آیا آپ کے معاملہ سے سرور ہوا۔ یہاں کی کیفیت یہ ہے کہ، جمادی الاولیٰ روز جمعہ کو والدہ حافظ مسعود احمد کا انتقال ہوگیا حق تعالیٰ انکو بخشے اور ہمکو عبرت دیوے۔ آمین۔ حافظ مسعود احمد کا بھی سلام مسنون پہونچے۔

(۱۲۵) از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مطالعہ فرمایند بندہ بعافیت ہے آپکا خط آیا حال مندرجہ معلوم ہوا خواب پریشان کا اثر تو معلوم ہو لیا دونوں خواب جس میں سانپ کا نکلنا اور مارنا ہی ہے اوسکی تعبیر تو ظاہر ہوگئی کہ وہ موذی گجراتی خود ذلیل و پست ہوا۔ شاہ صاحب قدس سرہٗ کا کبیدہ ہونا شاید یہ وجہ ہے کہ مصافحہ موافق قاعدہ کے نہوا ہو اور ابتداء آپ کا کفار کی حاضری میں ناپسند ہو والغیب عند اللہ۔ مگر اوسکی مکافات دوسری خواب سے جسمیں خواجہ قدس سرہٗ کو دیکھا ہوگئی ہے۔ اور مقدمہ کا ذب بنگالی کا بھی رفع ہو جاوے گا باذنہ تعالیٰ۔

(باقی ماہ آئندہ میں)

Regd. No.L2/9/AD-111

hly July, 1986

WASIYATUL IRFAN

23, Buxi Bazar Allahabad

شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ کا ترجمان

دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۹ · ستمبر ۱۹۸۶ء · جلد ۹

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۲ بخشی بازار الہ آباد

حاملِ مضامینِ تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ ششماہی
۱۶ سولہ روپے

چندہ سالانہ غیر ممالک
[illegible]

چندہ سالانہ
۳۰ تیس روپے

چندہ سالانہ غیر ممالک
[illegible]

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ تین روپئے | مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ ۹ | ذی الحجہ و محرم ۷-۱۴۰۶ھ مطابق ستمبر ۱۹۸۶ء | جلد ۵

فہرست مضامین

ترسیلِ زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱۷-ڈی -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

گذشتہ شمارہ جولائی اور اگست کا مشترک شمارہ تھا اور اب یہ ستمبر ۸۶ء کا شمارہ آٹھ فارموں پر مشتمل ہے یعنی معمول سے ۲ فارم زائد جا رہا ہے، پہلا چھ فارموں میں سے دو سے جنکا ادارہ مقروض تھا بقیہ چار فارم آئندہ انشاء اللہ پیش کر دیئے جائیں گے۔

یہ رسالہ شاید آپکو عاشورہ محرم کے قریب ہی مل سکے گا، محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے حق میں اسکو اول ہی سے متبرک بنایا ہے کیونکہ روایات میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین، پہاڑ اور سمندر، لوح وقلم ان سب چیزوں کو یوم عاشوراہی میں پیدا فرمایا نیز حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا بھی اسی دن پیدا ہوئے جنت کی پیدائش اور حضرت آدم کا دخول جنت اسی دن ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود سے نجات اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کے دشمن فرعون کو غرق دریا کر کے نجات بھی اسی دن عطا فرمائی گئی اور آخر میں قیامت بھی یوم عاشوراہی کو آئیگی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود اس دن کی تعظیم کرتے ہیں اور اسمیں روزہ رکھتے ہیں دریافت کرنے پر انھوں نے کہا کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے آج کے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نجات بخشی تھی اسلئے ہم ایسا کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نحن احق بموسیٰ منکم یعنی موسیٰ علیہ السلام سے تم سے زیادہ تو ہمارا تعلق ہے۔ اور پھر آپ نے حضرات صحابہؓ کو بھی عاشورہ کے روزہ رکھنے کا حکم فرمایا لیکن اس میں ایک باطل قوم سے چونکہ مشابہت ہو رہی تھی اسلئے ایک روزہ اور ملا لینے کا حکم بھی فرمایا یعنی چاہئے تو ۹ - ۱۰ روزہ رکھے یا ۱۰ - ۱۱ رکھ لے۔

اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اپنے لئے نیز عالم اسلام کے اپنے دوسرے بھائی مسلمانوں کے لئے کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ہماری دعاؤں کی برکت سے سب مسلمانوں کو (یُمن) برکت اور ایمان اور سلامتی اور اسلام کے طریقوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

(ادارہ)

اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِیْنَ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ (ترجمہ) بیشک خدا سے ڈرنے والے باغوں اور چشموں میں ہونگے۔ تم ان میں سلامتی اور امن کے ساتھ داخل ہو اور انکے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کر دینگے۔ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے، تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کرینگے وہاں انکو ذرا بھی تکلیف نہ پہونچیگی اور نہ وہاں سے نکالے جائیں گے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عبدالکریم بن رشید سے مروی ہے کہ اہل جنت باب جنت تک پہونچیں گے تو انکے سینے آگ کیطرح جوش مارتے ہونگے پس جب جنت میں داخل ہونگے تو اللہ تعالیٰ انکے سینوں کے کینوں کو نکال دینگے اور سب بھائی بھائی ہوجائیں گے یا آیت کا مطلب یہ ہے کہ جنت کے درجات اور مراتب قرب پر اہل جنت کو ایک دوسرے سے حسد نہ ہوگا اور تحاسد انکے سینوں سے نکال دیا جائے گا۔ ابن جریر نے ابی امامہ کی روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ اہل جنت، جنت میں داخل ہونگے اور ان کے قلوب میں دنیوی عداوتیں اور کینے موجود ہونگے یہانتک کہ جب ایک دوسرے کے قریب ہونگے اور تختوں پر باہم متقابل ہوکر بیٹھیں گے تو اللہ تعالیٰ انکے سینوں سے وہ غل وغش جو دنیا میں موجود تھے دور فرمادینگے اور ایک روایت میں ہے کہ یہ بات جنت سے پہلے ہی پہونچیگا چنانچہ حسن سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے روایت پہونچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہل جنت پل صراط عبور کرنے کے بعد روک لئے جائیں گے یہانتک کہ بعض کو بعض کے ساتھ دنیا میں جو رنجش تھی وہ ختم کردی جاویگی اور جنت میں اس حال میں داخل ہونگے کہ انکے قلوب میں بعض میں بعض کیطرف سے ذرا بھی خلش نہ ہوگی۔

عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقَابِلِیْنَ حضرت مجاہدؒ سے اس آیت کے متعلق روایت ہے کہ اہل جنت بعض بعض کی پشت نہ دیکھیں گے یعنی آمنے سامنے ہوں گے یعنی ایسی نوبت نہ آئیگی کہ کسی کی پشت کسی نہ کسی کی جانب ہو بغوی نے کہا کہ بعض اخبار میں یہ ہے کہ جنت میں جب مومن یہ خواہش کریگا کہ اپنے دوسرے مومن بھائی سے ملاقات کرے تو ہر ایک کا تخت دوسرے کی جانب چلے گا اور آمنے سامنے ہو جائیں گے تو دونوں ملیں گے اور بات کرینگے۔

لَا یَمَسُّهُمْ فِیْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ یعنی جنت میں نہ انکو کوئی تکلیف پہونچے گی اور نہ اس سے نکالے جائیں گے۔

(آیت ہذا کی تفسیر معارف القرآن سے)

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہونگے تو سب سے پہلے ان کے سامنے پانی کے دو چشمے پیش کئے جائیں گے پہلے چشمہ سے وہ پانی پئیں گے تو ان سب کے دلوں سے باہمی رنجش جو کبھی دنیا میں پیش آئی تھی اور طبعی طور پر اسکا اثر آخر تک موجود رہا وہ سب دھل جائیگی اور سب کے دلوں میں باہمی الفت و محبت پیدا ہو جائیگی کیونکہ باہمی رنجش بھی ایک تکلیف و عذاب ہے اور جنت ہر تکلیف سے پاک ہے۔ اور حدیث صحیح میں جو یہ وارد ہوا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی کینہ کسی مسلمان سے ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا اس سے مراد وہ کینہ اور بغض ہے جو دنیوی غرض سے اور اپنے قصد و اختیار سے ہو اور اسکی وجہ سے یہ شخص اسکے درپے رہے کہ جب موقع پائے اپنے دشمن کو تکلیف اور نقصان پہونچائے۔ طبعی انقباض جو خاصۂ بشری اور غیر اختیاری ہے وہ اس میں داخل نہیں، اسی طرح جو کسی شرعی بنیاد پر مبنی ہو۔ ایسے ہی

بغض وانقباض کا ذکر اس آیت میں ہے کہ اہل جنت کے دلوں سے ہر طرح کا انقباض اور رنجش دور کردی جائیگی۔

اسی کے متعلق حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ مجھے امید ہے کہ میں اور طلحہ اور زبیر انہی لوگوں میں سے ہوں گے جن کے دلوں کا غبار جنت میں داخلہ کے وقت دور کردیا جائے گا۔ اشارہ اُن اختلافات ومشاجرات کی طرف ہے جو ان حضرات اور حضرت علیؓ کے درمیان پیش آئے تھے۔

لَا يَمَسُّهُمْ فِيهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ہ اس آیت سے جنت کی دو خصوصیات معلوم ہوئیں اول یہ کہ کسی کو کبھی تکان اور اور ضعف محسوس نہ ہوگا بخلاف دنیا کے کہ یہاں محنت ومشقت کے کاموں سے تو ضعف وتکان ہوتا ہی ہے خالص آرام اور تفریح سے بھی کسی کسی وقت آدمی تھک جاتا ہے اور ضعف محسوس کرنے لگتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی لذیذ کام اور مشغلہ ہو۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ جو آرام وراحت اور نعمتیں وہاں کسی کو مل جائیں گی پھر وہ دائمی ہونگی نہ وہ نعمتیں کبھی کم ہونگی اور نہ ان میں سے اس شخص کو نکالا جائیگا۔ سورۃ صٓ میں ارشاد ہے اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ یعنی یہ ہمارا رزق ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا۔ اور اس آیت میں فرمایا وَمَا هُمْ منها بمخرجين یعنی انکو کبھی ان نعمتوں راحتوں سے نکالا نہیں جائیگا بخلاف معاملات دنیا کے کہ یہاں اگر کوئی کسی کو بڑے سے بڑا انعام وراحت دے بھی دے تو یہ خطرہ ہر وقت لگا رہتا ہے کہ جس نے یہ انعامات دیئے وہ کسی وقت ناراض ہوکر یہاں سے نکال دیگا۔

ایک تیسرا احتمال جو یہ تھا کہ نہ جنت کی نعمتیں ختم ہوں اور نہ اسکو وہاں سے نکالا جائے مگر وہ خود ہی وہاں رہتے رہتے اکتا جائے اور

باہر جانا چاہے، قرآن عزیز نے اس احتمال کو بھی ایک جملہ میں ان الفاظ سے ختم کر دیا ہے کہ لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا یعنی یہ لوگ کبھی وہاں سے پلٹ کر آنے کی خواہش نہ کرینگے۔

(۱۴)

لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَآءُوْنَ كَذٰلِكَ یَجْزِی اللّٰهُ الْمُتَّقِیْنَ الَّذِیْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمُ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝

(ترجمہ) جن لوگوں نے نیک کام کئے انکے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور عالم آخرت تو اور زیادہ بہتر ہے اور واقعی وہ شرک سے بچنے والوں کا اچھا گھر ہے وہ گھر ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ داخل ہونگے ان باغوں کے نیچے نہریں جاری ہونگی جس چیز کو انکا جی چاہے گا وہاں انکو ملیگی اسی طرح کا عوض اللہ تعالیٰ سب شرک سے بچنے والوں کو دیگا جنکی فرشتے اس حال میں روح قبض کرتے ہیں کہ وہ پاک ہوتے ہیں وہ کہتے جاتے ہیں کہ السلام علیکم تم جنت میں چلے جانا اپنے اعمال کے سبب لِلَّذِیْنَ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ یعنی جن لوگوں نے عقائد و اعمال اچھے کئے ہیں اس دنیا میں انکے لئے حسنہ ہے۔ حسنہ سے کیا مراد ہے اس میں کئی قول ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اجر کا بڑھنا ایک سے دس تک حضرت ضحاکؒ نے کہا کہ اس سے مراد نصرت اور فتح ہے۔ حضرت مجاہدؒ نے کہا کہ اچھی روزی ہے۔ قاضی ثناء اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ حسنہ سے مراد اس دنیا میں وہ پاکیزہ زندگی ہے جس کو خالق پسند فرمائیں اور مخلوق میں سے ہر عقل سلیم اور طبع مستقیم والا اسکو پسند کرے اس طرح

بدہ اپنے جیسے کسی عاجز ممکن کی عبادت نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ واحد قہار
پرستش میں لگا رہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اسکے درجات قرب
اصل کرے اور پاکیزہ چیزوں کو حلال اور خبیث چیزوں کو حرام سمجھے
ی کو ناحق ستادے اور ایسے اعمال کرتا رہے جو ابد تک کے لئے
ع ہوں وَلَدَارُالْاٰخِرَةِ خَیْرٌ یعنی دار آخرت متقین کے لئے دار دنیا
ے بہتر ہے ۔ چنانچہ وہ اعمال جو اس نے حیات دنیا میں کئے ہیں اسکے
ت دیکھے گا اور اللہ کی کرامت میں ہمیشہ ہمیش باقی رہیگا وَ لَنِعْمَ
الْمُتَّقِیْنَ حضرت حسنؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد دار دنیا ہے کیونکہ
، تقویٰ اسی میں زاد آخرت تیار کرتے ہیں اور اکثر مفسرین نے کہا
ے کہ اس سے مراد دار آخرت ہے قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا
ے کہ جنس دار مراد ہو خواہ دار دنیا ہو خواہ دار آخرت ۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ اسکی تفسیر دسویں پارہ میں گذری وہاں ملاحظہ کیا جائے
لَهُمْ فِیْهَا مَا یَشَاءُوْنَ ظرف کی تقدیم میں اس امر پر تنبیہ ہے
نسان اپنی تمام مرغوبات کو بجز جنات کے کہیں نہ پا دیگا ۔

اَلَّذِیْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَیِّبِیْنَ کے معنی یہ ہیں، وہ لوگ
ہ میں کفر معاصی کرکے اپنے نفسوں پر ظلم نہیں کرتے اسلئے کہ یہ مقابلے میں
ی انفسہم کے ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے عمدہ اور خوشگوار
گی گذاری ۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ انکے افعال بھی اچھے تھے اور اقوال
، ۔ کہا گیا ہے کہ معنی طَیِّبِیْنَ کے یہ ہیں کہ خوش ہیں اس بات سے کہ انکو
ن کی بشارت دی گئی ۔ اور طَیِّبِیْنَ کی ایک تفسیر یہ بھی بیان کی گئی
ے کہ طیبین ہیں قبض ارواح میں اسلئے کہ انکے نفوس بالکلیہ حق تعالیٰ کی
ب متوجہ ہیں یَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ یعنی فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ تمپر
لامتی ہو اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ انکو اللہ تعالیٰ کا سلام پہونچاتے ہیں ۔

اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ یعنی جنت میں داخل ہو جاؤ جبکہ تم مبعوث کئے جاؤ اسلئے کہ وہ تیار کی گئی ہے تمہارے لئے تمہارے اعمال کے مقابلے میں یا یہ معنی ہیں کہ ان سے فرشتے وفات کے وقت کہیں گے کہ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ اور آخرت میں ان سے کہا جائیگا کہ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔

(۱۵)

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (ترجمہ) جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ تعالٰی کے پاس ہے وہ دائم رہیگا اور جو لوگ ثابت قدم ہیں ہم ان کے اچھے کاموں کے عوض میں انکا اجر انکو ضرور دینگے جو شخص کوئی نیک کام کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو تو ہم اس شخص کو بالطف زندگی دینگے اور انکے اچھے کاموں کے عوض میں انکا اجر دینگے۔

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ یعنی دنیا کی جو چیزیں تمہارے پاس ہیں وہ ختم ہو جائینگی اور جو اللہ تعالٰی کے پاس ہے وہ دائم رہے گا ختم نہ ہوگا۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنی دنیا سے محبت کی اس نے اپنی آخرت کو ضرر پہونچایا اور جس نے اپنی آخرت سے محبت کی اس نے اپنی دنیا کا نقصان کیا۔ تو اے لوگو! باقی رہنے والی چیز کو فنا ہو جانے والی چیز پر ترجیح دو۔

وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا اَجْرَهُمْ یعنی جن لوگوں نے مصائب دنیا

مرض اور فقر اور ایذا رکفار اور تکلیف کی مشقتوں اور استقامۃ فی الجہاد پر صبر کیا ہم انکے صبر کا ثواب دینگے

بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ یعنی اعمال کا بہترین اجر ملیگا چنانچہ نیکیوں کا ثواب دس گنا سے سات سو گنا تک اور جہاں تک اللہ تعالےٰ کی مشیت ہوگی دیا جائیگا۔ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ سے مراد واجبات اور مندوبات ہیں کیونکہ وہ مباحات اور ممنوعات سے احسن ہیں۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ مومن کی قید اس لئے ہے کہ کافروں کے اعمال کا ثواب کے استحقاق میں کوئی اعتبار نہیں ہے ہاں انکے اعمال پر تخفیف عذاب کی توقع ہے باقی ثواب آخرت کا مبنیٰ تو حسن نیت اور اخلاص ہی ہے اور یہ کافروں میں مفقود ہے۔

فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً حیٰوۃ طیبہ سے کیا مراد ہے اس میں مختلف اقوال ہیں۔ حضرت سعید بن جبیرؒ اور حضرت عطاءؒ نے فرمایا اس سے مراد رزق حلال ہے۔ حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ قناعت ہے۔ حضرت مقاتلؒ نے کہا کہ طاعت میں زندگی گذارنا ہے۔ ابوبکر وارقؒ نے کہا کہ اسکے معنی حلاوت طاعت کے ہیں۔ علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں کہ وہ خوشگوار زندگی گذارے گا اس لئے کہ اگر وہ مالدار ہے تو ظاہر ہے اور اگر تنگدست ہے تو اسکی زندگی خوشگوار ہوجاتی ہے قناعت سے اور رضا بالقسمۃ سے، آخرت کے اجر عظیم کی توقع سے بخلاف کافر کے کہ وہ اگر تنگدست ہے تو ظاہر ہے اور اگر مالدار ہے تو حرص اور فوت ہوجانیکا ڈر اسکی اجازت نہیں دیتا کہ وہ عیش کی تیاری کرے۔

قاضی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اولیٰ یہ ہے کہ کہا جائے کہ بندہ جب اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے لگتا ہے تو جو کچھ محبوب کی جانب سے اسکو پہونچتا ہے خواہ وہ شیریں ہو یا تلخ اس سے وہ لذت پاتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ محبوب کی ایذا محب کے لئے اسکے انعام سے زیادہ لذیذ ہوتی ہے کیونکہ انعام کی صورت میں محب کی مراد پوری ہوئی اور ایذا کی صورت میں محبوب کی اور محبوب کی مراد اسکے نزدیک اپنی مراد سے بڑھکر ہے۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں ؎

عاشقم بر لطف و بر قہرت بہ جد اے عجب من عاشقم بر ہر دو ضد

(تیرے لطف و قہر دونوں کا ہی دل سے عاشق ہوں میرا یہ حال بھی عجب ہے کہ میں دو ضدوں کا عاشق ہوں)

ناخوش از وے خوش بود در جانِ من جان فدائے یارِ دل رنجانِ من

(اسکی جانب سے غیر خوشگوار بھی میرے نزدیک خوشگوار ہی ہوتا ہے میری جان قربان ہو اس یار پر جو میرے دلکو رنج پہونچانیوالا ہے)

شیخ محمد عابد مجددیؒ فرماتے ہیں اگر دنیا کے امرا اور بادشاہوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ فقراء کے پاس کیسی کچھ لذت اور راحت ہے تو ان پر حسد کریں اور غبطہ کریں۔

اور ہو سکتا ہے کہ حیات طیبہ سے مراد وہ زندگی ہے جو برکات کا ثمرہ لاتی ہے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے کہ اسکی ہر بات خیر ہے اسکے علاوہ کسی دوسرے کو یہ بات حاصل نہیں اسکو راحت پہونچتی ہے تو شکر کرتا ہے تو اسکے لئے خیر ہے اور اسے تکلیف پہونچتی ہے تو صبر کرتا ہے تو یہ بھی اسکے لئے خیر ہے۔

حضرت مجاہدؒ اور حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ حیوٰۃ سے مراد جنت کی زندگی ہے۔ حضرت حسن نے فرمایا کہ سوائے جنت کے کسی دوسری جگہ کی حیات خوشگوار نہیں۔

(آیت بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

اور پوری دنیا کی ساری نعمتوں کا قلیل ہونا اگلی آیت میں اس طرح بیان فرمایا مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ یعنی جو کچھ تمھارے پاس ہے

(مراد اس سے دنیوی منافع ہیں) وہ سب ختم اور فنا ہونے والا ہے اور جو کچھ اللہ تعالیٰ کے پاس ہے (مراد اس سے آخرت کا ثواب و عذاب ہے) وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔

دنیا کی راحت و کلفت، دوستی و دشمنی سب فنا ہونے والے ہیں اور ان کے ثمرات و نتائج جو اللہ کے پاس ہیں وہ باقی رہنے والے ہیں

مَا عِنْدَكُمْ کے لفظ سے عام طور سے ذہن صرف مال و متاع کیطرف جاتا ہے استاد محترم مولانا سید اصغر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا لفظ ما لغت کے اعتبار سے عام ہے اور عموم کے معنی مراد لینے سے کوئی امر شرعی مانع نہیں، اسلئے اس میں دنیا کا مال و متاع بھی داخل ہے اور اس میں پیش آنے والے تمام حالات و معاملات، خوشی اور غم، رنج اور راحت، بیماری اور صحت، نفع اور نقصان کسی کی دوستی یا دشمنی یہ سب چیزیں شامل ہیں کہ سب کی سب فنا ہونے والی ہیں البتہ ان حالات و معاملات پر جو آثار مرتب ہونے والے ہیں اور قیامت میں انپر عذاب و ثواب ہونے والا ہے وہ سب باقی رہنے والے ہیں۔ فنا ہوجانے والے حالات کی دھن میں لگا رہنا اور اپنی زندگی اور اسکی توانائی کو اسی کی فکر میں لگا کر دائمی عذاب و ثواب سے غفلت برتنا کسی ذی عقل کا کام نہیں ؎

دورانِ بقا چو بادِ صحرا بگذشت　　تلخی و خوشی و زشت و زیبا بگذشت
پنداشت ستمگر کہ جفا بر ما کرد　　بر گردنِ وے بماند و بر ما بگذشت

(ایامِ زندگی میں صحرا کی ہوا بھی آئی اور چلی گئی اور جو حال بھی پیش آیا خواہ تلخی یا خوشی، برا یا اچھا سب گذر گیا۔ اے ستمگر! جس نے کہ میرے اوپر جفا کی ہے تو یہ سمجھ لے کہ تیری گردن پر اپنے کئے کا وبال رہا اور مجھے جو تکلیف ہوئی تھی وہ تو گذر گئی)

(۱۶)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا

مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ
مُّتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ نِعْمَ الثَّوَابُ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا

(ترجمہ) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہ کرینگے جو اچھی طرح کام کو کرے ایسے لوگوں کے لئے ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں انکے نیچے نہریں بہتی ہونگی انکو وہاں سونے کے کنگن پہنا دیے جاویں گے اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز ریشم کے پہنیں گے (اور) وہاں مسہریوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہونگے کیا ہی اچھا صلہ ہے۔ اور (بہشت) کیا ہی اچھی جگہ ہے

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ عدن کے معنی اقامت کے ہیں جنت کو عدن اسلئے کہا گیا ہے کہ مومنین اسمیں ہمیشہ رہیں گے

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر زیور کے لحاظ سے ادنیٰ جنتی کا مقابلہ تمام اہل دنیا سے کیا جائے تو یقیناً وہ زیور جو اللہ تعالیٰ اسکو جنت میں پہنائیں گے تمام دنیا والوں کے زیور سے بڑھ جائیگا۔ کعب احبار سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جب سے پیدا ہوا ہے اہل جنت کے لئے زیور ڈھال رہا ہے اور قیامت تک ڈھالتا رہے گا اور اگر اہل جنت کے زیوروں سے کوئی زیور ظاہر کردیا جائے تو یقیناً وہ سورج کی روشنی کو زائل کردے۔

وَيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا حضرت انس رضؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام رنگوں میں سبز رنگ زیادہ پسند تھا

مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اہل جنت کے کپڑوں کے متعلق ہمیں خبر دیجئے کہ آیا یہ کوئی مخلوق ہے پیدا کردی جائیگی یا بُن کر تیار کئے جائینگے یہ سوال سنکر بعض لوگ ہنس پڑے تو آپؐ نے فرمایا کیوں ہنس رہے ہو آیا اس لئے کہ ایک

ں ایک عالم سے پوچھ رہا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ یہ کپڑے جنت کے پھل
ے نکلیں گے۔ حضرت ابو الخیر سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ جنت میں
ں درخت ہے جس سے باریک ریشم پیدا ہوتا ہے وہی اہل جنت کا کپڑا
گا۔

مُتَّكِئِيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَائِكِ تکیہ لگا کر بیٹھنے کا ذکر اسلئے فرمایا ہے کہ
ہل نعمت اور سلاطین اسی طرح تختوں پر بیٹھتے ہیں۔ حضرت مجاہدؒ سے
ی ہے کہ جنت کی مسہریاں موتی اور یاقوت کی ہونگی

(معارف القرآن سے)

جنت کیلئے زیور | يُحَلَّوْنَ فِيْهَا اس آیت میں اہل جنت مردوں کو بھی سونے
ے کنگن پہنانے کا ذکر ہے اس پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ زیور پہنا تو مردوں کے لئے نہ
با ہے نہ کوئی جمال اور زینت، جنت میں اگر انکو کنگن پہنائے گئے تو وہ انکو
یت کردینگے۔

جواب یہ ہے کہ زینت و جمال عرف و رواج کے تابع ہے ایک ملک
خطہ میں جو چیز زینت و جمال سمجھی جاتی ہے دوسرے خطوں میں بسا اوقات
قابل نفرت قرار دی جاتی ہے اور ایسا ہی اسکے برعکس بھی ہے اسی طرح
ں زمانہ میں ایک خاص چیز زینت ہوتی ہے دوسرے زمانہ میں وہ عیب
جاتا ہے۔ جنت میں مردوں کے لئے بھی زیور اور ریشمی کپڑے زینت و
ال قرار دیئے جائیں تو وہاں اس سے کسیکو اجنبیت کا احساس نہ ہوگا یہ صرف
یا کا قانون ہے کہ یہاں مردوں کو سونے کا کوئی زیور یہانتک انگوٹھی اور گھڑی
چین بھی استعمال کرنا جائز نہیں۔ جنت کا یہ قانون نہ ہوگا وہ اس سارے
ان سے ایک الگ عالم ہے۔

(۱۷)

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنَّاتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۝

(ترجمہ) بیشک جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغ ہونگے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور نہ وہاں سے کہیں جانا چاہیں گے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو کیونکہ وہ سب جنتوں سے عمدہ اور اعلیٰ ہے اسکے اوپر اللہ تعالیٰ کا عرش ہے اور اسی (جنت الفردوس ہی) سے اور سب جنتوں کی نہریں جاری ہونگی۔ اسیطرح بیہقی نے معاذ بن جبلؓ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نے فرمایا کہ جنت کے سو درجے ہیں ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فصل ہے جتنا آسمان اور زمین میں۔ اور فردوس سب سے اعلیٰ درجہ ہے اسکے اوپر عرش ہے اسی سے جنت کی چاروں نہریں جاری ہونگی۔ تو تم جب اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو اسی جنت الفردوس کا۔ حضرت ابوامامہ کی روایت میں اتنی اور زیادتی ہے کہ اہل فردوس عرش کی چرچراہٹ سنیں گے۔ بغوی نے کہا ہے کہ حضرت کعبؓ کا قول ہے کہ جنت میں جنت الفردوس سے اعلیٰ کوئی درجہ نہیں ہے۔ جو لوگ امر بالمعروف نہی عن المنکر کرتے ہیں وہ لوگ اسمیں ہونگے حضرت مقاتلؒ کا قول ہے کہ فردوس سب جنتوں سے اوپر اور عمدہ اور افضل ہے اور اس میں سب سے زیادہ نعمتیں ہیں۔ عبداللہ بن حارث ابن نوفلؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تین چیزیں اپنے دست مبارک سے پیدا فرمایا ہے۔ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور توراۃ کو اپنے ہاتھ سے لکھا اور جنت الفردوس کو اپنے ہاتھ سے تیار کیا۔ قسم ہے میرے عزت وجلال کی اس میں شراب

پینے والا اور دیّوث نہ داخل ہوگا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ دیوث کسکو کہتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ دیوث اسکو کہتے ہیں جو اپنے اہل میں برائی دیکھے اور خاموش رہے۔

نزلا کی تفسیر چوتھے پارے میں آیت :۔ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ کے تحت گذری۔

(معارف القرآن سے)

صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم اللہ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب اعلیٰ و افضل درجہ ہے اسکے اوپر عرش رحمٰن ہے اور اسی سے جنت کی سب نہریں نکلتی ہیں (قرطبی)۔

لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا مقصد یہ بتلانا ہے کہ جنت کا یہ مقام انکے لئے لازوال دائمی نعمت ہے کیونکہ حق تعالےٰ نے یہ حکم جاری فرما دیا ہے جو شخص جنت میں داخل ہوگیا وہ وہاں سے کبھی نکالا نہ جائے گا مگر یہاں ایک خطرہ کسی کے دل میں یہ گذر سکتا تھا کہ انسان کی فطری عادت یہ ہے کہ ایک جگہ رہتے رہتے اکتا جاتا ہے وہاں سے باہر جانے کی خواہش ہوتی ہے اگر جنت سے باہر کہیں جانے کی اجازت نہ ہوئی تو ایک قید محسوس ہونے لگے گی اسکا جواب اس آیت میں دیا گیا کہ جنت کو دوسرے مقامات پر قیاس کرنا جہالت ہے جو شخص جنت میں چلا گیا پھر جو کچھ دنیا میں دیکھا اور برتا تھا جنت کی نعمتوں اور دلکش فضاؤں کے سامنے اسکو وہ سب چیزیں تلخ معلوم ہونگی اور یہاں سے کہیں باہر جانے کا کبھی کسی کے دل میں خیال بھی نہ آئیگا۔

---

(۱۸)

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا جَنّٰتِ عَدْنِ نِ الَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا (مریم)

(ترجمہ) پھر ان کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنھوں نے نماز کو برباد کیا اور خواہشوں کی پیروی سو یہ لوگ عنقریب خرابی دیکھیں گے ہاں مگر جس نے توبہ کرلی اور ایمان لے آیا اور نیک کام کرنے لگا سو یہ لوگ جنت میں جائیں گے اور انکا ذرا نقصان نہ کیا جائیگا وہ ہمیشہ رہنے کے باغ جنکا رحمٰن نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے اسکے وعدہ کی ہوئی چیز کو یہ لوگ ضرور پہونچیں گے اسمیں وہ لوگ کوئی فضول بات نہ سننے پاویں گے بجز سلام کے اور ان کو انکا کھانا صبح شام ملا کریگا۔ یہ جنت ایسی ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اسکا مالک ایسے لوگوں کو بناویں گے جو کہ خدا سے ڈرنے والا ہو

واضاعوا الصلوٰۃ حضرت سعید بن مسیبؒ فرماتے ہیں نماز کے ضائع کرنیکا مطلب یہ ہے کہ مثلاً ظہر کی نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ عصر کا وقت آجائے اور عصر کی نماز نہ پڑھے یہاں تک کہ سورج ڈوب جائے۔ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ اضاعتِ صلوٰۃ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اسے مکروہ طریقہ پر ادا کرے یا نماز کے سنن وآداب وغیرہ کو چھوڑ دے

وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ یعنی خواہشات نفسانی کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر ترجیح دیا اور گناہوں کا ارتکاب کیا۔ (باقی آئندہ)

(مکتوب نمبر ۷۵۴)

حال: حضور اقدس مرشدی و مولائی دامت فیوضکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
حال: الحمد للہ حضور والا کی دعاؤں کی برکت سے بخیریت ہوں اور حضور والا کی خیر و عافیت کا بجان و دل طالب و مستدعی ہوں۔ تحقیق: بخیریت ہوں
حال: الحمد للہ ثم الحمد للہ یہ حق تعالیٰ کا بہت بڑا فضل اور حضور والا کی خاص عنایت ہے کہ اس کم ظرف اور نکمے کو مقصود کی تحصیل میں بامراد اور بافلاح ہونے کے لئے اپنی انتہائی شفقتوں سے نواز رہے ہیں۔
جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

حضور والا دل سے اس ناکارہ کو معاف فرمائیں اور دل سے اس ناکارہ کی عند اللہ معافی کی دعا فرمادیں اور ارشاد گرامی کے بموجب کام پر مامور ہونے کی اور دربار الٰہی میں فضل و رحمت سے نوازے جانے کی بجان و دل دعا فرمادیں۔ بامراد ہونے کی دلی دعاؤں کا یہ ناکارہ اشد درجہ محتاج ہے۔

تحقیق: میں کیا اور میری دعا رکیا۔
حال: الحمد للہ ثم الحمد للہ حضور والا کی دلی دعاؤں کی برکت سے جملہ معمولات کی ادائیگی پر استقامت نصیب ہے ۔ مزید خیر و برکات۔ غوائل نفس اور اسکے امراض سے صحت یابی، تقویٰ اللہ اور حسن خلق سے متصف ہونے سے اللہ اور رسول اور حضور والا سے سچی اور پختہ نسبت سے نوازے جانے رزق میں فراخی اور امراض جسمانی سے صحت یاب ہونے اور اب سے کام کا مسلمان بنکر زندہ رہنے کی دلی دعاؤں کا یہ ناکارہ اشد درجہ محتاج ہے۔
تحقیق: اسمیں جو بات کہے وہی کرے یہ بھی داخل ہے۔

(یہ تحریر بھی بھیجی گئی)

ادھر چند بار سے آپ کے خطوط پھر دیکھنے کی نوبت آئی یہ دیکھا کہ آپ کئی کئی صفحات لکھتے ہیں اور حضرت والا مدظلہ اس پر ایک جملہ تحریر فرما دیتے ہیں۔

چونکہ کبھی کبھی آپ کے معاملے میں یہ راقم السطور واسطہ رہا ہے اسلئے فی الجملہ حالات سے مجھے واقفیت ہے اور حضرت والا کا منشار بھی کچھ سمجھ میں آتا رہا چنانچہ ایمار پاکر پھر کچھ عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں ورنہ تو میں اپنی حقیقت سے اور آپ کے مرتبہ سے خوب واقف ہوں مجھے کیا حق پہونچتا ہے کہ اصلاحی باتیں آپکو لکھوں اگر ناگوار خاطر ہو تو معافی کا خواستگار ہوں۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ جو باتیں اور اپنے حالات لکھتے ہیں وہ اپنی جگہ پر سب ٹھیک اور درست ہوتے ہیں۔ دین کی کتابیں دیکھکر آدمی کو بہت سی باتیں معلوم ہو جاتی ہیں لیکن حضرت والا اس پر جو کچھ تحریر فرما دیتے ہیں اسکا مطلب یہ نہوتا ہوگا کہ وہ سب حالات غلط ہی ہیں یہ نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ طریق کی ایک اہم چیز ہے شیخ سے مناسبت اور شیخ کی تعلیمات سے مناسبت میرا خیال یہ ہے کہ آپ کے خطوط میں حضرت والا اسی چیز کی کمی محسوس فرماتے ہونگے۔ مرید بزرگوں کی کتابوں سے دین کی بہت سی باتیں معلوم کر سکتا ہے لیکن حقیقی مرید تو وہی ہے جس نے اپنی کتاب اپنے شیخ کو بنا رکھا ہو اور علم و عمل اخلاق گفتار و کردار میں اپنے شیخ ہی کا پرتو ہو۔

اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت والا کی تعلیمات میں اخلاق اور اصلاح نفس کیسا کچھ زور دیا جاتا ہے اس اعتبار سے ہم لوگوں کا عمل بھی ان امور میں ممتاز ہونا چاہئے۔ یعنی یہ چاہیئے تھا کہ حضرت والا کی تعلیمات اور تصنیفات کی

روشنی میں ہم صدق و خلوص کو سمجھتے طلب کو سمجھتے، اخلاص و نفاق کو سمجھتے اور سب سے پہلے خود اچھی چیزوں کو اپنے میں جاری کرتے پھر دوسروں سے اسکا مطالبہ کرتے لیکن ہماری یہی کمزوری ہے کہ عبادات اور وظائف ذکر و اذکار میں تو کچھ چل پڑتے ہیں مگر اصلاح نفس کے بارے میں اپنے آپکو ایسا پیش کرتے ہیں کہ گویا حضرت سے اور حضرت کی تعلیمات سے ہم کو مناسبت ہی نہیں۔

اور وجہ اسکی یہ ہے کہ اور سب چیزیں ہیں آسان اور اصلاح نفس ذرا مشکل چیز ہے اسلئے اسپر نہیں آتے، یہی ہے اصل شکایت جو حضرت والا کو عموماً ہم سب سے ہے۔ غور فرمایئے شاید آپ سے سوالات کا منشا بھی یہی ہو۔ عبادات اور وظائف جاری ہیں لیکن نفس کے خلاف ہونے کی صورت میں الزام وارد ہوتے دیکھکر کہی ہوئی بات سے بھی انکار کر جانے میں ہمیں عذر نہیں اس قسم کی خامیاں نفس کیجانب کامل توجہ نہ کرنے سے ہوتی ہیں ہم لوگ قلب کی جانب تو متوجہ ہیں ذکر وغیرہ کر کے اسکو خدا تعالیٰ کا عاشق بنالیا مگر اس عشق کو نفس تک نہیں پہونچا سکے اسلئے جہاں کا تہاں رہتا ہے۔ اس تحریر پر غور فرمایئے شاید کسی درجہ میں آپ کے لئے معین ہو ورنہ ہم لوگوں کا تو یہی حال ہے۔ والسلام

(مکتوب نمبر ۴۷۶)

حال: حضرت کی مبارک تحریر سے حضرت کی خیریت معلوم ہوئی جس سے بہت زیادہ خوشی ہوئی ساتھ ہی ساتھ تھوڑا سا رنج ہوا کہ اسی خط میں آگے جامی صاحب کے قلم سے مرقوم ہے اسوقت تو جی چاہتا ہے کہ بس لوگوں کو یہی لکھا کروں جیسا کہ ایک صاحب کو آج ہی لکھا ہے کہ سب سے بڑی چیز اسوقت کے فرائض میں سے یہ ہے کہ جو کہا جائے وہ کیا جائے۔ زبان سے کوئی بات کہے اور فعل اسکے خلاف صادر ہو ایسا ہم لوگوں سے ہو جاتا ہے یہ تکلیف دہ

ہو جاتا ہے میں اپنے کو ایسا ہی سمجھتا ہوں۔

یہ شفقت بھری تحریر پڑھکر دو چیزیں سامنے آگئیں ایک حضرت کی بے پایاں شفقت کہ اللہ اکبر! یہ شفقت کہ حضرت ہر وقت ہماری فکر میں گھلتے رہتے ہیں ہماری اصلاح کے لئے قسم قسم کی تدبیریں اختیار فرماتے ہیں بلاشبہ اس زمانہ میں ایسا شفیق شیخ نہیں دیکھا۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی توجہ کی برکت سے ہم ناکاروں کی اصلاح فرمائیں۔ آمین۔ اور ظاہر و باطن کو یکساں فرمادیں کہ حضرت کے لئے سب سے زیادہ یہی چیز باعث تکلیف ہے۔

دوسری چیز جو سامنے آئی وہ اپنی ناکارگی اور اپنی بدحالی ہے۔ بلاشبہ حضرت کو ہماری بدحالی سے بیحد تکلیف ہے۔ بہت ہی افسوس کی بات ہے کہ حضرت اپنے مضمون میں اکثر اخلاق ہی پر زور دیتے ہیں، نفاق ہی کی مذمت، نفاق ہی سے بچنے کی تدبیر بیان فرماتے ہیں، اسکی مضرت کو واضح فرماتے ہیں، مگر ہمارا یہ حال ہے کہ حضرت کی فرمودہ تدابیر کو اختیار نہیں کرتے دن رات نفاق میں مبتلا رہتے ہیں۔ قول و فعل میں برابر تخالف، اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر رحم فرمادیں۔ آمین۔ بلاشبہ حضرت بالکل صحیح فرماتے ہمارا یہی حال ہے کہ جو کہتے ہیں اسکے خلاف کرتے ہیں۔ اعاذنا اللہ من ذالک

(یہ تحریر بھی گئی)

آپ کا خط حضرت والا کے نام آیا پچھلے خط میں آپکو جو کچھ لکھا گیا تھا اس سے میں یہ سمجھا کہ حضرت والا اب آپکو کام کی جانب اور زیادہ متوجہ فرمانا چاہتے ہیں کیونکہ حضرت والا کو جو تعلق آپ سے ہے معلوم ہے پھر جو اس قسم کا مضمون جاتا ہے تو بتلانا یہی ہوگا کہ آپ لوگوں کو اپنے مرتبہ کے اعتبار سے اپنے کو پیش کرنا چاہیئے ہو سکتا ہے کہ آپ جس ماننے کو کافی سمجھتے ہوں حضرت والا

اس سے زیادہ دیکھنا چاہتے ہوں اسی مرتبہ پر پہونچانے کے لئے اس قسم کا جواب جایا کرتا ہے بہرحال اپنی حیثیت پیش نظر رکھیئے اور پھر اسی کے مطابق کام کیجئے تاکہ حضرت والا کا منشا پورا ہو کہ اس نوع کی تنبیہات سے یہی مقصود ہوا کرتا ہے۔

(مکتوب نمبر ۲۷۷)

حال : بعد سلام مسنون عرض حال خدمت اقدس میں یہ ہے کہ بندہ ایک نوع خیریت سے رہ کر حضرت والا کی خیریت کا طالب ہے معمولات وغیرہ کلی پابندی کے ساتھ ادا ہو رہے ہیں۔ حضرت والا سے خط و کتابت کرنے کو آج قریب ایک سال ہوگیا جن جن مہلک امراض کا حضرت والا نے علاج تبلایا تھا اس پر عمل کر کے میں بحمداللہ صراط مستقیم کو پاچکا۔ حضرت والا سے اصلاحی خط و کتابت کے عرصہ میں جو جو تصانیف حضرت والا کی تھیں ہر ایک کو بغور حرف بحرف مطالعہ کیا تھا اور کر رہا ہوں اس سے میں اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ حضرت مدظلہ کو خدائے بزرگ و برتر نے انسان گری کا تحفہ عطا فرمایا ہے۔ جب میں نے اپنے گریبان میں منہ ڈالکر دیکھا اپنے اندر خصائل بہیمیت اور شیطنت کا ایک تودہ سا پایا ان خصائل سیئہ کے رہتے ہوئے انسان کامل نہیں بن سکتا۔ آخر میں نے دل میں یہی ٹھان لی کہ جب باری تعالیٰ نے انسان گر کے متلاشی کی توفیق دیدیا ہے تو حضرت والا سے یہی گذارش ہے کہ بندہ کو بیعت سے نواز کر دارین کی فلاح و بہبودی کا مستحق بنا دیں۔

تحقیق : الحمد للہ بخیریت ہوں۔ یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ آپکو طریق میں شرح صدر ہوگیا اور آپ کام بصیرت کے ساتھ کر رہے ہیں۔

کتابوں مطالعہ سے آپنے جو اخذ کیا ہے یہ بھی آپکی بصیرت کی دلیل ہے

اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطا فرما دے اور مجھ سے آپ حضرات کے گمان کے مطابق خدمت لے لے۔

آپ کے جب ایسے خیالات ہیں تو پھر آپ بعیت ہی ہیں اللہ تعالیٰ فلاح دارین نصیب فرماویں مطالعہ کی کتاب کا انتخاب بہت خوب ہے دینی مسائل سے واقفیت نہایت ضروری ہے اسکے ساتھ ساتھ وصیۃ الاخلاق وصیۃ الاحسان۔ مضمون ذکر۔ عاقبۃ الانکار۔ وغیرہ کا بھی مطالعہ جاری رکھئے اللہ تعالیٰ علم و عمل صحیح نصیب فرمائے۔

(مکتوب نمبر ۴۷۸)

حال: اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے سے قاصر ہوں کہ اپنے بے انتہا فضل و کرم سے حضرت والا کی خدمت میں رہنے کا موقع ارزانی فرمایا۔ تحقیق: بیشک

حال: ــــ دین دنیا دونوں ہی کا فائدہ کھلی آنکھوں دیکھ رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا کو جزائے خیر ارزانی فرمائیں اور اس شفیق سایہ کو تادیر ہمارے سروں پر قائم رکھیں۔ آمین ثم آمین۔ تحقیق: آمین۔

حال: حضرت والا کی خدمت میں رہنے سے جو کچھ فوائد حاصل ہو رہے ہیں سب ہی اس زمانہ میں نایاب ہیں لیکن مجھکو سب سے بڑا فائدہ جو پہونچا ہے وہ: اپنے جہل اور کم فہمی کا احساس ہو گیا۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: جس سے طبیعت میں ایک حرکت پیدا ہو گئی اور جہل سے نکلنے کا ایک خیال پیدا ہو گیا اسکو حضرت والا کی ایک کرامت سمجھتا ہوں جو اپنے اندر مشاہدہ کر رہا ہوں۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: اللہ تعالیٰ حضرت کی ذات بابرکات دائم و قائم رکھیں اور ہم سب حضرت والا کی مرضی کے مطابق بنجانے کی توفیق ارزانی فرمائیں۔ اے اللہ حضرت والا کے فیوض و برکات سے ہم سب کو مستفید فرما۔ اور حضرت والا کو

ں محنت و جانفشانی کی بہترین جزاء عطا فرما اور ہماری آنکھیں کھول دے
ہم حضرت والا کی بے لوث شفقت و محبت کی قدر پہچانیں۔ تحقیق: آمین
ل: حضرت والا بھی میرے لئے نیز میرے تمام ساتھیوں اور حضرت کے
ام متعلقین نیز جملہ مسلمانوں کے لئے صحیح ایمان اور نیک توفیق اور اچھے
تر کی دعاء فرمادیں۔ تحقیق: دعاء کرتا ہوں۔
ل: کوشش کرتا ہوں کہ بے کار باتوں میں وقت ضایع نہ ہو۔ مطالعہ وغیرہ
حتی الامکان سعی کرتا ہوں۔ حضرت والا جو مضامین دکھلاتے ہیں ان کو
بھی لیتا ہوں۔ تحقیق: الحمد للہ۔
ل: یہ ایسی چیزیں ہیں جو کہیں بھی نہیں ملیں گی۔ تحقیق: ہاں نہیں ملینگی۔
ل: حضرت کی شفقتوں اور عنایتوں کا شکر ادا کرنا کیا معنی؟ اسکا بھی اندازہ
ں کر پاتا کہ حضرت کو میرا کس قدر خیال ہے جو بھی اندازہ لگاتا ہوں حضرت کی
قت و توجہ کو اس سے بڑھا ہوا پاتا ہوں۔ اللّٰھم زد فزد۔
ق: بالکل صحیح ہے۔ آمین۔
ل: اللہ تعالیٰ کی توفیق سے روزانہ ایک پارہ تلاوت کرلیتا ہوں۔ مناجات
دل کی ایک منزل پڑھ لیتا ہوں۔ مغرب کے بعد اوابین پڑھکر تنہائی میں
ٹکر دوازدہ تسبیح پڑھ لیتا ہوں ـــــــ حضرت سمجھ کی بہت کمی ہے نیز
لاص کی دعاء فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ فہم و اخلاص ارزانی فرمائیں۔
ق: دونوں کے لئے دعاء کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۴۷۹)

ل: بحضور فیض گنجور حضرت مولانا صاحب دامت برکاتہم۔ السلام علیکم
حمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہ عاصی پر معاصی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کا رہنے والا ہے
رسے ایک درسگاہ میں تعلیمی خدمت انجام دے رہا ہے امر بالمعروف

اینکہ اس عاصی نے ہر چند کوشش کی کہ دل مائل بہ نیکی نہیں ہوتا تو کم از کم دنیا کی محبت اور برائیوں ہی سے نفرت ہو جائے لیکن اپنے کو ذرہ برابر اسمیں کامیاب نہیں پاتا، نہ تو نماز پڑھنے ہی میں کوئی لذت محسوس کرتا ہے اور نہ تو تلاوت وغیرہ ہی میں کوئی مزہ ملتا ہے البتہ ادہر ادہر کی پریشانیوں اور مصائب میں ہر وقت مبتلا رہتا ہے۔ تمام ارادے اور کوشش بیکار ثابت ہوئے، بہت غور و فکر کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا کہ ؎

می نہ روید تخم دل از آب و گِل
بے نگاہے از خداوندانِ دل

تحقیق: بیشک۔ اللہ تعالیٰ نے بڑے مبارک نتیجہ پر پہونچایا۔

حال: کئی بار الٰہ آباد پہونچکر بارگاہ عالی میں حاضری کا موقع ملا اور حضور والا نے شرف باریابی بھی بخشا لیکن اپنی بداعمالیوں اور سیہ کاریوں کی وجہ سے زبان اظہار مافی الضمیر سے گونگی ہو گئی۔ بصد شرم و ندامت ڈرتے ڈرتے ہمت ہوئی کہ حضور والا سے درخواست کروں کہ حضور والا اپنے سایہ عاطفت میں لیکر اصلاح فرمائیں۔

تحقیق: اس نیت سے لیتا ہوں کہ شاید آپکی برکت سے میری بھی اصلاح ہو جائے

حال: تاکہ خداوند قدوس جناب والا کے روحانی فیض سے دل میں برائیوں سے نفرت پیدا کر دے اور نیکیوں کی توفیق عطا فرمائے

تحقیق: آمین۔

حال: جناب والا کی ذات بابرکات سے قوی امید ہے کہ اس گناہگار کی درخواست قبول فرماتے ہوئے اصلاح حال کیطرف توجہ فرمائیں گے۔

تحقیق: ضرور ضرور

حال: امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

تحقیق: الحمدللہ بخیریت ہوں۔

پھر زمانۂ قیام فتحپور ہی میں حضرت اقدس کیجانب سے ایک اور تحریری پیام اہل فتحپور و اطراف کے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے سنایا گیا جو یہ تھا:

"حضرات جو لوگ میرے پاس آمد و رفت رکھتے ہیں خاصکر اہل برادری کی خدمت میں عرض ہے کہ اب میں کام اصول سے کرنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ جو لوگ محض دنیا کے لئے آتے ہیں ان سے بھی مجھکو انکار نہیں مگر ایک جماعت ایسی بھی ہونی ضروری ہے جو دین سیکھنے والی ہو۔ ایسے لوگوں کا وقت الگ مقرر ہوگا اسمیں دوسرے لوگ داخل نہیں ہو سکتے اور ان دونوں قسموں کی تمیز میں میرا اعتبار ہے کہ میں کام کرنے والا ہوں آنے والوں کی رائے کا اعتبار نہیں کوئی شخص دوسری دین والی جماعت میں شرکت کا قصد بغیر میری تصریحی اجازت کے ہرگز نہ کرے، خواہ وہ برادری کا ہو یا غیر برادری کا۔

دوسری بات یہ ہے کہ حضرات اہل علم اپنی اصلاح خود کریں میں انکی اصلاح کی اہلیت نہیں رکھتا الا ماشاء اللہ تعالیٰ اس میں بھی میری رائے کا اعتبار ہے۔ والسلام۔

فتحپور میں کچھ ایام تو لوگ اپنی شرائط پر قائم رہے لیکن بعد چندے انکا اصل مرض پھر عود کر آیا اور باہم کسی نزاع کا پھر شکار ہو گئے۔ حضرت والا فتحپور میں موجود لیکن اہل نفس کو ذرا غیرت اور احساس نہ ہوا کہ اسکا حضرت پر کیا اثر پڑے گا کسی معمولی سی بات پر باہم لڑ پڑے چنانچہ حضرت والا کو اسکی وجہ سے سخت رنج ہوا اور انتہائی قلق ہوا اور قوم کی بدحالی پر افسوس بھی ہوا کہ یہ لوگ اس درجہ اخلاقی گراوٹ میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ ان کے سامنے کسی عالم یا مقتدا یا شیخ کا بھی کوئی اثر یا خوف و لحاظ نہیں رہ گیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ورنہ تو فطرت ہے کہ آدمی اپنے بڑے کو دیکھکر اس قسم کی حرکات سے رک جایا کرتا ہے

لیکن یہاں دونوں جانب سے آوازیں بلند اور شور جاری تھا نہ کسی ناصح کا خیال رہ گیا تھا نہ کسی مرشد کا پاس ادب۔

یہ واقعہ اطراف میں بھی مشہور ہوا کہ حضرت والا کی موجودگی میں بھی فتحپور کے لوگ باہم لڑ گئے، چنانچہ ندوہ سرائے جو فتحپور سے قریب ہی بستی تھی وہاں کے لوگوں کو بالخصوص حکیم مولوی ظہیرالدین صاحب کو اسکا احساس ہوا کہ یہ تو بہت ہی برا نقشہ لوگوں نے پیش کیا۔ فہیم آدمی تھے سمجھے کہ عجب نہیں حضرت والا پر اسکا اثر پڑے کہ حضرت یہاں سے ناراض ہو کر تشریف لیجا دیں اسلئے انھوں نے فوراً حضرت کیخدمت میں اپنی جانب سے معذرت کا خط لکھا اور گویا برادری کی طرف سے حضرت والاؒ سے معافی کے خواستگار ہوئے۔ خط اور اسکا جواب ملاحظہ فرمائیے:۔

" مخدومی و مطاعی (روحی فداہ) سیدنا و شیخنا حضرت مولانا صاحب قبلہ ادام اللہ ظلکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آنجناب کی و نیز جملہ متعلقین کی خیر و عافیت کا دل سے متمنی ہوں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے سب کو سکون و اطمینان اور صحت و عافیت کی نعمت سے سرفراز فرماتے رہیں۔ مخدومی یہاں کے باہمی نزاعات سے آنجناب کو رنج و افسوس اور دلی صدمہ پہونچا ہوگا جس سے مجھکو انتہائی صدمہ ہے لیکن میرے بس میں نہیں ہے کہ میں یہاں کے لوگوں کو متاثر کر سکوں، مشکل یہ ہے کہ یہاں کا ہر فرد رہنما ہے اور سارے معاملات میں اپنے کو بے قصور اور بے عیب سمجھتا ہے اور سارا قصور دوسروں کا سمجھتا ہے پھر صلح و صفائی کے لئے اپنے دل کی بھڑاس نکالنا ضروری سمجھتا ہے کہ بغیر اسکے مصالحت کیسے ممکن ہے ظاہری لیپ پوت سے کیا فائدہ اسلئے تقریباً ہر فریق یہ چاہتا ہے کہ کھل کر گفتگو

کیجائے اور قصور کا اعتراف کیا جائے۔ یہاں کے حالات کا یہ خلاصہ ہے۔ پٹھانوں کی گفتگو میں مزید فساد کا خطرہ ہے کہ تُو تُو مَیں مَیں کا خطرہ ہے۔ لوگوں کا ارادہ ہے کہ حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوں اور وہیں آپس میں صلح و صفائی ہو۔

بہرحال خدا جانتا ہے کہ میں ظاہراً و باطناً کسی حیثیت سے بھی یہاں کے فسادات میں شریک نہیں ہوں اسلئے جہاں تک میری عقل کام کرتی ہے میں اپنے متعلق یہی سمجھتا ہوں کہ میں یہاں کے حالات کا بالکل ذمہ دار نہیں ہوں اور اگر مخفی طور پر جسکو کہ میں نہیں سمجھ رہا ہوں مجھ پر کوئی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تو میں بارگاہ رب العزت میں دل سے معافی چاہتا ہوں کہ وہ اپنے فضل و کرم سے میری نادانستہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں

مخدومی! میں بعض مجبوریوں سے ابتک حاضر خدمت نہ ہوسکا انشاء اللہ کل حاضر خدمت ہوں گا۔ یہاں کے قیام سے میری حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہے میرے حق میں دعاء فرمائیں والسلام۔

حکیم ظہیر الدین (ندوہ سرائے)

(حضرت والا کا جواب حکیم ظہیر الدین صاحب کے نام)

عنایت فرمائے بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

حالات معلوم ہوئے، حالات تو ایسے ہی ہیں جن سے رنج ہے اور ہونا چاہیئے کیونکہ یہ فساد ہے اور اسی فساد سے مجھکو انتہائی پڑھ ہے مجھ سے اگر آپ پوچھنا چاہتے ہیں یا کوئی پوچھنا چاہتا ہے تو اسکا واحد جواب یہ ہے کہ یہ فساد انتہائی مذموم عند اللہ ہے

اور نفاق کا سب سے بڑا شعبہ ہے اسی لئے اب میں دنیوی تعلق کے لئے بھی اخلاص کو شرط قرار دیتا ہوں لہٰذا میرے پاس آمد و رفت بغیر اسکے محض بے فائدہ اور لغو چیز ہے اور آپ جانتے ہیں کہ دنیا اور دین میں اخلاص کی کس قدر اہمیت ہے۔ آپ کی کسی مصلحت کے خلاف نہ ہو تو یہ مضمون لوگوں کو پہونچا دیجئے۔ والسلام

اسی زمانۂ قیام میں کسی شخص نے حضرت والا کی جانب کسی ایسے امر کی نسبت کر دی جس سے حضرت کا بالکل تعلق نہ تھا اسکی وجہ سے بھی حضرتؒ کو مزید تکلیف پہونچی اور اہل فتحپور کے لئے یہ مضمون لکھوا کر سنایا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

آپ لوگ مجھکو لائے ہیں اس کا تو شاید آپ لوگوں کو انکار نہ ہوگا' لانے کے بعد پھر مجھکو ذلیل کرنا یہ شرافت انسانی سے نہایت بعید ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں کسی امر کا فیصلہ نہیں کیا کرتا بہت دنوں سے یہ معمول بنا لیا ہے۔ اب یہ بتائیے کہ میری طرف کسی امر کی نسبت بلا میری شرکت کے کیا روا ہے؟

میں ان امور میں انتہائی احتیاط سے کام لیا کرتا ہوں۔ اب بتائیے کہ میں کیا کروں، اب میرے احتیاط سے خارج معلوم ہوتا ہے اب آپ لوگوں کی دیانت و شرافت پر فیصلہ ہے

اگر معقول جواب آپ نے دیا تو خیر ورنہ پھر اور کوئی راہ اختیار کروں گا۔

والسلام

وصی اللہ عفی عنہ

کیونکہ بات یہ ہے کہ شرکت تقریبات میں (آجکل) مفاسد اس کثرت سے ہیں جو کسی جاننے والے پر پوشیدہ نہیں ہیں (آجکل) یہ تقریبات مقابلہ اور تفاخر کے لئے زیادہ ترکیجاتی ہیں حتیٰ کہ بڑے بڑے لوگ بھی (اسی مرض میں مبتلا ہیں) لوگ آپس میں گفتگو اور بحث کیا کرتے ہیں کہ فلانے کی تقریب فلاں کی تقریب سے زیادہ شاندار تھی (اسکو بھی جانے دو بھلا) جس عالم یا بزرگ کی داڑھی سفید ہوگئی ہو اور وہ لوگوں کا مقتدا بنا ہوا ہو اسکے لئے تو بہت ہی نازیبا ہے کہ بچوں اور فاسقوں کے ساتھ ملکر لہو ولعب کے مواقع میں شریک ہو جہاں وہ خدا سے (اس درجہ) غافل ہوتے ہیں کہ اگر یہ انکو کسی نیک کام کا حکم کرنا چاہے تو وہ پلٹ کر اسکی بات بھی نہ سنیں ۔ نیز بسا اوقات تقریبات میں لہو ولعب کا سامان (راگ باجہ) بھی ہوتا ہے جن کو یہ عالم حرام سمجھتا ہے یا بھانڈ وغیرہ ہوتے جو لوگوں کو ہنساتے اور ان سے مسخرہ پن کرتے ہیں اور اسی قسم کی بہت سی باتیں ہوتی ہیں جو علماء اور صلحاء کی شان کے خلاف اور انکی ہیبت و عظمت کی کھونے والی ہیں اور لوگوں میں سے انکی توقیر ضایع کر دینے کا سبب ہوتی ہیں ۔ پس ان باتوں میں اپنے وقار و عظمت کا پاس کرنا ہر عالم و متقی اور خطیب و واعظ وغیرہ کو لازمی طور پر ضروری ہے ۔

عزیزمن ! ذرا سوچو تو سہی اگر کوئی خطیب جمعہ کے دن ممبر کے پاس بیٹھکر نمازیوں کے سامنے لہو ولعب اور غپ شپ ہنسی مذاق کرتا رہے پھر اسکے بعد اسی حالت میں پھر وہ ممبر پر پہونچے تو اسکی تعظیم کیونکر کیجا سکتی ہے اسکی

(بقیہ حاشیہ ماسبق کا) چنانچہ رسالہ قصد السبیل جو کہ علم تصوف میں ہے اسکے لئے کافی دلیل اور شاہد عدل ہے اس رسالہ میں حضرت حکیم الامۃ نے عالی و عامی مشغول و عالم فارغ و عالم مشغول چاروں قسموں کے آدمیوں کیلئے دستور العمل تبلادیئے ہیں بس بحمد اللہ تمام ہوچکی اور خدا کا راستہ ہر ایک مسلمان کیلئے سہل طریقہ پر کھولدیا گیا ہو اب بھی اگر وصال خدا کی تمنا مسلمان کے دل میں پیدا ہوتی تو اسکا مطلب ہے کہ اسکو خدا کی محبت اور طلب ہی نہیں ۔ جن لوگوں کے دلوں میں الحاد و بیدینی کے شبہات پیدا ہوتے ہیں ان کے اوپر بہت زیادہ ضروری ہے کہ طریقہ تصوف کے ذریعہ سے اپنے دل میں یقین اور اطمینان پیدا کریں کہیں خدانخواستہ خاتمہ بُرا نہ ہو اور جو لوگ علم ظاہری پڑھ رہے ہیں یا پڑھ چکے ہیں وہ بالخصوص اس راستہ کو ضروری سمجھیں کہ اصلی علم وہی ہے جو دل میں اپنا اثر پیدا کر دے والسلام ـــ ۱۲ مترجم ۔

بات کی طرف کوئی بھی دل سے توجہ نکریگا اسی راز کی وجہ سے خطبہ کے وقت تک خطیب کے ایک حجرہ میں تنہا پوشیدہ بیٹھے رہنے کی رسم چلی آتی ہے (تاکہ خطبہ سے پہلے لوگوں کے ساتھ بیجا اختلاط اور فضول بات چیت نہ ہونے پائے جس سے وعظ و نصیحت کا اثر زائل ہو جاتا ہے تو جب تھوڑی دیر کی فضول باتوں سے ایسا ضرر رہوتا ہے تو بھلا تقریبات کی مجلسوں میں جہاں صدہا خرافات ہوتی ہیں جانے کا کیا کچھ نقصان نہوگا جب ایسے لہو لعب کے مجمعوں میں فاسقوں اور بیہودہ لوگوں کے ساتھ علماء و صلحاء شریک ہونگے تو انکی عظمت و وقار لوگوں کے دلوں میں خاک رہیگی)۔

بس اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو اور یہ بہانہ مت کرو کہ میں تو صرف ایک ضرورت کے لئے گیا تھا (ایسے مواقع میں ضرورت سے بھی نہ جانا چاہئے) کیونکہ پرکھنے والا (اسکے ضرر کو) خوب سمجھتا ہے اور بالفرض اگر تم نے صاحب تقریب کی کم عقلی کیوجہ سے اسکی خاطر داری کا قصد کیا تو اسکو سوچ لو کہ اس پر جو نتیجہ بد مرتب ہوگا کہ دلوں سے تمھاری وہ ہیبت و عظمت نکل جائیگی اور لوگ تمھارے وعظ و نصیحت کو آئندہ توجہ سے) نہ سنیں گے اسکو تم خود بھی اس کم عقل صاحب تقریب کی خاطر داری سے بدرجہا زیادہ قابل لحاظ سمجھوگے اور بالخصوص اگر اس تقریب میں امراء اور بڑے طبقہ کے لوگ قاضی اور تجار وغیرہ ہوئے تب تو تمھارے نہ جانے سے (صاحب تقریب کو رنج و غم کا) کچھ بھی اثر نہ ہوگا اور نہ تقریب کی شان میں کچھ کمی آئیگی مگر آجکل اس زمانہ کے علماء اور درویشوں میں یہ بات پیدا ہوگئی ہے کہ تقریبات میں بکثرت جاتے ہیں اور طبعی طور پر اس سے حیاء کم کرتے ہیں حالانکہ ہم قریباً ستر علماء و صلحاء کی صحبت پائی ہے جو وفات پاکر اسوقت آغوش رحمت الٰہی میں ہیں ان میں سے کسی کو بھی ہم نے (مرتے دم تک) کبھی کسی تقریب میں نہیں عہ دیکھا۔ پس اسکو اچھی طرح سمجھ لو۔

عہ۔ حاشیہ عہ ۱۵۵ پر دیکھئے۔

(عہد: عرسوں کی دعوت نہ قبول کیا کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ ان بڑے بڑے عرسوں کی دعوت بھی قبول نہ کیا کریں جو مسلمانوں کی قبروں پر کئے جاتے ہیں اور بالخصوص اگر مصر کے قبرستانوں میں عرس ہو اور تمکو بلایا جائے تو کبھی نہ جاؤ کیونکہ ان میں کثرت سے مسلمانوں اور اولیاء اللہ اور شہداء وغیرہ کی قبروں کو پاخانے پیشاب اور گدھے خچروں کی لید سے ناپاک اور پلید کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے آجکل بڑی کوشش کی کہ مصر کے قبرستانوں میں ایک قبر کے برابر جگہ بھی ایسی مل جائے جہاں کوئی مردہ دفن نہ ہوا ہو چاہے راستوں ہی پر مل جائے مگر کوئی جگہ نہیں ملی (تو ایسی حالت میں جو لوگ وہاں جائیں گے وہ سوا اسکے کہ قبروں کے اوپر کو چلیں اور وہیں پیشاب پاخانہ کریں، وہیں گدھے خچر باندھیں اور کیا کرینگے) اور (غضب یہ ہے کہ) اولیاء اللہ کے مزارات کے مجاور آجکل عرس وغیرہ کے موقع پر) دوسرے مسلمانوں کی قبروں کے وہ نشان بھی جو ولی کے مزار کے سامنے ہوتے ہیں مٹا ڈالتے ہیں تاکہ اس جگہ زائرین کے گدھے خچر کھڑے ہوں محض اس وجہ سے کہ ان مجاوروں کو ان سے کچھ روپئے پیسے یا روٹی کے ٹکڑے ملجاتے ہیں۔ اسکو خوب سمجھ لو خبردار کبھی انجان بنکر ایسی جگہ چلے جاؤ پھر جب پیشاب یا پاخانہ کا تم کو تقاضا معلوم ہوگا تو مجبور ہوکر

(۱۵ کا حاشیہ) الحمد للہ والمنۃ کہ آج جس بات کو ہمارے علماء وقت نے شدت کے ساتھ منع فرمایا ہے علامہ شعرانی بھی جو کہ چار سو برس پہلے گذرے ہیں اسکو منع فرماتے ہیں اور نہ صرف منع بلکہ فرماتے ہیں کہ ہم سے ہمارے مشائخ نے اسپر عہد لیا ہے کہ تقریبات میں کبھی نہ شریک ہوا کریں حالانکہ اس زمانہ میں اسقدر خرافات بھی نہ ہوتی تھی جو آجکل تقریبات میں رسوم کی پابندی سے ظاہر ہو رہی ہیں۔ اسی لئے حضرت حکیم الامۃ نے بھی اپنے خدام سے حقوق طریقت میں یہ عہد لیا ہے کہ شادی و غمی کی تقریبات میں

وہیں تقاضائے حاجت کرنا پڑیگی اسکے بدون چارہ نہ ہوگا اور اگر ایسا ہی جانا ضروری ہے تو جانے سے ایک یا دو دن پہلے کھانا پینا چھوڑ دو تاکہ تمکو اپنے نفس پر اطمینان ہو جائے کہ وہاں جاکر پیشاب پاخانہ کی ضرورت نہ ہوگی اور علاوہ ان کے علاوہ قبروں پر بیٹھنے (اور چلنے پھرنے) اور پیشاب وغیرہ کرنے کے اور بھی بہت سی باتیں بیان کی ہیں جنکی وجہ سے شرکت عرس کے لئے (بلانا اور جانا) بالکل ہی ساقط (اور بے اصل) ہو جاتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ایسے عرس وغیرہ میں جانا ضروری یا مستحب اسی وقت تک ہو سکتا ہے جبکہ کوئی مانع شرعی اسکے معارض نہ ہو اور موانع شرعیہ کتب فقہ میں اچھی طرح ثابت ہو چکے ہیں۔ واللہ اعلم۔

(عہد۸۱: بیباک لوگوں کا کھانا نہ کھائیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ) ایسے لوگوں کے گھر کا کھانا نہ کھایا کریں جو کمانے میں بیباکی سے کام لیتے ہیں کہ حرام و حلال کا کچھ خیال نہیں کرتے)

ع۸۰ ، ذرا صوفیاء زمانہ اس عہد میں غور فرمائیں کہ جن عرسوں کی شرکت کو وہ بڑی عبادت سمجھے ہوئے ہیں پہلے زمانہ کے صوفیہ اس میں شرکت نہ کرنے کے لئے اپنے مریدوں سے کس طرح تاکید کے ساتھ عہد لیا کرتے تھے حالانکہ اس زمانہ میں عرسوں کے اندر وہ خرافات بھی نہ ہوتی تھیں جو آجکل ظہور میں آ رہی ہیں۔ پہلے زمانہ کے صوفیہ کرام صرف اسی وجہ سے عرسوں میں جانیکو منع کرتے تھے کہ ان میں قبروں کی بے حرمتی ہوتی تھی اور آجکل قبروں کی بے حرمتی کا تو کیا ذکر عرسوں میں فاسق فاجر لوگوں کا اجتماع، رنڈی بھڑووں کا ناچ رنگ، امرد لڑکوں کا گانا بجانا ستار باجہ کے ساتھ قوالی، فحش اور بیحیائی کا بازار گرم، وہ وہ عفت سوز واقعات ہوتے ہیں کہ الامان والحفیظ نماز اور اذان کے وقت بھی خدا کی یاد کا خیال نہیں آتا بلکہ بعض جگہ عین نماز کے وقت قوالی ہوتی رہتی ہے۔ پھر اولیاء کی قبروں کو سجدہ کرنا چومنا ان کے سامنے

۴۴

یا دنیا کے ساتھ فخر و نمود کرتے ہیں (یعنی فخر و دکھلاوے کے ساتھ دعوتیں کرتے ہیں اخلاص اور محبت سے نہیں کرتے) یا دین فروشی کرکے دنیا کھاتے ہیں جیسے وہ درویش لوگ جنکا بجز درویشی کے (اور کچھ) پیشہ نہیں۔ (درویشی کو ذریعۂ معاش بنا رکھا ہے ایسے لوگوں کا کھانا کبھی نہ کھانا چاہیئے) کیونکہ یہ سب کھانے بدن میں پہونچکر (ظلمت اور) گندگی پیدا کرتے ہیں جیسا کہ بخیل آدمی کے گھر کا کھانا بھی ایسا ہی اثر رکھتا ہے۔ ان باتوں کا تجربہ کیا گیا ہے اور حرام اور مشتبہ مال میں جرأت کرنے والوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اکثر اوقات قسم قسم کے مختلف کھانے کھایا کرتے ہوں کیونکہ اگر یہ لوگ اپنی کمائی میں حلال روزی

جھگڑا ان سے مرادیں مانگنا، انکے لئے نذریں اور منتیں ماننا، چڑھاوے چڑھانا، غرض ہر قسم کی شرک کی باتیں کیجاتی ہیں پھر اس پر کبھی صوفی کے صوفی اور وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کے مقامات طے کرنے والے اپنے آپکو بتلاتے ہیں۔ خدا کے سامنے جاکر معلوم ہوگا کہ توحید کیا اسی کا نام تھا۔ الحمد للہ کہ ہمارے مشائخ کا سلسلہ صوفیۂ سلف کے بالکل مطابق اتباع سنت پر تلا ہوا اور رنگِ توحید میں رنگا ہوا اور شرک وبدعات سے بالکل پاک و صاف ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لا تتخذوا قبور انبیاء کم مساجد۔ ولا تتخذوا قبری عیدا یعنی انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو معبد مت بناؤ دوسری حدیث میں ہے کہ میری قبر کو عید نہ بناؤ حضور اپنی قبر پر عرس کرنے کی ممانعت فرماتے ہیں تو اولیاء اللہ کی قبریں تو کس شمار میں ہیں حالانکہ جس حصۂ زمین سے حضور کا جسد اطہر لگا ہوا ہے علماء کے نزدیک وہ عرش سے بھی افضل ہے۔

پس اے قوم! ذرا انصاف سے کام لو اور احکام خداوندی کو پس پشت نہ ڈالو اسمیں شک نہیں کہ اولیاء اللہ کے مزرات سے فیوض و برکات حاصل ہوتی ہیں مگر اسی طریقے سے برکت حاصل کرو جو شریعت مطہرہ نے بتلایا ہے ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید　　　که هرگز بمنزل نخواہد رسید (مترجم)

کی تلاش کرتے تو اپنے پاس اتنی گنجائش نہ پاتے کہ رنگ برنگ کے
کھانے تیار کرائیں خصوصاً اس زمانہ میں جس میں ہر قسم کے مال و متاع کی
کساد بازاری ہے اور پیشہ ور آدمی بدون جان کھپائے اور موت کا مشاہدہ
کئے روزی حاصل نہیں کر سکتا اور جو عابد زاہد اپنے دین کے ذریعہ سے
کماتا ہے اسکی علامت یہ ہے کہ جب وہ نیند سے اٹھے تو مدہوش کیطرح
کھڑا ہو کر دیر تک اسے ہوش ہی نہیں آتا۔ اور جو شخص دین فروشی کر کے
نہیں کھاتا اسکی علامت یہ ہے کہ اگر وہ تمام اعمال صالحہ سے خالی بھی ہو جائے
جب بھی لوگ اسکی خدمت (اور اسکے ساتھ احسان و سلوک) نہ کم کریں
(پس جس کے ساتھ لوگوں کو ایسی محبت ہے کہ وہ چاہے کسی حال میں رہے
ہر حالت میں اسکی خدمت کریں ایسے شخص کو اپنے دوستوں شاگردوں اور مریدوں
سے ہدایا قبول کرنا جائز ہے) اور اگر وہ یہ سمجھتا ہے کہ اگر یہ لوگ کوئی گناہ
کرتے مجھکو دیکھ لیں گے تو مجھ سے اعراض اور بیرخی کرنے لگیں گے اور
اپنی خدمت وغیرہ بند کر دینگے تو یہ شخص دین فروشی کر کے دنیا کماتا ہے (اور
اسکو ان لوگوں سے ہدایا قبول نکرنا چاہئیں) خوب سمجھ لو۔

ایک بار حضرت امام حسن بصریؒ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے پاس
ان کے زمانۂ خلافت میں گئے تو عمر بن عبد العزیز نے انکے سامنے آدھی روٹی
اور آدھی ککڑی رکھدی اور فرمایا کہ اے حسن! (جو کچھ حاضر ہے) کھاؤ کیونکہ
یہ زمانہ ایسا ہے اسمیں حلال روزی میں وسعت اور فراخی نہیں ہو سکتی۔

پھر عزیز من! اگر تقدیر سے لاچار ہو کر کبھی تمکو ایسے بیباک (اور حرام
و حلال کی) پروا نکرنے والوں کے گھر کھانا ہی پڑ جائے اور خدا نے تمہاری
قسمت میں وہ کھانا مقدر ہی کر دیا ہے تو دسترخوان پر جو سب سے زیادہ
کمتر اور گھٹیا کھانا ہو اس میں سے چند لقمے کھا کر بس کر دیا کرو۔ میں نے سیدی
محمد بن عنانؒ کو دیکھا ہے کہ وہ ایک بار کسی ظالم کے پاس گئے تو آپ نے اپنی

آستین میں سے ایک روٹی نکالکر دسترخوان پر رکھی اور اسی میں سے کھایا اور حق تعالیٰ جس کو بچانا چاہتے ہیں تو جس طرح چاہتے ہیں بچالیتے ہیں۔

(عہد ۸۲: حاجتمند سائل کو خالی واپس نہ کریں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے) کہ کسی حاجتمند سوال کرنے والے کو کبھی (خالی) واپس نہ کیا کریں[عہ] البتہ اگر وہ کسی ایسی چیز کا سوال کرے جبکی ہمکو اپنے نفس کے لئے یا ان لوگوں کے لئے جنکی خبرگیری ہمارے ذمہ فرض ہے ضرورت اور حاجت ہو (تو اسکے سوال کو رد کرنے کا مضائقہ نہیں) بالخصوص اگر اس چیز کے دینے کے بعد ہماری حالت بھی ویسی ہی ہوجائے جیسے اسکی حالت ہے کہ ہم خود محتاج بن بیٹھیں (ایسی صورت میں بھی سوال کرنے والے کی درخواست پوری نکرنا چاہیئے) حق تعالیٰ شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا اور نہ تو اپنا ہاتھ گردن ہی سے باندھ لینا چاہیئے (کہ غایت بخل سے بالکل ہی ہاتھ روک لیا جائے) اور نہ بالکل ہی کھولدینا چاہیئے (کہ اسراف کیا جائے) ورنہ الزام کھائے ہوئے تہیدست ہوکر بیٹھ رہوگے (کہ سب الزام دینگے کہ اتنا کیوں دیا جو آپ محتاج ہوکر رہ گیا۔ اور حضرت خضر علیہ السلام نے اپنے کو ایک سائل کی ضرورت کے لئے بیچ دیا تھا جس نے آپ سے سوال کیا تھا کہ کوئی ایسی چیز اسکو دیدیں جس سے اپنی جان بچائے (اسوقت آپ کے پاس کوئی چیز نہیں تھی تو آپ نے اپنے نفس کو کسی کے ہاتھ بیچ دیا یعنی اجاً

عہ لیکن جو لوگ قوی اور تندرست ہوں کمانے کھانے کے لائق ہوں پھر بھی گداگری کرتے اور اسی کو ذریعۂ معاش بناتے ہیں انکو دینا جائز نہیں کیونکہ اس طرح سوال کرنا حرام ہے اور حرام کی اعانت بھی حرام ہے اور ان لوگوں کو دینے سے سوال پر انکو جرأت بڑھتی ہے۔ ۱۲۔ مترجم۔

پڑ دے دیا) جب مجھکو یہ مقام حاصل ہوا تو میرے وہ احباب جو مجھکو کپڑے وغیرہ دیا کرتے ہیں کپڑے دیتے وقت یہ شرط لگا دیا کرتے کہ اگر میں کسی کو وہ کپڑے دینا چاہوں تو انہی کو واپس کر دوں (کسی دوسرے آدمی کو نہ دوں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ میں کسی سائل کی درخواست کو رد نہیں کرتا تو جو کوئی مجھ سے کچھ مانگتا ہے میں اسکو فوراً دے ڈالتا ہوں تو جو ہدیہ میرے پاس آتا ہے وہ نہ میرے پاس رہتا ہے نہ دینے والے کے پاس رہتا ہے مجھ سے نکل گیا اور ان سے بھی گیا اسلئے دینے والے اب یہ شرط لگا دیتے ہیں کہ جب تک میں استعمال کروں کرتا رہوں اور جب کسی کو دینا چاہوں تو انہی کو واپس کر دوں) وجہ یہ کہ میرا ذریعہ معاش صرف یہی ہے کہ میں ضرورت کے وقت صرف حق تعالےٰ سے مانگتا ہوں عہ۔ (پھر حق تعالیٰ کسی کے دل میرا خیال ڈالدیتے ہیں وہ میری خدمت کردیتا ہے) اسلئے میں اپنے پاس کوئی چیز جمع نہیں کرتا جب سب خرچ ہو جاتا ہے پھر حق تعالےٰ سے مانگ لیتا ہوں تو پھر حق تعالیٰ مجھکو عطا فرما دیتے ہیں۔ واللہ غنیٌ حمید۔

عہ اس سے پہلے عہد میں علامہ نے بیان فرمایا ہے کہ جن درویشوں کا ذریعہ معاش کچھ بھی نہیں محض دین فروشی کرکے دنیا کماتے ہیں انکا کھانا مت کھاؤ الخ اس سے شاید کسی کو شبہ ہوا ہو کہ توکل کرنا اچھا نہیں کچھ ذریعہ معاش اختیار کرنا چاہیے مگر یہ مطلب علامہ کا ہرگز نہیں جیسا کہ اس عہد میں علامہ نے خود اپنی حالت بیان فرمائی ہے کہ میرا ذریعہ معاش بجز خدا سے مانگنے کے اور کچھ نہیں جس سے معلوم ہوگیا کہ آپ متوکل تھے بلکہ پہلے عہد کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں کو محض بزرگی اور دینداری کیوجہ سے لوگ مال دیتے ہیں انکا مال حلال نہیں یہ دین فروشی ہے اور اگر کسی کی خدمت کرنے والے ایسے مخلص دوست ہوں جو ہر حال میں اسکی خدمت کرنے والے ہوں خواہ یہ بزرگی کے کام کرتا رہے یا کچھ بھی ہو رہے ایسے مخلصوں کا ہدیہ قبول کرنے کا مضائقہ نہیں وہ حلال مال ہے اسکو دین فروشی نہ کہا جائیگا اسکی شرح حضرت حکیم الامت کے طرز سے واضح ہوتی ہے آپ پہلی ملاقات میں کسی کا ہدیہ قبول نہیں فرماتے اور اسکی وجہ یہ بتلاتے ہیں کہ پہلی ملاقات میں جو کوئی ہدیہ وغیرہ دیتا ہے وہ محض عالم سمجھکر یا بزرگ سمجھکر دیتا ہے تو ایسا ہدیہ لینا دین فروشی ہے ہاں جب بار بار کی ملاقات کے بعد کسی کو اپنے سے محبت اور خلوص پیدا ہو جائے پھر وہ محبت کیوجہ سے خدمت کریگا محض بزرگی یا علم کیوجہ سے نہ کریگا محبت پیدا ہو جانے کے بعد وہ ہمیشہ خود ہی خدمت کرنا چاہیگا خواہ ہماری بزرگی رہے یا نہ رہے ایکبار یہ بھی فرمایا کہ بحمد اللہ خدا نے مجھکو ایسے احباب عطا فرمائے ہیں کہ اگر میں خدانخواستہ بگڑ بھی جاؤں جب بھی وہ ضرور میری خدمت کرینگے خلاصہ یہ کہ جو ہدیہ ہمکو محض اس وجہ سے دیا جائے کہ ہم عالم یا بزرگ مشہور ہو گئے ہیں اسکا قبول کرنا دین فروشی ہے اور جو ہدیہ خلوص اور محبت کی وجہ سے دیا جائے اسکا قبول کرنا سنت ہے یہ دین فروشی نہیں۔ بس متوکل کو ہر کس و ناکس کا ہدیہ قبول کرنے سے احتیاط کرنا چاہیے۔ ۱۲ مترجم۔

عہد ۴۳: جب کوئی ہم پر ظلم کرے اپنے آپکو اس سے (زیادہ کا مستحق سمجھیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ) جب کوئی ظالم ہمارے اوپر ظلم کرے تو اپنے آپ کو اسکا بلکہ اس سے کہیں زیادہ کا مستحق سمجھیں اور یہ خیال کریں) کہ جو شخص آگ میں جلانے کے قابل ہو پھر ذراسی راکھ اس پر ڈالکر اس سے صلح کر لی جائے تو اسکو مکدر اور ناخوش ہونا کب مناسب ہے (بلکہ یہ تو خوشی کی بات ہے کہ بڑی بلا سے نجات ملی، تھوڑی سی سزا پر بات ٹل گئی۔ ؎

رسیدہ بود بلائے و لے بخیر گذشت

پس جب ہمکو کسی ظالم کی طرف سے کوئی تکلیف وغیرہ پہونچے فوراً اس بات کو دلنشین کر لیا کریں کہ ہم تو اپنی خطاؤں کیوجہ سے دوزخ کی آگ میں جلائے جانے کے قابل تھے بہت اچھا ہوا کہ اس ذراسی تکلیف پر فیصلہ ہو گیا کیونکہ مصائبؒ تکالیف سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور گناہوں کی مغفرت سے عذاب دوزخ ٹل جاتا ہے) علاوہ ازیں یہ کہ ظلم کرنے والوں نے اس وقت تک ہم پر ظلم نہیں کیا جب تک کہ خود ہم نے اپنے نفس پر یا کسی دوسرے پر ظلم نہیں کیا (پھر ظالم کو کیوں الزام دیتے ہو اپنے آپ کو الزام کیوں نہیں دیتے) اور جو شخص دنیا کے ظالموں کی حالت میں غور کرے گا وہ انکو ارادۂ خداوندی کے لحاظ سے جہنم کے فرشتوں کی طرح سمجھے گا (جیسا کہ حق تعالے نے جہنم کے فرشتوں کو نافرمانو کے عذاب کے لئے مقرر فرمایا ہے اسی طرح ان ظالموں کے ہاتھوں سے گنہگار بندوں کو انکی نافرمانیوں کی سزا ملتی ہے) فرق اتنا ہے کہ جہنم کے فرشتے

حکم الہیٰ سے اس کام پر مامور ہیں اور یہ ظالم اس کام کے لئے مامور نہیں ہیں بلکہ خدا کا ارادہ انکے ہاتھوں سے پورا ہوجاتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس عالم میں ارادہ خداوندی سے حجت نہیں چل سکتی (بلکہ یہاں تو حکم شرعی سے حجت چل سکتی ہے پس ظالم یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب خدا تعالیٰ کا یہی ارادہ تھا کہ فلاں شخص پر سختی کیجائے اور وہ ارادہ میرے ہاتھوں پورا ہوگیا تو میں گنہگار نہیں ہوں بلکہ خدائی ارادہ پورا کرنے کی وجہ سے میں بھی جہنم کے فرشتوں کی طرح بے قصور و بے خطا ہوں۔ جواب اسکا یہ ہے کہ جہنم کے فرشتے حق تعالیٰ کے ارادے کو اسکے حکم سے پورا کرتے ہیں اور تم نے خدا کے ارادہ کو پورا تو کیا مگر بدون اجازت اور بدون حکم کے پورا کیا نہ خدا تعالیٰ نے تمکو اس واسطے پیدا نہ اس کام کے لئے مقرر کیا تو تمھاری اور جہنم کے فرشتوں کی ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص مجرم ہو کہ اس نے کسی کو قتل کیا ہو اور حاکم نے اس کے لئے قتل کا حکم تجویز کرلیا ہو اور وہ چاہتا ہو کہ یہ مجرم قتل کیا جاوے اب ایک صورت تو یہ ہے کہ حاکم جلاد کو حکم دے کہ فلاں شخص کو جان سے مارڈال اس نے حکم حاکم کے بعد اسکو مارڈالا' ایک صورت یہ ہے کہ کوئی اجنبی آدمی بدون حاکم سے پوچھے بغیر اسکے حکم کے اپنے آپ اسکو مارڈالے ظاہر ہے دونوں صورتوں میں حاکم کا ارادہ پورا ہوجائے گا۔ مگر سب جانتے ہیں کہ جلاد اگر مارے تو بے قصور ہوگا اور یہ دوسرا شخص مجرم اور قصوروار سمجھا جائے گا کیونکہ اس نے بھی اگرچہ حاکم کی مراد پوری کردی مگر چونکہ بدون اجازت اور بلا حکم حاصل کئے جرأت کی لہٰذا سزایاب ہوگا مگر مجرم اس صورت میں بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں بلا قصور مارا گیا کیونکہ وہ تو قتل کا مستحق ہو ہی چکا تھا۔ جلاد کے ہاتھ سے قتل ہوتا تو کیا' دوسرے کے ہاتھ سے مارا جاتا تو کیا' اسکو تو وہی سزا ملی جو حاکم کی تجویز کردہ سزا تھی۔

پس اس طرح سے ظالم جن لوگوں پر ظلم کرتا ہو انکے لئے حق تعالیٰ پہلے سے

وہ سزا اور مصیبت تجویز کرچکے ہوتے ہیں اور اس ظالم کے ہاتھ سے وہ ارادۂ الٰہی پورا ہو جاتا ہے مگر چونکہ اس ظالم نے خدا کے ارادہ کو بلا اجازت اور بدون حکم خدا کے پورا کیا اس لئے یہ خود بھی مجرم اور قصوروار ثابت ہوگا۔ خدا تعالےٰ نے اسکو کب حکم دیا تھا کہ تو ہمارے فلاں ارادہ کو پورا کردینا اور جہنم کے فرشتوں کو حق تعالیٰ کا حکم ہو چکا ہے اس لئے وہ بالکل بے قصور ہیں مگر جن پر ظالموں نے ظلم کیا ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہم بے قصور مصیبت میں گرفتار کئے گئے ہر حال میں خطا اور قصور سے مارے گئے چاہے ظالموں کے ہاتھ سے مریں یا فرشتوں کے ہاتھ سے کیونکہ ان ظالموں کے ہاتھ سے بھی حق تعالیٰ ہی کا ارادہ پورا ہوا۔ خدا تعالیٰ نے تمھاری نافرمانیوں کی سزا پہلے ہی تجویز کردی تھی جو دنیا کے ظالموں کے ہاتھوں پوری ہوگئی اگرچہ ظلم کرنے والے بھی عذاب سے بچے نہ رہیں گے کیونکہ انھوں نے بھی بدون اجازت کے دخل درمعقول دیا اگرچہ خدا ہی کے ارادہ کو پورا کیا مگر ان سے کس نے کہا تھا اور وہ خدائی کے ارادوں کو پورا کرنے والے کون تھے ۔ دوسرا فرق ان ظالموں اور جہنم کے فرشتوں میں یہ ہے کہ جہنم کے فرشتے اپنا غصہ نکالنے اپنا جی ٹھنڈا کرنے کے لئے کسی کو عذاب نہیں دیتے وہ محض حکم کے بندے اور فرمان کے تابع ہوتے ہیں انکی نیت حکم خداوندی بجالانے کے سوا کچھ نہیں ہوتی اور ان ظالموں کی نیت تو محض اپنا غصہ نکالنے اور دل ٹھنڈا کرنے کی ہوتی ہے ۔ ان کے دل پر اسکا وسوسہ بھی نہیں آتا کہ ہم خدا کے ارادے کو پورا کر رہے ہیں اور وسوسہ آ کیونکر سکتا ہے جبکہ انکو پہلے سے خدا کے ارادے کی ذرا بھی خبر نہیں ہوتی نہ انکے پاس خدا کی طرف سے کوئی حکم آتا ہے پس انکو کیا منہ ہے جو اپنی براءت کیلئے یہ حجت نکال سکیں کہ ہم نے تو خدا کے ارادے کو پورا کیا تھا) اور میں نے سیدی علی خواص سے سنا وہ فرماتے تھے کہ حاکم سایہ ہے اور رعیت جسم ہے اگر جسم ٹیڑھا ہوگا اسکا سایہ بھی ٹیڑھا ہوگا اگر بدن سیدھا ہوگا اسکا سایہ بھی سیدھا ہوگا

پس ٹیڑھے حاکم کو ہمیشہ رعیت کے اعمال صالحہ ہی سیدھا کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ نیزے کی طرح بالکل سیدھا ہو جائیگا (اسمیں ذرا بھی کجی نہ رہیگی) اور سیدھے حاکم کو ہمیشہ رعیت کے بدکار اور فاسق اور نافرمانوں ہی کے اعمال بد ٹیڑھا کرتے رہتے ہیں یہانتک کہ وہ کانٹے کی طرح (یا درندے کے ناخنوں کی طرح) ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ پس کوئی ہم سے اپنے حاکم یا اسکے ماتحتوں کی بے انصافی کی شکایت کرتا ہے اس سے ہمکو اس شکایت کرنے والے ہی کا ٹیڑھا پن معلوم ہوتا ہے (ضرور اس نے بھی خدا کے احکام کی خلاف ورزی کی ہوگی جسکی وجہ سے خدا نے حاکم کو اس کے حق میں ٹیڑھا کر دیا۔

اور عزیز من! یہ بات تو ظاہر ہے کہ ہم لوگ آجکل ایسے زمانہ میں ہیں جو کہ علامات قیامت کے ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ اس زمانہ میں ہر شخص کو گناہوں سے بچنا دشوار ہو رہا ہے اور جس قدر قیامت قریب ہوتی جائے گی اسی قدر گناہوں کی کثرت ہوگی، پس عقلمند آدمی جس طرح اپنے آپکو معذور سمجھتا ہے اسی طرح دل میں اپنے حاکم کو بھی معذور سمجھتا ہے اور اسکے افعال پر نرمی سے انکار کرتا ہے سختی نہیں کرتا (کیونکہ وہ جانتا ہے کہ) حاکم کا ظلم انہی اعمال کی سزا ہے جو مخلوق سے صادر ہو رہے ہیں جن کو خدا تعالیٰ خوب جانتے اور بندوں نے (دل سے) بھلا دیا ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں وما اصابکم من مصیبۃٍ فبما کسبت ایدیکم و یعفوعن کثیر جو کچھ مصیبت عہ تمکو پیش آتی ہے یہ انہی اعمال کا بدلہ ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں کئے ہیں اور حق تعالیٰ بہت سے گناہوں کو معاف بھی کر دیتے ہیں۔ اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔

عہ ۔ یہاں شبہ پیدا ہوگا کہ مصیبت تو نیک بندوں پر بھی آتی ہے تو کیا انکو بھی گناہوں کی سزا ملتی ہے جواب یہ ہے کہ نیک بندوں پر مصیبت کبھی نہیں آتی کیونکہ مصیبت وہ ہے جس سے دل کو پریشانی لاحق ہو اولیاء اللہ تکلیف میں بھی ۱۲

(عہد ۳۴: جب کوئی دوست قید ہو جائے اسکی ملاقات کو زیادہ نہ جائیں)

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جب کوئی ہمارا دوست وغیرہ قید ہو جائے تو اسکے بھائیوں اور دوستوں کو حکم کریں کہ قید خانے میں اسکی ملاقات و زیارت کو بہت زیادہ نہ جایا کریں۔ نہ وہاں اسکے لئے بہت کھانے پینے کی چیزیں بھیجیں بلکہ اگر ہمکو قدرت ہو تو انکو اسکی ملاقات سے بالکل روک دیں اور ہر دن سوائے ایک سوکھی روٹی کے زیادہ کچھ نہ بھیجنے دیں اور اسکی وجہ یہ ہے کہ قیدی پر جسقدر زیادہ تنگی اور پریشانی ہوتی ہے اسی قدر قید کی مدت کم ہو جاتی ہے (تو جس قدر اسکو قید خانے میں تکلیف پہونچے پہونچنے دیں) یہانتک کہ ایک دن اسکے اوپر ایک مہینہ یا سال کے برابر ہو جائے۔ کیونکہ قید ع۵ بھی ایک سزا ہے تو جتنا اسکا نفس ذلیل ہوگا اتنا ہی جلدی وہاں سے نکلنے کا مستحق ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

شاداں و فرحاں رہتے ہیں انکے جسم کو تو تکلیف ہوتی ہے مگر روح کو تازگی رہتی ہے وہ تو زبان حال سے یہ کہتے رہتے ہیں ؎ درد از یار است و درماں نیز ہم + دل فدائے او شد و جاں نیز ہم ۔ پس اہل اللہ پر مصیبت کی صورت آتی ہے حقیقت میں وہ مصیبت نہیں ہوتی اور اگر کبھی نیک بندوں کو مصیبت سے پریشان دیکھا جائے تو سمجھیں کہ ان سے بھی کوئی خطا ہوئی ہوگی جسکی یہ سزا ملی ہے کیونکہ آخر وہ بھی بشر ہیں اپنے مرتبہ کے لحاظ سے کبھی ان سے بھی خطا ہو جاتی ہے پس معیار یہ ٹھیرا کہ جسکو مصیبت سے پریشانی اور دلی بیچینی لاحق ہوتی ہو اسکے حق میں وہ سزا ہے اور اگر دل پریشان نہو تو اسکے لئے وہ نعمت ہے اور درجے بلند کرنے کے لئے بھیجی گئی ہے ۱۲ مترجم۔

ع۵ - یہی حکم حالت قبض کا ہے جتنا شدید قبض ہوگا اتنا ہی جلدی زائل ہوگا اور بسط بھی قوی حاصل ہوگا۔ پس قبض کی حالت میں سالک کو کام میں لگا رہنا چاہیئے اور پریشانی کم کرنے کی تدبیریں نکرے البتہ توبہ و استغفار کثرت سے کرتا رہے تاکہ نفس کی ذلت کامل ہو جائے ۱۲

(مترجم)

عہد: جب شہر پر کوئی ظالمانہ ٹیکس ڈالا جائے اسکے ادا کرنے میں جلدی کریں

(ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ جب ہمارے شہر کے اوپر کوئی تاوان یا یا ظالمانہ ٹیکس ڈالا جائے تو اپنے دوسرے بھائیوں کی طرح اسکے ادا کرنے میں ہم بھی جلدی کریں اور اس ظالم حاکم کے پاس کسی رئیس یا عالم و بزرگ کی سفارش نہ لیجائیں (تاکہ اس طریقہ سے اپنے اوپر سے اس تاوان و ٹیکس کو ٹالنا چاہیں) پھر اگر وہ ظالم خود ہی (ہمارا روپیہ) واپس کر دے اور ہمکو (اس تاوان و ٹیکس سے) آزاد کر دے تو یہ ہمارے واسطے حق تعالے کی حمایت و حفاظت ہوگی اور اگر وہ اگر وہ لیکر دھر لے تو اسوقت مخلوق کی نگاہوں میں ہماری عزت (اور) پردہ پوشی ہوگی (کیونکہ نہ دینے کی صورت میں ممکن تھا کہ ہمارے اوپر سختی کی جاتی اور خواہ مخواہ ذلت پیش آتی) اور جو شخص درویشوں کی جماعت میں ہونے کا دعویٰ کرے اسکو ایسے وقت میں دوسروں سے زیادہ جواں مردی اور (سخاوت) کرنا چاہئے اور کسی مانگنے والے کو (خالی) واپس نہ کرنا چاہیے اگرچہ سوال کرنے والا کوئی ظالم ہی کیوں نہ ہو (اسکی درخواست کو بھی رد نہ کرے اور وہ جو کچھ تاوان یا ٹیکس مانگے فوراً دیدے سیدی علی خواص کا یہی طریقہ تھا وہ ہمیشہ معمولی آدمیوں کی طرح سب تاوان

عہ - بات یہ ہے کہ جہاں ٹیکس وغیرہ نہ دینے سے ذلت و بے حرمتی کا اندیشہ ہو وہاں تو دیناہی اچھا ہے اور جہاں ذلت وغیرہ کا اندیشہ نہ ہو وہاں بھی مقتدا و پیشوا کو تو دیدینا ہی چاہیئے مگر خوشدلی سے دینا چاہیئے تاکہ مانگنے والے کو حرام مال کا گناہ نہو - دیدینے میں یہ نفع ہے کہ اگر دوسرے وقت اسکو نصیحت کیجائیگی تو اثر زیادہ ہوگا اور اگر رعایت و سفارش سے تم نے اپنے کو بچالیا پھر اسکو نصیحت کی اس صورت میں نصیحت کا اثر نہ ہوگا خوب سمجھ جاؤ - واللہ اعلم - ۱۲

(مترجم)

دیدیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ اُس کو پسند نہیں فرماتے جو اپنے بھائیوں سے ممتاز ہوکر رہے (کہ دوسرے تو ٹیکس وغیرہ ادا کریں اور یہ اپنی عزت وجاہت کیوجہ سے بچا رہے) اور یہ اشکال نہ کیا جائے کہ اس صورت میں جو کچھ اس ظالم کو دیا جائیگا اس کے حق میں وہ مال حرام ہوگا تو فقیر اور درویش کو یہ کب مناسب ہے کہ لوگوں کو حرام مال دے بلکہ جہاں تک ممکن ہو اسکو حرام سے بچانا چاہئیے) اسکا جواب یہ ہے کہ ظالم جو کچھ وصول کرتا ہے یا آئندہ کریگا وہ مال اسکے حق میں اسی وقت حرام ہوگا جبکہ دینے والا ناخوشی سے دے

عہ - سبحان اللہ ایک وہ زمانہ تھا کہ ظالموں کا سوال بھی رد نہ کیا جاتا تھا اور باوجودیکہ جو تاوان اور ٹیکس وہ مانگتے تھے صریح ظلم اور کھلی زیادتی ہوتی تھی اور اس طرح مانگنا انکو یقیناً ناجائز تھا مگر اللہ والے انکو بھی خوشی سے دیدیا کرتے تھے اور دل میں اسکا بار نہ آنے دیتے تھے تاکہ مانگنے والا حرام مال نہ کھائے ایک یہ زمانہ ہے کہ ظالموں کو تو خوشی سے کون دیتا غریب محتاجوں کو بھی خوشی سے نہیں دیا جاتا اکثر یہی دیکھا جاتا ہے کہ اگر کسی مدرسہ یا انجمن کے جلسے میں کوئی چندہ دیتا ہے تو محض شرم یا دباؤ اور دوسروں کے لحاظ سے دیتا ہے خوشی سے دینے والے بہت کم ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے بعض علماء چندہ کو برا سمجھتے ہیں کہ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ خوشی واخلاص سے دینی کاموں میں کوئی روپیہ صرف کرے اکثر لحاظ اور دباؤ سے دیتے ہیں۔ اور بعض چندہ وصول کرنے والے بھی ناگواری کے ساتھ دیتے ہیں یاد رکھو کسی مسلمان کا مال جب تک وہ خوش ہوکے نہ دے لینا حلال نہیں الالایحل مال امرء مسلم الا بطیب نفس منہ مگر یہ نوبت یہاں تک اسی لئے پہونچی کہ ہم نے خوشی سے دینا چھوڑدیا اسلئے اب وہ لوگ دباؤ اور شرم دلاکر وصول کرنے لگے اور بالخصوص اکثر علماء تو کسی کو کچھ دیتے ہی نہیں نہ خوشی نہ بلاخوشی کے یہ تو صدقہ اور خیرات سے اپنے کو مستثنیٰ سمجھتے ہیں کوئی ان سے پوچھے کہ اگر تم خیرات وصدقات سے مستثنیٰ ہو تو ان غریبوں سے کس لئے چندہ لے لیتے ہو جو تم بھی زیادہ غریب اور دو آنہ روز کماتے ہیں اور یہ حدیث کیا دوسروں ہی کے واسطے ہے اتقوا النار ولو بشق تمرۃ کہ جہنم کی آگ سے بچو چاہے وہ چھوہارے کا ایک ٹکڑا ہی دیا کرو تو کیا علماء کے لئے صدقہ خیرات کے لئے کچھ بھی نہیں ہوتا اگر زیادہ نہ دیں تو کچھ تو دے دیا کریں۔ صدقہ اور خیرات کے ثواب سے کیوں محروم رہتے ہیں یاد رکھو بخل بہت بڑا مرض ہے اس سے بچنا چاہیئے ۱۲۔ (مترجم)

اور اگر درویش خوشی ہی سے اسکو دیدیتا ہو جب تو حرمت نہ ہوگی (تو علی ہوگا طیب نفس اور خوشدلی کے ساتھ سب تاوان ادا کردیتے تھے اس لئے یہ اشکال لازم نہیں آتا) الحمد للہ کہ الدر المنضود کا حصۂ اول ختم ہوا وصلی اللہ علی سیدنا محمد وعلی الہ واصحابہ کما یحب ویرضیٰ

تقریظ عالی

حضرت حکیم الامت جناب مولانا اشرف علی صاحب تھانوی دام ظلہم

بعد الحمد والصلوٰۃ احقر اشرف علی عرض کرتا ہے اس رسالہ الدر المنضود کو جو ترجمہ ہو البحر المورود کا میں نے جا بجا سے متناً وحاشیۃً کہیں مع اصل کے کہیں صرف ترجمہ دیکھا جو خوبیاں اصل کتاب میں ہیں کہ وہی داعی ہیں اس ترجمہ کیطرف جنکی تحریک میں میں بھی شریک ہوں جنکی زیادہ غایت یہ دکھلانا ہے کہ حضرات سلف اہل طریق کی تربیت کا کیا طرز تھا جو آجکل قلت علم وغلبۂ رسوم کے سبب سے منکر ومستغرب سمجھا جاتا) وہ خوبیاں تو ترجمہ میں ہیں ہی (چنانچہ ظاہر ہے کہ ایک کیلئے دوسرے کا مرادف ہونا لازم ہے) ان کے علاوہ خود ترجمہ کے محاسن مزید ہیں عبارت کا سلیس و مطلب خیز ہونا جابجا توضیح کیلئے عبارات کا اضافہ، موقع بموقع حواشی سے توضیح۔

اللہ تعالیٰ مترجم کو ماتن کے ساتھ جزائے خیر میں ملحق فرمادے میرے نزدیک اس رسالہ کا ہر صاحب طریق خصوص اپنے سلسلہ والوں کے پاس رہنا اور وقتاً فوقتاً اسکا مطالعہ کرتے رہنا اور معاملات کیوقت اسکے مضامین کا مستحضر رکھنا ضروری اور نہایت ضروری ہے۔ والسلام

۲۶ رج ۱۳۵۰ھ مقام تھانہ بھون (خانقاہ امدادیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

الدر المنضود (حصہ اول)

عہد ۱۳: عبادات شرعیہ پر تنخواہ نہ لیا کریں۔

عہد ۱۴: کفار اور ظالموں اور فاسقوں کے ہدایا نہ قبول کیا کریں۔

عہد ۱۵: جب مقامات سلوک میں ترقی کرنے لگیں تو پہلے سے زیادہ شیطان سے ڈرتے رہیں۔

عہد ۱۶: جب تک ایثار نفس کامل طور پر حاصل ہو والدین اور مشائخ کے ساتھ ایک برتن میں نہ کھائیں۔

عہد ۱۷: علماء اسلام اور صوفیہ کرام کی طرف سے خوب جواب دیں۔

عہد ۱۸: بعبارت عربی جس کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا، علماء ملاحظہ کریں

عہد ۱۹: مال وقف سے ضیافت قبول نہ کریں۔

عہد ۲۰: اگر سونے چاندی کے ڈھیر پر گذر ہو تو اس میں سے ایک دن کی خوراک سے زیادہ نہ لیں۔

عہد ۲۱: اپنے دل کو دنیا کیطرف متوجہ نہ کریں۔

عہد ۲۲: دنیا اور اسکی لذات کیطرف رغبت سے نہ دیکھیں۔

عہد ۲۳: اپنی زمین کا لگان شاہی لگان کے برابر مقرر نہ کریں۔

عہد ۲۴: اپنے نفس کیساتھ اسقدر مجاہدہ کریں کہ ظاہر و باطن یکساں ہو جائے

عہد ۲۵: اپنے فیض اور توجہ کو کھانے پینے کی چیزوں میں اور جائز گفتگو میں شامل کر دیں

عہد ۲۶: جبتک بستی میں اپنے سے زیادہ کوئی محتاج معلوم ہو اسوقت تک اپنی ذات کے لئے کوئی ہدیہ و صدقہ قبول نہ کریں۔

عہد ۲۷: ریاست اور سرداری کے کاموں میں اپنے بھائیوں پر پیش قدمی نہ کرنا چاہئے

عہد ۲۸: جبکو ہماری آبروریزی کیوجہ سے جسمانی تکلیف پہونچی ہو اس سے ملنا جلنا کم کر دیں۔

عہد ۲۹: جملہ اقوال و افعال وغیرہ میں توحید خالص حاصل کریں۔

عہد ۳۰: اپنے شیخ میں جو بات عیب کی نظر آئے اسکو اپنا عیب سمجھیں۔

عہد ۳۱: اپنے دل میں دنیا کی محبتوں میں سے کسی کو جمنے نہ دیں۔

عہد ۳۲: کتاب اللہ اور حدیث نبوی کی حقیقی مراد کو اپنے سمجھے ہوئے مطلب میں منحصر نہ کریں۔

عہد ۳۳: جسقدر حقوق اللہ اور حقوق العباد ہمارے ذمہ ہیں ہمیشہ ان میں نظر کرتے رہیں۔

عہد ۳۴: اگر مالدار لوگ کھلم کھلا زکوٰۃ نہ نکالتے ہوں تو ان سے بدگمان نہ ہوں۔

عہد ۳۵: دوست اور دشمن کی پہچان پیدا کریں

عہد ۳۶: اپنے دوست احباب سے پہلے مخالفین کے ساتھ زیادہ میل جول پیدا کریں

عہد ۳۷: گنہگاروں کے ساتھ نرمی سے گفتگو کیا کریں

عہد ۳۸: سفر میں اپنے ساتھیوں کو لیکر ایسے شخص کے گھر نہ اتریں جو مہمان نوازی میں مشہور ہو۔

عہد ۳۹: جو طالبعلم عمل میں کوتاہی کرتا ہو اس کے پڑھانے سے رک جائیں۔

عہد ۴۰: دوستی ان لوگوں سے کریں جو دنیا سے بے رغبت اور منصبوں سے علیٰحدہ ہوں۔

عہد ۴۱: مسلمان بھائیوں سے بڑا بنکر نہ رہیں کر انکی ملاقات کو نہ جایا کریں۔

عہد ۴۲: اپنے دوستوں کو مقاماتِ عالیہ حاصل کرنے کی ہدایت کرتے رہا کریں۔

عہد ۴۳: جس شخص کے دل کو دین کے بارہ میں مضبوط دیکھیں اسکو نصیحت کرنے کیلئے کسی خاص وقت کا انتظار نہ کریں۔

عہد ۴۴: جو شخص شریعت کی تلوار یا تازیانۂ شرع سے مارا گیا ہو ہمارے دل میں اسکے لئے شفقت و رحمت پیدا نہ ہونی چاہیئے

عہد ۴۵: اپنے دوستوں کو ہدایت کرتے رہیں کہ مجلسوں میں جنکی حالت بدلجائے اسپر رحم کیا کریں نہیں نہیں

عہد ۴۶: جہاں تک ممکن ہو اپنے بھائیوں سے ممتاز ہوکر نہ رہیں۔

عہد ۴۷: خدا کی جانب کو ہمیشہ اپنی جانب پر ترجیح دیا کریں۔

عہد ۴۸: اپنے آپکو کسی سید سے زیادہ کبھی نہ سمجھیں

عہد ۴۹: مرید جب تک تمام حقوق مال و آبرو کے متعلق ادا نکرے اسوقت تک اس سے عہدِ بیعت نہ لیں۔

عہد ۵۰: بیعت کے بعد مرید کی نگہداشت سے غفلت نہ کریں

عہد ۵۱: اپنے بھائیوں کی زیارت کرتے رہا کریں۔

عہد ۵۲: جبتک کھانے پینے اور سونے سے پہلے خداتعالےٰ سے اجازت نہ حاصل کرلیں اسوقت تک کوئی کام شروع نکریں

عہد ۵۳: کسی مصیبت زدہ کی حاجت روائی سے چھپ کر نہ بیٹھیں۔

عہد ۵۴: امور متعلق سلطنت میں دخل ندیا کریں

عہد ۵۵: جنابت کی حالت میں ہرگز نہ سویا کریں

عہد ۵۶: بے وضو بھی کبھی نہ سویا کریں

عہد ۵۷: بغیر باطنی طہارت کے بھی نہ سویا کریں

عہد ۵۸: اگر ہماری عدم موجودگی سے مجلس ذکر میں لوگ کسی دن جمع نہ ہوں تو ہم خود اسکی

قضا کریں۔

عہد ۵۹: اگر کسی کو کسی پر اعتراض کرتے دیکھیں تو حکمت سے اسکا علاج کریں

عہد ۶۰: رات کے پچھلے تہائی حصہ میں کبھی نہ سویا کریں۔

عہد ۶۱: تمام اصحاب خدمت کی امداد کرتے رہیں

عہد ۶۲: مسلمانوں کے ہر غم میں شریک ہونا چاہیئے

عہد ۶۳: جن لوگوں میں عداوت ہو ہر فریق سے یہ کہدیا کریں کہ ہم تمھارے ساتھ ہیں۔

عہد ۶۴: مسلمان سے قطع تعلق کرنے میں جلدی نہ کریں

عہد ۶۵: کبھی یہ نہ سمجھیں ہم نے حق تعالیٰ کا کوئی بھی حق ادا کیا ہے۔

عہد ۶۶: جو کوئی بھی ہماری مدح کرے اسکو ڈانٹ دیا کریں

عہد ۶۷: جو کوئی ہماری تعریف کرے اسکے منہ میں مٹی جھونک دیا کریں۔

عہد ۶۸: جو شخص بغیر علم کے بحث کرتا ہو اس سے ہرگز مقابلہ نہ کریں۔

عہد ۶۹: جو لوگ ظالموں اور فاسقوں کے ہدایا اور مشتبہ مال قبول کرتے ہیں انپر جلدی اعتراض نہ کریں۔

عہد ۷۰: اپنے دوستوں میں سے کسی کو دوسرے کے منصب میں بیجا کوشش نہ کرنے دیں

عہد ۷۱: اپنے کسی دوست کو خالی وظیفہ یا منصب کے لئے بے ضرورت کوشش نہ کرنے دیں

عہد ۷۲: اگر سید ہم سے کوئی چیز مانگے فوراً دیدیا کریں۔

عہد ۷۳: اپنے پاس روپیہ و اشرفی پڑا نہ گذرنے دیں

عہد ۷۴: ہمارے ہمعصر مخالف کی اگر کوئی تعریف کرے تو ہمکو بھی اسکی تائید کرنا چاہیئے۔

عہد ۷۵: جس شخص کا علم نقل ہی میں رکھا ہو اس سے تہذیب اخلاق کی امید نہ رکھیں

عہد ۷۶: خدام مسجد او موذن وغیرہ سے دشمنی پیدا نہ کریں۔

عہد ۷۷: چغلخور سے تعلق قطع کر دیں

عہد ۷۸: مجاہدۂ نفس کو علوم زائدہ پر مقدم کریں۔

عہد ۷۹: ختنہ وغیرہ کی تقریب میں نہ جایا کریں

عہد ۸۰: عرسوں کی دعوت قبول نہ کیا کریں۔

عہد ۸۱: بیباک لوگوں کا کھانا نہ کھائیں۔

عہد ۸۲: حاجتمند سائل کو خالی واپس نہ کریں۔

عہد ۸۳: جب کوئی ہم پر ظلم کرے اپنے آپکو اس سے زیادہ کا مستحق سمجھیں

عہد ۸۴: جب کوئی دوست قید ہو جائے اسکی ملاقات کو زیادہ نہ جائیں

عہد ۸۵: جب شہر پر کوئی ظالمانہ ٹیکس ڈالا جائے اسکے ادا کرنے میں جلدی کریں۔

اور ساتویں چیز تکبیر تحریمہ ہے اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز میں اور تمام امور کو منع کر دینے والی شئے تکبیر ہے اور ان سب امور کو جائز کرنے والی چیز تسلیم یعنی سلام پھیرنا ہے۔ اور آٹھویں چیز قیام یعنی کھڑا ہونا ہے، اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے — وقوموا للہ قانتین یعنی قائمین اور نویں چیز قرأت ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فاقرأوا ما تیسر من القرآن یعنی قرآن میں سے جو تم کو آسان معلوم ہو اسکو پڑھو۔ اور دسویں چیز رکوع کرنا ہے اسلئے کہ قرآن میں اسکا حکم ہے — وَارْكَعُوا یعنی رکوع کرو اور گیارھویں چیز سجدہ کرنا ہے، اسلئے کہ اسکا بھی حکم ہے فرماتے ہیں وَاسْجُدُوا یعنی سجدہ کرو اور بارھویں چیز قعدۂ اخیرہ ہے اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب انسان اپنا سر آخری سجدہ سے اٹھاتا ہے اور اسکے بعد بقدر تشہد کے وہ بیٹھ جاتا ہے تو اسکی نماز پوری ہوگئی۔

پھر جب بارہ چیزیں پوری کرلے تو ختم (یعنی مہر) کا محتاج ہوگا۔ اور وہ اخلاص ہے اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاعْبُدُوا اللهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ یعنی اللہ کی عبادت خالص اسکے لئے کرو۔

اب ان بارہ چیزوں میں مزید تفصیل ہے۔ بہرحال علم تو وہ تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ایک یہ کہ نماز کے فرائض اور اسکی سنتوں کو جانے اور ایک کو دوسرے سے تمیز دے اسلئے کہ بدون اسکے اسکی نماز فاسد ہوجانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ دوسری چیز یہ کہ وضو کے فرائض اور سنن کا علم حاصل کرے اسلئے کہ وضو صحت نماز کے لئے شرط ہے اور یہ امور تتمۂ صلوٰۃ میں سے ہیں۔ تیسری بات یہ شیطان کی چالوں سے بھی واقف رہے تاکہ جہاد کرکے اسکا مقابلہ کرسکے۔ بہرحال وضو تو اسکا کمال بھی تین چیزوں سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ تم اپنے قلب کو غل و غش اور حسد سے پاک رکھو۔ دوسرے یہ کہ اپنے بدن کو گناہوں سے پاک کرو۔ تیسرے

یہ کہ تم اپنے اعضاء وضو کو خوب اچھی طرح دھو بدون اسکے کہ تم اسمیں اسراف سے کام لو۔ رہا لباس تو اسکا اتمام بھی تین چیزوں سے ہوتا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہ حلال آمدنی سے بنا ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ نجاست سے پاک ہو۔ تیسرے یہ کہ وہ سنت اور شریعت کے مطابق ہو اور اسکا پہننا فخر و تکبر کے لئے نہ ہو۔ بہرحال حفظ وقت تو اس میں بھی تین چیزوں کی ضرورت ہے ایک یہ کہ انسان کو اس میں بدون چاند سورج ستاروں کے دیکھے خود بخود ایسی مہارت ہو جس سے کہ وہ وقت معلوم کر سکتا ہو۔ دوسرے یہ کہ اسکا کان اذان کے سننے میں لگا ہوا ہو اور قلب نماز کا وقت ہو جانے کی فکر میں لگا ہو۔ بہرحال استقبال قبلہ تو وہ بھی تین چیزوں سے مکمل ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ اپنے چہرے سے استقبال قبلہ کرے۔ دوسرے یہ کہ قلب سے خدا تعالیٰ کی جانب متوجہ رہے تیسرے یہ کہ نہایت عاجزی اور خشوع کے ساتھ استقبال کرے۔ بہرحال نیت تو اسکی تکمیل بھی تین چیزوں پر موقوف ہے ایک یہ کہ تم یہ جانو کہ کونسی نماز پڑھ رہے ہو۔ دوسری یہ بات کہ تم یہ استحضار رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہو اسکی ہیبت پیش نظر رہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ تمکو دیکھ رہا ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے قلب سے واقف ہے۔ اسکی وجہ سے تمھارا دل دنیا کیطرف سے ہٹکر خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائیگا۔ بہرحال تکبیر وہ بھی تین چیزوں کی محتاج ہے۔ ایک یہ کہ پختہ جزم کے ساتھ تکبیر کہو دوسرے یہ کہ اپنے ہاتھوں کو دونوں کانوں کی لو تک اٹھاؤ۔ تیسرے یہ کہ تمھارا قلب حاضر ہو تاکہ تعظیم کے ساتھ تکبیر ہو سکے۔ بہرحال تکمیل قیام وہ بھی تین امور کی وجہ سے ہے۔ ایک یہ کہ تم اپنی نظر کو سجدہ کی جگہ پر رکھو۔ دوسرے یہ کہ اپنے قلب کو خدا تعالیٰ کی جانب متوجہ رکھو۔ تیسرے یہ کہ داہنے بائیں جانب التفات نکرو۔ بہرحال تمامیۃ قرأت وہ بھی تین چیزوں پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ تم سورہ فاتحہ کو ترتیل و تجوید کیساتھ بدون لحن (غلطی) کے پڑھو۔ دوسرے یہ کہ قرأت میں فکر کرو اور اسکے معانی

غور کرو۔ تیسرے یہ کہ جو پڑھو اس پر عمل کرو۔ بہرحال رکوع کی تمامیت وہ بھی تین چیزوں سے ہوتی ہے۔ ایک یہ کہ اپنی پشت کو بالکل برابر رکھو نہ اونچی کرو نہ نیچی رکھو۔ دوسرے یہ کہ اپنی ہتھیلیوں کو گھٹنوں پر رکھو اور اپنی انگلیوں کو کشادہ رکھو۔ تیسرے یہ کہ اطمینان کے ساتھ رکوع کرو اور اسکی تسبیحات کو تعظیم اور وقار کے ساتھ ادا کرو۔ اسی طرح سے تمام سجود بھی تین چیزوں سے ہوتی ہے۔ ایک کہ اپنے ہاتھوں کو اپنے کانوں کے محاذات پر رکھے ———
دوسرے یہ کہ اپنے بازو کو بچھائے نہیں۔ تیسرے یہ کہ سجدوں کو نہایت اطمینان کے ساتھ ادا کرے اور تسبیحات کو نہایت تعظیم اور وقار سے ادا کرے۔ بہرحال قعدہ یعنی جلوس کی تکمیل بھی تین چیزوں سے ہوتی ہے۔ ایک کہ اپنے بائیں پیر پہ بیٹھے اور داہنے پیر کو کھڑا رکھے۔ دوسرے یہ کہ تعظیم کے ساتھ تشہد پڑھے اور اپنے لئے اور سب مسلمانوں کے لئے دعا کرے۔ تیسرے یہ کہ اتمام کے ساتھ سلام پھیرے اور سلام کا اتمام یہ ہے کہ صدق دل سے قلب سے داہنی جانب سلام پھیرے اور اس میں ان تمام فرشتوں، مردوں اور عورتوں کی نیت کرے جو داہنی جانب ہیں اسی طرح سے بائیں جانب بھی سلام پھیرے اور اس میں ان تمام فرشتوں مردوں اور عورتوں کی نیت کرے جو بائیں جانب ہیں اس طرح سے کہ اسکی نظر ہر جانب اپنے مونڈھے ہی پر رہے اس سے آگے نہ بڑھے۔

بہرحال اخلاص کی تمامیت تو وہ بھی تین چیزوں سے ہے ایک یہ کہ اپنی نماز سے اللہ تعالیٰ کی رضاء حاصل کرے مخلوق کی رضاء کا طالب نہو دوسرے یہ کہ اسکی توفیق کو بھی خدا ہی کی جانب سے جانے۔ تیسرے یہ کہ اسکی محافظت اسوقت تک کرے جب تک کہ اپنے نفس کو قیامت میں نہ حاضر کرلے۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ من جاء بالحسنہ یعنی جو شخص حسنہ کو لیکر آوے اور یہ نہیں فرمایا کہ من عمل الحسنہ یعنی جو شخص حسنہ کرے

(پس نیکی کا کرلینا تو آسان ہے لیکن اسکو قیامت تک محفوظ رکھنا یہ مشکل چیز ہے و باللہ التوفیق)

اور نماز پڑھنے والے کو چاہیئے کہ یہ امر پیش نظر رکھے کہ وہ کیا کر رہا ہے اور اس حال میں اپنا مرتبہ اور حیثیت بھی سامنے رکھے تاکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق پر اسکے شایان شان شکریہ تو ادا کر سکے اسلئے کہ نماز میں ہر قسم کی خیر اور بھلائی خواہ وہ افعال کی قبیل سے ہوں یا اذکار کی، رکھی گئی ہیں چنانچہ جب بندہ نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور تکبیر تحریمہ (اللہ اکبر) کہتا ہے جس کا مطلب ہے کہ خدا سب سے بزرگ و برتر ہے تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ اچھا میرا بندہ یہ جانتا ہے کہ میں سب سے بڑا ہوں اور وہ میری جانب اس عقیدہ کے ساتھ متوجہ ہوا ہے چنانچہ جب تکبیر کہکر اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے کانوں تک بلند کرتا ہے اور ہاتھ اٹھانے کے معنی یہ ہیں کہ سوا اللہ کے ہر معبود باطل ہے وہ تبری کرتا ہے پھر اس کے بعد یہ کہتا ہے :-
سبحانك اللّٰهم وبحمدك اور اپنے قلب سے اسکے معنی کی طرف متوجہ ہوتا ہے سبحانك اللّٰهم کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے لئے ہر نقص اور برائی سے پاکی ہے وبحمدك یعنی آپ ہی کے لئے حمد ثابت ہے وتبارك اسمك یعنی آپ کے نام میں برکت سمجھتا ہوں مطلب یہ کہ جس چیز پر آپ کا نام لیا جائے وہ آپکی وجہ سے بابرکت قرار پاتی ہے وتعالیٰ جدك آپکی قدر و مرتبہ سب سے بلند و بالا تر ہے ولا الٰہ غیرك یعنی آپ ہی خالق ہیں آپ ہی رازق ہیں آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، نہ کبھی تھا اور نہ آئندہ کبھی ہو سکتا ہے۔

پھر کہے اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم یعنی آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے شیطان مردود کے فتنہ سے محفوظ رکھئے بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم یعنی اللہ کا نام سب سے پہلے اور اسی کا نام سب سے بعد ہے جو کہ رحمٰن ہے

یعنی مہربان ہے تمام مخلوق پر سب کو رزق دیکر رحیم ہے یعنی خاصکر مسلمانوں کے ساتھ تو قیامت میں اسکا معاملہ نہایت رحمت کا ہوگا۔ پھر اسکے بعد وہ سورۂ فاتحہ پڑھتا ہے یعنی کہتا ہے الحمد للہ رب العٰلمین الخ اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے مغضوب علیھم اور ضآلین یعنی یہود و نصاریٰ میں سے نہیں بنایا بلکہ مجھے انبیاء علیھم السلام کے طریقہ پر چلایا۔ پھر جب تم رکوع کرو تو عاجزی کے ساتھ جھکو اور دل میں کہو کہ اے اللہ میں نے آپکے سامنے سر جھکایا ہے اور گنا ہوں سے پُر نفس لیکر حاضر ہوا ہوں میرا یہ نفس آپ کے سامنے جھکا ہوا ہے تاکہ آپ اسکی خطا معاف فرمادیں اور مجھ پر رحم فرمادیں۔ پھر اس تصور کے ساتھ کہو سبحان ربی العظیم معنی یہ کہ میں اپنے رب عظیم اور مولیٰ کریم کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہوں اور اسکی پاکی بیان کر رہا ہوں پھر اپنے سر کو رکوع سے اٹھاؤ اور کہو ربنا لک الحمد یعنی اللہ تعالےٰ نے اسکو بخش دیا جس نے اسکو ایک جانا اور اس کی اطاعت کی۔ مطلب یہ ہے کہ آپ کے لئے سب تعریفیں ہیں اسلئے کہ آپ نے مجھے اسکی توفیق عطا فرمائی۔ پھر اسکے بعد سجدہ میں جاؤ اور سجدہ کا مطلب یہ ہے کہ انتہائی تواضع، ذلت اور عاجزی اور انقیاد کا اظہار کرو اور یہ ظاہر کرو کہ اے رب تو نے میری شکل اچھی بنائی ہے اسمیں آنکھ کان اور زبان عطا فرمائی ہے یہ سب اعضاء مجھے پسند ہیں اور میرے لئے نفع بخش ہیں میں ان سب کو لیکر آپکی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور ان سب کو آپ کے سامنے جھکایا ہے کہ شاید آپ مجھ پر رحم فرمادیں اور اپنی زبان سے کہو سبحان ربی الاعلیٰ یعنی میرے رب اعلیٰ کے لئے ہر قسم کے عیب سے تنزیہ اور پاکی ہے اس سے بڑھکر کوئی نہیں۔ پھر جب تشہد کے لئے بیٹھو تو کہو التحیات للہ یعنی ملک اور حمد و ثنا سب اللہ تعالےٰ کے لئے ہے۔ حضرت حسن بصری سے مروی ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں کفار کے لئے ایک بت تھا وہ اسکے لئے

کہتے تھے کہ لک الحیاۃ الباقیہ تیرے لئے دائمی زندگی ہو تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی نماز میں یوں کہا کریں کہ التحیات للہ یعنی بقار، اور ملک دائمی صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ پھر ہم کہتے ہیں والصلوٰت یعنی صلوٰۃ خمسہ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے انکو صرف اسی کے لئے پڑھنا چاہئے والطیبات اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے یہ شہادت صرف اللہ تعالیٰ کے ہے یعنی وحدانیت صرف خدا کے لئے ہے پھر کہے السلام علیک ایّھا النبی یعنی اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ پر ہر قسم کی کی سلامتی ہو کہ آپ نے اپنے رب کی رسالت کا فریضہ ادا فرمایا اور امت کی خیرخواہی فرمائی ورحمۃ اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضامندی آپ کے لئے ہو برکاتہ یعنی آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر برکت کلی ہو السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین یعنی اللہ کی مغفرت ہمارے لئے ہو اور تمام گذرے ہو انبیار، اور صالحین اور صدیقین اور ان لوگوں پر جو ان کے طریقہ پر چلیں قیامت تک کے لئے اشھد ان لاالہ الااللہ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ نہ آسمان اور نہ زمین میں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے آخری رسول اور خاتم الانبیار ہیں صفی اللہ اور خیر خلق اللہ ہیں۔ پھر اسکے بعد درود پڑھے اور اپنے لئے اور سب مومنین و مومنات کے لئے دعا کرے۔ پھر داہنی جانب اور پھر بائیں جانب سلام پھیرے اور داہنے بائیں جانب سلام پھیرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے مومن بھائیو! جو میرے داہنے جانب اور میرے بائیں جانب ہو تم سب کو خدا ہر آفت سے سلامت رکھے اور باطنی میرے شر اور خباثت سے جب میں مسجد سے باہر نکلوں تم سب مامون رہو۔

حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز پڑھنے والے کے لئے تین کرامتیں ہیں ایک تو یہ کہ اس پر آسمان سے

...یاں برستی ہیں، دوسرے یہ کہ فرشتے اسکے قدموں سے لیکر آسمان تک اسکو گھیر ...تے ہیں، تیسرے یہ کہ ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ اگر یہ لوگ جانتے کہ کس ذات ...سے سرگوشی کر رہے ہیں تو نماز ختم کر کے اس سے نکلنے کی خواہش ہی نہ کرتے ...سب کرامتیں نمازی کے لئے ہوتی ہیں۔

لہذا مسلمان کو چاہیئے کہ نماز کا مرتبہ پہچانے اور اسکی قدر کرے اور ...د تعالیٰ کا اس عطیہ پر شکر کرے۔ اور اس پر کہ اسکو توفیق عطا فرمائی۔

حضرت سعیدؒ حضرت قتادہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت دانیال ...یہ السلام نے امت محمدیہ کی تعریف فرمائی اور یہ فرمایا کہ وہ لوگ نماز پڑھتے ...ایسی نماز کہ اگر قوم نوح پڑھتی تو غرق نہ کیجاتی اور اگر قوم عاد پڑھتی تو اسپر ...ح عقیم نہ بھیجی جاتی اور اگر اسکو قوم ثمود پڑھتی تو ان پر آسمان سے چیخ نہ نازل ...تی۔ یہ فرما کر حضرت قتادہؓ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے اوپر نماز کو لازم کر لو ...ں لئے کہ یہ مومن کا ایک خلق حسن ہے۔

خلف ابن حنیفہؒ حضرت لیثؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ ...یہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت، امتِ مرحومہ ہے اللہ تعالیٰ ان سے انکے ...خلاص کے سبب سے اور انکی دعاؤں اور انکی نماز کی برکت سے اور انکے ...ستغفار کی بدولت بلاؤں اور مصیبتوں کو دور فرماتا رہتا ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

تیسواں باب

(اذان اور اقامت کی فضیلت کا بیان)

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ اپنی سند کے ساتھ سلمہ بن ضرار سے اور ...ک شامی شخص سے روایت کرتے ہیں اس نے کہا کہ ایک شخص رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھے کوئی ایک ایسا عمل بتائیے جسکی وجہ سے جنت میں داخل ہو جاؤں آپ نے فرمایا کہ تم اپنی قوم کے موذن ہو جاؤ وہ لوگ تمھاری وجہ سے اپنی نمازیں ادا کرنے کے لئے جمع ہوا کرینگے اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر میں اسکی طاقت نہ رکھ سکا تو پھر کیا کروں گا؟ آپ نے فرمایا کہ پھر اپنی قوم کے امام ہو جاؤ وہ لوگ تمھارے سبب سے اپنی نماز قائم کرینگے اس نے پھر کہا کہ اگر اسکی بھی طاقت نہ ہوئی تب آپؐ نے فرمایا کہ پھر مقتدی بنکر صف اول میں نماز ادا کرو۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ یہ آیت موذنین ہی کے بارے میں نازل ہوئی ومن احسن قولاً ممن دعا الی اللہ وعمل صالحاً وقال انني من المسلمين یعنی اس شخص سے بہتر از روئے قول کون شخص ہے جو داعی الی اللہ ہو اور خود بھی عمل صالح کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں، کیونکہ دعاء الی اللہ سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو نماز کے لئے بلائے۔ اور عمل صالحاً سے مراد یہ ہے کہ اذان واقامت کے درمیان دو رکعت نماز نفل پڑھے۔

حضرت ابوامامہؓ باہلی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مومن کی ندا کی وجہ سے ان تمام لوگوں کی بخشش ہو جائیگی جہاں تک اسکی آواز پہونچے اور خود اس موذن کے لئے اسقدر اجر ہوگا جتنے لوگ اسکے ساتھ نماز پڑھیں۔

حضرت خولہ بنت سلیمہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مریض انسان اللہ تعالیٰ کا مہمان ہے جب تک وہ بیمار ہے اسکی جانب سے ستر شہید کے برابر عمل اٹھایا جاتا ہے چنانچہ اگر اللہ تعالےٰ نے اسکو شفا دیدی تو وہ اپنے گناہوں سے بالکل پاک ہو کر نکلتا ہے ایسا کہ جیسا اسدن تھا جبکہ اسکی ماں نے اسکو جنا تھا۔

(باقی آئندہ)

کیا عجب ہے کہ ایسے بدمعاشوں کی شرکت کہ لین دین اوس میں کرنا پڑتا ہے موجب ناخوشی شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کا ہوا ہو اور معانقہ خواجہ قدس سرہٗ بشارت اس سے نجات کی۔ اب انشاء اللہ سب قصہ رفع ہو جائے گا۔ والسلام یکشنبہ ۲ر جمادی الاولیٰ۔

(۱۲۶) از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم۔ جواب آپ کے پہلے خط کا روانہ کر چکا تھا کہ آپ کا منی آرڈر صہ/ کا پہونچا ہر چند قبول میں نفس کی خوشی ہے گو آپ کی خوشی کا بہانہ ہو مگر بفکر حال خود اور حسن ظن آپ کے تردد بھی ہوتا ہے آخر کار وہ ہی اپنے نفس کی حرص کے اتباع کا غلبہ رد اور قبول میں آپکی خاطر کی خوشنودی کا بہانہ بفرحت قبول ہوا۔ تاریخ یہاں شنبہ کی یکم ہے اور سب جگہ یہ ہی تاریخ ہے آپ کے وہاں بھی یہی ہے اتو مخالفت نہیں مگر ہاں عید میں دیکھئے کیا پیش آوے۔ یہاں سب خیریت ہے مسعود احمد اور اسکی والدہ کو تحیات اسلامیہ پہونچے۔ مولوی خلیل احمد صاحب اور مولوی صدیق احمد صاحب اور مولوی پیر محمد خاں صاحب سب گنگوہ میں ہیں۔ تمکو سلام مسنون اونکا پہونچے۔ باقی خیریت۔ مسعود محمود کا بھی سلام مسنون پہونچے۔ ۲۱ر رمضان۔

(۱۲۷) عنایت فرمائے بندہ حاجی ظہور احمد صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند یہاں سب طرح خیریت ہے بارش بھی اکثر جگہ اچھی ہے مگر نرخ گندم ۱۶ر شار پختہ ہے تاریخ سہ شنبہ کی یکم ذی الحجہ قرار پائی پنجشنبہ کو عید ہو دیگی۔ اب وجہ تحریر کی یہ ہے اگرچہ بندہ کے لکھنے کی ضرورت نہیں مگر بوجہ زیادہ تاکید کے لکھتا ہوں ورنہ یہ کام خود آپ پر واجب ہے وہ یہ کہ کسی ضرورت کی وجہ سے آپکی والدہ صاحبہ کو سو روپیہ کی ضرورت ہے اور وہ تمسے بطور قرض چاہتی ہیں۔ ہر چند کہ حدیث صحیح ہے کہ "تو اور تیرا سب مال والدین کا ہے" یہ محل قرض کے نام رکھنے کا نہیں، مگر وہ قرض ہی لیتی ہیں اور ایک سال کا

وعدہ ادا کا ہے اور بندہ اوسمیں ذمہ کرتا ہے۔ میرا ذمہ کلی ایک لغو اور فضول ہے مگر یہ کلمہ محض تاکید ہے پس اسکا سرانجام بہت جلد کرکے روانہ کردو بندہ کے پاس یا جسکو تم مناسب جانو۔ یہ امر والدہ کا ہے جس میں عذر چوں و چرا مسموع نہ ہو ویگا اور وجہ گو وہ بیان نکریں مگر واضح ہے بہرحال اونکی رضا تمکو ضروری ہے اور پھر بندہ کا بیچ ہے اسکی جلد تدبیر کردو۔ اگر خدانخواستہ اونکے انتقال کی اس عرصہ میں صورت ہوئی تو اول ترکہ سے آپکا یہ دین ادا ہوگا یہ فقرہ اونکی طرف سے نہیں بندہ نے لکھا ہے بس زیادہ تطویل کرنا ضرور نہیں اونکا حکم تمکو قبول کرکے عمل کرنا واجب ہے اور بندہ ساعی۔ اور نام قرض کا نہیں فی الواقع قرض ہی ہے تواضع نہیں اصل ہے۔ آگے تمہاری توفیق و تیر ہے۔ فیض احمد چونکہ کسی کام کا نہ ہوا تمکو حق تعالیٰ نے ہرطرح دین و دنیا کی فہم دی تم سے کہا جاتا ہے۔ فقط والسلام۔ جواب سے جلد مطلع کرنا نہیں بلکہ ارسال مطلوب ہے۔

(۱۲۸) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ عنایت فرمایم حاجی ظہور احمد صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند کل جواب خط و رسید بسنت روپیہ روانہ کرچکا تھا آج آپ کا دوسرا خط آیا اے برادر گریہ و زاری و التجا بحضرت الہ العٰلمین عین سعادت ہے اور خائف ہونا اپنی تقصیر پر بڑی نعمت ہے اس سے زیادہ نہ کوئی وظیفہ ہے نہ کوئی حال وارد ہے مگر سنو کہ آیۃ لَا يَنفَعُ الظّٰلِمِينَ الخ کفار کی شان میں ہے کہ بلا توبہ مرگئے ورنہ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ حدیث صحیح ہے اور معذور کی معذرت اور عاصی کی توبہ کے قبول کا وعدہ ہے۔ درصورتیکہ آپ تائب خائف ہیں تو توبہ کو کس طرح کوئی رد کہہ سکتا ہے حق تعالےٰ خود توبہ کے قبول کا وعدہ فرماتا ہے اور آیۃ یہ ہے یوم لا ینفع الظلمین ظالم وہ ہے جو بالفعل مبتلائے ظلم ہو مشرک وہ ہے کہ بالفعل شرک کا ملوث ہو۔ جو تائب ہوا وہ مشرک ظالم نہیں

کہ شرک وظلم دفع ہوگیا۔ اب اسکو ظالم ومشرک کہنا درست نہیں۔ پس جو لوگ کہ قیامت کو ظالم ہو دینگے وہ وہ جماعت ہے کہ بدون توبہ کے شرک میں ملوث فوت ہوئی تو فرماتے ہیں کہ مشرکین کو اس دن عذر نفع نہ دیوے گا یہ معنی نہیں کہ اگر کوئی مشرک آج (دنیا میں) توبہ کرے اوسکی توبہ نافع نہوویگی پس یہ تازیانہ آپ کی فہم کی کمی سے لگا ہے۔ رہا یہ کہ حق والدہ میں کوتاہی ہوئی سو اوسکی تدبیر اب ایصال ثواب اور ان کے لئے استغفار ہے کہ اونکی روح راضی ہوجاویگی اور اپنے واسطے بھی استغفار کرنا اور ڈرنا بہتر بات ہے مگر اسقدر خوف مت کرو کہ اصل مطلب سے بھی جاتے رہو ڈرتے بھی رہو اور توقع بھی رکھو۔ فقط۔ والسلام۔ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ۔

(۱۲۹) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ السلام علیکم آج خط آیا حافظ مسعود احمد کو صحت ہوگئی مگر حافظ محمود کو مسعود احمد کے ساتھ بخار لرزہ میں مبتلا ہو کر صحت ہوگئی تھی بعد چند روز پیچش ہوئی پھر اسہال دموی شروع ہوئے یہاں تک کہ سب قویٰ تحلیل ہوگئے کچھ علاج نہ ہوسکا تقدیر غالب رہی ۱۶ر جمادی الاولیٰ کو انتقال ہوا۔ ہنوز صدمہ حافظ محمد اسحٰق نواسہ کا نہ بھولا تھا کہ یہ صدمہ اس سے بھی زیادہ ہوگیا رضینا بقضاء اللہ تعالیٰ دعاء مغفرت و ایصال ثواب قرآن اگر ہوسکے آپ بھی اعانت فرماویں باقی خیریت ہے۔ والسلام مورخہ ۲۲ر جمادی الاولیٰ ـــ جب تک دخول حشفہ نہ ہوجاوے حلہ نہیں ہوسکتی اگر ایسا عنین ہے کہ ایسا کرسکے تو درست ہے ورنہ نہیں۔ والسلام (حلالہ مطلقہ مغلظہ کا مسئلہ ہے)

(۱۳۰) از بندہ رشید احمد عفی عنہ برادرم منشی حاجی ظہور احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ برکاتہ۔ آپ کے تین خط پہونچے جواب پہلے خط کا اور رسید منی آرڈر عہ کی روانہ کرچکا ہوں۔ یہ تیسرا خط آیا اسکے جواب میں دو تین روز وقفہ ہوا ۳۰ر کو خط آیا پہلی دوسری کو جواب کی فرصت نہ ہوئی مولوی خلیل احمد آئے تھے ۲۹ر کو انبیہٹہ جانے کے چونکہ اپنی زوجہ کو بھاولپور

لے گئے ہیں ۲۹ ر کو گنگوہ سے جاکر سامان سفر مہیا کر کے دوسری کو روانہ ہوئے مولوی نذیر احمد کل ۲ ر کو مجھ سے ملنے گنگوہ آئے بعد عصر روانہ ہوئے آج ۳ ر کو انبہٹہ سے روانہ ہو کر بمعیت مولوی خلیل احمد ۴ ر کو سہارن پور سے روانہ بھاولپور ہو وینگے۔ خواب اول مولوی صاحب نے وقت وضو کسیکو مارا الخ وہ شخص شیطان تھا جکو مولوی صاحب نے مارا اور حاکم بھی شیطان ہے کہ اس زمانہ میں ظلمہ نائب شیطان ہیں مولوی صاحب حرز الہی میں کچھ پروا کسی کی جہاد لسانی میں نہیں کرتے۔ کسی شیطان کی پروا نہیں فرماتے اور چونکہ برائے خدا تعالیٰ کرتے ہیں انکی معاونت خود کفار و مخالفین کیطرف سے ہوتی ہے۔ ذات پاک فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خواب میں دیکھنا عین ایمان ہے اور جناب علیہ السلام لاریب جو لوگ سنت کے اتباع میں سرگرم ہیں اونکے ساتھ کمال خوش اخلاقی سے معاملہ فرماتے ہیں جو سنت کیطرف متوجہ ہوتا ہے آپ کی عنایات اوسکی طرف توجہ فرماتی ہیں، اس خواب کی تعبیر کی حاجت ہی نہیں مبارک ہو۔ طغیانی معاصی خلق کا بشکل دریا و طوفان کے نمودار ہوتا ہے اور بسبب کثرۃ کے اندیشہ، ہلاک خلق مراد اس سے ہے مگر شکر ہے کہ تم اوسوقت کلمۂ شہادت کو یاد رکھتے ہو یہ عین سعادت و ایمان کا نشان ہے آخر ہلاک و قیامت آنی ہے اور طوفان غضب ایسی صورت میں جو فی زمانا موجود ہے وارد ہونا مزاان افعال کی ہے اور جب قہر الہی تعالیٰ شانہٗ عباد پر بسبب معصیت فجار فساق کے ہوتا ہے تو نیک و بد کی تمیز نہیں ہوتی اوسوقت سب کے سب مورد غضب ہوتے ہیں لیکن ایسی حالت میں جو تذکر اور ذکر شہادت میں فوت ہوا انجام کار ناجی ہوا اور عذاب آخرت سے فارغ ہوا اور جو غفلت و وا ویلا میں مرا قہر الہی کا آخرۃ و اولیٰ میں محل بنا پس ہزار ہزار شکر کی جگہ ہے کہ تمکو اوسوقت کلمۂ شہادت

یاد آیا اور اسکے ملازم رہے۔ اگرچہ خوف ہے مگر رجا بھی نہایت ہے زیادہ کیا لکھوں مطمئن رہو اور حق تعالےٰ سے نجات کی دعا کرو۔ ہو سکے تو قصد اس ملک کا کرو وہاں رہنا ایسے دور دراز ملک میں اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ فقط۔ والسلام

(۱۳۱) حاجی ظہور احمد صاحب۔ آپ کا خط اور پوسٹ کارڈ آیا "شبہ بیع ڈبل روٹی میں لکھا ہے" شراب کی بیع تو حرام ہے اور جس شے میں شراب مخلوط ہو اور مالیت ہو شے کہ کسی کام میں لانا درست ہو تو اوسکی بیع بھی درست ہے مگر جو شے کہ اسکا استعمال کسی شے کا نہ ہو اور جس کام کی وہ ہے وہ حرام ہو تو اسکی بیع درست نہیں۔ دیکھو انگوٹھی جس کا استعمال حرام ہے اسکی بیع کو حرام لکھا ہے۔ حالانکہ لوہا پیتل بیع کرنا درست ہے۔ روٹی ڈبل سوائے کھانے کے اور کسی کام کی نہیں اسکی بیع بھی حرام کہ کھانا اسکا حرام۔ ہاں اگر کچھ اور کام بھی اس سے ہو سکتا یا پاک ہوسکتی تو بیع حلال ہو جاتی۔ سو یہ شبہ بے موقع ہوگیا اعانۃ حرام کی بھی حرام ہے۔ باروت کے بنانے کے واسطے شراب کا خریدنا شرع سے حرام ہے گو باروت کا خریدنا درست ہے جلانے میں کوئی قباحت نہیں، ہاں اگر باروت کھانے کی چیز ہوتی اور کوئی کام اس سے نہوتا تو اسکا خریدنا بھی حرام ہوتا۔ نکھارتہ خاک سوختہ عظم کا ہونا ہے لہٰذا اسکا کچھ حرج نہیں اور مردار کی ہڈی اگر حلال جانور ہے نجس بھی نہیں ہوتی ہاں سور کی ہڈی نجس ہے مگر حل کردہ وہ سب پاک ہو جاتی ہے۔ صبح صادق کا یہ قاعدہ کہ ہفتم حصہ شب ہوتا ہے غلط ہے، یہ تقریبی حساب ہے نہ تحقیقی؛ بڑی شب میں کہ چودہ گھنٹے کی ہوتی ہے خود بلند مکان پر چڑھکر دیکھا کہ دو گھنٹہ کی صبح نہیں ہوتی اور واقعی ماہ اساڑھ کی جولائی کے مطابقت ہے، صبح صادق بہت بڑی ہے، چار گھڑی اور ۲ منٹ کی ہے اور باقی شہور کی اس سے کم ہوتی ہے۔ اور یہ حساب ہمارے اس ملک کا ہے اور وہاں حال معلوم نہیں۔ وہاں کے

درجات کو اور یہاں کو بڑا فرق ہے ہر درجہ کی صبح صادق اور طلوع وغروب مختلف ہوتا ہے۔ وہاں کا حال مجھکو معلوم نہیں بندہ کی رائے تو یہ ہے کہ بسہولت تم ترک کر کے یہاں چلے آؤ اسقدر بعد مسافت (مقام تمہارا اڈر ملک برما) پرمت رہو خصوصًا ایسا ملک یہ یقین کرتا ہوں کہ چار سو روپیہ کے قدر تم نے جمع کیا ہووے گا سو قدر تلاش روزگار کو یہ کافی ہووے گا۔ سواب اس ملک میں آنے کی فکر کرو خدا تعالیٰ یہاں بھی کوئی صورت کر دیوے گا ایسے وحشی ملک میں رہنا کیا ضرورت ہے اور اوس وقت بسبب تمہاری تنگی و پریشانی کے وہاں جانا پسند کرتا تھا۔ اب کچھ جمع ہوگئی ہے اور والدہ صاحبہ تمھاری طلب کرتی ہیں تو اب چلا آنا ہی اچھا معلوم ہوتا ہے مگر ہاں ایسی جلدی مت کرو سارٹیفکٹ لیکر آنا اور اب برسات میں دریا کی ہوا بھی اچھی نہیں جب دریا کی کلفت کم ہو جائے او سوقت چلے آنا اور ابھی سے سامان وارادہ آنے کا کرو بس اب مکان کا بنانا وخریدنا بھی بے سود ہوا اوسکا جواب بھی معلوم ہوگیا اور دوسری بات بھی فضول لغو ہوئی اوسمیں بھی طرح طرح کی دشواریاں ہیں اگر اولاد ہوئی بڑی دقت ہے اور عدل نہوا تو بھی مشکل ہے اور گھر میں رنج ہوا تو بھی دشواری سو دو تین ماہ صبر کر کے گھر چلے آؤ یہی بہتر ہے اور جو بہاولپور علاقہ ہوگیا تو اسکو بہت پسند کرتا ہوں کہ گویا اپنا ہی ملک ہے۔ فقط۔ والسلام۔ آگ لگنا گھر کا دہی ارادہ مخفی آپ کا ہے اور خود ہی بجھا دینا اس ارادہ سے باز رہنا دوسرے کو اسکے واسطے طلب کی ضرورت نہیں اور مستقرض جو قرض ادا کرے ادا کرنا ذمہ اوسکا ہے خرچ منی آڈر مجرا نہیں لے سکتا۔ فقط۔

(۱۳۲) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بندہ حاجی ظہور احمد صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپکا خط آیا اور منی آڈر عشہ

بھی پہونچا۔ بندہ کے نزدیک ایصال ثواب میں اگر صدقۂ جاریہ ہو تو اعلیٰ درجہ ہے کہ دیر تک اسکا ثواب پہونچتا رہتا ہے اور جو گرسنہ حاجتمند کو دیا جاوے تو بھی ثواب ہے مگر جب اثر ختم ہوا ثواب منقطع ہوگیا۔ پس ایسی حالت میں یہ روپیہ یا کسی مسجد کی تعمیر میں صرف ہو یا رباط مکہ جو اب وہاں بنتی ہے اور اسکے سال اوس میں دو سو آدمی سے زیادہ غربا رخرد کش ہوسے اوس میں بھیجا جاوے یا کوئی کتاب دین کی خرید کر وقف کر کے اون کے نام پر ثواب کیا جاوے۔ یہ تین صورت ہیں انہیں سے جس کو تم پسند کرو ویسا کیا جاوے تا تمہاری اجازت کے یہ روپیہ امانت رہیگا۔ مسجد لکھنوتی میں افتادہ پڑی ہے وہ لوگ اسکی تعمیر شروع کرنے کو ہیں اوسمیں معتبر ذریعہ سے صرف ہو جاوے اور دریں ولا حجاج بھی مکہ کو جاتے ہیں وہاں ارسال ہو جاوے یا بخاری یا کوئی کتاب خرید کر وقف کیجاوے ہر سہ صورت ممکن ہے جسکو راجح جانو لکھدو درباب غیر حاضری حسب طلب والدہ مرحومہ جو آپ تردد لکھتے ہیں تو تم مجبور معذور تھے اگر نہ آسکے تو معذور ہو البتہ اگر آسکتے تو اندیشہ تھا اب جو مقدر تھا ہوا اوس مرحومہ کو ایصال ثواب استغفار دعا، صدقہ سے اعانت کرو اونکی روح خوش ہوجاویگی۔ آنا نہ آنا دنیا کی راحت و سرور کے واسطے تھا اگر تم آتے تو کیا ہوتا فقط۔ اپنے گھر میں اور بچوں کو بندہ کیطرف سے اور والدہ مسعود احمد کیطرف سے تحیات پہونچا دیویں۔ فقط مورخہ ۳۰ رجمادی الثانیہ۔

(بنام مولانا الحاجی المولوی محمود حسین صاحب بریلوی دام مجدہ)

(۱۳۳) مولوی محمود حسین صاحب۔ السلام علیکم۔ آپ خط آیا حال معلوم ہوا۔ جو کچھ مقدر ہو چکا ہے اوسمیں کوئی کمی زیادتی نہیں کر سکتا اور وہ ہی بندہ کے حق میں مستحسن ہے۔ فقط۔ ذکر کے وقت سردی اور قشعریرہ ہونا یہ بھی اس سلطان ذکر کے آثار میں سے ہے اور امر محمود ہے۔ مسح گردن مستحب ہے بعض احادیث سے

اسکا نشان ملتا ہے۔ جذامی کے ساتھ اختلاط کرنا درست اور الگ رہنا بایں وجہ کہ مبادا یہ مرض ہو جائے اور یوں دل میں عقیدہ ہو جاوے کہ یہ مرض متعدی ہے جایز ہے کہ پہلے سے ہی الگ رہے تا فساد اعتقاد پیدا نہوئے سکوت ادا سنن سے بعد فرض فجر عند الحنفیہ منسوخ ہے عموم اس حدیث سے جو درباب منع نوافل بعد الفجر والعصر وارد ہوئی ہے یا خصوصیۃ پر محمول ہے کہ کسی وجہ غیر معلوم سے آپ نے اس شخص کو اجازت دی مگر وہ شخصیہ ہے کلیہ حکم اوس سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ کلیہ منع نوافل کا بحال خود رہے گا۔ فقط۔ ادا سنت فجر درصورت جماعۃ فرض بشرطیکہ ایک رکعۃ جماعۃ مل جاوے اور سنۃ کو پردہ میں ادا کرے بحضور جماعۃ نہ پڑھے درست ہے ورنہ نہیں اور یہ امر تاکد سنت فجر کے باعث ہے اور سنن میں یہ امر نہیں ہوتا اور مدرک ایک رکعۃ کا مدرک جماعۃ و صلوٰۃ کا ہوتا ہے اور ادراک کم از رکعۃ کا ادراک فضیلۃ ہے نہ ادراک جماعۃ نصف کو حکم کل ہے لہٰذا ایسی صورت میں ادا کا مضائقہ نہیں اور بحضور جماعۃ ہرگز نہیں پڑھنا چاہیئے کہ مخالفت جماعت مسلمین و افتراق حرام ہے۔ فقط۔ والسلام۔

(۱۴۳) مولوی محمود حسین صاحب السلام علیکم۔ آپکا خط آیا حال معلوم ہوا بندہ کے نزدیک کتب دینیہ کا پورا کرنا عمدہ ہے اور ادب کی چنداں ضرورت نہیں ایک دو کتاب کلی کافی ہے اور کتب دینیہ کے درس کو شغل باطن پر ترجیح دینا ہو سو اگر اتمام کتب دینیہ کا مرادآباد ہی ہو جاوے تو عمدہ ہے کہیں جانا کیا ضرورت ہے ورنہ چندے قیام مرادآباد رکھو پھر جیسا ہو دیکھا کرتا اور معقول کا خیال ہرگز مت کرنا پس مختصر معانی کا ختم کرلینا مناسب ہے یہ بھی ایک فن عمدہ ہے اور کارآمد دینیات ہے بعد ازاں اگرچہ قلیل ہی ہووے بقایا تفسیر و حدیث و فقہ و اصول ہو جاوے۔ اصول میں توضیح تلویح کافی ہے ہرچند اصول آتا نہیں مگر تاہم کارآمد علم ہے اور قدر مایحتاج تو نورالانوار میں ہی حاصل ہو جاتا ہے۔ الحاصل اتمام علوم دینی کا ضرور و مقدم جانو اگر مرادآباد ہو جاوے تو بہتر ورنہ دوسری جگہ تکمیل چاہیئے۔ فقط۔ والسلام

Regd. No.L2/9/AD-111

onthly

Sep, 1986

WASIYATUL IRFAN

23, Buxi Bazar Allahabad

حیاتِ مصلح الامتؒ

یعنی حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی
نہایت مستند اور مکمل سوانح عمری
قیمت ۵۰ روپیہ

مجموعۂ تالیفاتِ مصلح الامۃ

حصہ اوّل
Rs. 24/-

حصہ چہارم
Rs. 45/-

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا
دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۸۶ء جلد ۹

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۲ بخشی بازار
الہ آباد

حاملِ مضامین تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان

الٰہ آباد

چندہ سالانہ ۳۰ تیس روپے

چندہ ششماہی ۱۶ سولہ روپے

زیر سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی

جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ تین روپے ۳

مدیر: عبد المجید عفی عنہ

شمارہ ۱۰ | صفر المظفر ۱۴۰۷ھ مطابق اکتوبر ۱۹۸۶ء | جلد ۵

فہرست مضامین

ترسیلِ زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و پبلشر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲ - ۹ - ۱ - ۷ - ڈی -

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

(اسوۃ الصالحین طبع ہوگئی)

خوش خبری ناظرین کرام اس خبر کو نہایت مسرت کے ساتھ سنیں گے کہ کتاب آداب الصالحین جو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی معیشت اور معاشرت کے آداب میں ایک معرکۃ الآرا تصنیف ہے اور ہمارے حضرت مصلح الامۃ نوراللہ مرقدہ کو بہت پسند تھی اسکا سلیس اردو میں ترجمہ ہوکر بنام اسوۃ الصالحین پہلے قسط وار رسالہ معرفت حق میں پھر اسکے بعد کتابی صورت میں طبع ہوکر عرصہ سے ختم ہوچکی تھی احباب کے طلب و اصرار کے باوجود اتنک اسکے دوبارہ طبع ہونے کی نوبت نہ آسکی تھی۔ اب الحمدللہ دائرۃ الاشاعۃ خانقاہ مصلح الامۃ الہ آباد نے بڑے اہتمام کے ساتھ اسکو شائع کرایا ہے عمدہ پلاسٹک کور کے ساتھ جلد مزین ہے قیمت تیس ۳۰ روپیہ اور رعایتی قیمت چوبیس ۲۴ روپیہ ہے۔ پیشگی قیمت ادا کرنے والوں کیساتھ مزید رعایت یہ ہوگی کہ وہ ۲۴ روپیہ پیشگی ارسال فرمائیں ادارہ انکو کتاب مذکور ایک روپیہ کی .V.P کے ذریعہ بھیج دیگا یوں انکو ڈاک سے صرف ۲۵ روپیہ میں باحتیاط کتاب مل جائیگی ورنہ دوسرے حضرات (جو پیشگی قیمت نہ دینگے اور کتاب ڈاک سے طلب فرمائیں گے تو ان کو ۲۴ روپیہ اصل قیمت کے علاوہ ۷ روپیہ وی۔پی (ڈاک خرچ) ادا کرنا ہوگا یعنی انکو یہ کتاب ۳۱ روپیہ میں پڑیگی۔ تاجرین حضرات کے لئے اور رعایت ہوسکتی ہے اسکے لئے دفتر سے خط وکتابت کریں۔

جن حضرات کا چندہ باقی ہے سکو اطلاع دیجاچکی ہے لیکن اب بھی چندہ کی آمد کی رفتار بہت سست ہے۔ توجہ فرمائی جائے۔

مدرسہ وصیۃ العلوم کے لئے مطبخ نیز بیت الخلاء وغیرہ کے لئے عرصہ سے ضرورت محسوس کیجارہی ہے بالخصوص کرفیو وغیرہ کے ایام میں طلباء کو سخت دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مسجد اور مدرسہ سے متصل ہی ایک مکان فروخت ہونے والا ہے اگر مدرسہ اسکو خرید لے تو بڑی حد تک اسکی ضروریات پوری ہوسکتی ہیں۔ لیکن اسکی خریداری اہل خیر حضرات کی توجہ پر موقوف ہے۔ نہایت قریب موقع ہے۔ اہل خیر حضرات جلد توجہ فرمائیں۔

(ادارہ)

فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا طبرانی اور بیہقی نے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی پتھر جسکا وزن دس اوقیہ ہو وہ جہنم میں ڈالا جائے تو جہنم کی گہرائی میں ستر سال تک نہ پہونچے گا، اس کے بعد غی اور اثام تک پہونچیگا۔ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ غی اور اثام کیا چیز ہیں آپؐ نے فرمایا کہ وہ نہریں ہیں اسفل جہنم میں کہ ان دونوں میں جہنمیوں کی پیپ بہتی ہے اور یہی دونوں ہیں جنکا ذکر اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب میں ان آیتوں میں فرمایا ہے۔ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا اور مَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا

حضرت حسن اور قلابہؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا جنت میں رات ہوگی کیونکہ اللہ تعالےٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا یعنی انکو انکا کھانا صبح وشام ملا کریگا آپ نے فرمایا وہاں رات ہوگی، نور کی ایک خاص روشنی ہوگی جو صبح کو شام اور شام کو صبح بنایا کرے گی اور اللہ کی طرف سے ان لوگوں کے پاس ہدایا آوینگے ان اوقات میں جن میں وہ دنیا میں نمازیں پڑھا کرتے تھے اور ان پر ملائکہ سلام کہیں گے

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہر شخص کے لئے جنت میں دو مکان ہے ایک جنت میں دوسرا جہنم میں تو جب کوئی مرا اور جہنم میں داخل ہو تو اہل جنت اسکے جہنم والے مکان کے وارث ہو جاتے ہیں یہی مطلب ہے اللہ تعالےٰ کے قول اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ کا حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص اپنے وارث کی میراث سے بھاگتا ہے یعنی اسکو دینا نہیں چاہتا اللہ تعالیٰ اس کی

جنت کی میراث کو منقطع فرما دینگے۔

(معارف القرآن میں ہے)

لَا يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا لغو سے مراد کلام باطل فضول اور گالی گلوچ اور ایذار دینے والا کلام ہے کہ اہل جنت اس سے پاک صاف کوئی کلمہ انکے کان میں ایسا نہ پڑے گا جو انکو رنج و تکلیف پہونچائے اِلَّا سَلٰمًا یہ استثناء منقطع ہے۔ مراد یہ ہے کہ وہاں جسکا جو کلام سننے میں آئیگا وہ سلامتی اور بھلائی اور خوشی میں اضافہ کرے گا اصطلاحی سلام بھی اسمیں داخل ہے جو اہل جنت آپس میں ایک دوسرے کو کریں گے اور اللہ کے فرشتے ان سب کو کرینگے (قرطبی)

وَلَهُمْ فِيهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا جنت میں یہ نظام شمسی اور طلوع و غروب بالیل و نہار تو نہ ہوگا ایک قسم کی روشنی ہمہ وقت رہیگی مگر رات اور دن اور صبح و شام کے امتیازات کسی خاص انداز سے ہونگے اسی صبح و شام میں اہل جنت کا رزق انکو پہونچے گا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ اہل جنت کو جس چیز کی خواہش جس وقت ہوگی وہ اسی وقت بلا تاخیر پوری کیجاوے گی (وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُونَ) پھر صبح و شام کی تخصیص کیوجہ انسانی عادت اور فطرت کی بنا پر ہے کہ وہ صبح و شام کھانے پینے کا عادی ہوتا ہے۔ عرب کہتے ہیں کہ جس شخص کو صبح و شام کی غذا پوری ملے وہ عیش والا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرما کر کہا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مومنین کا کھانا دن میں دو مرتبہ ہوتا ہے صبح اور شام۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ یہاں صبح و شام کا لفظ بولکر عموم مراد لیے ہے جیسے رات دن کا لفظ بھی یا مشرق و مغرب کا لفظ عموم کے لئے بولا جاتا

کوئی خاص وقت یا جگہ مراد نہیں ہوتی تو مطلب یہ ہوگا کہ انکا رزق انکی خواہش کے موافق ہر وقت موجود رہیگا۔ (قرطبی)

(۱۹)

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ؕ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝ وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ۝ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ۝ (طٰہٰ رکوع ۳)

(ترجمہ) وہ بولے ہم تجھکو زیادہ نہ سمجھیں گے اس چیز سے جو پہونچی ہمکو صاف دلیل اور اس سے جس نے ہمکو پیدا کیا سو تو کرگذر جو تجھکو کرنا ہے۔ تو یہی کرے گا اس دنیا کی زندگی میں ہم یقین لائے اپنے رب پر تاکہ بخشے ہمکو ہمارے گناہ اور جو تونے زبردستی کروایا ہم سے یہ جادو اور اللہ بہتر ہے اور سدا باقی رہنے والا بات یہی ہے کہ جو کوئی آیا اپنے رب کے پاس گناہ لیکر سو اسکے واسطے دوزخ ہے نہ مرے اس میں اور نہ جئے اور جو آیا اسکے پاس ایمان لیکر نیکیاں کرکر سو ان لوگوں کے ہیں درجے بلند باغ ہیں بسنے کے بہتی ہیں انکے نیچے سے نہریں، ہمیشہ رہا کریں گے ان میں اور یہ بدلہ ہے اسکا جو پاک ہوا۔

(آیت کی تفسیر معارف القرآن سے)

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا

جادوگروں نے فرعون کی یہ سخت دھمکی اور سخت سزا دینے کا اعلان سنکر

اپنے ایمان پر بڑی پختگی کا ثبوت دیا، کہنے لگے کہ ہم تجھے یا تیرے کسی قول کو ان بینات و معجزات پر ترجیح نہیں دے سکتے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ ہمارے سامنے آچکے ہیں۔

حضرت عکرمہؓ نے فرمایا کہ جادوگر جب سجدے میں گرے تو اللہ تعالےٰ نے انکو جنت کے ان مقاماتِ عالیہ اور نعمتوں کا مشاہدہ کرا دیا جو ان کو ملنے والے تھے اسکو ان لوگوں نے کہاکہ ان بینات کے ہوتے ہوئے ہم تیری بات نہیں مان سکتے (قرطبی) نیز خالق کائنات رب سموٰات کو چھوڑ کر تجھے اپنا رب نہیں مان سکتے۔ فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ اب جو تیرا جی چاہے ہمارے حق میں اپنا فیصلہ کر اور جو چاہے سزا تجویز کر اِنَّمَا تَقْضِیْ هٰذِهِ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا یعنی تو نے اگر ہمیں سزا دے بھی دی وہ سزا صرف اسی دنیا کی چندہ روزہ زندگی ہی تک ہوگی مرنے کے بعد تو تیرا ہم پر قبضہ نہیں رہیگا بخلاف حق تعالےٰ کے کہ ہم اسکے قبضہ میں مرنے سے پہلے بھی ہیں اور مرنے کے بعد بھی اور اسکی سزا و جزا سب مقدم ہے

وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ جادوگروں نے اب فرعون پر یہ الزام لگایا کہ ہمیں جادوگری پر تو نے ہی مجبور کر رکھا تھا ورنہ ہم اس لغو کام کے پاس نہ جاتے، اب ہم ایمان لاکر اللہ سے اس جادو کے گناہ کی بھی معافی مانگتے ہیں۔ یہاں یہ سوال ہو سکتا ہے کہ یہ جادوگر تو خود اپنے اختیار سے مقابلہ کرنے کے لئے آئے تھے اور اس مقابلہ کی سودا بازی بھی فرعون سے کر چکے تھے کہ ہم غالب آئیں گے تو کیا ملے گا؟ پھر انکا فرعون پر یہ الزام لگانا کہ تو نے ہمیں جادو کرنے پر مجبور کر رکھا تھا کیسے صحیح ہوگا؟ اسکی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ یہ جادوگر شروع میں تو شاہی انعام و اکرام کے لالچ میں مقابلہ کرنے کیلئے تیار تھے بعد میں انکو احساس ہوا کہ ہم معجزہ کا مقابلہ نہیں کر سکتے اسوقت فرعون نے انکو مجبور کیا، دوسری وجہ یہ بھی بیان

...گئی ہے کہ فرعون نے اپنے ملک میں جادوگری کی تعلیم کو جبری بنایا
...تھا اسلئے ہر شخص جادو سیکھنے پر مجبور تھا۔ (روح)

...لیۂ فرعون آسیہ کا انجام خیر

تفسیر قرطبی میں ہے کہ حق و باطل کے اس معرکہ کے وقت فرعون کی بیوی برابر
...رکھتی رہی کہ انجام کیا ہوا جب اسکو بتلایا گیا کہ موسیٰ و ہارون غالب آئے
...فوراً اس نے اعلان کر دیا کہ میں بھی رب موسیٰ و ہارون پر ایمان لے آئی
...ون کو اپنے گھر کی خبر لگی تو حکم دیا کہ ایک بڑے چٹان کی پتھر اسکے اوپر
...ٹھاکر ڈال دو، آسیہ نے جب یہ دیکھا تو آسمان کیطرف نظر اٹھائی
...ر اللہ سے فریاد کی حق تعالیٰ نے پتھر اسکے اوپر گرنے سے پہلے اسکی
...رح قبض کر لی پھر پتھر اس بے جان قلب پر گرا۔

...ونی جادوگروں میں عجیب انقلاب

اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا الیٰ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى یہ کلمات اور حقائق
...کا تعلق خالص اسلامی عقائد اور عالم آخرت سے ہے ان جادوگروں
...زبان سے ادا ہو رہے ہیں جو ابھی ابھی مسلمان ہوئے ہیں اور اسلامی
...ائد و اعمال کی کوئی تعلیم انکو ملی نہیں۔ یہ سب حضرت موسیٰ علیہ السلام
...صحبت کی برکت اور ان کے اخلاص کا اثر تھا کہ حق تعالیٰ نے انپر دین کے
...ائق آن کی آن میں ایسے کھولدیئے کہ ان کے مقابلے میں نہ اپنی جان کی
...واہ رہی نہ کسی بڑی سے بڑی سزا اور تکلیف کا خوف رہا گویا ایمان کے ساتھ
...ساتھ انکو ولایت کا بھی وہ مقام حاصل ہو گیا جو دوسروں کو عمر بھر کے مجاہدوں
...ضتوں سے بھی حاصل ہونا مشکل ہے فتبارك الله احسن الخالقين۔
...رت عبداللہ ابن عباسؓ اور عبید بن عمیرؓ نے فرمایا کہ قدرتِ حق کا یہ کرشمہ دیکھو کہ
...ک شروع دن میں کفار جادوگر تھے اور آخر دن اولیاء اللہ اور شہداء
(ابن کثیر)

اِنَّ اللّٰہَ یُدۡخِلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ یُحَلَّوۡنَ فِیۡہَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَہَبٍ وَّ لُؤۡلُؤًا ؕ وَ لِبَاسُہُمۡ فِیۡہَا حَرِیۡرٌ ﴿﴾ وَ ہُدُوۡۤا اِلَی الطَّیِّبِ مِنَ الۡقَوۡلِ ۚۖ وَ ہُدُوۡۤا اِلٰی صِرَاطِ الۡحَمِیۡدِ ﴿﴾ (سورہ حج)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کہ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جنکے نیچے سے نہریں جاری ہونگی ان کو وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور پوشاک انکی وہاں ریشم کی ہوگی اور یہ سب انعام واکرام انکے لئے اس سبب سے ہے کہ دنیا میں انکو کلمۂ طیب کی ہدایت ہوگئی تھی اور انکو اس (خدا) کے راستہ کی ہدایت ہوگئی جو لائق حمد (وستائش) ہے۔ (وہ راستہ اسلام ہے)

یُحَلَّوۡنَ فِیۡہَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَہَبٍ وَّ لُؤۡلُؤًا قرطبی نے کہا ہے کہ مفسرین کا قول ہے کہ ہر جنتی کے ہاتھ میں تین کنگن ہونگے ایک سونے کا دوسرا چاندی کا تیسرا موتی کا ——— حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت جَنّٰتٍ تَجۡرِیۡ مِنۡ تَحۡتِہَا الۡاَنۡہٰرُ یُحَلَّوۡنَ فِیۡہَا مِنۡ اَسَاوِرَ مِنۡ ذَہَبٍ وَّ لُؤۡلُؤًا وَ لِبَاسُہُمۡ فِیۡہَا حَرِیۡرٌ تلاوت فرمائی اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ اہل جنت کے تاج ایسے ہونگے کہ اسکا ادنیٰ موتی مشرق سے مغرب تک روشن کردے گا۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اہل جنت میں سے ادنیٰ زیور کا مقابلہ ساری دنیا والوں کے زیوروں سے کیا جائے تو یقیناً جو زیور اللہ تعالےٰ اسکو جنت میں پہناوینگے وہ تمام دنیا والوں کے زیور سے افضل ہوگا۔

(مکتوب نمبر ۸۴)

حال : سیدی وسندی مرشدی ومولائی شمس العارفین، بدر الکاملین نخبہ زماں، صفوۂ دوراں، ملاذ شکستگاں، ملجائے افتادگاں، رہبر گمشدگاں لازال اللہ شموسش فیوضکم بازغۃ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ طالبِ عافیتِ مزاج سامی۔

تحقیق : السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بخیریت ہوں۔

حال : گذارش خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ بلا کسی قسم کی تکلیف کے عافیت کے ساتھ یہاں پہونچ گیا۔ تحقیق : الحمد للہ

حال : اللہ کا شکر ہے کہ گھبراہٹ کم ہے اور نسبۃً اطمینان ہے جو کام ہوتا رہا ہے ہو رہا ہے۔ آنے کے بعد سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیر میں بڑی بڑی گئی ہے قدم نکلنے میں رکتے ہیں، خالی اوقات میں گھر کا گوشہ ہے۔ صرف مؤکدہ سنتیں اور تہجد اور فرائض بیچگانہ ادا ہو رہے ہیں اور مناجات، دوازدہ تسبیح اور تلاوت۔ جتنی ہوسکی، خالی وقتوں میں خاموشی کی کوشش کرتا ہوں کہ اوقات ضایع نہ ہوں کام میں صرف ہوں اللہ کا شکر ہے کہ تسبیح کے ساتھ اور بلا تسبیح کے بھی چلتے پھرتے ذکر ہوتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اسمیں جی لگا رہتا امید ہے کہ فضل الٰہی شاملِ حال ہوگا۔ زبان بالکل بند ہے گفتگو میں تکلف ہوتا ہے اپنی معصیت اور نکما پن سامنے ہے توبہ اور استغفار کا ہمہ وقت خیال رہتا ہے

تحقیق : الحمد للہ۔

حال : کہ اسے اللہ تعالیٰ میری ہدایت فرمایئے، ہدایت کے اسباب اختیار کرنا بھی میرے بس کا نہیں ہے۔ آپ کے فضل کا سہارا ہے اپنی مہربانی سے میری دستگیری فرمایئے۔ تحقیق : آمین

حال : یہ کتا اس قابل نہیں کہ کچھ کام کرسکے۔ یہی تمنا ہے کہ حضرت والا کے درکا

کتا رہوں اور اسی حال میں میری موت ہو جائے ۔ لڑکے کی بیماری کا بڑا رنج تھا مہینہ بھر بعد خط ملا کہ اب تندرست ہے ۔ تحقیق : الحمد للہ

حال : حضرت والا دعا فرمائیں کہ حماقت دور ہو، سمجھ کھلے ، اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر چلوں اور جو چیزیں انکا غضب لانے والی ہیں ان سے بچوں.
تحقیق : آمین ۔

(مکتوب نمبر ۴۸۱)

حال : یوں تو احقر کے پاس حضرت والا کی کل کتابیں موجود ہیں اور ان سب کو برابر قریب قریب روزانہ پڑھتا رہتا ہے اور اگر کوئی آگیا تو انکو بھی دکھلاتا ہے وہ لوگ بھی بہت پسند کرتے ہیں ۔ یہاں کے دو ایک عالموں کو بھی ان کتابوں کو دکھلایا ان لوگوں نے بھی بہت پسند کیا اور حالت یہ ہے کہ یہاں کے بہت لوگ اب جانے کو تیار ہیں ۔ اور کہتے ہیں کہ اب ایسی ہی کتابوں کی ضرورت ہے ۔ تحقیق : الحمد للہ

حال : یہاں کے دو ایک لوگوں نے بھی ان کتابوں کو دیکھا اور بہت پسند کیا ایک صاحب جو مودودی طبقہ کے سرغنہ ہیں انھوں نے حضرت والا کا پتہ پوچھا اور بہت عقیدت ظاہر کیا ۔ تحقیق : الحمد للہ

(مکتوب نمبر ۴۸۲)

حال : حال ہی میں اپنے منصب دینی کا لحاظ کرتے ہوئے کسی معاملہ کے تحت توریہ استعمال کرنا پڑا اب بار بار طبیعت میں کھٹکتا ہے کہ توریہ کے الفاظ میں کذب کا استعمال نہوا ہو اور طبیعت پر نہایت انقباض ہوتا ہے لہٰذا ایسی صورت میں اپنے منصب دینی پر دھبہ آتا ہو ۔ آیا توریہ کا استعمال جائز ہے ۔ احقر نے جائز تصور کرتے ہوئے مذکورہ صورت میں توریہ کا استعمال

کیا مگر پھر بھی طبیعت میں نہایت انقباض ہے اگر ناجائز ہے تو پھر بندہ کو کیا کرنا چاہیئے اور طبیعت کا تکدر کیسے دور ہو جواب سے مطلع فرما کر ممنون کیجئے۔

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ نے اپنے منصب وہمی پر وجہ آتے ہوئے توریہ کے استعمال کے جواز کو دریافت فرمایا ہے اس میں ایک تو منصب وہمی ہے دوسرے توریہ۔ منصب وہمی کے متعلق مولانا روم فرماتے ہیں ؎

منصب تعلیم نوعے شہوتے است		ہر خیالے شہوتے در رہ بتے است

(منصب تعلیم بھی لذتِ نفس کی ایک نوع ہے اور لذتِ نفس کا ہر خیال طریقت کی راہ میں ایک بت ہے)

طریق میں یہ منصب ہی بت ہے اور توریہ اس منصب کی حفاظت کے لئے ہوا ہے اسلئے یہ بھی ممنوع ہے یہ وجہ ہے انقباض کی۔

غالباً آپ نے سوال میں بھی مجھ سے توریہ کیا ہے سوال صاف اور واضح نہیں ہے لہٰذا واضح سوال آنا چاہیئے۔ والسلام۔

(مکتوب نمبر ۴۸۳)

حال: اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اور حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے غلام بخیر وعافیت مکہ معظمہ پہونچ آیا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

تحقیق: مبارک ہو۔

حال: تفصیل یوں ہے کہ حضرت والا سے رخصت ہوکر بمبئی کے لئے روانہ ہوا اللہ تعالیٰ کے فضل اور حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے راستہ میں بہت آرام رہا منگل کو ڈیڑھ بجے بمبئی پہونچا۔ وہاں سے احمد سیٹھ جو کہ حج کمیٹی کے سکریٹری ہیں انکے یہاں گیا انھوں نے صابو صدیق کے مسافر خانہ میں ٹھیرایا جمعہ کے دن تک بمبئی میں رہا شب میں گیارہ بجے ہوائی جہاز بمبئی سے

روانہ ہوا اور سات گھنٹے کے بعد ظہران پہونچا فجر کے تین گھنٹہ قبل غلام ظہران پہونچ گیا۔ ظہران میں فجر کی نماز کے دو گھنٹہ کے بعد ٹکٹ گھر کھلا فوراً بابو کے پاس پہونچا اور ٹکٹ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ جہاز دوشنبہ تک بالکل پر ہیں منگل کو ٹکٹ ملے گا۔ بمبئی سے روانگی کے وقت ایک صاحب جو جدہ میں رہتے ہیں انکی اہلیہ اور چار بچے میرے ساتھ کر دیئے گئے کہ انکو لیتا جاؤں میں نے کہا ظہران میں پھر ٹکٹ لینا ہے میرے پاس اتنا پیسہ نہیں کہ میں پانچ آدمیوں کا کرایہ ادا کر سکوں۔ مجھکو یہ بتلایا گیا کہ جدہ سے وہ صاحب ظہران آوینگے آپ ان لوگوں کو بمبئی سے ہمراہ لیتے جائیں۔ جب ظہران پہونچے تو ان صاحب کا کہیں پتہ نہ تھا، بڑی مشکل میں پھنس گیا اپنے ٹکٹ کے لئے کوشش کیا تو وہاں کے افسران نے کہا کہ آپ ان لوگوں کو ہوٹل میں ٹھہرا دیں تب آپکو جانے دیا جائیگا۔ یہ ایسی مشکل تھی جسکا کوئی حل سمجھ میں نہیں آتا تھا دفعتاً دل میں آیا کہ حضرت والا کے طفیل میں اللہ تعالیٰ سے عرض کروں چنانچہ یہ تصور کیا کہ گویا حضرت والا اُس جگہ تشریف فرما ہیں جہاں حضرت والا عصر کی نماز کے بعد قیام فرمایا کرتے ہیں۔ غلام اسی تصور میں حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی مشکل عرض کیا حضرت والا نے بمجرد سماعت کے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں اللہ تعالیٰ مسبب الاسباب ہیں۔ ابھی غلام تصور ہی کے عالم میں تھا کہ ایک صاحب آئے اور غلام سے دریافت کیا کہ فلاں شخص کے عائلہ کو آپ بتلا سکتے ہیں کہ آئے یا نہیں میں نے کچھ گفتگو کے بعد معلوم کیا کہ یہ صاحب بھیجے ہوئے آئے ہیں اور اپنے ہمراہ جدہ لے جائیں گے فوراً اس عورت کو اور اسکے بچوں کو انکے سپرد کیا جو دمام کے ایک ہوٹل میں مقیم تھے۔

تحقیق: الحمد للہ۔

حال: دریافت کیا تو پھر یہی بتلایا گیا کہ جہاز منگل ہی کو ملے گا یہ سنکر وہ صاحب تو چلے گئے لیکن میں ٹکٹ گھر ہی میں بیٹھا رہا اور خیال حضرت والا ہی طرف لگا رہا

شب میں جہاز پر نیند بلکل نہ آئی تھی اسلئے کچھ غنودگی سی ہوئی اسی حالت میں ایک صاحب
نے دریافت کیا کہ آپ یہاں کیوں بیٹھے ہیں میں نے کہا کہ جدہ جانا چاہتا ہوں کیونکہ
مجھے اپنی ملازمت پر حاضر ہونا ہے یکم شعبان کو حاضری تھی آج ۲ر شعبان ہے
بتلایا گیا ہے کہ منگل کو جہاز ملے گا اسلئے پریشان ہوں کہ ملازمت پر کب پہونچونگا
یسنکران صاحب نے بڑی ہمدردی کا اظہار کیا اور کہا کہ آپ تیار ہو جائیں
میں آپ کے ٹکٹ کے لئے کوشش کرتا ہوں تھوڑی دیر کے بعد آئے اور کہا
کہ قیمت داخل کردیں میں نے قیمت ٹکٹ داخل کیا لیکن میرے پاس مسافرین کا چیک تھا
بجائے ۱۵۰ کے ۱۷۵ کا چیک لیا میں نے کہا یہ زیادہ ہے لیکن قرائن سے
معلوم ہوا کہ بابو زیادہ لینا چاہتے ہیں مجبوراً دیا اور سوچتا رہا کہ آجتک رشوت
نہیں دیا یہ کیا معاملہ ہے اللہ تعالیٰ بچائیں یہانتک کہ ٹکٹ حاصل کرکے جہاز پر
بیٹھ گیا جہاز قریب پرواز کے تھا کہ ایک صاحب نے زائد چیک مجھے لاکر
واپس کیا میں نے فوراً لے لیا اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس بلاسے مجھکو بچالیا۔
تحقیق : الحمدللہ۔
حال : جہاز ڈھائی بجے ظہران سے روانہ ہوا اور قریب مغرب جدہ پہونچا کسٹم ظہران
اور جدہ میں کسٹم میں کسی نے پوچھا ہی نہیں کہ کیا سامان ہے بلا دیکھے ہوئے
پاس کردیا جدہ سے عشار کی نماز کے بعد مکہ معظمہ روانہ ہوا اور بخیریت تمام اپنے
مکان پہونچا جس حال میں مکان چھوڑا تھا اسی حال میں پایا ہر چیز سلامت ملی۔
تحقیق : الحمدللہ
حال : ظہران سے جدہ آنا ظہران میں اس عورت سے نجات ملنا محض اللہ تعالیٰ
کا فضل اور حضرت والا کی توجہات اور دعاؤں کی برکت تھی یہ ایک زندہ معجزہ ہے
کہ حضرت والا کی خدمت میں تصور میں حاضر ہو کر دعا کرایا اور اللہ تعالیٰ نے
پوری مشکلات آسان فرما دیا اور غلام جدہ پہونچ گیا۔
تحقیق : الحمدللہ علیٰ احسانہ۔

مکان میں سامان رکھا ایک پڑوسی نے زبردستی ناشتہ کرایا احرام جدہ ہی سے باندھ لیا تھا کھانے سے فارغ ہوکر نصف شب میں عمرہ کرتے ہوئے روانہ ہوا، تین مہینے کے بعد خانہ کعبہ پر جوں ہی نظر پڑی بے ساختہ رونا آگیا اور جب تک طواف شروع نہیں کیا برابر روتا رہا۔ طواف کرتا رہا دعائیں مانگتا رہا۔ خصوصًا اپنے لئے اپنے ماں باپ کے لئے حضرت والا کے لئے اور جمیع متعلقین حضرت والا کے لئے، اپنے اہل و عیال کے لئے۔ طواف سے فارغ ہوکر سعی کو گیا، ½ بجے شب میں یعنی تقریبًا دو بجے فارغ ہوا۔ عمرہ کرکے مکان آیا احرام تبدیل کیا اور سورہا۔ صبح اٹھکر دفتر حاضری دیا۔ بجائے یکم شعبان کے تیسری شعبان کو دفتر پہونچا جن صاحب کے متعلق حضرت والا سے عرض کیا تھا کہ دعا فرمادیں کہ وہ غلام پر مہربان ہوجائیں وہی اب افسر اعلیٰ ہیں غلام کو دیکھتے ہی کھڑے ہوگئے مصافحہ کیا اور ایک کلرک کو حکم دیا کہ وزارت صحت کو اطلاع کردو کہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اپنی رخصت سے وقت مقررہ کے اندر حاضر ہوگئے۔ بڑی مسرت ہوئی کہ یہ بلا بھی ٹل گئی۔ یہ بھی حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے ہوا۔ الحمدللہ علی ذلک۔

تحقیق: الحمدللہ۔

حال: اس سفر میں جسقدر آرام و آسانیاں ہوئیں سب حضرت والا کی دعاؤں کی برکت سے ہوئیں۔ تحقیق: الحمدللہ۔

حال: ورنہ بڑی بڑی مشکلوں کا سامنا ہوگیا تھا، اللہ تعالیٰ حضرت والا کے سایہ کو ہمارے اوپر قائم و دائم رکھیں اور ہمیں دنیا و آخرت میں حضرت والا ہی کی معیت میں رکھیں۔ آمین۔ تحقیق: آمین

حال: عمرہ کرتے وقت طواف میں اسقدر لطف آیا کہ بیان سے باہر ہے ہر شوط میں حجر اسود کا بوسہ دیا اور رکن یمانی کا استلام بلا تردد کیا۔ طواف

پورا کرنے کے بعد ملتزم بالکل خالی پایا پھر تو سینہ چپکا دیا اور جب تک
اللہ نے چاہا گلے لگائے رکھا۔ بڑی کچھ دعائیں کیں خصوصًا حضرت والا
کے لئے وہ خاص دعا، جو حضرت نے غلام کو قبل بیعت فرمانے کے حکم
فرمایا تھا کہ جو عمارت تعمیر کرنا میرے دل میں ہے اللہ تعالیٰ اسکو تعمیر کرادیں
اور کسی سے سوال نہ کرنا پڑے، الحمدللہ بڑے احسن طریقے سے غلام کو دعا
کی توفیق ہوئی اور دعا کیا اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں۔ آمین یحقیق۔ آمین
حال: سعی کرنے کے بعد پھر حرم شریف میں داخل ہوا دو رکعت نماز نفل
مطاف میں پڑھا، اب جو نظر اٹھی تو میزاب رحمت کے نیچے جگہ بالکل خالی
تھی فورًا میزاب رحمت کے نیچے پہونچکر دو رکعت نماز کی نیت باندھ لی اور
اور نماز پوری کر لینے کے بعد پھر ان سب دعاؤں کا اعادہ کیا جو ملتزم پر
کیا تھا۔ اب عمرہ سے بالکل فارغ ہوا۔ عمرہ ادا کرنے کے بعد معًا دل میں
خیال آیا کہ حضرت والا نے نسبت کی ابتدا الہ آباد میں فرمائی اور تکملہ کے لئے
مکہ معظمہ میں فرمایا تھا شب و روز اب اسی کی فکر رہتی ہے یوں تو قبل حاضری
بھی غلام پر حضرت والا کی بڑی شفقت تھی لیکن حاضری کے بعد تو بے انتہا
شفقت ہو گئی اور اب تک اسی شفقت میں غرق ہے۔
تحقیق: الحمدللہ۔
حال: سفر کے وقت بہت پریشان تھا کہ جدائی کے بعد کیسے صبر ہوگا لیکن اب
ہر وقت سوزش تو رہتی ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ جیسے حضرت فرماتے رہتے
ہیں کہ کسی بات کی فکر نہ کرو میں ہمراہ ہوں یہ وہ پھایہ ہے کہ غلام کے زخم کو
ٹھنڈک بخشتا ہے اور دوری کو محسوس ہونے نہیں دیتا۔
؎ دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار　　جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی
تحقیق: الحمدللہ۔
حال: جب سے مکہ معظمہ پہونچا ہوں ضعف بہت معلوم ہوتا ہے ایسا

معلوم ہوتا ہے کہ بڑی کمزوری ہوگئی ہے تمام جسم میں درد بھی ہوتا ہے غالباً یہ سفر کا تکان ہے ۔ دعاء فرمائیں ۔ اللہ تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ رکھیں

تحقیق : دعاء کرتا ہوں ۔

حال : حسب تعلیم حضرت والا تہجد کی نماز کے بعد ذکر شروع کردیا اور سب اوراد جو پہلے پڑھتا تھا سب بند کردیا صرف ذکر ہی کرتا ہوں تحقیق : خوب

حال : ایک دن مجلس میں حضرت والا نے آیۃ الکرسی پڑھنے کے متعلق بیان فرمایا تھا جسدن حضرت والا سے سنا اسی دن سے ہر فرض نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھنا شروع کردیا تھا اور ایک بار سوتے وقت ہر روز یہ خیال کر کے حضرت والا کی خدمت میں حاضر ہوتا کہ اسکی اطلاع حضرت والا کو کردوں لیکن جب حاضر ہوتا بالکل بھول جاتا اب عرض ہے کہ کیا اسکو پڑھوں یا یہ بھی میرے لئے مناسب نہیں جیسا حضرت والا ارشاد فرمائیں عمل کروں ۔

تحقیق : پڑھیئے ۔

حال : ذکر میں مداومت اور تہجد کی نماز وقت سے پڑھنے کے لئے خاص توجہ کا محتاج ہوں اور آسرا لگائے ہوں کہ دولت روز افزوں ہوتی رہیگی ۔

تحقیق : اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے ۔

(مکتوب ۴۸۴)

حال : مزاج شریف ؟ کیا قلب کا جاری ہونا عمل کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یا یہ انعام خداوندی ہے

تحقیق : الحمد للہ بخیریت ہوں اللہ تعالیٰ بخیریت رکھے ۔ عمل سے بھی اسکا تعلق ہے کثرت ذکر اور اہل اللہ کی صحبت سب اعمال سے بڑھکر ہے اور انعام خداوندی سے کس کو انکار ہوسکتا ہے ۔ ایسے بکثرت واقعات ہیں کہ محض فضل سے کام بن گیا ہے ۔

(باقی آئندہ)

انکیس ایام میں حضرت والا کی جانب سے سالکین وطالبین کے لئے یہ اصول مقرر کئے گئے اور سب کو سنائے گئے :۔

(اصول برائے سالکین و طالبین حضرات)

میری طرف رجوع ہونے کے لئے حسب ذیل شرائط ہیں :۔

(۱) قصد تدین بدین الاسلام۔

(۲) خلوص فیما بینہ و بینہ اللہ۔

(۳) اعتقاد و اعتماد رہبر تمام امور اصلاحیہ میں۔

(۴) رسوم آباؤ اجداد کا ترک بالکلیہ اور اتباع سنت سنیہ۔

اور عام لوگوں کو یہ تحریری مضمون سنایا گیا۔

جمیع برادران اہل اسلام و بہی خواہان اہل اسلام و بہی خواہان احقر کی خدمت میں با دب یہ عرض ہے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہماری بداخلاقی کیوجہ سے ہمارے آپس کے تعلقات نہایت خراب ہوگئے ہیں اور ہم جیسے لوگوں کے بھی بس سے باہر ہیں۔ ہم عوام بلکہ خواص سے بھی ہار مان چکے ہیں اپنی جان بچاتے پھرتے ہیں۔ اب ہم جب سے یہاں آئے ہیں اہل الٰہ آباد کی طرف سے کچھ جنبش کے آثار نمودار ہو رہے ہیں۔ میں صاف کہدینا چاہتا ہوں کہ ہم لوگوں کے اثرات باقی نہیں رہے اور لوگوں نے اسکا تجربہ بھی کرلیا پھر بھی ہمیں کو پکڑے رہیں کہانتک قرین قیاس ہے۔ اب ہمارے جیسے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ جہاں کہیں رہیں سمجھ بوجھ کر دیکھ بھال کر اپنی وضع کا لحاظ کرکے رہیں۔ جہاں کچھ لوگ دین کیطرف متوجہ ہوں، اپنی اصلاح کیطرف متوجہ ہوں، باتیں سنیں آپس کی خانہ جنگی دور کریں وہ اسکے اہل ہیں کہ ایسا آدمی انکی خدمت میں رہے۔ اور دور فتن میں ایسے لوگوں میں رہنا ہی متعین ہے ورنہ اپنے کو خطرے میں ڈالدینے کے مرادف ہے میں اب سمجھ بوجھکر کام کرنا چاہتا ہوں اسلئے سب ایسے حضرات کے ارشادات کا جواب ہے جو مجھکو اپنی طرف جذب کرنا چاہتے ہیں۔ والسلام

نیز وطن کے لوگوں کو ایک صاحب کے توسط سے یہ مضمون تحریر فرمایا:۔

۔۔۔۔ صاحب سلمہٗ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ مسلمانوں کو سب سے زیادہ آپس کی خانہ جنگی اور آپس کے فسادات سے بچنا اور پرہیز کرنا ضروری ہے آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ میں اسی وجہ سے یہاں سے چلا گیا تھا اب اگر پھر فساد کرنے لگا جس سے خود نفرت کا اظہار کرتا ہوں، یہ بات نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کو فساد سے بچاتا ہوں یہی انکو ناگوار ہوتا ہے کیونکہ انکی طبیعت اور مذاق کے خلاف پڑتا ہے تو ہمیں کو مطعون کرتے ہیں اگر ہمکو نہیں تو ہماری طرف جو منسوب ہیں بعض کو سہی۔

یہ واقعہ جو رونما ہوا اور مجھی کو اسکا سبب قرار دیتے ہیں تب بھی سب کو بطیب خاطر اسکا مان لینا ضروری تھا کہ اخلاص کا یہی مقتضا تھا نہ کہ اپنے اپنے کی طرفداری۔ اب آپ سے کہتا ہوں کہ ہر خاندان میں جو مختلف ٹولیاں بن گئی ہیں اور اس سے طرح طرح کے فساد پیدا ہو رہے ہیں کون نہیں جانتا۔ اگر اس تحریر کا آپ پر اثر ہو تو سب کو یعنی اپنے سب خاندان کو سنا دیجئے اور سب سے اقرار و توبہ کرائیے کہ میرے مقابلہ میں یہ رویہ غلط بلکہ میری مخالفت تھی اور آئندہ کے لئے وعدہ ہونا چاہیئے کہ ایسی صورت رونما نہ ہو بلکہ دین اور دینداری کا ہر آدمی میں اہتمام ہونا چاہیئے کہ دین ہی اسکا واحد علاج ہے۔

اسکو پڑھکر فوراً عمل فرمائیے تاکہ ماننے کا ثبوت ہو۔ والسلام

ان حالات کی بناء پر مجلس میں بھی اخلاق ہی پر زیادہ تر گفتگو رہتی ایک دن ظہر کے بعد والی مجلس میں نہایت ہی سوز کے ساتھ مسلمانوں کی بدحالی پر تاسف اور انکو اس سے نکالنے کے سلسلے میں ایک تقریر فرمائی جس سے لوگ متاثر بھی ہوئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید بعض حضرات نے اپنے اس تاثر کا اظہار حضرت والا سے بھی کیا ہوگا چنانچہ اسکو مفید سمجھکر حضرت والا نے اس تقریر کو قلمبند ہی فرما دیا کہ اسکا نفع عام ہو۔ وھوھذا۔

میں نے کل بعد نمازِ ظہر جو بیان کیا ہے اسکو قلمبند کردینا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جو شخص دعوت الی اللہ کا کام کرتا ہے وہ اگر بصیرت سے خالی ہے تو حسب تصریح مشائخ مکو میں پڑا ہوا ہے اسکا فساد اسکی اصلاح سے زیادہ ہوگا۔ جو شخص خود مطمئن نہیں ہے وہ دوسروں کو کیا مطمئن کرسکتا ہے اور جس شخص کو خود یقین نہیں ہے وہ دوسروں میں یقین کیسے پیدا کرسکتا ہے اسلئے اس منصب کے لوازم میں سے بصیرت اور یقین ہے اپنے طریق کار پر۔ اب جو لوگ ایسے شخص کے پاس آمدورفت رکھنے والے ہیں جتنا اسکا یقین ہوگا کہ ہمارا متبوع محقق ہے بصیرت اور یقین پر ہے اتنا ہی اُسکا اتباع کرینگے اور اس طرح انکو بھی رفتہ رفتہ بصیرت حاصل ہوجائیگی ورنہ اتباع کی دولت سے کبھی فائز المرام نہ ہونگے۔ ہم کھلی آنکھوں اسکا مشاہدہ کررہے ہیں کہ کثرت سے لوگ اسکا شکار ہیں کہ جب ایسا آدمی کوئی اصلاحی چیز یا کسی غلطی پر انکو تنبیہ کرتا ہے تو نفس و شیطان انکو سمجھاتا ہے کہ انھوں نے تمھارے معاملہ میں غلطی کی ہے اور تمھارے دشمن کے کہنے پر عمل کیا ہے۔ اور ہر فریق اپنے معاملہ میں اسی پر عمل پیرا ہے۔ اب بتائیے اگر ایسا ہے تو ایسے شخص کو یکلخت جواب دیدو۔ ع۔

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

اور اگر چھوڑنے کی ہمت نہیں ہے تو سیدھی اور صاف بات یہ ہے کہ قلب کا ضعف یقین دور کرو اور پختگی سے بلا تردد اور بلا شک عقیدہ راسخ کرو کہ یہ شخص ہمارا خیرخواہ ہے اگرچہ ہمارے نفس کے خلاف کہہ رہا ہے ہمیں اسکا اتباع کرنا چاہیئے اور ہمارے لئے اسکا اتباع کرنا ہی متعین ہے اور اسی میں ہماری

فلاح ہے۔ اسکے بعد دیکھو راستہ کھلتا ہے یا نہیں۔
ضرت والا جب الہ آباد سے وطن تشریف لے گئے اسی وقت سے اہل الہ آباد
کھٹک ہوگئی تھی کہ دیکھو اب حضرت وطن سے واپس بھی آتے ہیں یا نہیں
ی خیال ہو رہا تھا کہ حضرت کا وہاں مکان موجود ہے، خانقاہ اور مسجد موجود
ہے لوگ بھی اب توبہ کر کے سب موافق ہو گئے ہیں تو ظاہر ہے کہ ایسی فضا
د حضرت الہ آباد کیوں ترک فرما دینگے اس خیال سے یہاں کے لوگ ہمیشہ مغموم
ا کرتے تھے اور جیسا کہ عام قاعدہ ہے کہ ہر دکھ میں اللہ یاد آتا ہے۔
س غم نے بہت سے لوگوں کے حالات درست کر دیئے تھے اور سب لوگ
دق دل سے تائب ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بہ دعا رہتے کہ یا اللہ
ضرت والا پھر الہ آباد تشریف لے آویں چنانچہ اسی دوران لوگ اپنے اپنے حالات
لکھکر بھیجتے تھے اور کبھی کبھی اجتماعی طور پر زیادہ لوگوں کے دستخط کے ساتھ
ی خط لکھا جس میں اپنے کو بدلنے کا وعدہ کیا اور حضرت والا سے تشریف آوری
ی درخواست کی۔ ایک خط ملاحظہ ہو

(خط منجانب اہل الہ آباد بخدمت حضرت مصلح الامتؒ)

بعد آداب عرض ہے کہ ہم ساکنان بخشی بازار کو حضرت مولانا کی باتیں
دیکھیں کہ حضرت مولانا نے ہملوگوں کو دین کے کام کرنے کی طرف متوجہ فرمایا
ہے اور دینی ماحول پیدا کرنے کی دعوت اور آپس کے فتنہ و فساد اور رفاتہ جنگیوں
سے دور رہنے کا امر فرمایا ہے۔
ہم سب لوگ متفقہ طور پر اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم لوگ دین
ی طرف متوجہ ہونگے اور آپس کے فتنہ و فساد سے دور رہیں گے اور اگر کوئی صورت
تنہ و فساد کی پیدا ہوگی تو دین کا خیال رکھتے ہوئے فساد کو دور کریں گے۔
ہم تمام مسلمان آپس میں میل جول سے رہیں گے۔ ایسے زمانہ میں جبکہ

ہم مسلمانوں پر طرح طرح کی فتن نازل ہو رہی ہیں ہم سب لوگوں کا فرض ہے کہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کا ساتھ دیں کم سے کم ایک بھائی دوسرے بھائی کو ضرر پہونچانے کی کوشش نہ کرے

اپنے بھائیوں کے حقوق سمجھیں اور آپس کے فتنہ و فساد سے دور رہیں لیکن افسوس کہ آجکل ہم لوگ کم احساسی میں مبتلا ہو گئے ہیں یہاں تک کہ اپنے بھائیوں ہی کو نقصان پہونچانے کی کوشش میں رہتے ہیں۔

یہ حضرت مولانا کا بڑا احسان ہے کہ ہم لوگوں کو اس طرح توجہ فرمارہے ہیں اور یہی کیا حضرت مولانا کے تو ہم محلہ والوں پر بڑے بڑے احسان ہیں حضرت مولانا نے جو مسجد و مدرسہ کی تعمیر کرائی ہے وہ صرف ہمارے ہی لئے نہیں بلکہ ہمارے بچوں کے لئے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بھی بہت کارآمد ہے۔ ہمارے بچے مدرسہ میں تعلیم پا رہے ہیں اور انشاء اللہ یہی جوان ہوکر ایک دینی ماحول پیدا کر دینگے، واقعی ہمارے بچوں کے لئے کوئی دینی تعلیمی سلسلہ نہیں تھا حضرت نے اس محلہ میں مدرسہ کی بنیاد رکھکر ہم لوگوں پر بڑا احسان فرمایا ہے وہ منظر دیکھنے کے قابل ہوتا ہے جب ہمارے بچوں کو نماز کلمے وغیرہ کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور بچوں کو جماعت میں ایک نظم کے ساتھ نماز پڑھائی جاتی ہے اور ان کو اپنے اخلاق اور معاشرت درست پر زور دیا جاتا ہے اور ایک خاص وقت قرآن شریف اردو حساب وغیرہ کے علاوہ ان بچوں کی تربیت پر صرف کیا جاتا ہے۔

یہ دیکھا جاتا ہے کہ بچے خود بغیر والدین کے زور دیئے ہوئے پانچوں وقت مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب ہم سب اللہ پاک سے اس بات کی دعاء کرتے ہیں کہ اللہ پاک ہمیں دین کی طرف توجہ فرمائیں اور آپس کے تعلقات درست فرمائیں اور اپنی اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

حضرت مولانا سے بلجی ہم لوگوں کی درخواست ہے کہ اللہ پاک سے ہم مسلمانوں کی اصلاح کے لئے دعار فرما دیں اور ہم لوگوں کو فراموش نہ فرما دیں۔ ہم لوگوں کی نالائقی سے درگذر فرما دیں اور اپنی تشریف آوری کو ہماری اصلاح کا ذریعہ بنا دیں گے۔

دستخط : محمد قمر۔ محمد رشید۔ کمال الدین۔ عبد القیوم شمس الرحمن۔ مشتاق احمد۔ ولی محمد۔ عبد السلام۔ محمد اشفاق عبد الرزاق۔ نواب احمد۔ منصور علی۔ عبد الرزاق۔ انعام الحق وکیل رحمت اللہ۔ عبد الرشید۔ عبد المجید۔ سعید احمد۔ حافظ اشتاق خاں محمد ہاشم۔ عبد الرحمن۔ محمد شفیع خاں۔ ننھے خاں۔ بنے میاں۔ طاہر حسین۔ شیر محمد۔ محمد اسحاق۔ عبد الرحیم۔ محمود احمد۔ عبد الحمید ٹھیکیدار۔ محمد یوسف۔ اقبال احمد۔ محمد رفیق۔ منیر الدین۔ عبد المتین اسرار احمد۔ احمد خاں۔ محمد رفیع۔ محمد اخلاق۔ شیر علی۔ عبد الستار محمد عابد۔ سید شریف حسن۔ ہدایت اللہ۔ محمد واسع۔ بلاقی محمد حبیب۔ عبد الواحد۔ عبد السلام۔ عبد الشکور۔ عبد الجبار مختار احمد۔ محمد نسیم۔ عزیز احمد۔ اقبال احمد۔ حافظ ارشد علی محمد ادریس۔ رجب علی۔ محمد یوسف۔ محمد اشفاق۔ محمد صدیق حبیب احمد۔ محمد اسحاق۔ لال محمد۔ پیر محمد۔ عبد الغفور۔ خیر اللہ حکیم عبد السلام۔ حافظ عبد الغفور۔ صلاح الدین۔

جواب

مجھکو تو اصلاح کا کام کرنا ہے اگر آپ حضرات لیں تو باوجود اپنی نااہلی کے اس سے گریز کیسے ہو سکتا ہے اب یہ جمود باقی نہیں رہنا چاہئے اور اسکے ازالہ کی تدبیریں عمل میں لائی جائیں اور اسکا طریق ہمارے کسی

آدمی سے دریافت کیا جائے ۔ والسلام

(زمانۂ قیام الہ آباد کا ایک اہم ملفوظ)

میں نے کل بیان کیا تھا کہ بہت سے حضرات اہل علم اسی عصر میں تھے جنھوں نے اس عصر کے کامل کی اتباع نہیں کی یہ سمجھتے ہونگے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کرتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ مشائخ کا اتباع نہیں کیا اب رہا یہ کہ حضور اقدس کا اتباع کیا یا نہیں تو میرا خیال ہے کہ بغیر مشائخ کے واسطہ کے حضور کا اتباع نہیں ہوسکتا یا ہوگا تو ناتمام ہوگا اسی طرح سے چلا آرہا ہے کہ خلف نے سلف کے واسطہ سے اتباع کیا اور جنھوں نے اسکا انکار کیا ہے وہ بھی اس سے نہیں چھوٹے۔ سب سے مشکل چیز اتباع ہے یہ بدون اپنے متبوع کے علوم ومعارف کے استحضار اور بدون فنا ر نفس اور بدون فنا ر تام ممکن نہیں ۔ اب زمانہ اس اتباع سے خالی ہوتا جارہا ہے کسی کا اتباع کرنے سے نفس کو ابار اور استنکاف ہے اور یہ مشاہد ہے ۔

(طریق کار)

اہل سلوک کے لئے حضرت والا نے کام کی ترتیب بیان فرمائی :-

فرمایا کہ ______ سب احکام خداوندی ایمان کی فروع ہیں اور ایمان انکا اصل ہے اور احکام کی تحصیل سے پہلے ایمان کی تجدید ضروری ہے کہ سب کا مدار اسی پر ہے تو جو شخص اسطرف آنا چاہے اسکے لئے ضروری ہے کہ اپنی پہلی غفلتوں سے صدق دل سے توبہ کرے اور اسکے بعد زبان ودل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا بکثرت تکرار کرے ۔

اسی طرح اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمداً عبدہٗ و رسولہٗ کا بھی

تکرار کرے بلکہ ان دونوں کا ورد مقرر کر لے کہ اسی طرح اپنے ایمان کو جگایا جا سکتا ہے (قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتیؒ ارشاد الطالبین میں تحریر فرماتے ہیں کہ "رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جددوا ایمانکم یعنی اپنے ایمان کو تازہ کرو لوگوں نے پوچھا کہ اپنے ایمان کو کس طرح تازہ کریں فرمایا بار بار کلمۂ طیبہ لآ الٰہ الا اللہ پڑھنے سے (تحفۃ السالکین ص۵۲)

اسکے بعد درجہ ہے احکام کے سیکھنے کا۔ علماء نے کتابیں لکھی ہیں مثلاً بہشتی زیور مبتدی کے لئے وہ کافی و وافی ہے آدمی اگر کسی سمجھدار سے پڑھے تو اس سے بہت کچھ دین کی معلومات ہو سکتی ہیں۔ اب معلمین کا فرض ہے کہ بہت محنت سے ایسے لوگوں کی تعلیم و تربیت کریں کہ انکو دین سے مناسبت پیدا ہو جائے اور اپنے رب کو اور اسکے احکام کو پہچان لیں۔ والسلام (یکم محرم الحرام ۱۳۸۶ھ)

(ایک زریں اصول)

راحت و حلاوت کا مقصود بالذات ہونا سبکو مسلّم ہے اور یہ بھی مسلم ہے کہ اسباب معیشت و تعیش اور مال کا حصول اسکا سبب ہے اسمیں بھی کسیکا اختلاف نہیں ایک اور چیز رہ جاتی ہے اسمیں تمام اہل دنیا مختلف ہوں کہ اسکو بھی اسمیں دخل ہے یا نہیں۔ اہل دین سب متفق ہیں کہ اسکو بھی دخل ہے اور دخل تام ہے۔ وہ کیا چیز ہے؟ اب میں اس چیز کو بتلاتا ہوں کہ وہ کیا ہے۔ اخلاق حسنہ کے ساتھ اتصاف یہی ایک چیز ہے جو راحت و حلاوت کا سبب ہے اہل دین کے نزدیک۔ اگر اہل دنیا اسکو نہ سمجھتے ہوں تو وہ بتلائیں کہ وہ کون چیز ہے؟ جس کے اختیار کرنیسے یہ چیز حاصل ہو سکتی ہے اور یہ تلخی اور بدمزگی دور ہو سکتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ لوگ کبھی اسکو نہیں بتلا اور نہ کبھی حقیقی راحت و حلاوت انکو نصیب ہو سکتی ہے اور نہ کسیکو اسکا حصول کچھ سکتے ہیں کہ انکی سمجھ سے باہر ہے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ دین تو گیا ہی تھا دنیا بھی رخصت ہو گئی اسکی تصدیق کر لینے کے بعد پھر اور کچھ کہہ سکتا ہوں۔ والسلام۔ وصی اللہ عفی عنہ

اور اگر اسکے لئے موت مقدر فرما دیتا ہے (چنانچہ اس بیماری میں وہ مرجاتا ہے) تو اسکو بلا حساب جنت میں داخل فرما دیتا ہے۔ مؤذن اللہ تعالیٰ کا دربان ہے اسکو اللہ تعالیٰ ہر اذان کے وقت بقدر ہزار نبیوں کے اجر کے ثواب دیتا ہے اور امام اللہ تعالیٰ کا وزیر ہے اسکو ہر نماز پر سو صدیقوں کا ثواب دیا جاتا ہے اور عالم اللہ تعالیٰ کا وکیل ہے اسکو اسکی ہر بات پر قیامت میں ایک نور عطا فرمائیگا اور ہر بات پر اسکو ہزار سال کی عبادت کا ثواب ملیگا۔ اور متعلم لوگ چاہے وہ مرد ہوں یا عورت سب کے سب اللہ تعالیٰ کے خدام ہیں انکا بدلہ سوا جنت اور کیا ہو سکتا ہے۔

حضرت فقیہ فرماتے ہیں کہ مؤذن کو حاجب جو فرمایا تو بطور مثال کے یعنی وہ بھی لوگوں کو حق تعالیٰ کے دربار میں حاضری کا وقت بتلاتا ہے جس طرح سے کہ بادشاہوں کا حاجب (دربان) ان کے لئے ملاقات کا وقت اور اجازت لیکر ان سے بتلاتا ہے۔ اسی طرح سے امام کو جو وزیر اللہ فرمایا تو اسلئے کہ لوگ اسکی اقتدار کرتے ہیں نماز میں اور انکی نماز بدون اسکے تام نہیں ہوتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص حسن نیت کے ساتھ سات سال تک اذان دے تو اللہ تعالیٰ اسکو دوزخ کے ساتوں طبقے سے نجات دیں گے۔

حضرت عطا بن یسار فرماتے ہیں کہ مؤذن کی مغفرت کی دعا رکیجاتی ہے جہاں تک کہ اسکی آواز پہونچتی ہے اور اس درمیان کی ہر رطب و یابس شئے قیامت میں اسکی تصدیق کرے گی۔

حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں اگر ان دیہاتوں میں اذان دوں تو خوب بلند آواز سے دوں گا اسلئے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جہاں تک مؤذن کی آواز جاتی ہے اتنی دور کے انس و جن شجر و حجر اور مکانات سب قیامت میں اللہ تعالیٰ کے یہاں

اسکی شہادت دیں گے

حضرت معاذ بن جبلؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ قیامت میں بلالؓ کو جنت کی اونٹنیوں میں سے ایک اونٹنی پر سوار کر کے اٹھائے گا اور وہ اسکی پشت پر سے اذان دیں گے جب اشہد ان لاالٰہ الا اللہ اور اشہد ان محمداً رسول اللہ کہیں گے تو لوگ بعض بعض کو دیکھیں گے اور کہیں گے کہ ہم بھی ان باتوں کی گواہی دیتے ہیں جنکی یہ شخص دے رہا ہے یعنی اللہ ایک ہے اسکے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، یہ کہتے رہینگے یہاں تک کہ حشر کا وقت آجائیگا اور سب لوگ حق تعالےٰ کے حضور میں پیش کیے جائیں گے اسوقت محشر میں جنت کے جوڑے لائے جائیں گے پس سب سے پہلے حضرت بلالؓ کو پہنایا جائیگا پھر مومنین صالحین کو۔

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں کہ ہم سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے تھے کہ قیامت کے روز اذان دینے والوں کی گردن سب سے اونچی ہوگی۔ چنانچہ انبیاء کے بعد سب سے پہلے جنکا حساب و کتاب ہوگا وہ شہداء ہوں گے اور مؤذنین۔ سو پہلے کعبہ کے مؤذن کو بلایا جائے گا پھر بیت المقدس کے مؤذن کو پھر لگاتار اسی طرح سے اور دوسرے مؤذنین کو پکارا جائیگا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اگر میں مؤذن ہوتا تو پھر اسکی مجھے کوئی حسرت نہ ہوتی کہ میں نے کسی غزوہ میں شرکت نہیں کیا (اس لئے کہ اس منصب کا اجر بھی کچھ کم نہ تھا)۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں مؤذن ہوتا تو پھر مجھے اسکی کچھ پروا نہ ہوتی کہ میں نے کوئی جہاد نہیں کیا۔

حضرت عمر بن خطابؓ فرماتے ہیں کہ اگر میں مؤذن ہوتا تو پھر مجھے فریضۂ حج

ادا کرنے کے بعد یہ خیال نہ ہوتا کہ میں نے اور نفل حج نہیں کیا یا عمرہ نہیں کیا۔

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ مجھے اور کسی بات کا افسوس نہیں ہوا سوا اسکے کہ مجھے یہ خواہش تھی (جو پوری نہ کر سکا) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسن حسین کو مؤذن بنانے کی درخواست کرتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جس سرد بستی میں کثرت سے مؤذنین اذان دیتے ہوں تو اذان کی برکت سے وہاں کی ٹھنڈک کم ہوجاتی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب موذن لوگ اذان دیتے ہیں تو شیطان اسکی وجہ سے مدینہ سے بقدر روحار کی دوری کے بھاگ جاتے ہیں روحار مدینہ شریف سے ۳۰ میل کے فاصلہ پر ایک بستی کا نام ہے۔

(راقم عرض کرتا ہے کہ صدق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی مشاہدہ ہے کہ اہل کفر کو اذان سے بہت تکلیف ہوتی ہے شاید اسکی وجہ یہی ہو کہ شیطان کو اس سے سخت ایذا رہوتی ہے وہی اغوار کرتا ہے خدا کے دشمنوں کو کہ اللہ والوں سے انکی اس عبادت میں مزاحمت کریں۔ واللہ تعالیٰ اعلم)۔

حضرت فقیہ ابو اللیث ثمرقندی فرماتے ہیں کہ مؤذنین کو اذان دینے والوں کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے دس خصال سے متصف ہونا ضروری ہے اوّل یہ کہ نماز کے اوقات سے واقف ہو اور اسکا پورا لحاظ رکھے۔ دوسرے یہ کہ اپنے حلق کی بھی رعایت رکھے (یعنی اتنا نہ چیخے کہ حلق ہی پھاڑ لے کیونکہ اسکی وجہ سے آواز پھٹ جائیگی اور ہر سننے والے کو بری لگے گی) تیسرے یہ کہ اگر یہ کہیں چلا گیا تھا اور اذان کا وقت آجانے پر کسی دوسرے نے اذان دیدی

تو اسپر خفا نہو۔ چوتھے یہ کہ اذان کو عمدہ طریقے سے دے مطلب یہ کہ کلمات اذان صحیح طور پر ادا کرے چاہے سادہ ہی طریقے سے کیوں نہ ہو بہت زیادہ راگ ڈھیلنا یا گانے کے طور پر نہ ہو۔ ایسی ہو کہ سننے والوں کا شوق باقی رہے نہ یہ کہ اذان شروع ہوتے ہی لوگ ختم کی تمنا کرنے لگیں کہ یہی ع یہ بری رونق مسلمانی کا مصداق ہے۔ پانچویں یہ کہ اپنی اذان کا ثواب اور اجر اللہ تعالےٰ سے طلب کرے اسپر کسی ستائش کا مخلوق سے خواہاں نہ ہو اور نہ ہی اسپر اسکا احسان جتلائے۔ چھٹے یہ کہ معروف کا حکم کرے اور منکر سے لوگوں کو منع کرے اور اس میں امیر غریب سب کو یکساں جانے، حق بات کہدے خواہ مخاطب امیر ہو یا غریب یہ نہیں کہ غریبوں کو تو ڈانٹ پھٹکار بتائے اور مالداروں کی خوشامد کرے۔ ہر شخص کے لئے یہ عیب کی بات ہے بالخصوص اللہ تعالیٰ کی طرف بلانیوالے کے لئے تو اور برا ہے۔ ساتویں یہ کہ تکبیر وغیرہ کہنے میں امام کا اتنا انتظار کرے جو مقتدیوں پر شاق نہ ہو۔ آٹھویں یہ کہ اسکی جگہ پر جہاں سے وہ تکبیر کہتا ہے اگر کوئی شخص کھڑا ہو جائے تو اس پر غصہ نکرے بلکہ جہاں جگہ ملجائے وہیں سے اقامت کہے کیونکہ مسجد میں سوا امام کے کسی کی کوئی جگہ مقرر نہیں ہے۔ نہ تکبیر کہنے کے لئے کوئی خاص جا مقرر ہے حتیٰ کہ صف اول میں بھی اقامت کہنے والے کا ہونا لازم نہیں۔ دوسری تیسری صف سے بھی اقامت کہہ سکتا ہے۔ نویں یہ کہ اذان اور اقامت کے درمیان میں کوئی نماز پڑھنا ہو تو اسکو مختصر پڑھے طویل نکردے اس کیوجہ سے دوسرے نمازیوں کو الجھن ہوگی۔ دسویں یہ کہ اپنی مسجد کی صفائی وغیرہ کا خوب اہتمام رکھے کوئی گندی چیز نہ رہے۔ بچوں کو آنے سے منع کرے تاکہ مسجد نجاست سے ملوث نہ ہو جائے۔

اسی طرح سے امام بھی دس خصال سے متصف ہونے کا محتاج ہے

تاکہ اسکی نماز بھی مکمل ہو اور ان تمام لوگوں کی بھی جو اسکی اقتدا کر رہے ہیں۔ اوّل یہ کہ قرآن شریف پڑھا ہوا ہو اور اسکو صحیح پڑھتا ہو، لحن سے محفوظ ہو۔ دوسرے یہ کہ تکبیرات کو صحیح طور پر ادا کرتا ہو یعنی جزم کے ساتھ کہے یعنی اللہ اکبر کہے اللہ اکبرُ نہ کہے۔ تیسرے یہ کہ رکوع و سجدہ کو پورا پورا ادا کرے یعنی اطمینان کے ساتھ اور جلد بازی سے کام نہ لے۔ چوتھے یہ کہ خود کو حرام مال اور مشتبہ مال کے کھانے سے بچائے۔ پانچویں یہ کہ اپنے بدن اور کپڑے کو نجاست سے بچائے یعنی پاک وصاف رکھے چھٹے یہ کہ حد مسنون سے زیادہ قرأت بدون مقتدیوں کی رضا، ورغبت کے نہ کرے۔ ساتویں یہ کہ امامت کر کے پھولے نہیں یعنی یہ نہ سمجھے کہ میں ان سب سے مرتبہ میں بڑا ہوں کہ سب کا امام ہوں کہ یہ عجب ہے اور منع ہے آٹھویں یہ کہ نماز شروع کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ و استغفار کرے اسلئے کہ وہ اور دوسرے لوگوں کی سفارش کرنے جا رہا ہے لہٰذا پہلے خود اپنے کو معاصی سے پاک وصاف کرے۔ نویں یہ کہ سلام کے بعد جب دعا مانگے تو صرف اپنے ہی لئے نہ مانگے کہ یہ خود غرضی اور قوم سے خیانت ہوگی بلکہ سب کو دعا میں شریک کرے اور جمع کا صیغہ اختیار کرے۔ دسویں یہ کہ جب اسکی مسجد میں کوئی اجنبی مسافر آجائے تو اس سے اسکی ضروریات کا سوال کرے (اور پھر استطاعت ہو تو خود ورنہ مقتدیوں سے اسکی سفارش کر دے کہ پریشان حال مسلمان ہے خود کسی سے کچھ کہتے میں شرمائے گا اور اس کا لوگوں میں اثر ہے وہ غریب کسی سے واقف نہیں)

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ شخص ہیں کہ میں انکے لئے جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔ ایک تو وہ صالحہ عورت جو اپنے شوہر کی اطاعت گذار ہو۔

دوسرے وہ لڑکا جو اپنے ماں باپ کا مطیع ہو۔ تیسرے وہ شخص جو سفر کو کر رہا ہو اور راستہ ہی میں اسکا انتقال ہوگیا ہو۔ چوتھے وہ شخص جسکے اخلاق اچھے ہوں۔ پانچویں وہ جو اللہ کی مساجد میں سے کسی مسجد میں اذان دیتا ہو ایمان کے ساتھ اور خالص اللہ تعالےٰ کے لئے اسپر ثواب کی نیت سے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام ضامن ہے اور مؤذن کی دیانت پر اطمینان کیا جاتا ہے اے اللہ تو ائمہ کو ہدایت عطا فرما اور مؤذن کی مغفرت فرما۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤذن کو مؤتمن فرمایا ہے اسلئے لوگ اپنے نماز اور روزہ کے معاملے میں اسی پر اعتماد کرتے ہیں پس مؤذن پر عام مسلمانوں کا یہ حق ہے کہ وہ نماز فجر کی اذان طلوع صبح صادق سے پہلے نہ دیدے تاکہ ان پر نماز فجر اور سحری کا معاملہ گڑبڑی میں نہ پڑ جائے۔ اسی طرح سے نماز مغرب کی اذان غروب شمس سے پہلے نہ دیدے تاکہ انکا افطار شبہ میں نہ پڑ جائے۔ اسیواسطے اسکو مؤتمن فرمایا کہ لوگ آنکھ بند کرکے ان سب معاملات میں بس مؤذن ہی پر اعتماد کرتے ہیں اسکی ذرا سی بے احتیاطی سے لوگوں کی نماز اور روزہ سب برباد ہو سکتا ہے (اور اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے لئے بھول چوک کی معافی کیلئے مغفرت کی دعا فرمائی) اور امام کو ضامن اسلئے فرمایا اسکے نماز کی صحت سے سب مقتدیوں کی نماز درست ہوتی ہے اور اسکے فساد سے سب کی نماز فاسد ہوتی ہے اسلئے وہ گویا سب کی نماز کی صحت کا ضامن اور ذمہ دار ہوا شاید اسی لئے آپ نے انکے لئے ہدایت کی دعا فرمائی کہ اسکی صلاح وہدایت پر لوگوں کی ہدایات اور اسکے فساد پر لوگوں کی نماز کا فساد موقوف ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ہیں جو کل قیامت کے دن مشک کے ٹیلے پر کھڑے ہونگے ۔ نہ انکو حساب کتاب کی کچھ فکر ہوگی اور نہ قیامت کی گھبراہٹ کا انپر کچھ اثر ہوگا - ایک تو وہ شخص جس نے کسی قوم کی امامت کی اور لوگ اسکی امامت پر اس سے خوش تھے - دوسرے وہ شخص جس نے پانچوں وقت اذان دی محض اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرنے کے لئے - تیسرے وہ مسلمان غلام جس نے اپنے رب کی بھی اطاعت کی اور اپنے دنیوی مالک کا بھی فرماں بردار رہا -

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ اپنے کسی مسلمان بھائی کے گھر میں جھانکے اگر اس نے جھانک کر دیکھا تو گویا بدون اجازت اسکے مکان میں داخل ہوگیا اور جو شخص بلا اجازت لئے کسی کے مکان میں داخل ہوجائے اس نے گویا نقض عہد کردیا - اسی طرح سے کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ پیشاب یا پاخانے کا شدید تقاضا لئے ہوئے نماز پڑھے یہاں تک کہ اس سے سبکدوشی نہ حاصل کرلے - اسی طرح سے کسی شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ لوگوں کی امامت کرے بدون ان سے اجازت لئے ہوئے اگر اس نے نماز پڑھادی اور لوگوں سے اجازت نہ لی تو اور لوگوں کی تو نماز مقبول ہوجائیگی مگر اس امام کی نماز رد کردی جائیگی اور امام نماز کے بعد کی دعا میں صرف اپنے کو خاص نہ کرے اگر اس نے ایسا کیا تو گویا اس نے مقتدی سے خیانت کی

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوجاتا کہ اذان دینے میں اور صف اول میں نماز پڑھنے میں کتنا ثواب ہے تو وہ اسکے لئے باہم قرعہ اندازی کرتے اسی طرح سے اگر لوگوں کو یہ معلوم ہوتا کہ صبح تڑکے نماز پڑھنے میں کتنا ثواب ہے تو وہ

اسکے لئے ایک دوسرے سے مسابقت کرتے (یعنی ہر شخص پہلے پہونچنے کی کوشش کرتا) اور اگر لوگوں کو نماز فجر اور نماز عشار کے ثواب کا اندازہ ہوجاتا تو اسمیں ضرور شرکت کرتے اگر کسی تکلیف کی وجہ سے سرین کے بل گھسٹکر ہی آنا پڑے۔

حضرت ضحاکؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے خواب میں اذان سنی اور انھوں نے کلمات اذان حضرت بلالؓ کو سکھلائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال سے فرمایا کہ چھت پر چڑھکر اذان دیں چنانچہ جب لوگوں نے اذان دی تو مدینہ شریف میں ایک دھما کا سنا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ جانتے ہو یہ دھما کا کیسا تھا؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اسکا رسول جانتے آپ نے فرمایا کہ جب اذان کی آواز اوپر کو اٹھی تو تمھارے رب نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمان کے سب دروازے عرش تک کے کھول دو چنانچہ بلالؓ کی اذان کی خاطر سب دروازے کھول دیئے گئے (یہ اُسی کی آواز تھی) یہ سنکر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ خصوصیت صرف بلال کی اذان کے لئے ہے یا سب مؤذنین کے لئے۔ آپؐ نے فرمایا ہاں سب کے لئے ہے۔ اور فرمایا کہ مؤذنین کی روح شہدار کی روحوں کیساتھ رہیگی جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا دیگا کہ مؤذنین لوگ کہاں ہیں؟ پس وہ لوگ مشک اور کافور کے ٹیلوں پر کھڑے کئے جاویں گے۔

حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ قسم کے لوگ ایسے ہیں کہ انکی نماز مقبول نہیں ہوگی ایک تو وہ عورت جو اپنے شوہر سے ناراض ہو۔ دوسرے وہ غلام جو اپنے مالک سے بھاگا ہوا ہو یہاں تک کہ گھر لوٹ نہ آوے۔ تیسرے امور دنیوی سے متعلق وہ جھگڑا کرنیوالا جو اپنے بھائی مسلم سے تین دن سے زیادہ بولنا ترک کردے۔

(حاشیہ) رسالہ وصیۃ العرفان ماہ ستمبر ۸۶ء میں ص۶۲ پر حضرت مولانا گنگوہی کے خطوط بنام حاجی محمود حسین صاحب بریلوی درج ہیں، چنانچہ پہلے ہی خط (یعنی ص۱۳۲) میں چند فقہی مسائل کا ذکر ہے۔ حضرت اقدس مولانا گنگوہی کی علمی زبان میں ہونے کی وجہ سے عام لوگوں کیلئے انکا سمجھنا مشکل ہوگیا ہے اسلئے بعض محترم کے توجہ دلانے پر انکی وضاحت کرتا ہوں۔

حاشیہ بر مکتوب ص۱۳۲ :-

(۱) ذکر کے وقت سردی لگنا یا بدن پر جھرجھری سی محسوس ہوکر رونگٹے کا کھڑا ہونا یہ سب اسکی علامت ہے کہ الحمدللہ ذکر قلب میں جاگزیں ہورہا ہے۔ یہ امر محمود ہے کچھ فکر نکرو۔

(۲) سائل نے غالباً سوال کیا تھا کہ وضو میں گردن کا جو مسح کیا جاتا ہے یہ کہاں سے ثابت ہے؟ اس پر فرمایا کہ ہاں اسکا ثبوت بعض روایتوں سے ہوتا ہے اور یہ صرف مستحب ہے۔

(۳) دریافت کیا گیا کہ جس شخص کو مرض جذام (کوڑھ) ہو اس سے اختلاط رکھنا یعنی ملنا جلنا اسکے ساتھ اٹھنا بیٹھنا یہ کیسا ہے؟ جائز ہے اگر جائز ہے تو فرّ من المجذوم' الحدیث کا کیا مطلب ہے۔

جواباً ارشاد فرمایا کہ ہاں جذامی سے اختلاط کرنا درست تو ہے اس میں کچھ گناہ نہیں ہے باقی حدیث سے جو الگ رہنے اور دور بھاگنے کا حکم معلوم ہوتا ہے وہ اسلئے ہے کہ اگر خدا کی تقدیر سے یہ مرض اس شخص کو بھی ہو جائے تو ساتھ رہنے سہنے سے اسکو یہ خیال ہو سکتا ہے کہ یہ اسکے ساتھ رہنے ہی کی وجہ سے ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرض متعدی ہے اور یہ عقیدہ ہے غلط شرعاً کوئی مرض متعدی نہیں ہوا کرتا تو اس غلط عقیدہ کو پیدا ہونے کا موقع ہی کیوں دے پہلے ہی سے الگ رہے اس لیے حدیث میں ہے کہ جذامی سے ایسا بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو تاکہ

عقیدہ فاسد نہ ہونے پاسے پس فی نفسہ اختلاط جائز ہے اور مخالفت ایک خاص وجہ سے ہوئی

(۴) (قولہٗ سکوت ادائے سنن سے الخ) سائل نے دریافت کیا کہ فجر کی سنت اگر قضا ہو جائے تو کیا اسکو فجر کے فرض کے بعد پڑھ سکتا ہو حدیث سے تو جواز معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے پڑھی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسپر سکوت اختیار فرمایا تھا اسکو منع نہیں کیا اور آپکا سکوت جواز کی دلیل ہے ــــــ جواباً ارشاد فرمایا کہ ہاں یہ واقعہ سکوت کا صحیح ہے مگر اس سے جو جواز نکلا وہ حنفیہ کے نزدیک ان روایات سے منسوخ ہے جن سے بعد الفجر والعصر نفل پڑھنے کی مطلقاً ممانعت معلوم ہوتی ہے لہٰذا اب اس وقت پڑھنا جائز نہیں ہے یا یہ کہا جائے کہ اس ایک شخص کو جو نہیں منع فرمایا یا اسی کی خصوصیت رہی ہو گو اسکی وجہ ہمکو معلوم نہ ہو۔ پس یہ تو قضیہ شخصیہ ہوا اور فجر و عصر کے بعد نفل کی ممانعت کا حکم کلی ثابت ہے تو اس شخصیہ کی وجہ سے ہم کلی حکم کو ترک نکریں گے اسی کی کچھ توجیہ کریں گے اور حکم کلی اپنی جگہ پر باقی رکھا جائیگا یعنی ان اوقات میں نفل ممنوع ہی رہیگی۔

(۵) (قولہٗ ادائے سنت الخ) حضرت اقدس سے سوال کیا گیا کہ فجر کی جماعت کھڑی ہونے کے بعد سنت فجر کب تک پڑھ سکتے ہیں اور کب نہیں ــــــ جواباً ارشاد فرمایا کہ جب فجر کی جماعت شروع ہو چکی ہو تو سنت دو شرطوں کے ساتھ پڑھی جا سکتی ہے ایک تو یہ کہ کم از کم ایک رکعت فرض ملجائے دوسری یہ کہ سنت آڑ اور پردہ میں پڑھے جہاں جماعت ہو رہی ہو وہاں نہ پڑھے اگر یہ شرط نہ پوری ہو سکے تو نہ پڑھے اور فرض شروع ہو جانے کے بعد بھی سنت کی یہ اجازت صرف فجر کی سنت کیلئے ہے اور سنتوں کے لئے نہیں ہے اسلئے فجر کی سنت کی بہت تاکید آئی ہے اور ایک رکعت پانے کی شرط اسلئے لگائی کہ ایک رکعت کا پانیوالا جماعت کا پانیوالا کہلاتا ہے اور ایک رکعت سے کم کا پانیوالا فضیلت جماعت کا پانیوالا تو کہلائیگا مگر جماعت کا پانے والا نہیں سمجھا جائیگا اور یہ اسلئے کہ نصف کو حکم کل کا دیدیا جاتا ہے پس جس صورت میں وہ جماعت کا پانے والا ہو سکے پڑھ لے ورنہ نہیں اور جماعت کی جگہ ہرگز نہ پڑھے کہ یہ جماعت مسلین کی مخالفت اور اسمیں گویا افتراق ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۲

(جامی)

تعبیر ہر دو خواب یہ ہے کہ کوئی صورت اس صورت موجودہ سے عمدہ تمھارے واسطے ہووےگی اگرچہ کہیں ہو فقط سب کو میرا سلام مسنون کہنا۔ یہاں ہیضہ رہا اب کم ہے سب خیریت ہے۔ سبکی طرف سے سلام پہونچے

(۱۳۵) حافظ محمود حسین صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا شغل کے ناتمام رہنے کا افسوس لکھا ہے۔ برادرم حصول دولت آخرت کا رنج وافسوس بھی نعمۃ ہے جو شوق پر دلالت کرتا ہے شوق ذکر وشغل الی اللہ تعالیٰ کسی سعید کو نصیب ہوتا ہے اور فی الواقع دردآخرت کے برابر کوئی دوا ولذت نہیں بہرحال جو کچھ ہو سکتا ہے کرتے رہو اور جب گاہے ناغہ ہوگیا تو دوسرے وقت قضا کرلیا التزام تھوڑے شغل کا بھی عمدہ ہے اور وہ حرکۃ قلب جو محسوس ہوتی ہے اسپر تم خود قصدًا ذکر اسم ذات قائم کرلینا بلکہ اس حرکۃ کو بطور یادداشت پاس انفاس التزام کرکے خیال میں رکھو پاس انفاس اور یہ حرکۃ اگر جمع ہو جاوے تو بہت بہتر بات ہے ورنہ خیرجسقدر ہوسکے حرکۃ کو بخیال ذکر خیال میں قائم کرلو اور اکثر اوقات اوس حرکت کو لحاظ رکھو اور خود قلب کیطرف بھی دھیان رکھنا چاہیئے۔ رمضان شریف میں قرآن شریف پڑھنا مناسب ہے کہ سال بھر یہ کام آتا ہے مگر شغل کو بہت التزام رکھنا۔ الغرض عدد اسم ذات اگر چار ہزار نہ ہوسکیں چندروز کو دو ہزار ہی رہنے دو۔ جاڑے کے موسم میں رات طویل ہووےگی اوس وقت زیادہ کردینا خواب تمھارا مقبولیت کا نشان ہے نسبت اہل حق سے تمکو حصہ کامل ملے گا انشاءاللہ تعالیٰ فرحت کی بات ہے، مبارک ہووے۔ پیرجیؔ صاحب وعبداللہ شاہ مسعود وغیرہم سلام کہتے ہیں۔

(۱۳۶) برادرم حافظ محمود حسین صاحب آپکا خط آیا مسرور کیا بندہ بخیریت ہے قرآن شریف کا سنانا بہت اچھا ہوا۔ جب خیال اس بات کا آیا کہ مقتدیوں کو میرے پڑھنے سے خوشی ہوئی تو فورًا یہ خیال کرلیا کہ اس میں

میرا کیا کمال ہے سب حق تعالیٰ کا احسان ہے میرا کچھ دخل نہیں اور اپنے عُجب پر اس مضمون سے تواضع کر لی کہ میں تو وہی مشت خاک ناپاک شے کا زادہ ہوں یہ سب خوبی اور حمد خدا تعالیٰ کی ہے اور لاحول پڑھکر بائیں جاب تھوک دیا ضبط پاس انفاس اور حرکات لطائف جہاں تک ہو سکے کرتے رہو اور جب غفلۃ آوے اور غفلۃ لازم انسان کو ہے تو پھر متنبہ ہو کر گریہ وزاری اور دعا کرو کہ الٰہی تیرا بندہ ہوں تو مجھکو اپنے ذکر سے غافل مت کر اور اس غفلۃ پر استغفار وندامۃ کو لازم کرو اگر رونا نہ آسکے تو رونا لاؤ۔ شغل اسم ذات جسقدر ہو سکے پھر بعد رمضان زیادہ کر دینا مگر آدمی کی زبان سے جو کلمہ ذکر نکل جاوے اگرچہ ایک بار بھی ہو بہت غنیمت ہے۔ دنیا و مافیہا سے ایک لفظ بہتر ہے سو کارو بار کرتے کرتے بھی اللہ اللہ کرتے رہے اور کچھ شمار کی حاجت نہیں چلتے پھرتے بھی اسی میں غرض ذکر کرنا ہے سانس سے حرکۃ سے زبان سے کثرت ذکر ہووے تعبیر خواب تمھاری محبۃ اور آثار ذکر کے ہیں۔ قلب میں حرکۃ آثار سلطان ذکر کے ہیں، مبارک ہووے۔ گرانی قلب پر اور اس طرح کے بہت سے امور پیش آتے ہیں سب آثار صالح ہیں خوشی کی بات ہے شکر چاہیئے۔ تھوڑی کیفیت اور حال پر بہت بہت شکر کرنا لازم ہے کہ یہ سب نعمۃ واحسان حق تعالیٰ کا ہے۔ سالہا سال میں بھی اگر کچھ عنایت ہو جاوے غنیمت ہے چہ جائیکہ تھوڑے سے کام پر اسقدر ہو۔ فقط۔ الحاصل یہ سب آثار موجب فرحت کے ہوئے۔ بعد رمضان پھر ذکر زیادہ کر دینا۔ اب رمضان تمام ہوئے سہارنپور میں شہادت ہلال کی ہوئی تھی چنداں معتبر نہیں تم اپنی رویت پر کام کرنا شب سہ شنبہ کو چاند کی تلاشش کرنا نظر آوے تو عید کرنا ورنہ نہیں بعد رمضان مشکوٰۃ تمام کر کے حدیث ہی پڑھنا اور دینیات ہی کا خیال ہے فقہ تفسیر مختصر معانی کا بھی مضائقہ نہیں مذاہب سب حق ہیں مذہب شافعی پر عند الضرورت عمل کرنا کچھ

ندیشہ نہیں مگر نفسانیت اور لذت نفسانی سے نہ ہو عذر یا حجۃ شرعیہ سے ہووے
کچھ حرج نہیں سب مذاہب کو حق جانے کسی پر طعن نکرے سب کو اپنا امام
جانے۔ فقط۔

۱۳۷) برادرم مولوی محمود حسن صاحب سلمہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ باد۔ آپکا
خط آیا حال معلوم ہوا یہ نہیں کہہ سکتا کہ مشکوٰۃ شریف کا پڑھنا چھوڑ و کیونکہ اساس
دین ہے مگر یہ ضرور ہے کہ سبق تھوڑا پڑھو اور شغل جسقدر ہو سکے کرتے رہو
اگر اسم ذات مقدار معین نہیں ہو سکتا تو کم سہی اور اب جاڑے کا موسم آتا ہے
رات طویل ہو جائیگی اوسوقت پچھلے وقت اٹھنا اگر وہ بھی نہ ہو سکے تو خیر شغل باطن
ہی پر قناعت رکھو اور جسقدر ہو سکے کرتے رہو زیادہ مشقت بعد فراغ کتب حدیث
کے کر لینا کچھ گھبرانے کی بات نہیں سب کچھ ہو جاوے گا۔ سب امور بتدریج
ہوتے ہیں جلدی سے کام نہیں نکلتا مداومۃ چاہیئے اگرچہ اقل قلیل کام ہو ملازمۃ
بہت بڑا اثر ہے۔ مولوی صاحب مرحوم⁵ کی زیارت رویار صالحہ موجب قبولیت
عمل اور آثار صلاح و رشد ہیں اور انکی توجہ کی علامت ہے شکر کی بات ہے
اور رقت اوسکا اثر ہے۔ مولانا مرحوم حیات میں جہاد و سانی میں سرگرم تھے
اوسکا ظہور ہے اور تمکو اس حلیہ میں نظر آنا بھی یہی مقصد ہے کہ راہ حق تعالیٰ میں
دلیرانہ کام کرو اور سعی کرو۔ روزگار مدرسہ کا بظاہر درست ہے اگرچہ باطن مقصد اسکا فرنگیوں
کا اچھا نہیں مگر اب ترک کرکے پریشانی اٹھاؤ اس سے بہتر ہے کہ ترک نکرو
اور حاجی حسن شاہ کو اس قوم نصاریٰ سے دلی عداوت ہے اسواسطے انگریزی
نوکروں کا کھانا نہیں کھاتے اور جو روزگار بظاہر خلاف شرع نہیں اسکو وہ خلاف شرع
بھی نہیں جانتے یہ اونکا طبعی امر ہے اسپر جلدی مت کرو اگر کوئی سامان تجارت
ہو جاوے تو اوسوقت جیسا مناسب ہو، ایسا ہی کسب وکالت ہر طرح کا ہے

۵ - مراد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اگر بھائی صاحب کچھ تمکو دیدیا کریں استعمال کرلیا کرو۔ فتوی سے جو امر جائز ہوسکے مضائقہ نہیں آجکل تقوی معاملات اور طعام میں ہو نہیں سکتا ظاہر کا حلال دیکھ لیا اور بس۔ اور تیسرے خواب کا یہی اشارہ ہے کہ طعام یہودی سے تمکو نفرت ہے وہ تم سے منقطع ہوگیا' الغرض روزگار کو ترک مت کرو اپنا کام شغل کا بھی کرتے رہو جسقدر ہوسکے اور کچھ کچھ حدیث بھی پڑھتے رہو فقط۔ والسلام۔ میرا قصد یکم ذیقعدہ کو ہوگیا کہ سفر عرب کروں بعد چار ماہ واپس ہوتا ہوویگا اگر زندہ رہا ورنہ جو مقدر ہے۔ بضرورت جواب لکھتا ہوں فرصت نہیں سب کی طرف سے نام بنام سلام پہونچے۔ میرا سلام کہدینا جو پوچھے فقط

متفرقات

(۱۳۸) گرامی خدمت جناب مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپکا خط آیا فرصت آجکل نہیں اسواسطے جواب میں دیر ہوئی۔ عبدالسمیع گنگوہ تبقریب فاتحہ عبدالکریم کے آئے تھے بندہ سے بلطف ملے ایک وقت انکی ضیافت بھی کی پھر چلے گئے انوار ساطعہ مہذب ہوکر طبع ہوگئی۔ قریب اسکی اشاعت ہوویگی۔ اگر اوسمیں جواب براہین کا ہوویگا تو اسکا رد بھی کیا جاویگا' صلح تسکین ہوویگی اور بوقت ملاقات کسی قسم کا ذکر نہیں کیا نہ عذر نہ معذرت بندہ نے بھی سکوت کیا۔ آپ کے حالات سے بہت سرور ہوتا ہے' اور غبطہ بھی آتا ہے حق تعالیٰ بندہ کو بھی کچھ نصیب فرمادیوے۔ قیام بر مزار حضرت مجدد علیہ الرحمہ بہت عمدہ ہے' حق تعالیٰ آپ کا قصد حاصل فرمادیوے اور میرٹھ کے قیام کے باب میں پہلے لکھ چکا ہوں مگر صورت جریان وظیفہ کا کا ہوجانا ضرور مناسب ہے کہ کرلیا جاوے۔ مولوی غلام احمد صاحب قادیانی

علہ؎ یہ خط سابق خطوط میں نقل ہونے سے چونکہ سہواً رہ گیا تھا اسلیے متفرقات میں درج ہوا۔ ۱۲ عاشق الٰہی

کی فتح الاسلام بندہ نے بھی دیکھی اجمالاً اونکو جو اول گمان تجدید ہوا ہے یہ اوسکا ہی ضمیمہ ہے کہ اب اونکے مخیلہ میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ مثیل عیسیٰ ہوں اس باب میں بندہ یہ گمان کرتا ہے کہ دنیا طلبی تو اونکو مقصود نہیں بلکہ ایک خود پسندی اونکے مخیلہ میں بوجہ صلاحیت قائم ہوئی تھی اب یہ خیالات بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اسکو وہ دین و تائید دین اور اپنے کمالات جانتے ہیں اور اوسمیں مجبور ہیں اس مثیل عیسیٰ ہونیکو اور نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کی روایات کے حقیقی معنی کے انکار کو چندہ جگہ سے جو بندہ سے استفسار کیا گیا تو بندہ نے یہ لکھا کہ یہ عقیدہ فاسد و خطا جملہ سلف خلف کے ہے اونکو مالیخولیا ہوگیا کہ خلاف عقل کے ایسی بات لکھتے ہیں کہ تمام عالم نے اوسکو نہ سمجھا اب اونکو اسکی فہم ہوئی اسپر اشتہار مباحثہ دیا ہے اور بندہ کو مخاطب بنایا ہے۔ اور تکفیر نہیں چاہیئے کہ وہ ماؤل ہے اور معذور ہے اور مولوی عبداللہ کو منع کرتا کہ حضرت سلمہٗ کا جو حافظ احمد صاحب کی تحریر سے دریافت ہوا تھا اور خط بنام حافظ قمرالدین کے تھا حافظ قمرالدین نے دکھایا مگر نہیں مانا مع زوجہ و فرزندان ثلاثہ اور والدہ حافظ احمد کو یعنی اپنی خوشدامن کو لیکر چلے گئے آج بمبئی سے اونکا خط بمبئی پہونچ جانے کا آیا کہ ۹ا شعبان کو وہاں پہونچے اور حافظ احمد نانوتوی اور حبیب الرحمٰن دیوبندی اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن مظفرنگری ۱۱ شعبان کو بمبئی سے روانہ ہو گئے مولوی عبداللہ کو نہیں ملے حافظ احمد کی والدہ کو یہ کہا گیا کہ احمد کو دو ہزار روپئے اور نوٹکٹ ملے ہیں یہ بھی طمع روپیہ اور حج میں چلتی ہوئی اور پیرجیو نے اپنا ہر طرح فائدہ تصور کرلیا۔ مولوی منظرحسین دہلی گئے ہیں۔ فقط۔ والسلام۔

(بنام منشی محفوظ علی صاحب مرحوم)

(۱۳۹) از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ آج خط آیا حال

دریافت ہوا بندہ دعا گو ہے اگر فرصت ہو اور حرج بھی نہ ہو تو کسی وقت ملجاویں ورنہ ضرورت نہیں۔ باقی خیریت ہے۔ فقط۔ والسلام۔ پنجشنبہ ۱۱ر صفر حافظ محمد محسن صاحب کو سلام مسنون فرماویں۔

(۱۴۰) از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کے خط سے کیفیت معلوم ہوئی بندہ بخیریت ہے آپکے اور جملہ اہل عملہ کیواسطے دست بستہ دو تعویذ مرسل ہیں جس پر مرد لکھا ہے وہ آپ بازو پر باندھ لیں اور جس پر زن لکھا ہوا ہے وہ اپنے گھر میں بازو پر باندھ دیں اور آپ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کو بعد عشاء پانچ سو مرتبہ پڑھ لیا کریں اور اہل عملہ کو بھی بتلا دیں۔ فقط۔ والسلام۔ ۱۶ر صفر چہارشنبہ۔

(بنام منشی الطاف الرحمٰن صاحب پنجلاسی)

(۱۴۱) از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند عورت بیعت نہیں لے سکتی اور متقدمین میں سے کسی نے عورت کو بیعت لینے کی اجازت نہیں دی اگر کوئی شخص عورت کو خلافت بیعت دے خاطی ہے۔ دستار وجبۂ خلافت عورات کو نہیں مل سکتا البتہ اگر صرف برکت کے واسطے مرشد اوسکو کوئی شے مرحمت فرما دے تو وہ تبرکاً اوسکو اپنے پاس رکھ سکتی ہے نہ کہ دستار خلافت ا جبۂ خلافت اور عورت کو یہ امر جائز ہے کہ وہ کسی کو کچھ وظیفہ وذکر اذکار بتا دیوے مگر مرید کا کرنا نادرست ہے۔ فقط۔ والسلام

(یہ خط ایک منتسب کے نام ہے جنکا نام مصلحۃً علحدہ کردیا گیا ہے)

(۱۴۲) از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بہ عنایت فرمائے بندہ سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ کے اوپر فرض ہے کہ جو صاحب مجھ سے علاقہ رکھتے ہیں انکو میں بھلائی برائی سے مطلع کردوں

onthly

Regd. No.L2/9/AD-111
Oct, 1986

WASIYATUL IRFAN

23, Buxi Bazar Allahabad

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی خانقاہ سے شائع ہونے والا
دینی اصلاحی ماہوار رسالہ

وصیۃ العرفان

شمارہ ۱۱، ۱۲ ستمبر [illegible] جلد ۹

مکتبہ وصیۃ العلوم ۱۲۳ بخشی بازار

حاملِ مضامینِ تصوّف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

چندہ ششماہی
۱۶ سولہ روپے
چندہ سالانہ غیر ممالک
[illegible]

وصیۃ العرفان
الٰہ آباد

چندہ سالانہ
۳۰ تیس روپے
چندہ سالانہ غیر ممالک
[illegible]

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

فی پرچہ	مدیر: عبد المجید عفی عنہ	تین روپئے

شمارہ ۱۱	ربیع الاول ۰۷ھ مطابق نومبر ۸۶ء	جلد ۹

فہرست مضامین

ترسیلِ زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الٰہ آباد ۳

اعزازی پبلشر: صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و منیجر امرکریہ پریس الٰہ آباد سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الٰہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-اے-ڈی-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حضرت اقدس مولانا شاہ قاری محمد مبین صاحب دامت برکاتہم کا قیام ماہ رمضان میں اکثر و بیشتر بمبئی رہا کرتا ہے اس سال تعمیری سلسلہ جاری ہونے کی بناء پر رمضان شریف میں آپ الہ آباد ہی تشریف فرما رہے، اواخر شوال میں بمبئی تشریف لے گئے اور آجکل تک بمبئی ہی میں قیام فرما ہیں بفضلہ تعالیٰ وہاں بھی اصلاح و تربیت کا کام ہو رہا ہے احباب و مخلصین مستفیض ہو رہے ہیں روزانہ مجلس کا معمول جاری ہے ؎

منعم بکوہ و دشت و بیاباں غریب نیست   ہر جا کہ رفت خیمہ زد و بارگاہ ساخت

احباب کے اصرار کی بناء پر قیام طویل ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اہل بمبئی کو اس چشمۂ فیض سے کما حقہٗ متمتع ہونے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین۔

الحمد للہ اس سال حضرت والا کی صحت بھی بہتر ہے جو ہم خدام کے لئے بھی باعث شکر ہے اللہ تعالیٰ عافیت کے ساتھ حضرت کے سایۂ عاطفت کو ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم رکھیں اور حضرت کے فیوض کو عام و تام فرمائیں اور ہم خدام کو بھی آپ کے فیوض و برکات سے بہرہ مند فرمائیں۔ آمین۔ اس ماہ کے آخیر تک الہ آباد تشریف آوری متوقع ہے۔

مدرسہ کے باورچی خانہ اور بیت الخلاء کے لئے زمین یا مکان کی سخت ضرورت تھی کیونکہ ابتک یہ ضرورت ایک اجارہ کی زمین سے پوری کیجاتی رہی ہے حضرت قاری صاحب دامت برکاتہم کو اسکی بہت فکر تھی کہ مدرسہ میں مطبخ اور بیت الخلاء کا کوئی معقول نظم ہو جائے مدرسہ کی موجودہ عمارت طلبہ کی رہائش کے لئے ہی ناکافی ہے مدرسہ کے ارگرد کسی مکان اور زمین کے ملنے کی بظاہر کوئی امید نہیں تھی بس یہ مرد حق آگاہ کی دعاء و طلب ہی کا کرشمہ ہے کہ بے نشان و گماں مدرسہ سے متصل ہی ایک مختصر سا دو منزلہ مکان فروخت ہونے لگا ہیچ ہے ؎

او چنیں خواہد خدا خواہد چنیں   می دہد یزداں مراد متقیں

اگرچہ اسکی قیمت مقامی طور سے زیادہ ہے (یعنی کل خرچ کا اندازہ پچاسی ہزار روپیہ کا ہے) مگر یہ ضرورت ہنوز ارزاں ہے۔ انشاء اللہ العزیز بہت حد تک یہ مکان مدرسہ کی ضروریات کا کفیل ہو جائیگا۔ توکلاً علی اللہ کچھ رقم پیشگی دیکر معاملہ کر لیا گیا ہے اب دعاء بھی فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ اسکی خریداری کا کچھ انتظام فرما دیں اور احباب کو اس کار خیر کی طرف متوجہ فرمائیے فجزاکم اللہ تعالیٰ۔

(ادارہ)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن کا زیور وہاں تک پہونچے گا جہاں تک وضو پہونچتا ہے۔

بہت سے تابعین سے منقول ہے کہ وہ لوگ فرماتے ہیں کہ جس نے باوجود قدرت کے دنیا میں سونا نہ پہنا ہو اللہ تعالیٰ اسکو جنت میں سونا پہناوینگے اور جس نے باوجود قدرت کے دنیا میں شراب نہ پی ہو اسکو اللہ تعالیٰ جنت میں شراب پلا دیں گے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیور اور ریشم پہننے والوں کو منع فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم جنت کے زیور اور اسکے ریشم کو محبوب رکھتے ہو تو اسکو دنیا میں نہ پہنو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں ریشم پہنا آخرت میں اسکو نہ پہنے گا۔ ولباسھم فیھا حریر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مومن کا گھر جنت میں خول دار موتی کا ہوگا جس میں چالیس کوٹھریاں ہونگی جس کے بیچ میں ایک درخت ہوگا جس سے کپڑے کے جوڑے پیدا ہونگے تو جنتی اپنی انگلی سے ستر جوڑے لے لیگا جنپر موتی اور زبرجد اور مرجان جڑے ہوئے ہونگے

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ریشم مت پہنو اور سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیو اور ان کے پیالوں میں مت کھاؤ کیونکہ یہ سب چیزیں دنیا میں منکرین کے لئے ہیں اور تمھارے لئے تو آخرت میں ہونگی۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں ریشم پہنا آخرت میں نہ پہنے گا اور جس نے دنیا میں شراب پیا آخرت میں نہ پیئے گا۔ اور جس نے سونے اور چاندی کے

برتن میں دنیا میں پیا آخرت میں نہ پیئے گا۔

حضرت ابو سعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے ریشم دنیا میں پہنا آخرت میں نہ پہنے گا اگرچہ جنت میں داخل ہوگا جب بھی نہ پہنے گا۔

حضرت ابو امامہ ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ہر شخص کو طوبیٰ کے پاس سے جایا جائیگا اور اسکے خوشے اسکے لئے کھول دیئے جائیں گے تو ان میں سے جیسا چاہیگا لیگا خواہ سفید خواہ سرخ خواہ سبز خواہ زرد اور اگر چاہے گا جیسے گل لالہ اور اس سے بھی زیادہ عمدہ اور خوبصورت۔

حضرت کعب ؓ سے مروی ہے کہ اگر جنت کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا دنیا میں پہن لیا جائے تو اسے جو دیکھے بیہوش ہو جائے اور لوگوں کی نگاہیں اسکا تحمل نہ کرسکیں۔

حضرت عکرمہ ؓ سے مروی ہے کہ ایک آدمی اہل جنت میں سے ایک جوڑا پہنے گا تو فوراً ہی وہ ستر رنگ کا ہو جائے گا

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جنت میں داخل ہوگا اس میں خوش عیش رہیگا نہ محتاج ہوگا نہ اسکے کپڑے پرانے ہوں گے۔

(آیات بالا کی تفسیر معارف القرآن سے)

اہل جنت کو کنگن پہنائے جانے کی حکمت یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ کنگن ہاتھوں میں پہننا عورتوں کا کام اور انھیں کا زیور ہے مردوں کے لئے معیوب سمجھا جاتا ہے جواب یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کی یہ امتیازی شان رہی ہے کہ سر پر تاج اور ہاتھوں میں

کنگن استعمال کرتے تھے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک کو جبکہ وہ مسلمان نہیں تھے اور سفر ہجرت میں آپؐ کو گرفتار کرنے کے لئے تعاقب میں نکلے تھے جب انکا گھوڑا باذن خداوندی زمین میں دھنس گیا اور انھوں نے توبہ کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے گھوڑا نکل گیا اسوقت سراقہ بن مالک سے وعدہ فرمایا تھا کہ کسریٰ شاہ فارس کے کنگن مال غنیمت میں مسلمانوں کے پاس آئیں گے وہ تمھیں دیئے جائیں گے اور جب فاروق اعظم کے عہد میں فارس کا ملک فتح ہوا اور ایران کے یہ کنگن دوسرے اموال غنیمت کیساتھ آئے تو سراقہ بن مالک نے مطالبہ کیا اور انکو دیدیئے گئے ۔ خلاصہ یہ کہ جیسے سر پر تاج پہننا عام مردوں کا رواج نہیں شاہی اعزاز ہے اسی طرح ہاتھوں میں کنگن بھی شاہی اعزاز سمجھے جاتے ہیں اسی لئے اہل جنت کو کنگن پہنائے جائیں گے ۔

کنگن کے متعلق اس آیت میں اور سورۂ فاطر میں تو یہ ہے کہ وہ سونے کے ہونگے اور سورۂ نساء میں یہ کنگن چاندی کے بتلائے گئے ہیں اسلئے حضرت مفسرین نے فرمایا کہ اہل جنت کے ہاتھوں میں تین طرح کے کنگن پہنائے جائیں گے ۔ ایک سونے کا دوسرا چاندی کا تیسرا موتیوں کا ۔ جیسا کہ اس آیت میں موتیوں کا بھی ذکر موجود ہے (قرطبی)

ریشم کے کپڑے مردوں کیلئے حرام ہیں آیت مذکورہ میں ہے کہ اہل جنت ریشم کا ہوگا مراد یہ ہے کہ انکے تمام ملبوسات اور فرش اور پردے وغیرہ ریشم کے ہونگے جو دنیا میں سب سے بہتر لباس سمجھا جاتا ہے اور جنت کا ریشم ظاہر ہے کہ دنیا کے ریشم سے صرف نام کی شرکت رکھتا ہے ورنہ اسکی عمدگی اور بہتری کو اس سے کوئی مناسبت نہیں ۔

امام نسائی اور بزار اور بیہقی نے بسند جید حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ اہل جنت کا

ریشمی لباس جنت کے پھلوں میں سے نکلے گا۔ اور حضرت جابرؓ کی ایک روایت میں ہے کہ جنت میں ایک درخت ایسا ہوگا جس سے ریشم پیدا ہوگا اہل جنت کا لباس اسی سے تیار ہوگا (مظہری)

حدیث میں امام نسائی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من لبس الحریر فی الدنیا لم یلبسه فی الاخرة ومن شرب الخمر فی الدنیا لم یشربها فی الاخرة ومن شرب فی انیة الذهب و فضه لم یشرب فیها فی الاخرة ثم قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لباس اهل الجنة و شراب اهل الجنة وانیه اهل الجنة

(از قرطبی بحوالہ نسائی)

جو شخص ریشمی کپڑا دنیا میں پہنے گا وہ آخرت میں نہ پہنے گا اور جو دنیا میں شراب پیئے گا وہ آخرت کی شراب سے محروم رہے گا اور جو دنیا میں سونے چاندی کے برتنوں میں (کھائے) پیئے گا وہ آخرت میں سونے چاندی کے برتنوں میں نہ کھائے گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تینوں چیزیں اہل جنت کے لئے مخصوص ہیں

مراد یہ ہے کہ جس شخص نے دنیا میں یہ کام کئے اور توبہ نہیں کی وہ جنت کی ان تینوں چیزوں سے محروم رہیگا اگرچہ جنت میں داخل بھی ہو جائے گا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے دنیا میں شراب پی پھر اس سے توبہ نہیں کی وہ آخرت میں جنت کی شراب سے محروم رہیگا۔

(رواہ الائمہ۔ قرطبی)

نیز ایک دوسری حدیث میں حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من لبس الحریر فی الدنیا لم یلبسہ فی الآخرۃ وان دخل الجنۃ لبسہ اھل الجنۃ ولم یلبسہ (ھو رواہ ابوداؤد الطیالسی فی مسندہ وقال القرطبی اسناد صحیح)۔

جس شخص نے دنیا میں ریشم پہنا وہ آخرت میں نہ پہنے گا اگرچہ جنت میں داخل بھی ہو جائے۔

یہاں ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ جب ایک شخص جنت میں داخل کر لیا گیا پھر اگر وہ کسی چیز سے محروم کیا گیا تو اسکو حسرت و افسوس رہیگا اور جنت اسکی جگہ نہیں وہاں کسی شخص کو کسی کا غم و افسوس نہونا چاہیئے اور اگر یہ حسرت و افسوس نہ ہو تو پھر اس محرومی کا کوئی فائدہ نہیں رہتا اس کا جواب قرطبی نے اچھا دیا ہے کہ اہل جنت کے جس طرح مقامات اور درجات مختلف اور متفاوت اعلیٰ و ادنیٰ ہونگے ان کے تفاوت کا احساس بھی سب کو ہوگا مگر اسکے ساتھ ہی حق تعالیٰ شانہ اہل جنت کے قلوب ایسے بنا دیگا کہ ان میں حسرت و افسوس کسی چیز کا نہ رہے گا واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

وَهُدُوٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے مراد کلمۂ طیبہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ بعض نے فرمایا قرآن مراد ہے (قرطبی) صحیح یہ ہے کہ یہ سب چیزیں اسمیں داخل ہیں۔

(۲۱)

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ

فَاعِلُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ ۙ اِلَّا عَلٰٓی اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُمْ فَاِنَّهُمْ غَیْرُ مَلُوْمِیْنَ ۚ فَمَنِ ابْتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۚ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَلٰی صَلَوٰتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ۘ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۙ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ؕ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ۝

(ترجمہ) کام نکال لے گئے ایمان والے جو اپنی نماز میں جھکنے والے ہیں اور جو نکمی بات پر دھیان نہیں کرتے اور جو زکوٰۃ دیا کرتے ہیں اور جو اپنی شہوت کی جگہ کو تھامتے ہیں مگر اپنی عورتوں پر یا اپنے ہاتھ کے مال باندیوں پر سو ان پر نہیں کچھ الزام پھر جو کوئی ڈھونڈھے اس کے سوا وہی ہیں حد سے بڑھنے والے اور جو کوئی اپنی امانتوں اور اپنے اقرار سے خبردار ہیں اور جو اپنی نمازوں کی خبر رکھتے ہیں وہی ہیں میراث لینے والے جو میراث پائیں گے باغ ٹھنڈی چھاؤں کے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

(آیات کی تفسیر معارف القرآن سے)

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ لفظ فلاح

فلاح کیا چیز ہے اور کہاں اور کیسے ملتی ہے | قرآن و سنت میں بکثرت استعمال ہوا ہے۔ اذان و اقامت میں پانچ وقت ہر مسلمان کو فلاح کی دعوت دی جاتی ہے۔ فلاح کے معنی یہ ہیں کہ ہر مراد حاصل ہو اور ہر تکلیف دور ہو (قاموس) یہ لفظ جتنا مختصر ہے اتنا ہی جامع ایسا ہے کہ کوئی انسان اس سے زیادہ کسی چیز کی خواہش کر ہی نہیں سکتا اور یہ ظاہر ہے کہ مکمل فلاح کہ ایک مراد بھی ایسی نہ رہے جو پوری نہ ہو اور ایک تکلیف بھی ایسی نہ رہے جو دور نہ ہو یہ

دنیا میں کسی بڑے سے بڑے انسان کے بس میں نہیں چاہے دنیا کا سب سے بڑا بادشاہ ہفت اقلیم ہو یا سب سے بڑا رسول اور پیغمبر ہو اس دنیا میں کسی کے لئے ممکن نہیں کہ کوئی چیز خلاف طبع نہ پیش آئے اور جو خواہش جس وقت دل میں پیدا ہو بلا تاخیر پوری ہو جائے اگر اور بھی کچھ نہیں تو ہر نعمت کے زوال اور فنا کا کھٹکا اور ہر تکلیف کے واقع ہونیکا خطرہ، اس سے کون خالی ہو سکتا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فلاح کامل تو ایسی چیز ہے جو اس ملک دنیا میں دستیاب ہی نہیں ہو سکتی کیونکہ دنیا تو دارالتکلیف والمحنت بھی ہے اور اسکی کسی چیز کو بقاء وقرار بھی نہیں۔ یہ متاع گراں مایہ ایک دوسرے عالم میں ملتی ہے جسکا نام جنت ہے وہ ایسا ہی عالم ہے جسمیں انسان کی ہر مراد ہر وقت بلا انتظار حاصل ہو گی وَ لَهُمْ مَّا يَدَّعُوْنَ (یعنی انکو ملے گی ہر وہ چیز جس کو وہ چاہیں گے) اور وہاں کسی ادنیٰ رنج و تکلیف کا گذر نہ ہوگا اور ہر شخص یہ کہتا ہوا وہاں داخل ہوگا الحمد لله الذی اذهب عنا الحزن ان ربنا لغفورٌ شکور الذی احلنا دارالمقامة من فضله یعنی شکر ہے اللہ کا جس نے ہم سے غم دور کر دیا اور ہمیں اپنے فضل سے ایک مقام میں پہونچا دیا جس کی ہر چیز قائم ودائم ہے اس آیت میں یہ بھی ارشارہ ہے کہ دار دنیا میں کوئی بھی ایسا نہ ہوگا جس کو کبھی کوئی رنج وغم نہ پہونچا ہو اسلئے جنت میں قدم رکھتے ہوئے ہر شخص یہ کہیگا کہ اب ہمارا غم دور ہوا۔ قرآن کریم نے سورۂ اعلیٰ میں جہاں غم دور کرنے کا یہ نسخہ بتلایا کہ اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کرے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى اسکے ساتھ ہی یہ بھی اشارہ فرمایا کہ کامل فلاح کی جگہ اصل میں آخرت ہے صرف دنیا سے دل لگانا طالب فلاح کا کام نہیں فرمایا تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى یعنی تم لوگ دنیا ہی کو

آخرت پر ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر بھی ہے کہ اسی میں ہر مراد حاصل اور ہر تکلیف دور ہوسکتی ہے۔ اور وہ باقی رہنے والی بھی ہے
خلاصہ یہ کہ کامل ومکمل فلاح تو صرف جنت ہی میں مل سکتی ہے دنیا اسکی جگہ ہی نہیں البتہ اکثری حالت کے لحاظ سے فلاح یعنی بامراد ہونا اور تکلیفوں سے نجات پانا یہ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو عطا فرماتے ہیں، آیات مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے فلاح پانے کا وعدہ ان مومنین سے کیا ہے جن میں وہ سات صفات موجود ہوں جنکا ذکر ان آیات کے اندر آیا ہے۔ یہ فلاح عام اور شامل ہے جس میں آخرت کی فلاح بھی داخل ہے اور دنیا میں جسقدر فلاح ہونا ممکن ہے وہ بھی۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ صفات مذکور کے حامل مومنین کو آخرت کی کامل فلاح تو ملنا سمجھ میں آتا ہے لیکن دنیا میں فلاح تو بظاہر کفار فجار کا حصہ بنی ہوئی ہے اور ہر زمانے کے اولیاء اور انکے بعد صلحاء امت عموماً تکلیفوں میں مبتلا رہے ہیں مگر جواب اسکا ظاہر ہے کہ دنیا میں مکمل فلاح کا تو وعدہ نہیں کہ کوئی تکلیف پیش ہی نہ آوے بلکہ کچھ نہ کچھ تکلیف تو یہاں پر صالح ومتقی کو بھی اور ہر کافر فاجر کو بھی پیش آنا ناگزیر ہے اور یہی حال حصول مراد کا ہے کہ کچھ یہ مقصد بھی ہر انسان کو خواہ وصالح ومتقی ہو خواہ کافر وبدکار ہو حاصل ہوتا ہی ہے پھر ان دونوں میں فلاح پانے والا کسکو کہا جاسے ؟ تو اسکا اعتبار عواقب وانجام پر ہے دنیا کا تجربہ اور مشاہدہ شاہد ہے کہ جو اہل صلاح ان سات اوصاف کے حامل اور ان سے متصف اور ان پر قائم ہیں گو دنیا میں وقتی تکلیف انکو بھی پیش آجائے مگر انجام کار انکی تکلیف جلد دور ہوتی ہے اور مراد حاصل ہو جاتی ہے ساری دنیا انکی عزت کرنے پر مجبور ہوتی ہے اور دنیا میں نیک نام انھیں کا باقی رہتا ہے جتنا دنیا کے حالات کا غور وانصاف سے مطالعہ کیا جائیگا ہر دور ہر زمانے ہر خطہ میں اسکی شہادتیں

ملتی چلی جائینگی۔

مومن کامل کے وہ سات اوصاف جن پر آیات مذکورہ میں فلاح دنیا و آخرت کا وعدہ ہے

سب سے پہلا وصف تو مؤمن ہونا ہے مگر وہ ایک بنیادی چیز اور اصل الاصول ہے اسکو الگ کرکے سات اوصاف جو یہاں بیان کئے گئے ہیں وہ یہ ہیں :-

اول نماز میں خشوع، خشوع کے لغوی معنی سکون کے ہیں اصطلاح شرع میں خشوع یہ ہے کہ قلب میں کلی سکون ہو یعنی غیر اللہ کے خیال کو قلب میں بالقصد حاضر نہ کرے اور اعضاء بدن میں بھی سکون ہو کہ عبث اور فضول حرکتیں نہ کرے (بیان القرآن) خصوصاً وہ حرکتیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں منع فرمایا ہے اور فقہاء نے ان کو مکروہات نماز کے عنوان سے جمع کردیا ہے۔ تفسیر مظہری میں خشوع کی یہی تعریف حضرت عمرو بن دینار سے نقل کی ہے اور دوسرے بزرگوں سے جو خشوع کی تعریف میں مختلف چیزیں نقل کی گئی ہیں وہ در اصل اسی سکون قلب و جوارح کی تفصیلات ہیں۔ مثلاً حضرت مجاہدؒ نے فرمایا کہ نظر اور آواز کو پست رکھنے کا نام خشوع ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ دائیں بائیں التفات یعنی گوشہ چشم سے دیکھنے سے بچنا خشوع ہے۔ حضرت عطاؒ نے فرمایا کہ بدن کے کسی حصہ میں کھیل نہ کرنا خشوع ہے۔ حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نماز کے وقت اپنے بندے کی طرف برابر متوجہ رہتا ہے جب تک وہ دوسری طرف التفات نہ کرے جب دوسری طرف دیکھتا ہے یعنی گوشہ چشم سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے رخ پھیر لیتے ہیں (رواہ احمد والنسائی وابوداؤد وغیرہم۔ تفسیر مظہری)

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انسؓ کو حکم دیا کہ اپنی نگاہ اس جگہ رکھو جہاں سجدہ کرتے ہو اور یہ کہ نماز میں دائیں بائیں التفات نہ کرو (رواہ البیہقی فی السنن الکبریٰ (مظہری)

اور حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا کہ نماز میں اپنی ڈاڑھی سے کھیل رہا ہے تو فرمایا لوخشع قلب ھٰذا لخشعت جوارحہ (رواہ الحاکم الترمذی بسند ضعیف) یعنی اگر اس شخص کے دل میں خشوع ہوتا تو اسکے اعضاء میں کبھی سکون ہوتا۔ (مظہری)

نماز میں خشوع کی ضرورت کا درجہ امام غزالیؒ و قرطبیؒ اور بعض دوسرے حضرات نے فرمایا کہ نماز میں خشوع فرض ہے اگر پوری نماز خشوع کے بغیر گذر جائے تو نماز ادا ہی نہ ہوگی۔ دوسرے حضرات نے فرمایا کہ اس میں شبہ نہیں کہ خشوع روحِ نماز ہے اسکے بغیر نماز بے جان ہے مگر اسکو رکن نماز کی حیثیت سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ خشوع نہ ہوا تو نماز ہی نہ ہوئی اور اسکا اعادہ فرض قرار دیا جائے۔

حضرت سیدی حکیم الامتؒ نے "بیان القرآن" میں فرمایا کہ خشوع صحت نماز کے لئے موقوف علیہ تو نہیں اور اس درجہ میں وہ فرض نہیں مگر قبولِ نماز کا موقوف علیہ اور اس مرتبہ میں فرض ہے۔ حدیث میں طبرانی نے معجم کبیر میں بسند حسن حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو چیز اس امت سے اٹھ جائیگی یعنی سلب ہو جائیگی وہ خشوع ہے یہانتک کہ قوم میں کوئی خاشع نظر نہ آسے گا۔ کذا فی مجمع الزوائد۔ (بیان)

مومن کامل کا دوسرا وصف: لغو سے پرہیز کرنا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ لغو کے معنی فضول کلام یا کام جیس کوئی دینی فائدہ نہ ہو۔ لغو کا اعلیٰ درجہ معصیت اور گناہ ہے جس میں فائدہ دینی نہ ہونے کے ساتھ

دینی ضرر و نقصان ہے، اس سے پرہیز واجب ہے اور اولیٰ درجہ یہ ہے کہ نہ مفید ہو نہ مضر، اسکا ترک کم از کم اولیٰ اور موجب مدح ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من حسن اسلام المرأ ترکہ مالایعنیہ یعنی انسان کا اسلام جب اچھا ہو سکتا ہے جبکہ وہ بے فائدہ چیزوں کو چھوڑ دے اسی لئے آیت میں اسکو مومن کامل کی خاص صفت قرار دیا گیا ہے

تیسرا وصف: زکوٰۃ ہے لفظ زکوٰۃ کے معنی لغت میں پاک کرنے کے ہیں اصطلاح میں شرح مال کا ایک خاص حصہ کچھ شرائط کے ساتھ صدقہ کرنے کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے اور قرآن کریم میں عام طور پر یہ لفظ اسی اصطلاحی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس آیت میں یہ معنی بھی مراد ہو سکتے ہیں اور اسپر جو شبہ کیا جاتا ہے کہ یہ آیت مکی ہے مکہ میں زکوٰۃ فرض نہ ہوئی تھی ہجرت مدینہ کے بعد فرض ہوئی اسکا جواب ابن کثیر وغیرہ مفسرین کیطرف سے یہ ہے کہ زکوٰۃ کی فرضیت مکہ ہی میں ہو چکی تھی سورۂ مزمل جو بالاتفاق مکی ہے اسمیں بھی وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ کے ساتھ اٰتُوا الزَّکوٰۃَ کا ذکر موجود ہے مگر سرکاری طور پر اسکے وصول کرنے عام انتظام اور نصابات وغیرہ کی تفصیلات مدینہ طیبہ جانے کے بعد جاری ہوئیں۔ جن لوگوں نے زکوٰۃ کو مدنی احکام میں شمار کیا ہے انکا یہی منشار ہے جن حضرات نے فرضیت زکوٰۃ کو مدینہ منورہ پہونچنے کے بعد کا حکم قرار دیا ہے انھوں نے اس جگہ زکوٰۃ کا مضمون عام لغوی معنی میں اپنے نفس کو پاک کرنا قرار دیا ہے خلاصہ تفسیر میں بھی یہی لیا گیا ہے اس معنی کا قرینہ اس آیت میں یہ بھی ہے عام طور پر قرآن کریم میں جہاں زکوٰۃ فرض کا ذکر آیا ہے تو اسکو ایتاء الزکوٰۃ، یوتون الزکوٰۃ اور اتوا الزکوٰۃ کے عنوان سے بیان کیا گیا یہاں عنوان بدل کر للزکوٰۃ فاعلون اسکا قرینہ ہے کہ یہاں زکوٰۃ کے وہ اصطلاحی معنی مراد نہیں اسکے علاوہ فاعلون کا بے تکلف تعلق فعل سے ہوتا ہے اور زکوٰۃ

اصطلاحی فعل نہیں بلکہ ایک حصہ مال ہے اس حصۂ مال کے لئے فاعلون کہنا بغیر تاویل کے نہیں ہو سکتا۔ اگر آیت میں زکواۃ کے معنی اصطلاحی زکواۃ کے لیئے جاویں تو اسکا فرض ہونا اور مؤمن کے لئے لازم ہونا کھلا ہوا معاملہ ہے اور اگر مراد زکواۃ سے تزکیہ نفس ہے یعنی اپنے نفس کو رذائل سے پاک کرنا تو وہ بھی فرض ہی ہے کیونکہ شرک۔ ریا۔ تکبر۔ حسد۔ بغض۔ حرص بخل جن سے نفس کو پاک کرنا تزکیہ کہلاتا ہے یہ سب چیزیں حرام اور گناہ کبیرہ ہیں نفس کو ان سے پاک کرنا فرض ہے۔

چوتھا وصف: شرمگاہوں کی حفاظت حرام سے وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حَافِظُوْنَ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ یعنی وہ لوگ جو اپنی بیویوں اور شرعی لونڈیوں کے علاوہ سب سے اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں ان دونوں سے شرعی ضابطہ کے مطابق شہوت نفس پوری کرنے کے علاوہ اور کسی سے کسی ناجائز طریقے سے شہوت رانی میں مبتلا نہیں ہوتے۔ اس آیت کے ختم پر ارشاد فرمایا فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ یعنی شرعی قاعدہ کے مطابق اپنی بیوی یا لونڈی سے شہوت نفس کو تسکین دینے والوں پر کوئی ملامت نہیں اس میں اشارہ ہے کہ اس ضرورت کو ضرورت کے درجے میں رکھنا ہے مقصد زندگی بنانا نہیں اسکا درجہ اتنا ہی ہے کہ جو ایسا کرے وہ قابل ملامت نہیں۔ واللہ اعلم۔ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ یعنی منکوحہ بیوی یا شرعی قاعدہ سے حاصل شدہ لونڈی کے ساتھ شرعی قاعدہ کے مطابق قضاء شہوت کے علاوہ اور کوئی بھی صورت شہوت پورا کرنے کی حلال نہیں اس میں زنا بھی داخل ہے اور جو عورت شرعاً اس پر حرام ہے اس سے نکاح بھی بحکم زنا ہے اور اپنی بیوی یا لونڈی سے حیض یا نفاس کی حالت میں یا غیر فطری طور پر جماع کرنا بھی اس میں داخل ہے یعنی

کسی مرد یا لڑکے سے یا کسی جانور سے شہوت پوری کرنا بھی اور جمہور کے نزدیک استمنار بالید یعنی اپنے ہاتھ سے منی خارج کرلینا بھی اسمیں داخل ہے (از تفسیر بیان القرآن ۔ قرطبی ۔ بحر محیط وغیرہ)

پانچواں وصف : امانت کا حق ادا کرنا وَالَّذِیْنَ ھُمْ لِاَمٰنٰتِہِمْ وَعَھْدِھِمْ رَاعُوْنَ ۔

لفظ امانت کے لغوی معنی ہر اس چیز کو شامل ہیں جسکی ذمہ داری کسی شخص نے اٹھائی ہو اور اس پر اعتماد و بھروسہ کیا گیا ہو اور اسکی قسمیں چونکہ بے شمار ہیں اسی لئے باوجود مصدر ہونے کے اسکو بصیغہ جمع لایا گیا ہے تاکہ امانت کی سب قسموں کو شامل ہو جائے خواہ وہ حقوق اللہ سے متعلق ہوں یا حقوق العباد سے ۔ حقوق اللہ سے متعلق امانات تمام شرعی فرائض و واجبات کا ادا کرنا اور تمام محرمات و مکروہات سے پرہیز کرنا اور حقوق العباد سے متعلق امانات میں مالی امانت کا داخل ہونا تو معروف و مشہور ہے کہ کسی شخص نے کسی کے پاس اپنا کوئی مال امانت کے طور پر رکھدیا یہ اسکی امانت ہے اسکی حفاظت اسکے واپس کرنے تک اس کی ذمہ داری ہے اسکے علاوہ کسی نے کوئی راز کی بات کسی سے کہی وہ بھی اسکی امانت ہے بغیر اذن شرعی کے کسی کا راز ظاہر کرنا امانت میں خیانت ہے ۔ مزدور ملازم کو جو کام سپرد کیا گیا اسکے لئے جتنا وقت خرچ کرنا باہم طے ہوگیا اس میں اس کام کو پورا کرنے کا حق ادا کرنا اور مزدوری ملازمت کے لئے جتنا وقت مقرر ہے اسکو اسی کام میں لگانا بھی امانت ہے کام کی چوری یا وقت کی چوری خیانت ہے اس سے معلوم ہوا کہ امانت کی حفاظت اور اسکا حق ادا کرنا بڑا جامع لفظ ہے سب مذکورہ تفصیلات اس میں داخل ہیں ۔

چھٹا وصف : عہد پورا کرنا ہے ۔ عہد ایک تو وہ معاہدہ ہے جو دو طرف سے کسی معاملے کے سلسلے میں لازم قرار دیا جائے اسکا پورا کرنا فرض اور اسکے خلاف کرنا غدر اور دھوکا ہے جو حرام ہے ۔ دوسرا وہ جس کو وعدہ کہتے ہیں یعنی یک طرفہ صورت

سے کوئی شخص کسی شخص سے کسی چیز کے دینے کا یا کسی کام کے کرنے کا وعدہ کرلے اسکا
پورا کرنا بھی شرعاً واجب ولازم ہوجاتا ہے حدیث میں ہے العدۃ دین یعنی وعدہ
جیسے قرض کی ادائیگی واجب ہے ایسے ہی وعدہ کا پورا کرنا واجب ہے بلا عذر شرعی
اسکے خلاف کرنا گناہ ہے فرق دونوں قسموں میں یہ ہے کہ پہلی قسم کے پورا کرنے پر دوسرا
آدمی اسکو بذریعہ عدالت بھی مجبور کرسکتا ہے یکطرفہ وعدہ کو پورا کرنے کے لئے بذریعہ
عدالت مجبور نہیں کیا جاسکتا دیانۃً اسکا پورا کرنا بھی واجب اور بلا عذر شرعی خلاف کرنا گناہ ہے،
ساتواں وصف نماز پر محافظت ہے وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ نماز کی محافظت
سے مراد اسکی پابندی کرنا اور ہر ایک نماز کو اسکے وقت مستحب میں ادا کرنا ہے (کذا فسرہ ابن مسعودؓ
روح) یہاں صلوات کا لفظ اسلئے لایا گیا ہے کہ مراد اس سے پانچ وقت کی نمازیں ہیں
جنکو اپنے اپنے وقت مستحب میں پابندی سے ادا کرنا مقصود ہے اور شروع میں جہاں
مقصود بالذکر خشوع تھا وہاں لفظ مفرد لایا گیا کہ مطلقاً جنس نماز خواہ فرض ہو یا واجب
سنت ہو یا نفل سب کی روح خشوع ہے۔ غور کیا جائے تو ان سات اوصاف مذکورہ
میں تمام حقوق اللہ اور حقوق العباد اور ان سے متعلقہ احکام آجاتے ہیں جو شخص ان
اوصاف کے ساتھ متصف ہوجائے اور اس پر جما رہے وہ مومن کامل فلاح دنیا
وآخرت کا مستحق ہے ـــــ یہ بات قابل نظر ہے کہ ان سات اوصاف کو شروع بھی
نماز سے کیا گیا اور ختم بھی نماز پر کیا گیا اسمیں اشارہ ہے کہ اگر نماز کو نماز کی طرح پابندی
اور آداب نماز کیساتھ ادا کیا جائے تو باقی اوصاف اس میں خود بخود پیدا ہوتے چلے جائینگے۔ واللہ اعلم
اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ اوصاف مذکورہ کے
حامل لوگوں کو اس آیت میں جنت الفردوس کا وارث فرمایا ہے لفظ وارث میں اشارہ اسطرف
ہے کہ جس طرح مورث کا مال اسکے وارث کو پہنچنا قطعی اور لازمی ہے اسی طرح ان اوصاف
والوں کا جنت میں داخلہ یقینی ہے اور قَدْ اَفْلَحَ کے بعد اوصاف "مفلحین" پورے
ذکر کرنے کے بعد اس جملہ میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ فلاح کامل اور اصلی
فلاح کی جگہ جنت ہی ہے۔

(مکتوب نمبر ۴۸۴ گذشتہ سے پیوستہ)

حال: اسمارِ ذات پاک اللّٰہ ۔ اللّٰہُ ۔ اللّٰہ میں سے کس پر توجہ رکھنی بہتر ہے

تحقیق: سب برابر ہیں باقی جس میں آپ کو کیف زیادہ ہو وہی اختیار فرمائیے

حال: بندہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کا غلام ہے اور اسی نسبت کی تلقین فرمایئے

تحقیق: سب بہتر طریق ہیں سب ایک ہیں

حال: حضور کی دعا و توجہ کا بھکاری ہوں۔

تحقیق: دل سے حاضر ہوں۔

حال: کہ زندگی کے آخری ایام بخیر و خوبی بسر ہو جائیں۔

تحقیق: اللہ تعالیٰ زندگی کے ایام کو بخیر و خوبی بسر فرما دیں۔

(مکتوب نمبر ۴۸۵)

حال: حضرت مخدومنا المحترم دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید کہ مزاج گرامی خیر و عافیت سے ہوگا۔

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ بخیریت ہوں

حال: خادم بفضلہ تعالیٰ مع الخیر ہے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: آج ایک عرصہ کے بعد عریضہ ارسال کرنے کا شرف حاصل کر رہا ہے اس عرصہ میں دیوبند جانا ہو گیا مولانا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب یہاں تیراپور کے جلسے میں خطاب کے لئے آئے تھے مگر آنے کے بعد یک بیک طبیعت شدید خراب ہو گئی سینہ پر بلغم بے حد جکڑ گیا اور بخار کی یہ کیفیت تھی کہ پہلی شب میں شدت بخار کی وجہ سے ایک عجیب اضطراب اور بےچینی تھی جو ناقابل بیان ہے ان کے جسم کو سکون نہ تھا پوری رات کروٹ بدلتے گذری لرزہ بھی آگیا تھا حکیم۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صاحب کے مکان پر آگئے تھے اور معالج یہی تھے بندہ اور مجبی سو لوری

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حتی المقدور تیمارداری کی خدمت انجام دیتے رہے
تحقیق: الحمد للہ۔
حال: چار روز تک بستر علالت پر پڑے رہنے کے بعد قدرے افاقہ ہوا تب دیوبند کے سفر کی تیاری ہوئی مگر ایسی حالت میں ہم سے کسی کا انکے ساتھ جانا ضروری تھا اسلئے ہم دونوں دیوبند ان کے مکان تک پہنچانے کے لئے گئے اور الحمد للہ بہت ہی عافیت اور انبساط کے ساتھ اتنا طویل سفر طے ہوگیا اور مع الخیر ہم سب انکو لیکر ان کے مکان پر پہونچ گئے۔

بندہ ۲۸ سال کے بعد اور مجیبی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۲۵ سال کے بعد دیوبند گئے تھے دارالعلوم کی عمارت اسقدر وسیع اور عظیم الشان ہوگئی ہے کہ اسکے صرف ایک دروازہ باب الظاہر میں اوپر نیچے تیس بتیس کمرے ہیں دارالافتاء بہت ہی لمبا چوڑا مسجد کے پاس بالائی حصہ پر بنا ہوا ہے۔ اساتذۂ قدیم میں مولانا ابراہیم صاحب مدظلہ رہ گئے ہیں ان سے ملاقات کے بعد بندہ نے عرض کیا کہ پرانے اساتذہ میں صرف آپ ہی رہ گئے تو انھوں نے فرمایا میں بھی نہیں رہونگا

ایک وقت انھوں نے کھانے کی دعوت کی تھی ڈیڑھ روز قیام رہا طلبہ کیحالت جیسی سننے میں آتی تھی ویسی نہیں پائی گئی ان میں وہی سادگی اور صلاحیت ابھی بھی کافی حد تک ہے، نماز پنجگانہ میں مسجد بھر جاتی ہے حالانکہ اب فرش مسجد بہت طویل ہوگیا ہے۔

ایک صاحب محمود مصری ملے جنکو جامعہ ازہر نے طلبہ دارالعلوم دیوبند کو عربی بول چال کی تمرین کے لئے بھیجا ہے بڑے ہی اخلاق و تواضع سے ملے حنفی المذ اور صاحب حال معلوم ہوتے تھے اثناء کلام میں جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک آتا تو فوراً ان کے دونوں رخسارے آنسوؤں سے تر ہو جاتے اور والہانہ انداز سے ذکر خیر کرتے۔

حضرت شاہ صاحب کے مزار پر جو عیدگاہ کے دکھن طرف ایکقدم قریب ہی پیچھے

سے حاضر ہوئے تھے مدرسہ کے مقبرہ میں حضرت مدنیؒ اور حضرت شیخ الہند ہر دو حضرات کی قبریں ایک دم پاس ہی پاس اور متوازی ہیں، اور حضرت حاجی عابد صاحبؒ، ان سب کے مقابر کی بھی زیارت کی گئی۔ پھر دیوبند سے گنگوہ گئے، گنگوہ سے قبل حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کا وطن انبیٹھ پڑا تھا پھر گنگوہ میں موٹر پہنچا ـــــ حضرت گنگوہی کے مزار پر گئے پھر وہاں سے حضرت کے مکان پر گئے آپ کے بڑے پوتے مولوی عبدالرشید محمود صاحب جو دیوبند میں بندہ کے ہم سبق رہ چکے ہیں ان سے ملاقات ہوئی وہ مطب کرتے ہیں۔ اسکے بعد حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوسؒ کے مزار پر فاتحہ خوانی کر کے گنگوہ سے تھانہ بھون کے لئے روانہ ہو گئے جلال آباد تک موٹر سے پھر وہاں سے رکشا پر تھانہ بھون پہونچے، مولانا ظہور الحسن اور مولوی یوسف صاحب بستوی سے ملاقات ہوئی عصر کے وقت خانقاہ امدادیہ اشرفیہ میں وارد ہوئے تھے مولانا ظہور الحسن صاحب جس اخلاص اور تواضع متقدمین سے ملے وہ بیان سے باہر ہے۔ پھر اپنے ساتھ حضرت تھانویؒ کے مزار پر لے گئے مغرب کی نماز حضرت تھانویؒ کے باغ والی مسجد میں جو صرف فرش ہی ہے ادا کی گئی اسکے بعد اسکے قریب ہی حضرت حافظ ضامن صاحب شہید کے مزار پر لیگئے رات خانقاہ میں گذر گئی وہاں کا انتظام اور حسن سلیقگی دیکھکر طبیعت باغ باغ ہو گئی۔ بڑے سے بڑا امیر ایک کا دس خرچ کر سکتا ہے مگر حسن اسلوبی اور عمدگی اور علی وجہ البصیرت راحت رسانی اسکے بس کی چیز نہیں ذالک فضل اللہ الخ

صبح کو تعلیم و تعلم کا مشغلہ دیکھا گیا، شرح جامی وغیرہ تک طلبا رہتے تھے معلم اور متعلم سب ہی اس دور فتن و شرور میں صالحین کی جماعت معلوم ہو رہی تھی اللّٰھم اصلح لی و لھم بجمیع امۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔

واپسی میں مظاہر علوم کے اندر گئے تھے مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ سے ملاقات ہوئی۔ مولانا زکریا صاحب سے ملاقات دیر میں ہوئی

اور ادھر ریل کا وقت قریب آگیا تھا اسلئے مجبوراً سہارنپور کے اسٹیشن پر آگئے۔

حال: اس سفر سے واپس آنے کے چند ہی روز بعد احقر خواب میں کیا دیکھتا ہے کہ حضرت والا ڈاک خانہ خود تشریف لے گئے ہیں اور اپنے ہاتھ میں ایک لفافہ جو اور عام لفافوں سے واضح طور پر بڑا ہے لئے ہوئے پیدل چلے آرہے ہیں عام خدام میں گفتگو ہونے لگی کہ خلاف معمول حضرت ڈاکخانہ کیوں تشریف لے گئے اور یہ خط کیسا ہے اور کہاں سے آیا ہے تو معلوم ہوا کہ حضرت تھانویؒ کا خاص کرامت نامہ ہے اور حضرت والا کے نام بھیجا گیا ہے اس پر بعض حضرات کہنے لگے کہ حضرت اقدس حکیم الامتؒ کے وصال کو تو ایک عرصہ ہورہا ہے اب وہ خط کیسے ارسال فرمائیں گے اس پر کچھ اصحاب بولے کہ اس قسم کی باتوں سے پرہیز کرنے کی ضرورت ہے۔ اتنے میں حضرت والا مجھے فرماتے ہیں کہ جاکر ان لوگوں کو اس کرامت نامہ کا خلاصہ اور ماحصل بتلادو اور خلاصہ یہ تھا:۔

۱۔ جو لوگ مجھ سے تعلق رکھتے ہیں یا میرے طریقہ کو پسند کرتے ہیں ان سے کہدو کہ میرے طریق کو اولاً تو نہایت شدت اور مضبوطی کے ساتھ جم کر پکڑو کہ اسمیں اختلال نہ آنے پائے اور ثانیاً میرے طریق کو جب پکڑو تو بعینہ اسی طرح سے پکڑو جس طرح سے میں پکڑے ہوئے تھا اس میں سرمو بھی تفاوت ہونے پائے اور اس پر پوری زندگی گذار دے۔ اتباع کامل اسی طرح سے ہوسکتا ہے۔

۲۔ دین کی طرف دعوت کا طریق اور اصلاح امت اس جامع اور عمدہ طرز پر ہو جو ہر لحاظ سے کامل و مکمل ہو کسی سخت سے سخت معاند کو علمی اور عملی طور پر اسمیں نقص نکالنے اور اسکو کچھ بھی ثابت کرنے کی ہمت ہی نہ ہو یعنی علم و عمل دونوں کیطرف توجہ کامل کی ضرورت شدیدہ ہے۔

۳ - مگر اسکے ساتھ ہی ساتھ اسکی سخت ضرورت ہے کہ اس قسم یعنی علم و عمل اور تقویٰ و تدین اور اصلاح کرنے والے حضرات کبھی ناجنس لوگوں سے اختلاط لاطائل نہ کریں اور ان کے ساتھ مجالست و مصاحبت سے حتی الامکان احتراز کریں ورنہ ضیاع دین کا خطرۂ شدید ہے۔

اسکی تعبیر سے مشرف فرمایا جاوے

تحقیق: خواب محتاج تعبیر نہیں ہے یہ خود اپنی تعبیر ہے۔

حال: اسکے ضمن میں ایک اور بات ہے جو صرف زبانی ہی کہنے کی ہے۔

تحقیق: بہتر ہے۔

حال: حق تعالیٰ جلد سعادت لقا رسے نواز دیں۔ تحقیق: آمین

حال: تاکہ حضرت سے خود اسکا مفہوم سن سکوں

حال: فتاوی امدایہ کے جلد چہارم میں ہے کہ نواب حبیب اللہ خاں مرحوم والیٔ کابل جب علی گڑھ کالج میں آئے تو وہاں کے بہت ہی زیادہ سر برآوردہ ذی وجاہت اور نواب لوگ مثلاً نواب محسن الملک ناظم مدرسۃ العلوم علی گڑھ، نواب حافظ سر احمد سعید چھتاری، نواب مولوی حبیب الرحمٰن خانصاحب شیروانی وغیرہ نے حضرت اقدس حکیم الامت کو علی گڑھ لیجانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا مگر حضرت برابر انکار کرتے رہے اور جب لوگوں نے بہت ضد کیا تو صاف صاف دو ٹوک لکھدیا کہ ہم پرانے خیال کے طالبعلموں کے ساتھ کچھ لوگ تعلق رکھتے ہیں اور ہم لوگ علی گڑھ والوں کے معتقدات و خیالات سے تبرّی اور علحدگی ظاہر کر چکے ہیں پس اگر میں آؤں تو وہ سب لوگ عجیب مخمصے میں پھنس جائیں گے یعنی اظہار تبرّی اور پھر ان کے ساتھ شرکت یہ دونوں ضد ہیں۔ اخیر میں ان سب لوگوں کو خاموش ہو جانا پڑا اور حضرتؒ ماموں اور مصئون رہے اور اولی الابصار کے لئے ایک راہ واضح فرما دی۔ حق تعالےٰ

ان کی خواب گاہ پر رحمت وکرم کی بارش برسائے اور ہم سب لوگوں کو جمیع عالم کو ان کے اسوۂ حسنہ پر چل کر دارین کا فوز و فلاح اور سعادت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ تحقیق: آمین

حال: اخیر میں حضرت والا سے مستدعیانہ التماس ہے کہ اس ناکارہ کو دعائے خیر سے فراموش نہ فرمائیں۔

تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

حال: کہ آپ ہی حضرات کے طفیل سے اسکو بھی کرم سے نواز دیا جائے۔

تحقیق: آمین۔

(مکتوب نمبر ۴۸۶)

حال: بخدمت سراپا خیر و برکت حجۃ اللہ علی العالمین حضرت اقدس سیدی وسندی وسیلتی فی الدارین روحی وقلبی متعنا اللہ تعالےٰ بطول بقائہم بالخیر۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تحقیق: محب من سلمہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حال: الحمد للہ یہ ناکارہ حضرت والا کی توجہ و برکت سے بخیر ہے امید ہے کہ مزاج مبارک بخیر و عافیت ہوگا۔

تحقیق: الحمد للہ بعافیت ہوں۔

حال: آج ہی رسالہ مبارکہ الامر الفارق بین المخلص والمنافق مع تواصی بالصبر شرف صدور بخشا ہر ہر رگ وپے میں مسرت سرایت کر گئی ؎

مدح توحیف است بازندانیاں ۔۔۔ گویم اندر محفل روحانیاں

ساعد شہ مسکن ایں باز باد ۔۔۔ تا ابد بر خلق ایں در باز باد

(آپکی مدح (دنیا کے) اسیروں سے کہنا نازیبا ہے میں اسکو روحانیوں کی محفل میں بیان کرتا ہوں)

(اس باز کے بیٹھنے کی جگہ بادشاہ کی کلائی ہے خدا کرے خلق پر اس (فیض) کا دروازہ ابد تک کھلا رہے)

حضرت والا جی چاہتا ہے کہ دو چار حضرت والا کے عاشقان مل جائیں، حضرت کو دل میں جیسا سمجھتا ہوں اسکی تعبیر اچھی طرح سے ادا کرنے کا سلیقہ حق تعالیٰ عطا فرمائیں۔ تحقیق: آمین۔

حال: اور خوب حضرت والا کیا ہیں بیان کرتا رہوں۔ مصرع۔ جس نے دیا ہے دردِ دل گیت اسی کے گائے جا۔ تحقیق: بیشک

حال: حضرت والا "تواصی الصبر" کی تالیف کا باعث کیا واقعات ہوئے تھے۔ تحقیق: کوئی نئی بات نہیں۔

حال: خلاف مصلحت نہ ہو تو مجھی . . . . . صاحب وغیرہ کچھ تفصیل بیان کردیں تو موجب سکون قلب ہوگا۔

تحقیق: آپ مطمئن رہئے میں اطمینان سے ہوں، یہ اصلاحی مضمون ہے دنیا کو اسکی ضرورت ہے۔ ضرورتِ وقتی کے لحاظ سے بیان اور تحریر ہوا کرتی ہے۔

حال: انداز مضمون سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے کوئی فتنہ کی تحریر شایع کی ہے اشاروں سے طبیعت میں غلجان ہے اور بچینی، ساتھ ہی حق تعالےٰ سے کامل امید ہے کہ ؎

چراغے را کہ ایزد بر فروزد ہر آں کو تف زند ریشش بسوزد

(جس چراغ کو اللہ تعالیٰ نے روشن کیا ہو اسکو پھونک مار کر جو شخص بجھانے کی کوشش کرتا ہے تو وہ اپنی ڈاڑھی ہی کو جلا لیتا ہے)

صدق اللہ تعالیٰ ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا۔

الحمد للہ حضرت والا کے صدقہ سے دردِ نایافت نہ ہونے کا کچھ کچھ درد ہونے لگا ہے۔

تحقیق: مبارک ہو۔

حال: حضرت والا اس ناکارہ کے لئے حق تعالیٰ کی کامل رضامندی کے ساتھ دردِ نایافت حاصل ہونے اور تمام فرضوں سے جلد سبکدوشی حاصل ہونے اور دنیا سے کامل ایمان کے ساتھ ہر فتنوں سے محفوظ وقت پر

خاتمہ ہونے کی دعار کا خواستگار ہوں۔
تحقیق: دل سے دعار کرتا ہوں۔
سوال: میرے لئے بھی اور میرے اہل وعیال کے لئے بھی وجملہ متعلقین کے لئے بھی اور یہ کہ یہ باقی ماندہ عمر گذشتہ کے لئے مصلح بنجائے، حق تعالیٰ کی مرضیات میں صرف ہو۔ تحقیق: آمین۔

(مکتوب نمبر ۴۸۷)

حال: عرض ہے کہ خادم بخیریت ہے، حضرت کی خیریت کا طالب ہوں۔
تحقیق: بخیریت ہوں۔
حال: ضروری گذارش ہے کہ حضرت کے بتائے ہوئے وظیفہ کا ورد برابر کر رہا ہوں۔
حال: مگر سب سے بڑی پریشانی یہ ہے کہ مجھکو نیند کا غلبہ بہت ہی زیادہ ہے شب میں کوئی کام یعنی نفل وغیرہ کی نماز پڑھنے کا خیال کرتا ہوں مگر نیند سے فرصت نہیں ملتی ہے دو چار رکعت کے بعد بیکار ہو جاتا ہوں
تحقیق: اتنا ہی پڑھ لیا کرو جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو پڑھا کرو۔ جب غلبہ ہو جائے سو جایا کرو — گناہ سے بچنے کی کوشش کرو۔
حال: اس لئے گذارش کرتا ہوں کہ میرے خاطر دعار کریں کہ اللہ مجھکو نیند کی زحمت سے نجات دیوے۔
تحقیق: بھائی یہ تو رحمت ہے۔
حال: یا کوئی طریقہ بتا دیجئے۔ تحقیق: بتا دیا کہ غلبہ کے وقت سو جایا کرو۔
حال: کہ نیند سے فرصت ملے تاکہ شب میں بھی اللہ کی یاد کیا کروں۔
تحقیق: اللہ تعالیٰ توفیق دے۔

(وطن سے شاکر خانصاحب کے نام مدرسہ کے تحفظ کے متعلق ایک خط)

خانصاحب سلمہٗ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپکو میرے جوابات ملے ہونگے امید ہے کہ اس سے ضرور آپکو بصیرت ہوئی ہوگی ۔ میں نے جو دین کی بنیاد الہ آباد میں رکھدی ہے اس کا باقی رکھنا اور ترقی دینا اہل الہ آباد کا فرض ہے خاص کر وہ لوگ جو مجھ سے خصوصی تعلق رکھتے ہیں انکا اہم فریضہ ہے کہ میری تعلیمات جاری رکھیں اور میری اصلاحی چیزوں کی خصوصیت یہی ہیں ۔

اور لوگوں کو اتفاق واتحاد پر قائم رہنے کی برابر ہدایت کرتے رہیں

(وطن سے الہ آباد کی واپسی)

جیساکہ عرض کرچکا ہوں کہ اہل الہ آباد اپنے یہاں حضرت اقدس کے وطن تشریف لیجانے کے بعد بڑی کمی محسوس کرنے لگے تھے اور مجلس کا لطف اللہ تعالیٰ کی محبت کی باتیں اور قرآن وحدیث کے انوار کی بارش کا سلسلہ ایک ایک کر کے سب یاد آرہا تھا اسلئے سب کو اپنی اصلاح کی بھی فکر ہوئی اور حضرت سے گویا سب نے وعدہ کیا کہ اب ہم دین کا کام کرتے رہینگے اپنی اصلاح کی جانب متوجہ ہونگے ۔ الہ آباد میں جو دینی یادگار مدرسہ وصیۃ العلوم آپ نے ہمارے بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے قائم فرمادیا ہے اسکی دل وجان سے حفاظت کریں گے ۔ یہاں الہ آباد میں تو یہ سب ہو رہا تھا ادھر وطن میں پھر لوگوں نے اپنے وعدہ کے خلاف فتنہ وفساد ، خلاف ونزاع باہم لڑائی جھگڑا شروع کردیا اسکی وجہ سے حضرت کا وطن میں جو ابتک دل لگ رہا تھا وہ تکدر سے بدل گیا اور حضرت والا نے اب یہاں سے پھر واپسی

الہ آباد کا قصد فرمایا اور چند دنوں کے بعد الہ آباد واپس تشریف لے آئے
الہ آباد تشریف لانے کے بعد اہل فتحپور کے نام یہ تحریر ارسال فرمائی

(مضمون بنام اہل فتحپور)

آپ لوگوں کو یاد ہوگا کہ میں کس طرح سے یہاں سے گیا تھا اور محض ہ یوم کی نیت سے گیا تھا اور رہتے رہتے تین ماہ رہ گیا مگر وہاں سے کسطرح آیا اگرچہ بعد میں راضی ہوگیا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ نزاعات کیوں ہوئے کہ میں جانتا ہی ہوں کہ آجکل نزاعات عام طور پر انہی امور کے بارے میں ہوتے ہی رہتے ہیں زیادہ تکلیف اسلئے ہوئی کہ میں اوپر ٹہل رہا تھا اور یہ لوگ جھگڑ رہے تھے اور لوگ نیچے تماشہ دیکھ رہے تھے اگر ان لوگوں کو ذرہ برابر بھی میری تکلیف و آرام کا خیال ہوتا تو یہ لوگ کہتے کہ یہاں سے چلو ہم سب مل کر اسکو طے کرلیں گے مگر کسی کو اسکا خیال نہیں ہوا اس سے معلوم ہوا کہ ابھی ان لوگوں کو میرے رنج و راحت اور ترک وطن کا احساس نہیں ہے اگر خدانخواستہ بات بڑھ جاتی تو ہوسکتا تھا کہ ان میں سے کوئی مجھے یا میرے آدمی کو گواہی وغیرہ میں لکھا دیتا اسلئے میں چلا آیا کیونکہ دودھ کا جلا مٹھا پھونک کر پیتا ہے۔ چونکہ آپلوگوں کی کوئی وقعت تو ہے نہیں مجھے اپنا آلۂ کار بنانے کے لئے اور اگو پینے کے لئے فتحپور رکھنا چاہتے ہیں تو سمجھ لیجئے کہ میں ہرگز ہرگز اسکے لئے تیار "نہیں" ہوں۔ اگر آپ لوگوں کو مجھ سے تعلق رکھنا منظور ہے تو نفس پرستی و نفسانیت کو ترک کرنا ہوگا بغیر اسکے میں راضی نہیں ہوسکتا آپ لوگ چاہیں کہ خوشامد کرکے جیسا کہ اب تک ہوتا آیا مجھے خوش رکھیں تو یہ نہیں ہوسکتا۔ جب میں رہوں تو ذرا بھی میرا پاس نکریں اور جب وہاں سے چلدوں تو خوشامد کریں۔ میں اسکو کچھ نہیں سمجھتا یہ تو ملاح لوگ بھی کرلیتے ہیں۔ اخلاق درست کیجئے اور میری تعلیمات پر عمل کیجئے

وصی اللہ عفی عنہ

اور مئو جناب قاری ریاست علی صاحب کے نام یہ خط گیا :-

جناب قاری صاحب سلمہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اصلاح نفس عوام وخواص سب کے لئے فرض ہے اگر لوگوں کو میرے چلے آنے کا غم ہے اگر یہ غم لوگوں کو اپنے اصلاح نفس کے خیال سے ہے اور لوگ اسکے لئے تیار ہیں تو میں خدمت کے لئے حاضر ہوں اور آسکتا ہوں اور یوں ہی لوگ مجھکو تبرک بنا کر رکھنا چاہتے ہیں تو میں کسی طرح اسکے لئے راضی نہیں ہوں اور اس پر راضی رہنا جائز بھی نہیں سمجھتا۔ والسلام۔ اسکا جواب باصواب مرحمت فرمائیے۔

وصی اللہ عفی عنہ

الہ آباد بلانے والوں میں چونکہ وکیل انعام الحق صاحب کی ایک نمایاں شخصیت تھی اسلئے یہاں آنے کے بعد وکیل صاحب کو خطاب فرما کر گویا تمام ہی اہل الہ آباد کو انکے توسط سے یہ پیغام سنایا گیا :-

جناب وکیل صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

سنیئے! اب کام کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ چنانچہ آپ لوگوں کو بھی اسکا کچھ خیال ہوا ہے اسی کے ماتحت دینی مکاتب قائم کرنے اور اسکے لئے چندہ وغیرہ کا بھی انتظام کر رہے ہیں اسی طرح میرے دل میں بھی جذبہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر حقیقی دین وایمان اور اخلاص پیدا ہو اور انکا جمود اور غفلت ختم ہو اور اسکی جگہ پر صحیح جذبہ اور حس وحرکت پیدا ہو۔ یہ لوگ احکام شرعیہ کے پورے طور پر پابند ہو جائیں اور دین ودنیا کی عافیت انکو حاصل ہو اللہ تعالےٰ کے سچے بندے ہو جائیں۔

میں اس بد دینی اور ضلالت کے دور میں پیر بنکر بیٹھنا گورا نہیں کر سکتا اس بنا پر جو لوگ یہاں آمد ورفت رکھتے ہیں ان سے یہ چاہتا ہوں کہ یہ سب باتیں انکے اندر پیدا ہو جائیں اور اسکی تعلیم کرتا ہوں اور اسکا ان سے مطالبہ کرتا ہوں

عداوت وغیرہ پر جو گفتگو کرتا ہوں اسکو اس زمانہ میں دین کی اہم خدمت سمجھتا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اس نے آج مسلمانوں کو کھوکھلا کردیا ہے اسکے علاوہ ایک بہت بڑا ضرر یہ ہوتا ہے کہ ان آمدورفت رکھنے والوں کی بداخلاقی اور اختلاف کو لوگ ہماری طرف منسوب کرتے ہیں اور ہم سے سوءظنی کرتے ہیں حالانکہ لوگوں کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے اسلئے کہ میں اپنے فعل کا مکلف ہوں سب کے فعل کا مکلف نہیں ہوں جیسے کہ کوئی مسلمان برا عمل کرے تو نعوذ باللہ اسکے اسکے فعل کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف نہیں کیجا سکتی تو خود سمجھئے کہ جب یہ نسبت برائیوں سے نہیں روک رہی ہے تو میرے پاس آنے سے کیا ہوتا ہے۔

بات یہ ہے کہ لوگ صدق وخلوص سے نہیں آتے اسوجہ سے تعلیم وتربیت کا اثر بھی نہیں قبول کرتے تو مشائخ کیا کریں جو لوگ بدظنی اور اعتراض کرتے ہیں انکو اتنی سمجھ نہیں ہے اور نہ اتنی دیانت ہے کہ بے خلوص کے آنے جانے والوں کی برائی کریں اور انکو ملامت کریں بلکہ مشائخ سے بدظن ہو جاتے ہیں کسقدر خلاف عقل بات ہے یہ لوگ نہایت سقیم ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت فرما دیں۔

بہر حال میں یہ کہہ رہا تھا کہ کام کی سخت ضرورت ہے میرے نزدیک سب سے اہم کام مسلمانوں کے اندر اتحاد واتفاق پیدا کرنا ہے اور اصلی روح ایمان اخلاص کا پیدا کرنا ہے اسلئے میں کسی کو نہیں چھوڑتا جب لوگ میرے پاس آتے ہیں تو میں کیوں چھوڑوں صحیح بات بتلا دیتا ہوں۔

اس مضمون کو جو میں لکھ رہا ہوں اگر ایک دو آدمی کو بھی سمجھا لوں تو اپنی بہت بڑی کامیابی سمجھتا ہوں۔ والسلام۔

وصی اللہ عفی عنہٗ

انھیں دنوں حضرت والا نے طالبین کو ایک اصول سمجھانے

کی بھی کوشش فرمائی چنانچہ یہ مضمون تحریر فرمایا :-

(ایک زریں اصول)

عمل سے پہلے ایمان ہے۔ ایمان کا رتبہ عمل سے کہیں بڑھا ہوا ہے فاسق اور بدعمل بھی مومن ہوتا ہے اور ایمان اسکا عند اللہ معتبر ہوتا ہے جب تک کہ اسکے ایمان میں کوئی چیز خلاف عمل نہ مل جائے مثلاً عمل کا انکار کرے اور اسکی ضرورت تسلیم نہ کرے حالانکہ نصوص میں عمل کی ضرورت وارد ہے اور مثلاً ایمان میں شک ہو یا عقائد میں سے یا دین کی باتوں میں سے کسی بات کا انکار کرے۔ فاسق اور بدعمل بھی ایمان کی وجہ سے ناجی ہوں گے۔ جب نجات کا مدار ایمان پر ٹھیرا تو اسکی حفاظت بھی از بس ضروری ٹھیری اور عمل سے کہیں زیادہ ضروری ہوئی عمل سے غفلت اتنی خطرناک نہیں جتنی ایمان سے خطرناک ہے ایمان ایک قلبی چیز ہے یہ ہر وقت مومن کے ساتھ رہتا ہے اور کسی وقت جدا نہیں ہوتا، سونے میں پیشاب خانہ میں جانے کے وقت،، اپنے اہل و عیال کے پاس جانے کے وقت، کھانے پینے کے وقت موجود رہتا ہے اور اپنا کام کرتا رہتا ہے۔ اب بتلائیے کہ عمل ظاہری سے بڑھکر ہوا یا نہیں؟ اور یہ بھی بتلائیے کہ مومن کس وقت اپنے ایمان کی وجہ سے عمل باطنی سے خالی رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں رہ سکتا پس ایمان کیطرف توجہ عمل کیطرف توجہ سے کہیں اہم ٹھیری۔

یہ بھی غور فرمائیے کہ ایمان کامل اور صحیح کے بعد کیا عمل ظاہری کا اس سے انفکاک (جدائی) ممکن ہے؟ ہرگز نہیں ہاں ایمان جس طرح کمال کے ساتھ متصف ہوتا ہے نقصان کے ساتھ بھی اسکا اتصاف ہوتا ہے۔ اعمال سے ایمان کا کمال ہوتا ہے اور معاصی سے نقصان اور یہ اعمال جن سے ایمان کا کمال اور نقصان ہوتا ہے ظاہری اعمال بھی ہیں اور باطنی اعمال بھی اسکو

ان اعمال کا معلوم کرنا ضروری ہو جاتا ہے اسیطرح وہ امور جن سے ایمان عنداللہ معتبر ہی نہیں ہوتا اور سمجھتا ہے کہ ہم مومن ہیں انکا علم بھی ضروری ٹھیرا اسی طرح اسطرف تو یہ بھی ایمان کی خاطر ضروری ٹھیری۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت فرمائے آمین۔

اور وطن سے الہ آباد تشریف لانے کا سبب چونکہ اہل الہ آباد کی درخواست، آمادگی کار دین اختیار کرنا اور اصلاح کرنے کا وعدہ ہوا تھا اور اب سے قبل یہاں کے لوگوں میں باہم کچھ اختلافات اور تلخیاں بھی رہ چکی تھیں اسلئے ان سے ان لفظوں میں کام کی ابتداء فرمائی :-

(اہل الہ آباد کو ہدایت)

سنیئے! میں کام اب طریقے سے کرنا چاہتا ہوں اور سب سے اہم اسوقت اصلاح کو سمجھتا ہوں میں خود بھی چاہتا ہوں کہ میری ذات سے کسی کو کسی بھی قسم کا ضرر نہ پہونچے اور خود اپنے کو بھی لوگوں کے ضرر سے بچانا چاہتا ہوں ایسے ہی اپنے متعلقین سے بھی یہ چاہتا ہوں کہ وہ ایک دوسرے کے لئے موجب آزار نہ بنیں۔

اسی کے ماتحت میں نے مکان لیا ہے تاکہ یکسوئی سے دین و شریعت کے کام کا اتباع کروں اور جو لوگ خلوص سے آویں انکو اسکی تعلیم کروں چونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت سے لوگ میرے گھر میں داخل ہو جاتے ہیں اور اخلاص کی اصلاح نہیں کرنا چاہتے بالکل آزاد رہنا چاہتے ہیں اور مجھے اپنی باتوں میں ڈالکر تشویشات میں ڈالدیتے ہیں چنانچہ بہت بہت دیر تک اسکا قلب پر اثر رہتا ہے۔

میں آپ حضرات سے کہتا ہوں کہ ایسے لوگ صحیح طریقہ سے کام پر آنا نہیں چاہتے محض ریا، و نفاق سے قرآن و حدیث کی باتوں کو سنتے ہیں عمل

نہیں کرتے۔ ایسے لوگوں کی یہاں آنے کی ضرورت نہیں ہے اسلئے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اسی بداخلاقی کی وجہ سے ساری دنیا میں فساد ہے دین تو غارت ہوا ہی تھا دنیا بھی کرکری اور تلخ ہوگئی۔

تو سنیئے! دنیا فاسد ہو جائے ہو جائے میں اپنی اس جگہ کو کستی قیمت پران باتوں کی آماجگاہ بنا نا گوارا نہیں کر سکتا۔ آپ لوگ خوب سمجھ لیں۔ والسلام

وصی اللہ عفی عنہ

چونکہ حضرت والا وطن تشریف لے گئے تھے چند ایام کے لئے لیکن وہاں کے لوگوں کے دینی جذبات نے حضرت اقدس کو طویل قیام پر مجبور کر دیا چنانچہ تقریباً ۳ ماہ وطن میں رہ گئے اس درمیان میں علاوہ وطن کے لوگوں کے اطراف وجوانب کے لوگوں کو بھی فیضیاب ہونے کا موقع ملا چنانچہ مئو اور کوپاگنج اطراف کے بڑے قصبات ہیں وہاں سے بھی لوگ آتے جاتے رہے قدیم خدام کے علاوہ نئے نئے حضرات بھی متوجہ ہوئے معلوم ایسا ہوتا ہے کہ لوگوں نے حضرت والا سے اس موقع پر مئو تشریف بری کی درخواست بھی کی حضرت مصلح الامت کو مئو کے لوگوں کی جانب سے کسی خاص حالات کا انتظار رہا ہوگا اسلئے ابتک مئو میں قیام کی نیت سے تشریف لیجانا نہوتا یوں بر سبیل مرور ہی اکثر آنا جانا رہا۔ اب حضرت کو اندازہ ہوا ہوگا کہ اب یہاں کی حالت پہلے سے بہتر ہے اور متعلقین اور متوسلین کی تعداد بھی پہلے سے زیادہ ہوگئی ہے پھر عوام کے علاوہ علماء اور خواص کا ایک خاصا طبقہ حضرت والا کی جانب رجوع ہے، بہت سے وہ حضرات جو مسلکا حضرت والا سے اختلاف بھی رکھتے ہیں ان کے قلوب میں بھی حضرت کی عظمت اور محبت حضرت کے متوسلین کے توسط سے پیدا ہو چکی ہے اسلئے حضرت والا نے انھیں ایام میں اہل مئو سے یہ وعدہ فرمالیا کہ میں ہر ماہ دو تین دن کیلئے آپ کے یہاں بھی آپکی طلب پر آسکتا ہوں اور آپ لوگوں کی درخواست

یوں منظور کر سکتا ہوں کہ مئو میں میرے ٹھیرنے کا الگ انتظام کیا جائے او لوگوں کے ملنے ملانے کا کوئی نظم مقرر کردیا جائے مجلس عام کے لئے بھی کوئی مناسب جگہ جہاں سب لوگ جمع ہو سکیں تجویز کرلی جائے اور میرے سفر کے لئے موٹر کا انتظام مناسب ہے کوئی صاحب آجائیں اور مجھے لیجائیں اور پھر الٰہ آباد مجھے پہونچادیں۔

وہاں کے لوگوں نے جن میں حاجی سیٹھ عبدالرب صاحب کوپاگنج یوں بھی شریک رہے کہ انکی دکان اور مکان مئو میں تھے اور حضرت والا کے قدیمی خادم تھے حضرت والا کی جملہ شرائط کو پورا کرنے کا وعدہ کیا او حضرت والا نے مئو جانا شروع فرمادیا۔

ایک بات یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مئو کا حلقہ اور وہاں کی فضا اب سے کچھ اس سے قبل ایسی نہ تھی حضرت والا کا وطن فتحپور تال نرجا قریب ہی تھا لیکن مئو سے صرف چند حضرات ہی وہاں حاضر ہوتے تھے، حضرتؒ کا بھی ابتدائی دور تھا ایک مولوی صاحب جو حضرت اقدس مولانا تھانویؒ کے غالباً مجاز بھی تھے حضرتؒ ان کے یہاں کبھی کبھی جاتے تھے اور مئو میں کسی سے کوئی خاص تعلق نہ تھا ادھر حضرت حکیم الامۃ مولانا تھانوی بھی حیات تھے اور علماء کے مابین سیاسی اختلاف شباب پر تھا مئو سے کسی نے حضرت تھانویؒ کی خدمت میں کوئی گمنام خط بے ادبی کا لکھکر بھیجا اس لئے حضرت والا کو اسکی بھی بہت زیادہ تکلیف تھی چنانچہ وہاں کے لوگ کبھی مئو لے چلنے کو کہتے بھی تو حضرت فرماتے کہ بھائی جس جگہ سے میرے شیخ کی بے ادبی کی گئی ہو وہاں میں کیسے جاؤں۔ مطلب یہ تھا کہ نفسانیت زمانہ ہے جب حضرت مولانا کیخلاف زبان کھولی جاسکتی ہے تو میں بھلا کیا چیز اس لئے اپنے آپ کو کسی فتنہ میں ڈالنا پسند نہیں کرتا — یہ حال تو بہت پہلے کا تھا،

(باقی آئندہ)

چوتھے وہ شخص جو ہمیشہ شراب پینے والا ہو پانچویں وہ امام جو لوگوں کو نماز پڑھائے اور لوگ اسکو ناپسند کرتے ہوں (اسکی کسی برائی کیوجہ سے)۔

فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ قوم کی کراہیت دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو یہ کہ انکی کراہیت امام کے اندر کسی خرابی کیوجہ سے ہو یا مثلاً وہ غلط قرآن پڑھتا ہو اور اس سے بہتر پڑھنے والے جماعت میں موجود ہوں یا جماعت میں اس سے بڑھکر علم رکھنے والے موجود ہوں، پس اسکی موجودگی میں واقعی اس غیر عالم کا نماز پڑھانا مکروہ ہے اور اگر قوم کی کراہیت اس لئے ہے کہ وہ امام لوگوں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے (یعنی لوگوں کو انکی خامیوں پر روک ٹوک کرتا ہے) پس اسکی وجہ سے لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں یا محض حسداً اسکا امام بننا پسند نہ کرتے ہوں اور جماعت میں اس سے بہتر شخص موجود بھی نہیں تو لوگوں کا یہ برا سمجھنا خود برا ہے اور اس امام کی امامت درست ہے خواہ لوگ ناپسند ہی کیوں نہ کریں۔

حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو مؤذن خدا کے لئے اور کار ثواب سمجھکر اذان دیتا ہو وہ قیامت میں اپنی اپنی قبروں سے اذان ہی دیتے ہوئے نکلیں گے پس مؤذن کے لئے ہر چیز گواہی دیگی خواہ وہ شجر ہو یا حجر ہو یا کچے گھر ہوں۔ پھر بشر ہو یا کوئی رطب دیابس شے ہو۔ اور اسکی آواز کی رسائی تک لوگوں کی بخشش ہو جائے گی اور اسکو ان سب لوگوں کے اجر کے بقدر ملیگا جنھوں نے اسکی اذان پر نمازیں پڑھی ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ اذان اور اقامت کے مابین کی ہوئی دعاء کو قبول فرماتے ہیں۔ اب خواہ اسکو دنیا میں فوراً عطا فرمادیں اسکو آخرت کا ذخیرہ بنادیں اور یا اس سے کسی ضرر کو دور فرمادیں۔ (کہ یہ بھی قبولیت دعاء کی ایک صورت ہے)

نیز فرمایا کہ سب سے پہلے شخص جنکو جنت کا لباس پہنایا جائے گا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہوں گے اسکے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھر آپ کے بعد تمام

رسل وانبیا علیہم السلام کو ان کے بعد ان موذنین کو جو نیک نیتی اور اخلاص کیساتھ اذان دیتے تھے۔ اور ایسے فرشتے یاقوتِ احمر کی اونٹنیوں کے ساتھ ملاقات کریں گے اور ہر ہر شخص کے پیچھے اسکی قبر سے لیکر ستر ہزار فرشتے اسکے ساتھ ساتھ چل کر آویں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ تین شخصوں کو اللہ تعالیٰ عذاب قبر سے محفوظ فرمائے گا مؤذن، شہید اور ایک وہ شخص جو جمعہ کے دن یا شب جمعہ میں انتقال کر جائے۔

عبدالاعلیٰ تیمی سے مروی ہے کہ تین اشخاص مشک کے ٹیلہ پر ہونگے جب تک کہ لوگ حساب سے نہ فارغ ہو جائیں ایک قوم کا امام جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا رکا طالب ہو کر انکی امامت کرتا ہو۔ دوسرا وہ قاری قرآن جو محض خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے قرآن پڑھتا ہو اور کچھ مقصد اسکا نہو تیسرا وہ مؤذن جو صرف اللہ کے لئے یعنی اسکی رضا ر حاصل کرنے کے لئے اذان دیتا ہو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص اذان کا جواب دیتے ہوئے وہی کلمات زبان سے کہے جو مؤذن کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو بھی مؤذن کے بقدر ثواب عطا فرمائیں گے چنانچہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہتا تھا تو آپؐ بھی اسکے ساتھ یہی کلمات دہراتے تھے اسی طرح سے شہادتین یعنی اشہدان لا الہ الا اللہ اور اشہدان محمداً رسول اللہ میں بھی اور جب موذن حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کہتا تھا تو آپؐ فرماتے لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حضرت فقیہ ابواللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ انسان جب اذان سنے تو خاموش ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کی تعظیم کرے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ خود بھی زبان سے وہی الفاظ کہے جو موذن سے سنے چنانچہ جب مؤذن

حی علی الصلوٰۃ پر پہونچے تو کہے لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم اور جب حی علی الفلاح کہے تو کہے ماشاء اللہ کان (یعنی بھائی خدا ہی جو چاہتا ہے وہی کام ہوگا) اور فرمایا کہ لائق ہے ہر شخص کو کہ اذان کی تفسیر اور اسکا مفہوم سمجھے اسلئے کہ ہر کلمہ کے لئے ایک ظاہری معنی ہیں اور ایک اسکے باطنی معنی ہیں۔ چنانچہ جب مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو اسکے ظاہری معنی تو یہ ہیں کہ خدا بڑا ہے خدا عظیم و برتر ہے اور باطنی مطلب ہے کہ خدا بڑا ہے تو اسکا حکم بھی واجب العمل ہے لہٰذا اسکے حکم یعنی نماز کیجانب متوجہ ہو اور اب دنیوی مشاغل سب ترک کردو۔ اور جب مؤذن کہتا ہے اشہدان لاالٰہ الا اللہ تو تفسیر تو اسکی یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے لاشریک ہے اور باطنی معنیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے تمکو نماز کے ایک عمل کا حکم فرمایا ہے لہٰذا اسکا حکم مانو اسلئے کہ اسکے سوا کوئی تمکو نفع نہیں پہونچا سکتا اور نہ اسکے عذاب سے کوئی بچا سکتا ہے اگر تم اسکا حکم نہ مانوگے۔ اور جب موذن کہے اشہدان محمدًا رسول اللہ تو ظاہری معنی تو یہی ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اسکو مانو اور اسکی تصدیق کرو لیکن مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمکو جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم فرمایا ہے لہٰذا آپکا حکم مانو اور آپؐ کی اتباع کرو۔ اور جب مؤذن کہتا ہے حی علی الصلوٰۃ تو معنی تو اسکے یہ ہیں کہ نماز کی جانب سبقت کرو لیکن مطلب یہ ہے کہ نماز کا وقت ہوگیا ہے اسکو قائم کرو اسکو اپنے وقت سے مؤخر نہ کرو اور آؤ اسکو جماعت کے ساتھ ادا کرو۔ اور جب مؤذن کہتا ہے حی علی الفلاح تو معنی تو اسکے یہ ہیں کہ نجات اور سعادت کیطرف سبقت کرو اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو تمھاری نجات اور سعادت کا سبب بنایا ہے لہٰذا اسکو ادا کرو تاکہ اللہ کے عذاب سے بچ جاؤ اور جب وہ پھر کہتا ہے اللہ اکبر اللہ اکبر تو تفسیر تو اسکی یہی ہے کہ اللہ اعظم اور اجل ہے اور معنی اسکے یہ ہیں کہ اسکا حکم واجب ہے لہٰذا اسکو

بلا تاخیر ادا کرو۔ اور جب وہ کہتا ہے لا الہ الا اللہ تو معنی اسکے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ واحد ہیں لا شریک لہٗ ہیں اور مطلب اسکا یہ ہے کہ اپنی نماز خالص اللہ تعالیٰ کے لئے ادا کرو کسی اور شے کی شرکت اور شائبہ اس میں نہ ہو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(تینتیسواں باب)
(صفائی اور پاکی کا بیان)

حضرت ابو اللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ ابراہیم رضؓ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنے اوپر مسواک کو لازم پکڑو اس لئے کہ اسمیں دس خوبیاں ہیں۔ منہ کی صفائی کا ذریعہ ہے اللہ تعالیٰ کی رضا، اور خوشنودی کا سبب ہے۔ فرشتوں کے لئے فرحت کا سامان ہے۔ اسکی وجہ سے آنکھ کی روشنی بڑھتی ہے۔ دانتوں کی صفائی رہتی ہے مسوڑھے مضبوط رہتے ہیں۔ منہ کی بو یعنی گندہ دہنی دور ہوتی ہے۔ کھانا ہضم ہونے میں اسکو دخل عظیم ہے۔ بلغم کا خاتمہ ہوجاتا ہے۔ مسواک کیا تھ پڑھی ہوئی نماز کا ثواب زیادہ ہوجاتا ہے اور منہ سے خوشبو بھی آتی ہے جو کہ قرآن پڑھنے کی جگہ اور آواز نکلنے کا راستہ ہے وہ صاف ستھرا رہتا ہے

حضرت عطیہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو ایمان کا جزو ہے اور مسواک وضو کا جزو ہے (گویا اس طرح سے مسواک بھی ایمان کا جزو ہی ہوا چنانچہ) میں اگر اپنی امت پر اسکو شاق نہ سمجھتا تو ہر نماز کے لئے انکو مسواک کرنے کا حکم دیدیتا (یعنی پھر تو یہ واجب ہوجاتی اور اب اگر امت اس میں سستی کرتی تو گنہگار ہوتی)۔ (اور یہ بن لوکہ) دو رکعت یا جو نماز بھی بند۵ مسواک کرکے ادا کرے وہ بدون مسواک کی ستر رکعتوں سے

بڑھکر ہے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاکہ پانچ چیزیں فطرت سلیمہ کا تقاضا ہیں (یعنی ہر سلیم الفطرت اسکو پسند کرتا ہے۔ لب کے بال کتر انا۔ ناخن بنوانا۔ موئے زیر ناف کو صاف کرنا بغل کے بال کو اکھیڑ کر صاف کرنا یا بنوانا۔ مسواک کرنا۔

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ کھانا کھا کر دانتوں کو مسواک سے صاف کرنا دو غلام ملنے سے بہتر ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ حضرت جبریل برابر مجھکو مسواک کی تلقین کرتے رہے (اور میں مسواک کرتا رہا) یہاں تک کہ مجھکو اندیشہ ہوگیا کہ میں کہیں اپنے مسوڑھوں کو چھیل کر ختم نہ کردوں۔ اسی طرح سے آپ مجھے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کرتے رہتے یہاں کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید اب انھیں طلاق دینے ہی کو منع کردیں گے۔ اسی طرح سے وہ مجھکو تہجد پڑھنے کی اس طرح وصیت فرمانے لگے کہ میں نے تو یہ سمجھا کہ اب میری امت کے بہترا ور با صلاحیت لوگ شاید رات کا سونا ہی ترک کر دینگے۔

حضرت اعمش حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ کچھ دنوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں نہیں آئے اور ایک عرصہ کے بعد جب تشریف لائے تو آپ نے ان سے دریافت فرمایاکہ اے جبرئیل تاخیر کی کیا وجہ پیش آئی؟ حضرت جبرئیل نے جواب دیاکہ میں آپ لوگوں کے پاس کیسے آؤں جبکہ آپ لوگ اپنے ناخن نہیں کاٹتے۔ لب کے بال نہیں کتراتے۔ اپنے جوڑوں اور پوروں سے میل کچیل صاف نہیں کرتے اور مسواک بھی نہیں کرتے اور آخر میں فرمایاکہ ہم تو صرف خدا تعالےٰ کے حکم ہی سے آیا کرتے ہیں (جب وہی نہو تو کیسے آسکتے ہیں۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ

ہر مسلمان پر حق ہے کہ وہ جمعہ کے دن غسل کرے مسواک کیا کرے اور خوشبو لگایا کرے۔ حضرت حمید بن عبد الرحمٰن فرماتے ہیں کہ جو شخص جمعہ کے دن اپنے ناخن کٹواۓ تو اللہ تعالیٰ اس سے بہت سی بیماریاں زائل فرما دیتے ہیں اور اسکے لیۓ شفا کا سامان ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب آپ معراج کی شب آسمان پر تشریف لیجا کر جنت میں داخل ہوۓ تو حور عین نے آپکا استقبال کیا اور آپؐ سے عرض کیا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنی امت سے یہ جاکر فرما دیجئے گا کہ تم لوگ خوب مسواک کیا کرو جسقدر مسواک کروگے اسی قدر میرا حسن بڑھے گا۔

حضرت ابن شہابؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے آپؐ نے فرمایا کہ جو شخص جمعہ کے دن ناخن کٹوایا کرے گا وہ مرض جذام سے محفوظ رہے گا۔

بعض روایات میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موۓ زیر ناف کی صفائی کے لئے حد چالیس دن مقرر فرمائی ہے (یعنی اس سے زیادہ دن تک بدون صفائی کے نہ رہے) اور ناخن کتروانے کی مدت جمعہ جمعہ مقرر فرمائی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے منہ کو پاکیزہ اور خوشبودار بناؤ اسلئے کہ یہ قرآن شریف کا راستہ ہے (اسی سے قرآن پڑھا جاتا ہے)

فقیہ ابو اللیث سمرقندی فرماتے ہیں کہ مسواک تین سبب سے کیجاتی ہے ایک تو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے لئے اور سنت کے خیال سے۔ دوسرے خود اپنے نفع اور فائدے کے لئے (کہ منہ صاف رہتا ہے اور بھلا معلوم ہوتا ہے) تیسرے یہ کہ دوسروں کو خوش

کرنے کے لئے (یعنی یہ کہ لوگ تعریف کریں کہ واہ کیسے صاف اور عمدہ صاف دانت اسکے ہیں) تو اگر مسواک کرنے والے کی نیت اللہ تعالیٰ کی رضا اور اتباع سنت کی ہے تو اسکو مسواک کرنے پر اجر ملیگا اور مسواک کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز کا ثواب دوسری نماز سے سترگنا زیادہ ملیگا جیساکہ حدیث میں آیا ہے اور اگر اپنے نفس کی خوشی مقصود ہے تو اجر بھی نہیں ملیگا اور اس سے قیامت میں پرسش ہوجائیگی کہ اپنے نفس کی خوشی کا تو خیال کیا لیکن میری رضامندی کا خیال نہ آیا اور اگر ریاکاری اور دکھاوا مقصود ہوگا تو مواخذہ بھی ہوگا اور گناہ بھی۔

حضرت کاوسؒ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے یہ جو فرمایا واذ ابتلیٰ ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن یعنی جب اللہ تعالےٰ نے حضرت ابراہیم کا امتحان لیا چند امور کے ساتھ اور انھوں نے ان سبکو ٹھیک ٹھیک ادا فرما دیا تو اللہ تعالےٰ نے فرمایا تمکو لوگوں کا امام بناؤں گا تو وہ امتحان پانچ چیزوں سے طہارت کا تھا جو سر میں تھیں اور پانچ بدن میں تھیں یعنی ناخن کتانا۔ ختنہ کرانا۔ بغل کے بال صاف کرنا۔ موئے زیر ناف دورکرنا اور پانی سے استنجا کرنا۔ اور سر کی پانچ چیزیں یہ تھیں۔ کلی کرنا۔ ناک میں پانی ڈالنا۔ لب کے بال لینا۔ سر کے بال میں مانگ نکالنا اور مسواک کرنا

(چونتیسواں باب)
(یوم جمعہ کی فضیلت کا بیان)

فقیہ ابواللیث سمرقندی اپنی سند کے ساتھ حضرت اوس بن اوس سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا کہ تمھارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش ہوئی ہے اسی دن آپکا انتقال ہوا۔ اسیدن نفخ صور ہوگا اسی دن آسمان سے ایک چیخ نازل ہوگی لہٰذا اس دن مجھ پر درود زیادہ بھیجا کرو اسلئے کہ تمھارا درود (وسلام) مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ہمارا درود کا پڑھنا آپ پر بھلا کیونکر پیش کیا جائیگا کیونکہ آپ کا گوشت و پوست تو بالکل بوسیدہ ہو چکا ہوگا؟ آپ نے فرمایا کیا کہتے ہو بوسیدہ ہو چکا ہوگا ایسا نہیں ہے بلکہ اللہ تعالےٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے جسم کو حرام کر دیا ہے۔ وہ ان کے جسم کو کھا نہیں سکتی۔

ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ آپؐ ہمارے صلوٰۃ وسلام کا جواب کیسے دیں گے حالانکہ آپکی ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہونگی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم کے جسم کھانے کو حرام فرما دیا ہے۔ تم میں سے کوئی شخص مجھ پر صلوٰۃ وسلام نہیں بھیجتا مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ میری روح کو میرے جسم میں لوٹا دیتے ہیں اور میں اسکا جواب دیتا ہوں۔

فقیہ ابو اللیث اپنی سند کے ساتھ حضرت اوس بن اوس سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے ذکر پر فرمایا کہ جو شخص اسدن خود غسل کرے اور غسل کرائے اور صبح سویرے غسل کرے اور نماز جمعہ کے لئے پہلے سے جائے اور امام کے قریب یعنی پہلی صف میں بیٹھے اور خاموش رہے (دنیا کی بات چیت نہ کرے) اور لغویات منہ سے نہ نکالے تو اسکو ہر ہر قدم پر ایک سال روزے کا اور ایک سال قیام لیل کے بقدر ثواب ملیگا۔

روایت کے ایک راوی محمد بن فضل فرماتے ہیں کہ میں نے یزید بن ہارون سے "غَسَّلَ" اور "اغْتَسَلَ" اسی طرح سے "بکر" اور "وابتکر" کا مطلب دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا کہ غَسَّلَ کے معنی یہ ہیں کہ اعضاء وضو کو دھویا یعنی وضو کیا اور اغْتَسَلَ کے معنی ہیں اپنے تمام بدن کو دھویا یعنی غسل کیا اسیطرح بکر کا مطلب ہے کہ صبح سویرے ہی غسل کیا اور وابتکر کا مطلب ہو کہ نماز جمعہ کیلئے پہلے ہی سے مسجد پہونچ گیا

ہر چند نہ میں قابل پیری کے ہوں اور نہ بسبب اپنی قابلیت کے اپنے آپ کو کسی کا مقتدا اور دوسروں کو اپنا تابع جانتا ہوں اگرچہ دوسروں کے دل میں اس امر کا خیال واقعی یا بناوٹ سے ہو مگر ہر حال مسلمان کا حق مسلمان کے ذمہ ہے اور برے کام سے روکدینا سب پر واجب ہے لہٰذا مجھکو اس تحریر کی ضرورت ہوئی۔

عزیزا! بندہ نے ایک دو کے کہنے پر اعتماد نہیں کیا مگر جب بکثرت گوش زد ہوا تو "تا نباشد چیزکے مردم نگویند چیزہا" یقین ہوا کہ کچھ تو ہے جو اس قدر کہتے ہیں پس سنو! کہ آدمی آخرت کے واسطے پیدا ہوا ہے نہ دنیا کے آدمی کو دنیا میں حق تعالےٰ نے امتحان کمانے اور امتحان لینے کے واسطے بھیجا ہے قرآن میں خود حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ سو جس نے دنیا میں آکر اچھے کام کئے خدا تعالیٰ کے فرمانے کے موافق عمل کیا تو وہ امتحان میں پورا ہوا دنیا میں بھی نیک نام اور بعد مرنے کے بھی اجرت اور انعام پاکر شادکام ہوگا اور ہمیشہ ابدالآباد راحت سے رہیگا اور جس نے غفلت میں عمر گذاری اور خلاف امر حق تعالےٰ کے کیا خصوصاً تعدی اور ظلم عباد اللہ پر تو وہ دنیا میں بھی بدنام اور بعد مرنے کے بھی امتحان میں ناکام اور مبتلائے بدانجام ہوگا۔ سو کسی عاقل کا کام نہیں کہ پچاس ساٹھ سال دنیا کے جو آخرت کی نسبت ایک لمحہ کے قدر بھی نہیں نفس و شیطان کی ترغیب سے راحت و عشرت میں گذار کر اسکے عوض کروڑوں سال آگ کا عذاب گوارا کرے۔ اسکی ایسی مثال سمجھو کہ کوئی شخص اپنے گھر سے ایک جوہر بے بہا کہ جس کی قیمت کے سامنے ہزار سنکہ اشرفی نہ ہوسکیں بکر تجارت کے واسطے نکلا کہ اسکو مضاعف کر لیوے مگر جب وہ بازار میں گیا تو بدمعاشوں اور دغابازوں کے فریب میں آکر غافل ہوکر اوس جوہر کو بھی برباد کیا آگے تو کیا تجارت کرتا۔ اور دو چار گھڑی بدمعاشوں کے ساتھ رل مل کر نفس کو مزہ ہوا اور عیش سے گذری اور بعد دو چار گھڑی کے اون بدمعاشوں سے جدا ہوگیا اور تہی دست گھر لوٹ آیا تو گھر والوں نے اس جوہر بے بہا کا مطالبہ کیا اور نفع مانگا مگر چونکہ وہ خود جوہر کو بھی برباد کرچکا تھا نفع تو کیا حاصل ہوتا، تو سوائے

اسکے کہ گھر والے اسکو مار مار کر ذلیل کریں اور ہر قسم کا عذاب اسکو ڈالیں اور یہ کوئی اسکی تدبیر سوائے پریشانی اور ندامت کے نہ کر سکے اور کیا حاصل ہوگا پس ایسا ہی حال بندہ کا ہے کہ وہ آخرۃ سے جو پہلا گھر اور پچھلا مقام ہے اور وہیں لوٹ کر جاکر ہمیشہ کو رہنا ہے ایک جوہر ایمان اور نعمت بندگی لیکر دنیا میں آیا ہے اگر اوس نے یہاں آکر موافق مرضی مولیٰ کے کام کیا یہ جوہر بے بہا بڑھتا چلا جاتا ہے اور آخرت میں شاہان شاہ بنا دیتا ہے اور اگر خلاف امر کیا تو اس جوہر کو برباد کیا اور باغی مخالف، نافرمان، غافل ہوکر عذاب آخرت میں مبتلا ہوگیا اگرچہ اس زندگی ناپائدار میں جو ایک لحہ بھی بہ نسبت آخرت نہیں خوشئیں حاصل کرلے۔ پس اے عزیز! ایسا غافل ہونا اور ایسا کام کرنا کہ موجب خسران ابد ہو ادنیٰ عقل والا بھی نہیں کرسکتا بلکہ اس بات کو تو موٹی عقل والا احمق بھی گورا نہیں کرتا۔ ع۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

تو اب تم سنو! کہ بزعم حکومت فانیہ رعایا پر ستم کرنا اور رشوت لینا کسقدر اپنے اوپر ظلم کرنا ہے کہ پیسہ دو پیسہ ناحق لیکر اپنی بضاعت بے بہا کو ضائع کرے بعض روایت میں آیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کا چھ رتی حق بھی مار لیا خواہ غصب سے خواہ رشوت سے خواہ خیانت سے خواہ فریب سے اسکے عوض سات سو نمازیں دلائی جاویں گی اور ایک نماز ہفت اقلیم کی سلطنت اور دولت سے زیادہ ہے علیٰ ہٰذالقیاس تو ان مظلوموں کے گناہ اس پر ڈالدیئے جاویں گے سو کتنے خسارہ کی بات ہے کہ ایسی گراں مایہ عبادت ایک ذرۂ نجاست حاصل کرکے زائل کردے

بعد اس تحریر دیکھنے کے یقین کرتا ہوں کہ ہر شخص خصوصاً تم جیسا فہمیدہ آدمی ایسی بیجا حرکت سے متنبہ ہوکر متنفر ہو جاوے اور تمام اہل حقوق سے اپنے قصور و حقوق معاف کرانے کی فکر میں ہوگا اور آئندہ کو ایسی حرکت کے قریب بھی نہ جاویگا مگر ہاں اگر کوئی حساب آخرت کا منکر ہو اور وعدہ وعید قرآن و حدیث کو جھوٹ

جانتا ہو تو وہ جو چاہے کرے مگر اسوقت تک بندہ تم سے ایسی امید نہیں رکھتا ہے اور جو کچھ مجھ پر واجب تھا وہ تم کو سنا کر حق تعالیٰ کے یہاں سے اپنی برأت حاصل کر چکا اب آپ کی بابت مجھ سے بازپرس نہ ہوگی ؏ ہر کہ دانا بکار خود ہشیار اگر یہ نصیحت آپکو پسند آوے تو اسکے قبول سے مجھکو مطلع کر دیویں اور اگر ناخوش ہو تو مختار ہو۔ مجھکو تعجب یوں معلوم ہوتا ہے کہ جب تم اس طرف میں تھے تو ہر طرف تمھارے حسن معاملات سنکر خوشی ہوتی تھی اب اس طرف جاکر تمھارا ایسا حال بدلگیا اسکی کیا وجہ ہوئی شاید صحبت بد دینوں کی باعث اسکی ہوگئی ہو میں لکھنے پڑھنے سے معذور ہوگیا ہوں اگر کوئی لکھنے والا مل جاتا ہے تو اسکو بتا دیتا ہوں وہ لکھدیتا ہے اسی سبب سے یہ مضمون کم لکھا گیا اگر خود لکھتا ہوتا تو بہت لکھتا کہ تمھاری یہ حالت سنکر مجھکو بڑا صدمہ ہوا۔ اپنے گھر میں اور اپنے فرزندان کو میری طرف سے دعاء سلام کہدینا۔ فقط۔ والسلام۔ ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ دوشنبہ

مختلف طبقات اور جدا جدا تعلقات والے اصحاب کے نام کرامت ناموں امام ربانی قدس سرہٗ کا نمونہ چونکہ اس رسالہ میں جمع کرنا مقصود ہے اسلیئے اب چار خطوط بنام حافظ وحید الدین رامپوری درج کرتا ہوں جن میں نہایت بے تکلفانہ دوستانہ انداز قائم ہے ایسی نشاط آمیز کھلی ہوئی بے تکلف تحریر شاید دوسرے کے نام نظر سے نہ گذرے گی ان کے بعد تین خطوط حافظ صاحب کے صاحبزادہ مولانا سعید الدین کے نام لکھکر عکسی والا نامہ پر رسالہ ختم کرتا ہوں۔

(بنام جناب حافظ وحید الدین صاحب رامپوری)

(۱۴۳) برادرم حافظ وحید الدین صاحب سلمہٗ السلام علیکم بخیریت ہوں آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا بندہ بکلی ماہ ذی الحجہ سے ایک مدت تک بیمار رہا اور ہر روز خیال

آپکا آتا رہا کہ کیا وجہ ہوئی کہ خط یک لخت بند ہو گئے خیال گذرا کہ شاید مثل سابق فکر آگئی تھی وہ اب بند ہو گئی ہو گی یا بوجہ اسکے کہ کوئی جواب باصواب نہ پایا تحریر ترک کر دی یا کوئی اور وجہ ہوئی ہو اور خود سخت کم فرصت ہو گیا کیسکو خط لکھنا دشوار یا سخت ضرورت ہو یا تقاضا ہو ورنہ کچھ نہیں معہذا اپنی کم لیاقتی سے دل سرد ہو گیا کہ ساری حرماں میں گذری اب پیری میں محنت بھی نہیں ہو سکتی۔ پہلے حالات بھی فرد ہو گئے۔

اب سنو کہ قصہ بہت طویل اور تحریر اسکی کفیل نہیں ہو سکتی نہ معلوم کیا لکھوں کیا سمجھو مگر یہ ضرور ہے کہ مقصود تمام سلوک سے یہ ہی ہے کہ معاصی سے نفرت ہو جائے اور اطاعت کی رغبت ہو جاوے اور حالات تڑپ بیقراری مقصود نہیں بندہ بندگی کو بنا ہے نہ بیقراری خونخوار کو، جب یہ امر حاصل ہوا تو اصل مطلب حاصل آیا وہ سب مقدمہ تھا نہ مقصد راہ تھا نہ درگاہ شکر کی بات ہے۔ باقی رہا یہ کہ تم بالائے عرش خیال سے پہونچے اور حق تعالے کی ذات پاک بندہ کے ساتھ ہے تو وہ حالات آپ کے حضرت نے اچھے جانے اور یہ سمجھکر اب قابل تلقین مقصد ہو گئے یہ مراقبہ تلقین فرمایا کہ ذات پاک کو ساتھ جانو اور اسکا مراقبہ کرو۔ اور اتنا کی کچھ حاجت نہیں، بس یہ ایک مراقبہ کرو جو فہم میں نہ آوے تو بغور بلا خیال کیفیت کے ذہن میں قائم کرو۔ یہ ہی معنی ہیں کہ ذات مبرا میرے ساتھ ہے۔ فقط۔ حضرت کا نامہ اپنے پاس رکھو کہیں ضائع نہ ہو جائے جو آؤگے تو دیکھوں گا۔ فقط

نماز سب کے پیچھے ہو جاتی ہے ہاں امام متقی ہو تو بہتر ہے۔ قرآن شریف مترجم کو بے وضو ہاتھ لگانا منع ہے۔ تیمم غسل و وضو کا اگر کرنا ہو تو ایک تیمم میں دونوں کی نیت کرے تو درست ہے اور جدا جدا کرے تو بھی درست ہے جسکا چاہے پہلے کرے جس کا چاہے پیچھے۔ تحیۃ الوضو سنت ہے۔ جو نماز بیماری میں بیٹھکر پڑھی درست ہوئی اعادہ کی حاجت نہیں ہاں اگر نشستہ پڑھنے کے قابل نہ ہوا تھا اور فقط کاہلی سے نشستہ ادا کر دی تو جب وہ نماز نہ ہوئی تھی اب قضا فرض ہے

جس سنت نفل نماز کی نیت کرکے توڑ دی خواہ تکبیر کیوجہ سے خواہ اور امرکیوجہ سے اسکا اعادہ واجب ہے ۔ رکعات تہجد تیرہ وگیارہ، نو وسات جو وارد ہیں مع وتر کے ہیں۔

اگر ہو سکے تو قصد وطن کرنا شاید ملاقات ہو جائے ورنہ بھائی برابر موت لگی ہوئی ہے برابر جوان جوان آدمی مرتے جاتے ہیں اپنی کیا توقع کہ پچاس سے بہت زیادہ بڑھا قریب ساٹھ کے پہونچا روز بروز ضعف اعضاء تزاید پر ہے اور قوت فکریہ علمیہ عملیہ کمی پر افسوس ہے افسوس ہے اور بس کیا لکھوں دوستوں کا حال سنکر زیادہ حسرت ہوتی ہے اور یوں کم مگر بجز حسرت اور کچھ نہیں ہو سکتا ۔ فقط ۔ سب کو میرا سلام کہدینا ۔ آج جمعہ کا روز ہے سارا دن خطوط کے جواب میں گذرے گا اور ہفتہ بھر طالب علموں سے فرصت نہیں جاتا ہوں شاید کہ علم دین کا مذاکرہ ہی موجب نجات ہو جاوے ورنہ سخت اندیشہ ہے اور تو کچھ نہ ہوا حافظ محمد یوسف صاحب حاجی عبدالرحمن صاحب اور سب واقفوں کو سلام پہونچے ۔ مجھکو تمھارا پتہ یاد نہ رہا لہذا یہ نشان لکھا ۔

(۱۴۴) برادرم حافظ وحید الدین صاحب دفیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالے وبرکاتہ، یہ بندہ پنجم جمادی الاولی سے گنگوہ چھوڑے ہوئے ہے دیوبند رہا اور سہارنپور اب چند روز سے رامپور آیا ہوا ہے ۔ تمھارا خط گنگوہ پہونچا اور گنگوہ سے رامپور آیا رامپور سے جواب لکھتا ہوں ۔ از خود غیر کا خیال کرنا تو اچھا نہیں خوبخود جو غیر کا خیال آئے وہ کلی عدہ نہیں گو ایسے خیال میں مواخذہ نہیں اور جب مراقبہ کا کیف آجاتا ہے ذکر خفی ہو یا جلی اس پر طبع نہیں جمتی البتہ جب مراقبہ خوب قائم ہو جاتا ہے اوسوقت سب ذکر لسانی ہو یا قلبی جلی خفی مثل مراقبہ یک درجہ مساوی میں آجاتے ہیں اور وہ کیفیت کہ اپنے آپ کو روبرو مالک معبود کے جاننے اور شرم وحیا رطاری ہوجاوے اسکا نام حضور اور یاد داشت ہے اسی کو زبان شرع میں احسان کہتے ہیں اور یہ ہی نسبت معتبرہ ہے کہ مسلسل چلی آتی ہے

جب اسکا ملکہ خوب ہوجاوے تو یہی امر ہے کہ قابل اجازت تلقین کے بناتی ہے اور اسکا ہی نام ذکر قلبی ہے اور اس سے پہلے سب مقدمات اسکے ہیں مبارک ہو پھر مبارک ہو حق تعالیٰ اس میں ترقی فرماوے اور تمکن عطا فرماوے بہت شکر کی جگہ ہے بہت بہت شکر کرنا واجب ہے خطرات بھی رفع ہوجاویں گے اور اگر خطرات رفع نہ ہوں اور یہ نسبت قائم ہوگئی تو پھر خطرات کا کچھ اندیشہ بھی نہیں اس نسبت کو بعد قیام اسکے خطرات مانع نہ ہوویںگے۔ خطرات کسی فرد بشر کے رفع نہیں ہوتے البتہ تفرقہ برا ہے کہ ایسا ہجوم خطرات کا ہو کہ اصل نسبت سے متفرق کردیوے اور مشغول بخطرات ہوجاوے اب اس نسبت میں زیادہ مشغول رہنا اور مراقبہ معیت کا کرنا ہی علاج خطرات کا ہے اور بس، خط کو اس پر تمام کرتا ہوں اور مسائل کا جواب دوسرے پرچہ پر لکھتا ہوں۔

جس مرد نے مشرک عورت اور اسکی دختر سے زنا کیا اور پھر وہ عورت اور اسکی دختر مسلمان ہوگئیں تو اب اس مرد زانی پر دونوں حرام ہیں کسی سے اسکا نکاح درست نہیں۔ اذان خطبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قائم کی اور اس پر تمام صحابہؓ کا اتفاق ہوا کسی نے انکار نہ کیا تو سنت ہوئی اوس کا تارک گنہگار ہوویگا۔ ہر وقت کرتا کی گھنڈی کھلی رکھنا سنت خیر البشر علیہ السلام جان کر درست ہے اور لگانا بھی سنت ہے بعض وقت آپؐ نے لگائی بھی بعض وقت کھولی۔ کاغذ مکتوب اگرچہ خط ہو اوسکا ادب ہے ادب سے جلاوے تو درست ہے ضرورت کی بے ادبی نہ کرے۔ نماز میں بعد فاتحہ کے سورہ کیساتھ بسم اللہ آہستہ پڑھنا درست ہے۔ چاندی کو چاندی سے بدلنے میں ساوات کی رعایت رہے اگر ایک طرف چاندی زیادہ رہے گی تو ربوا ہوجاوے گا کم چاندی کیطرف فلوس قدر قیمت زائد چاندی کے لگا کر پورا کردیوے تو درست ہے۔ ایسا شخص کہ اوسکی آمدنی جاگیر کی پانچہزار روپیہ کی ہے اور خرچ اوسکا

متوسط معتاد کم ہے تو دس پر چ قرض ہے - پھر اگر روپیہ سودی قرض لیکر حج کر آوے تو اگرچہ سود دینے کا گناہ ہووے گا مگر حج فرض ادا ہوجاویگا - گھڑ اشی کی اجرت لگا کر دس روپیہ بھر چاندی کو گیارہ روپیہ کو لینا بھی سود ہے اور ادھار خریدنا بھی سود ہے اگر خرید کرے تو خلاف جنس سے خریدے اور نقد خریدے ورنہ درست نہ ہوویگا - فقط - والسلام - حصن حصین کا وظیفہ اگر پڑھو تو اجازت ہے مگر تم سے درست پڑھا نہ جاوے گا اگر صحت اسکی کرلو اور پڑھو تو مضائقہ نہیں مگر اسکی تصحیح میں ایک مشقت ہوویگی اسلئے یا باسط کو بعد عشاء گیارہ سو بار پڑھاکرو اور بس - والسلام

(۱۴۵) تمھیں غیروں سے کم فرصت نہ اپنے غم سے ہم خالی
چلو بس ہوچکا ملنا نہ تم خالی نہ ہم خالی

عزیزم حافظ وحید الدین صاحب دام شوقکم الی اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند، بعد دیر دراز آپکا رقیمہ آیا آپ نے اپنی ندامت عدم تحریر تحریر کی سے عزیزا کوئی بات ندامت کی نہیں الحق کہ نہیں اس کام کا اپنے آپکو جانتا ہوں اور نہ طالب تحریرات دوستوں کا ہوتا ہوں کیونکہ اپنا حال خوب معلوم ہے - اپنا سارا جھگڑا حسن ظن دوستاں پر مبنی ہے سو آپکو ندامت بے فائدہ ہے - معہذا آپ کو اپنے سے بمراتب اچھا جانتا ہوں، اولاً حق تعالیٰ نے تمھیں وہ طبع عطا کی جسپر مجھکو غبطہ ہے - دوسرے تم تلاش معاش اور کسب کے ابتلاء میں کچھ نہ کچھ کرتے رہتے ہو یہ کاہل باوجود فراغ کے کچھ نہیں کرسکتا - اپنی ندامت کو حق تعالیٰ جانتا ہے اور اس سے ہی استغاثہ ہے - غرض مثل مشہور " جس گانوں نہیں جانا اسکی راہ کیا پوچھنا " اگر تحریر نہ ہوتو کوئی شکوہ یا عجب نہیں ہاں اب تمکو خیال تحریر آیا مجھکو بھی جواب لکھنا پڑا چونکہ فرصت بہت کم ہے آج روز جمعہ کا جو ہفتہ بھر میں خطوط جمع ہوگئے طلبہ کے سبق سے فرصت تھی جواب میں صرف ہوا یہ آپ کا خط آخری خط ہے شروع کرتا ہوں شاید تمام ہوجاوے ورنہ

شنبہ کو باقی تمام کرکے روانہ کروں گا۔ عیدین میں جس قدر تکبیرات امام وہاں کہا کرے تم بھی باتباع اسکے اسی قدر کہا کرو۔ یہ مسئلہ صحابہ میں مختلف ہوا ہے امام ابوحنیفہ نے تین تکبیر کو پسند کیا اور دیگر ائمہ نے زیادہ کو قبول کیا۔ سو اہل بھوپال ابوحنیفہؒ کے مذہب کی مخالفت[1] کو واجب جانتے ہیں لہذا تیرہ تکبیر کہتے ہیں چونکہ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے تم خلاف مت کرو امام کی اطاعت کرو کہ ایسی صورت میں اطاعت امام کی ضروری ہے۔ فقط۔ بھوپال میں حکومت اسلام کی ہے وہاں جمعہ ہوتا ہے فرض ظہر ہرگز مت پڑھو۔ اگر نماز میں آنکھ بند کرنے سے خشوع ہوتا ہو تو آنکھ کا بند کرنا مکروہ نہیں البتہ بند کیا کرے۔ فقط۔ شیطان کا بصورت فخر عالم علیہ السلام نہ ہو سکنا تو حدیث سے ہے مگر شیخ کی صورت میں نہ ہو سکنا مشائخ کا قول ہے حدیث سے اسکا ثبوت نہیں مشائخ کا فرمانا انکا اجتہاد ہے یا کیا ہے بندہ کو معلوم نہیں اگر اونکی تقلید سے اس مسئلہ کو قبول کرے کوئی اندیشہ نہیں۔ فقط صلوٰۃ نوافل بعد مغرب کے چھ رکعت ہیں خواہ دو دو رکعت پڑھے خواہ دو ایک سلام سے اور چار ایک سلام سے ہر دو صورت درست ہے۔ فقط۔ ذکر اشغال وسیر اور ولادت فخر عالم علیہ السلام کا عین سعادت اور ذکر خیر اور موجب برکات کا ہے اور جہاں ذکر آپ کا ہووے گا نزول ملائکہ اور رحمت کا ہووے گا اس میں کسی کو کلام نہیں مگر جب اوسکے ساتھ کوئی خرابی لاحق ہو جاوے گی اور کسی طرح کا کوئی امر خلاف شرع مل جاوے گا تو اسوقت اس مجلس میں بسبب اس امر غیر مشروع کے خرابی ہو جاوے گی۔ دیکھو نماز نفل عمدہ عبادت ہے مگر جب اس کے ساتھ کوئی امر بیجا ہو جاتا ہے تو وہ بھی مکروہ ہو جاتی ہے۔ پس مجلس مولود جو اس زمانہ میں شائع ہے بہت سے امور خلاف شریعت کے پائے جاتے ہیں کہ جس پر شرع کو اعتراض ہے۔ حاضر ہونا غیر متشرع لوگوں کا اور اہتمام اوسکا زیادہ جمعہ و جماعت سے اور ضرور جاننا اسکا کہ اسکے تارک کو ملامت کریں اور سوائے اسکے چند امور ہیں کہ شارع کو ان پر اعتراض ہے لہذا یہ محفل غیر جائز ہو گئی ورنہ اصل میں تو موجب خیر و برکت ہی تھی۔

[1] اسوقت بھوپال میں نواب صدیق حسن صاحب کا دور دورہ تھا اور عدم تقلید کا بازار گرم تھا۔ عاشق الٰہی

حاملِ مضامینِ تصوف و احسان ماہنامہ افاداتِ وصی اللّٰہی کا واحد ترجمان

وصیۃ العرفان
الہ آباد

چندہ ششماہی
۱۶ سولہ روپے

چندہ سالانہ غیر ممالک

چندہ سالانہ:
۳۰ تیس روپے

چندہ سالانہ غیر ممالک

زیرِ سرپرستی حضرت مولانا قاری شاہ محمد مبین صاحب مدظلہ العالی
جانشین حضرت مصلح الامۃ

| فی پرچہ | مدیر: عبد المجید عفی عنہ | تین روپئے |

| شمارہ ۱۲ | ربیع الثانی ۱۴۰۷ھ مطابق دسمبر ۱۹۸۶ء | جلد ۹ |

فہرست مضامین

ترسیل زر کا پتہ: مولوی عبد المجید صاحب ۲۳ بخشی بازار۔ الہ آباد ۳

اعزازی پبلشر صغیر حسن نے باہتمام عبد المجید صاحب پرنٹر و منیجر اسرار کریمی پریس الہ آباد سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ وصیۃ العرفان ۲۳۔ بخشی بازار۔ الہ آباد سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۲-۹-۱۷-ڈی -

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

عربی میں ایک مثل ہے "لکل شیئ آفۃ وللعلم آفات" یعنی یوں تو ہر شے کیلئے کوئی نہ کوئی آفت ہوتی ہے لیکن علم کیلئے بیشمار آفات ہیں رسالہ مرتب کرکے احباب کی خدمت میں پہنچانا بھی ایک دینی علمی خدمت ہے لہٰذا وہ بھی اس کلیہ سے باہر نہ ہوگی رسالہ چند ماہ سے برابر تاخیر سے شایع ہو رہا تھا بہت کوشش کی کہ وقت سے شایع ہو لیکن کوئی نہ کوئی مانع پیش ہی آتا رہا ماشاء اللہ کان ومالم یشأ لم یکن دفتر مجبور ناظرین کے پانچ ماہ کا [illegible] خیال تھا کہ دو دو فارم کرکے ختم سال تک اس حق سے سبکدوش ہوسکیگا لیکن بعض مجبوریاں ایسی پیش آگئیں کہ ایسا نہ ہوسکا بلکہ ان مشکلات کا سلسلہ ایسا چلا کہ ہم نومبر ۸۶ء کا شمارہ بھی وقت پر نہ نکال سکے۔ انشاء اللہ ماہ دسمبر میں کہ سال رواں کا آخری مہینہ ہوگا نومبر کا شمارہ ایک ساتھ پیش کیا جاسکے گا رہا سابق پانچ فارموں کا معاملہ تو اسکے لئے ہم نے سوچا ہے کہ مزید چند اور فارموں کے اضافہ کے ساتھ ہم ناظرین کی خدمت میں "کلید معرفت" کے نام سے ایک کتابچہ پیش کردیں جو ۶۴ء سے لیکر ۸۶ء تک کے (یعنی ۲۲ سالہ) مضامین رسالہ کی ایک تفصیلی فہرست ہے جس کے ذریعہ بیک نظر آپ معلوم فرماسکیں کہ حضرت مصلح الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کا بیان فرمودہ کونسا مضمون کہاں موجود ہے اور اسکو جنوری و فروری ۸۷ء کے شمارے کے ہمراہ دو قسطوں میں انشاء اللہ آپ تک پہنچادینگے یہی ایک صورت تلافی مافات کی سمجھ میں آئی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس ارادہ کو پورا فرمادے۔ آمین۔

اطلاع

اس شمارہ پر سال رواں کا اختتام ہو رہا ہے۔ سال آئندہ (یعنی ۱۹۸۷ء) کیلئے رسالہ ہذا کا پیشگی زر معاوضہ مبلغ تیس 30/ روپیہ ارسال فرماکر ممنون فرماویں۔ والسلام۔ (ادارہ)

نیز تالیفات حصہ چہارم ۔ حیات مصلح الامتؒ ۔ تالیفات مصلح الامتؒ حصہ اول۔

24/= 50/= 45/=

اسوۃ الصالحین ۔ ارواح ثلاثہ (حکایات اولیاء)

25/= 25/=

دفتر میں موجود ہیں خود بھی حاصل کیجئے اور احباب کو بھی متوجہ کیجئے۔

(ادارہ)

(۲۲)

تَبٰرَكَ الَّذِیْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَیْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ یَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝ بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِیْرًا ۝ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِیْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَیُّظًا وَّ زَفِیْرًا ۝ وَ اِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَیِّقًا مُّقَرَّنِیْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ لَا تَدْعُوا الْیَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّ ادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِیْرًا ۝ قُلْ اَذٰلِكَ خَیْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ لَهُمْ جَزَآءً وَّ مَصِیْرًا ۝

(ترجمہ) بڑی برکت ہے اسکی جو چاہے تو کردے تیرے واسطے اس سے بہتر باغ کہ نیچے بہتی ہیں انکے نہریں اور کردے تیرے واسطے محل کچھ نہیں وہ جھٹلاتے ہیں قیامت کو اور ہم نے تیار کی ہے اسکے واسطے کہ جھٹلاتا ہے قیامت کو آگ، جب وہ دیکھے گی انکو دور کی جگہ سے سنیں گے اسکا جھنجھلانا اور چلانا اور جب ڈالے جائیں گے اسکے اندر ایک جگہ تنگ میں ایک زنجیر میں کئی کئی بندھے ہوئے پکاریں گے اس جگہ موت کو مت پکارو آج ایک مرنے کو اور پکارو بہت سے مرنے کو تو کہہ بھلا یہ چیز بہتر ہے یا باغ ہمیشہ رہنے کا جس کا وعدہ ہو چکا پرہیزگاروں سے وہ ہوگا انکا بدلہ اور پھر جانے کی جگہ۔

(سورۃ الفرقان)

(خلاصہ تفسیر)

وہ ذات بڑی عالیشان ہے اگر وہ چاہے تو آپ کو (کفار کی) اس (فرمائش) سے (کہیں) اچھی چیز دیدے یعنی بہت سے (غیبی) باغات جنکے نیچے سے نہریں بہتی ہوں (بہتر اسلئے کہا کہ وہ تو مطلق باغ کی فرمائش کرتے تھے گو ایک ہی ہو اور متعدد باغ کا ایک سے بہتر ہونا ظاہر ہے) اور (بلکہ ان

باغوں کے ساتھ اور بھی مناسب چیزیں دیدے جنکی انھوں نے فرمائش بھی نہیں کی یعنی) آپ کو بہت سے محل دیدے (جو ان باغوں میں بنے ہوں یا باہر ہی ہوں جس سے انکی فرمائش اور بھی زیادہ نعمتوں کے ساتھ پوری ہو جاوے۔ مطلب یہ کہ جو جنت میں ملے گا اگر اللہ چاہے تو آپکو دنیا ہی میں دیدے لیکن بعض حکمتوں سے نہیں چاہا اور فی نفسہٖ ضروری تھا نہیں، پس شبہہ محض بیہودہ ہے، ان کفار کے ان شبہات مذکورہ کا سبب یہ نہیں ہے کہ ان کو حق کی طلب اور فکر ہوئی ہے اور اس دوران میں قبل تحقیق ایسے شبہات واقع ہو گئے ہوں بلکہ وجہ اعتراضات کی محض شرارت اور طلب حق سے بے فکری ہے اور اس بیفکری اور شرارت کا سبب یہ ہے کہ) یہ لوگ قیامت کو جھوٹ سمجھ رہے ہیں (اسلئے فکر انجام نہیں ہے اور جو جی میں آتا ہے کر لیتے ہیں، بک دیتے ہیں) اور (انجام اسکا یہ ہوگا کہ) ہم نے ایسے شخص (کی سزا) کے لئے جو کہ قیامت کو جھوٹا سمجھے دوزخ تیار کر رکھی ہے (کیونکہ قیامت کی تکذیب سے اللہ و رسول کی تکذیب لازم آتی ہے جو اصل سبب ہے دوزخ میں جانے کا اور اس دوزخ کی کیفیت یہ ہوگی کہ) وہ (دوزخ) دور سے انکو دیکھے گی تو (دیکھتے ہی غضبناک ہو کر اسقدر جوش مارے گی کہ، وہ لوگ دور ہی سے) اسکا جوش و خروش سنیں گے اور (پھر) جب وہ اس (دوزخ) کی کسی تنگ جگہ میں ہاتھ پاؤں جکڑ کر ڈالدیئے جائیں گے تو وہاں موت ہی موت پکاریں گے (جیسا مصیبت میں عادت ہے کہ موت کو بلاتے اور اسکی تمنا کرتے ہیں۔ اسوقت ان سے کہا جاویگا کہ) ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی موتوں کو پکارو (کیونکہ موت کو پکارنے کی علت مصیبت ہے اور تمھاری مصیبت لا متناہی ہے اور ہر مصیبت کا مقتضیٰ موت کو پکارنا ہے تو پکارنا بھی کثیر ہوا اور اسی کی کثرت کو موت کی کثرت کہا گیا ہے) آپ انکو یہ مصیبت سنا کر) کہیئے کہ (یہ تبلاؤ کہ) کیا یہ (مصیبت کی) حالت اچھی ہے (جو کہ مقتضیٰ ہے تمھارے کفر و انکار کا) یا وہ ہمیشہ کے

رہنے کی جنت (اچھی ہے) جسکا خدا سے ڈرنے والوں سے (یعنی اہل ایمان سے) وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ انکے لئے (انکی اطاعت کا) صلہ ہے اور انکا (آخری) ٹھکانا۔ (اور) انکو وہاں وہ سب چیزیں ملیں گی جو کچھ وہ چاہیں گے (اور) وہ (اس میں ہمیشہ رہیں گے (اسے پیغمبر) یہ ایک وعدہ ہے جو (بطور فضل وعنایت کے) آپ کے رب کے ذمہ ہے اور قابل درخواست ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جنت الخلد ہی بہتر ہے سو اسمیں ترہیب کے بعد ترغیب ایمان کی ہو گئی)۔

(معارف القرآن ص ۴۶۳ ج ۶)

(معارف ومسائل)

سابقہ آیات میں کفار ومشرکین کیطرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت پر جو شبہات پیش کئے گئے تھے اور وہاں انکا اجمالی جواب دیا گیا تھا ان آیات میں اسکی کچھ تفصیل مذکور ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ تم نے اپنی جہالت اور حقیقت شناسی سے دوری کیوجہ سے ایک بات یہ کہی ہے کہ اگر یہ اللہ کے رسول ہوتے تو ان کے پاس بہت دولت کے خزانے ہوتے بہت بڑی جائداد اور باغات ہوتے تاکہ یہ کسب معاش سے مستغنی رہتے اسکا جواب یہ دیا گیا کہ ایسا کر دینا ہمارے لئے کچھ مشکل نہیں کہ اپنے رسول کو دولت کے خزانے دیدیں بلکہ بڑی سے بڑی حکومت وسلطنت کا مالک بنادیں جیسا کہ اس سے پہلے حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام کو ایسی دولت اور پوری دنیا پر بے مثال حکومت عطا فرما کر اپنی اس قدرت کاملہ کا اظہار بھی کیا جا چکا ہے مگر عامہ خلق کی مصلحت اور بیشمار حکمتوں کا تقاضا یہ ہے کہ گروہ انبیاء کو مادی اور دنیوی مال ودولت سے الگ ہی رکھا جائے۔ خصوصاً سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حق تعالیٰ کو یہی پسند ہوا کہ وہ عام غریب مسلمانوں

کی صفوف میں اور انہی جیسے حالات میں رہیں اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے اسی حالت کو پسند فرمایا، جیسا کہ مسند احمد، ترمذی میں حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے مجھ سے فرمایا کہ آپ کے لئے پورے بطحاء مکہ اور اسکے پہاڑوں کو سونا بنا دیتا ہوں تو میں نے عرض کیا کہ نہیں اے میرے پروردگار مجھے تو یہ پسند ہے کہ مجھے ایک روز پیٹ بھرائی کھانا ملے (جس پر اللہ کا شکر ادا کروں) اور اور ایک روز بھوکا رہوں اس پر صبر کروں) اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں چاہتا تو سونے کے پہاڑ میرے ساتھ پھرا کرتے (مظہری)

خلاصہ اسکا یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا عام طور پر فقر و فاقہ میں ہونا اللہ تعالیٰ کی ہزاروں حکمتوں اور عام انسانوں کی مصالح کی بنا پر ہے اور اسمیں بھی وہ اس حالت پر مجبور نہیں ہوتے اگر وہ چاہیں تو اللہ تعالےٰ ان کو بڑا مالدار صاحب جائیداد بنا سکتے ہیں مگر انکی ذات کو حق تعالےٰ نے ایسا بنایا ہے کہ وہ مال و دولت سے کوئی دلچسپی ہی نہیں رکھتے فقر و فاقہ ہی کو پسند کرتے ہیں۔

(معارف القرآن ص۴۶۵ ج۶)

(۲۳)

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ (پ ۲۱ ع ۲ عنکبوت)

(ترجمہ) جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ہم انکو جنت کے بالاخانوں میں جگہ دیں گے جنکے نیچے نہریں چلتی ہونگی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (اور

ان نیک) کام کرنے والوں کا کیا اچھا اجر ہے جنھوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر توکل کیا کرتے تھے (بیان القرآن ص۱۳۰ ج۸)

حضرت ابو معاویہ اشعریؓ بیان فرماتے ہیں کہ ابو مالک اشعریؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ایسے بالاخانے ہیں کہ جنکا ظاہر انکے باطن سے اور انکا باطن انکے ظاہر سے نظر آتا ہے اللہ تعالیٰ نے انھیں ان لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے جو کھانا کھلاتے ہیں اچھی باتیں کرتے ہیں صوم وصلوٰۃ کی پابندی کرتے ہیں اور راتوں کو کھڑے ہوتے ہیں (تفسیر ابن کثیر ص۴۳۳ ج۳)

غرفا کی تفسیر میں صاحب ابن کثیر لکھتے ہیں کہ بالاخانے اور ایسے محلات ہونگے جن میں کسی قسم کا نقص نہ ہوگا اور حسب روایت ابن عباسؓ کے وہ بالاخانے موتیوں اور زمرد اور یاقوت کے ہونگے۔

(روح المعانی ص۱)

(۲۴)

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ ۝ اَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتُ الْمَاْوٰى نُزُلًا بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (پ۲۱ سجدہ)

(ترجمہ) سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لئے خزانۂ غیب میں موجود ہے۔ یہ انکو انکے اعمال (نیک) کا صلہ ملا ہے (اور جب فریقین کا حال اور مآل معلوم ہوگیا) تو (اب بتلاؤ) جو شخص مومن ہو کیا وہ اس شخص جیسا ہو جائے گا جو بے حکم (یعنی کافر) ہو (نہیں) وہ آپس میں (نہ حالاً نہ مآلاً) برابر نہیں ہو سکتے۔ (چنانچہ معلوم بھی ہوا ہے اور خاص مآل کی عدم تساوی کی تفصیل تاکید کے لئے پھر بھی سن لو کہ) جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے اچھے کام کئے سوان کے لئے ہمیشہ کا ٹھکانا جنتیں ہیں جو ان کے اعمال (نیک) کے بدلے میں بطور انکی مہمانی کے ہیں (یعنی

بمثل مہمان کے ان کو یہ چیزیں اکرام کے ساتھ ملیں گی نہ کہ سائل محتاج کیطرح بیقدری اور بے وقعتی کے ساتھ (بیان القرآن ج۹ ص۳۱)

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے صالحین بندوں کے لئے ایسی چیزیں تیار کر رکھی جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل پر اسکا گذر ہوا۔ پھر آپ نے پڑھا فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ٥ اَفَمَنْ کَانَ مُؤْمِنًا کَمَنْ کَانَ فَاسِقًا لَا یَسْتَوٗنَ

یہ آیت حضرت علی کرم اللہ وجہہ و ولید بن عقبہ کے بارے میں نازل ہوئی قصہ یوں ہوا کہ کسی چیز کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ولید بن عقبہ میں کچھ گفتگو ہو گئی، ولید نے حضرت علیؓ سے کہا کہ چپ رہو تم بچے ہو اور میں بخدا تم سے زیادہ زبان دراز ہوں اور میرا نیزہ تم سے زیادہ تیز ہے اور ہمارا دل تم سے زیادہ بہادر ہے اور ہمارا لشکر تم سے زیادہ بھرا ہوا ہے۔ حضرت علیؓ نے اس سے فرمایا چپ رہ تو تو فاسق ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (معالم التنزیل ج۳ ص۱۵۹)

(آیت بالا کی تفسیر بیان القرآن سے)

تَتَجَافٰی جُنُوْبُھُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا سابقہ آیات میں کفار ومشرکین ومنکرین قیامت کو تنبیہات تھیں اسکے بعد (اِنَّمَا یُؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا) سے مومنین مخلصین کی خاص صفات اور انکے لئے درجات عظیمہ کا ذکر ہے ان مومنین کی ایک صفت آیت مذکورہ میں یہ بتلائی گئی ہے کہ ان کے پہلو اپنے بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں اور بستروں سے اٹھکر اللہ کے ذکر اور دعاء میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

(مکتوب نمبر ۴۸۸)

حال: دیگر عرض خدمت اینکہ گذشتہ مرتبہ حضرت والا نے تحریر فرمایا تھا کہ پہلے میرے رسالے دیکھ پھر کچھ لکھ ـــ یہاں احقر کے پاس حضرت والا کے تین چار رسائل موجود ہیں جنکا از اول تا آخر مطالعہ کیا، اور حضرت والا نے جو مضمون احقر کی بصیرت کے لئے تحریر فرمایا ہے اسکو بھی کئی ایک مرتبہ پڑھا اور اسی مضمون کو مضمون ذکر میں تفصیل کے ساتھ پڑھا، ان مضامین سے احقر جو کچھ سمجھا اسکو درج ذیل کرتا ہے :ـــ

وہ یہ کہ اس طریق میں سب سے پہلا قدم اخلاص کے ساتھ رکھنا چاہیئے اور جو کام بھی کیا جائے وہ خلوص سے ہو کیونکہ خلوص کے ساتھ تھوڑا سا عمل بھی کیا جائے تو وہ عمل اللہ کے نزدیک پسندیدہ ہوتا ہے اور آدمی کو زیادہ تر محنت نہ کرنی پڑے گی تھوڑی سی محنت کے ساتھ منزل مقصود کو پہونچ جائیگا بخلاف اسکے اگر عمر بھر بھی بغیر صدق اور خلوص کے محنتیں اور ریاضتیں کرتا رہا تو اسکی کوششیں اور محنتیں بیکار اور لاحاصل ثابت ہونگی اسلئے کہ اصل مقصود تو حق تعالیٰ کی رضامندی ہے اور یہ بغیر اخلاص کے حاصل نہیں ہوتی اور دوسری بات یہ ہے کہ صرف ذکر و اذکار سے اس زمانہ میں اصلاح ناممکن ہے کیونکہ دیکھا جاتا ہے کہ بہت سارے لوگ ذکر و اذکار، و وظائف تو پڑھتے ہیں اور یہانتک کہ وہ مشائخ سے اجازت یافتہ بھی ہو جاتے ہیں مگر انکا نفس جوں کا توں ہی رہتا ہے اور وہ بڑی بڑی بداخلاقیوں میں مبتلا رہتے ہیں اور خصوصاً مبتدیوں کے لئے بسا اوقات اوراد و وظائف مضر ہوتے ہیں، اس لئے حضرت والا کا یہ معمول ہے اور یہی معمول حضرت مولانا تھانویؒ کا رہا کہ نفس کی اصلاح کی طرف زیادہ زور دیتے اور طالب کو پہلے اصلاح کیطرف توجہ دلاتے جب تک کہ وہ راستہ پر لگ گیا ہے اور طریق کو

سمجھکر چل رہا ہے تو اسکو ساتھ ساتھ کچھ اذکار بھی تلقین کردیتے حضرت والا سے درخواست ہے کہ احقر نے جو کچھ سمجھا وہ ٹھیک ہے یا نہیں مطلع فرمادیں اور احقر کے ان باتوں کے سمجھنے کی صلاحیت پیدا ہونے کے لئے اور رضاء حق تعالیٰ کے حصول اور دیگر مقاصد میں کامیابی کے لئے حضرت والا دعاء فرمادیں۔ فقط

تحقیق: عنایت فرمائے بندہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ بخیریت ہوں آپ نے میرے مضمون اور کتاب "مضمون ذکر" کا جو خلاصہ لکھا ہے بہت خوب ہے، ماشاء اللہ آپکی تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ نے مقصد طریق کو سمجھ لیا ہے۔ اسی طرح سے بصیرت کے ساتھ قدم رکھنے سے نفع ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو کامیاب فرمائے۔ بس کام کرنا شروع کردیجئے معلوم نہیں آپ نے وصیۃ الاخلاق بھی دیکھا ہے یا نہیں ملجائے تو "وصیۃ الاخلاق" اور "وصیۃ الاحسان" اور "عاقبۃ الانکار" کا مطالعہ کیجئے اور پھر اپنے تاثرات لکھیے۔

(مکتوب نمبر ۴۸۹)

حال: الحمد للہ بندہ بخیریت ہے حضرت والا کی خیریت مطلوب ہے۔

تحقیق: الحمد للہ بخیریت ہوں۔

حال: نماز وغیرہ میں یکسوئی حاصل ہونے کی کوشش برابر جاری ہے تحقیق: الحمد للہ

تحقیق: ایک روز تہجد کی نماز کے بعد دعاء کررہا تھا کہ خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ مصیبت زدہ کی دعاء زیادہ قبول فرماتے ہیں کسی ایسے آدمی کو کچھ دیکر اسکو خوش کرکے اس سے دعاء کرانی چاہیئے تاکہ کامیابی ہو۔ ارادہ ہے کہ کوئی آدمی مصیبت زدہ ملے تو اسکی طبیعت خوش کرکے اس سے نماز وغیرہ میں یکسوئی کیلئے دعاء کراؤنگا۔ بس اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم ہی کا آسرا ہے انکا فضل وکرم ہوگا جبھی یہ نعمت حاصل ہوگی۔

عرض ہے کہ قریب پندرہ روز قبل جمعرات کو ہماری بیوی نے خواب دیکھا

کہ ایک صاحب درمیانی قد سانولا رنگ داڑھی سفید میرے گھر میں تشریف لائے انکے بدن پر دم کیا اور فرمایا اسی طرح پاک و صاف رہا کرو اور بے فکر رہو سب لڑکے بالے اچھے ہو جاویں گے۔ کسی دوسرے شخص کیطرف اشارہ کرکے کہا اسکا گھر بہت گندہ رہتا ہے تھو تھو۔ اسکے گھر میں نہیں جاؤنگا اسی دن سے گھر میں اور تالاب جو مکان سے ملا ہوا ہے اسکے پانی سے گلاب کی خوشبو آتی ہے۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: حضرت یہ کون صاحب تھے؟

تحقیق: اس سے کیا آپ کا کام بن گیا۔

حال: اور تالاب کی خوشبو کیا ہے؟ تالاب کا پانی عام کاموں میں جیسے پہلے استعمال کیا جاتا تھا اب بھی استعمال کرتے رہیں؟

تحقیق: ہاں کرتے رہو۔

(مکتوب نمبر ۴۹)

حال: سیدی وسندی، مرشدی و مولائی، راس الکاملین عمدۃ العارفین نخبۂ زماں صفوۂ دوراں، ملاذِ شکستگان رہبرِ گم گشتگاں، موردِ الطاف رحمانی مہبطِ انوارِ یزدانی لازال اللہ شموس فیوضکم بازغۃ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالب عافیت مزاج سامی

تحقیق: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، الحمد للہ بخیریت ہوں۔

حال: گذارش خدمت عالیہ میں یہ ہے کہ اطمینان سکون سے کوئی خاص تردد کی بات نہیں، فکر و تردد ہے تو آخرت کا اور جو چیز پریشان و مضطرب کرتی ہے وہ اپنی معصیت ہے یہ مستحضر رہے تو ہر لذت بے کیف ہے۔ تحقیق: بیشک

حال: موت کا خیال تو جیتے جی اموات کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے۔

تحقیق: بیشک موتوا قبل ان تموتوا۔

حال : خدا کرے موت اور معصیت کا استحضار رہے اور بقدر حوصلہ کے زادِ معاد کی تیاری میں لگا رہوں، اوقات جیسے گزر رہے ہیں بس اللہ کا احسان ہے۔ میں مشتِ خاک کیا اور میرا حوصلہ کیا حضرت والا کی جوتیوں کے طفیل میں ذکر میں ایک لذت مل رہی ہے اور ایسی برکت تو کبھی دیکھی نہ تھی اور نہ لفظ ہی میں ادا ہو سکتی ہے جو مقدار ذکر کی روز ہو جاتی ہے وہ محض اللہ تعالےٰ کا احسان ہے مجھ جیسے نحیف و نزار سے اتنا تصور بھی مشکل تھا۔

تحقیق : الحمد للہ۔ فان تیسیر کل عسیر علیک یسیر۔

حال : قلب پر ایسے اثر اور ایسی خاص کیفیت کا خیال بھی نہ کر سکتا تھا۔ حضرت والا دعا فرمائیں کہ ذکر قلب میں کما لاً اتر جائے اور غفلت و خطرات دور ہو جائیں۔ تحقیق دعا کرتا ہوں۔

حال : حضرت والا کی توجہ اور برکت سے مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔

تحقیق : اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔

حال : جب گھبراہٹ تھی تو حضرت والا اُسے دور کرنے کے لئے ساتھ ساتھ رہتے تھے، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میرے داہنے ہیں مجسم۔ اور جب زبان رکتی یا توجہ بدلتی تو فرماتے کیا تھک گئے پھر تو یہ سینۂ خانہ دل میرا آباد ہو گیا اب تو حضرت باہر سے اندر آ گئے۔ تحقیق : الحمد للہ۔

حال : خلوت اور یاد کیا کچھ لطف نہ دیگی۔ تحقیق : بیشک

حال : اگر ایسے میں بہجت و سرور ہو تو عجب کیا میں تو ساری اپنی بدحالی بھول گیا۔ معلوم ہوتا ہے کسی اور عالم میں ہوں جہاں کا آسمان اور زمین دوسری ہے۔

تحقیق : جب گدا ہی کے گھر میں سلطان ہو تو گدا کو کیا غم؟ تحقیق : بیشک۔

حال : اتنی کیفیات اور مشاہدات ہیں کہ انکی فراوانی نے متحیر بنا دیا۔

تحقیق : الحمد للہ۔

حال : میں بالکل بے جان مٹی کیطرح ہوں نقاشِ ازل کا دستِ قدرت کیا کیا کرشمہ سازی کر رہا ہے۔ تحقیق : الحمد للہ

حال : اور حضرت والا توجہ اور برکت سے شاہد ہیں، اثنا رنظارگی میں سوچتا ہوں کہ میں کون ہوں ؟ یہاں کہاں ہوں ؟ کیا وطن کے قریب پہونچ گیا۔ بعض وقت یہ کیفیت ہوتی ہے کہ جی گھبراتا ہے کہ ناسوتی تیلیاں توڑیں اور یہ مرغ اپنے آشیانہ میں پہونچ جائے۔ تحقیق : خوب

حال : یہاں کی فضا ناسازگار ہے۔ تحقیق : بیشک

حال : اللہ تعالیٰ وطن اصلی کی محبت دیں اور وہاں پہونچنے کے سامان مہیا فرما دیں

تحقیق : آمین۔

حال : ذکر اور اداے معمولات میں برکت ہے ہی مگر جو برکت عاجزی اور بیکسی میں ہے وہ سب سے نرالی ہے۔ تحقیق : بیشک

حال : حضرت والا دعا، فرمائیں کہ فہم کھلے، ایمان پر استقامت اور صدق و اخلاص نصیب ہو، اطاعت کی توفیق ہو اور اللہ کی حفظ و صیانت ہو۔

تحقیق : آمین

(مکتوب نمبر ۴۹۱)

حال : حضرت والا یہاں سے سوا سو میل کے فاصلہ پر ایک شہر ہے۔۔۔ ۔۔۔ مسلمانوں کی آبادی زیادہ ہے وہاں ایک مدرسہ ہے اسکے صدر مدرس مولوی ۔۔۔ ۔۔۔ صاحب ہیں۔ میں جب مدرسہ ۔۔۔ ۔۔۔ میں تعلیم پاتا تھا تو یہ بھی وہاں چھوٹی کتابیں نیچے کے درجے کی پڑھ رہے تھے، حضرت استاذی رحمۃ اللہ علیہ نے انکا فارسی کا سبق میرے حوالے کر دیا تھا اسکے علاوہ کبھی کبھی اساتذہ میں سے کوئی غیر حاضر ہوتے تو ان کے دوسرے اسباق بھی میں پڑھایا کرتا تھا، ان بیچاروں کو میرے ساتھ بہت حسن ظن ہے۔

مدرسہ کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لئے اصرار کر رہے تھے، یہ بھی اور مدرسہ کے ناظم صاحب بھی، آخر میں نے قبول کر لیا اور اول میں نے عذر پیش کیا کہ میں واعظ یا مقرر نہیں ہوں لمبی چوڑی تقریر کا عادی نہیں ہوں۔ میرے

کسی عذر کو انھوں نے نہیں مانا۔

اب خیال ہے کہ حضرت والا کے رسائل اور مضامین وہاں سناؤں صرف دو دن ۲۱، ۲۲ شعبان وہاں رہنے کا ارادہ ہے وعظ و تقریر زیادہ کرنیکا ارادہ نہیں ہے۔ بس مضامین ہی ملتے جلنے والوں کو سناتا رہوں گا اسکے علاوہ اور کوئی سامان نہیں ہے۔ حضرت والا دعار فرمائیں کہ حق تعالیٰ اس سفر کو میرے لئے اور وہاں والوں کے لئے اخلاص پیدا ہونے کا ذریعہ بنا دیں اور نفاق کی شناعت سے خوب مطلع فرما دیں

تحقیق: الحمد للہ تجربیت ہوں، جانے کا حال اور نیت معلوم ہوا۔ اللہ تعالےٰ صحیح ترجمانی کی توفیق عطا فرمائیں اور قبول فرمائیں۔

(مکتوب نمبر ۴۹۲)

حال: ایک عرصہ کے بعد آپکی خدمت اقدس میں خط لکھنے کا یہ نادر موقع ہاتھ آیا ہے خدا کا لاکھ لاکھ شکر اور انکا فضل و کرم ہے کہ آپ جیسے بزرگوں کی ذات بابرکت سے ہم جیسے عاصیوں اور نالائقوں کی کچھ اصلاح ہو جایا کرتی ہے اور آپ ہی جیسے حضرات ہم لوگوں کے لئے شمع راہ ہیں۔

اصل بات تحریر یہ کرنی ہے کہ ادھر دنیاوی مشاغل اور تفکرات میں مبتلا ہو کر آپکی خدمت میں خط ارسال نہ کر سکا اور کچھ تاخیر ہوئی علاوہ ازیں مقامی ڈاکخانہ میں جوابی پوسٹ کارڈ نہ ملنے کے باعث دیگر والد صاحب کے علاج معالجہ کے سلسلے میں عدیم الفرصت رہا امید کہ اس ناچیز حقیر کو معاف فرما کر جواب سے ممنون فرمائیں گے۔ آپکی تصنیف کردہ کتاب مضمون ذکر کا مطالعہ کر رہا ہوں بحد پسند آئی دعار کریں کہ اللہ تعالےٰ ہمکو پڑھنے کے بعد اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں اور سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائیں آجکل دوکانداری کمزور چل رہی ہے اور اخراجات زیادہ ہو رہے ہیں جسکی وجہ سے مقروض بھی ہوں دعار کریں کہ اس سے

نجات پاؤں اور والد صاحب کئی ماہ سے سخت بیمار ہیں ڈاکٹری علاج ہو رہا ہے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انکو صحت یاب کریں علاوہ ازیں مجھکو بھی دعائے خیر سے فراموش نفرمائیں۔ آپکی دعاؤں کی بیحد ضرورت ہے تاکہ اللہ تعالیٰ نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائیں اور ایمان صالح پر (استقامت) عطا فرمائیں۔

تحقیق: الحمد للہ بخیریت ہوں اسی طرح جب فرصت ملے خط اور حالات لکھتے رہیئے اس سلسلہ میں جو تاخیر ہوئی ہے معاف ہے۔ الحمد للہ کہ کتاب مضمون ذکر آپکو بیحد پسند ہوئی اللہ تعالیٰ اسکو سمجھا دیں اور عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ کاروبار میں برکت کے لئے دعا کرتا ہوں اور والد صاحب کو اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائیں اور سب مقاصد دینی دنیوی کے لئے دعا کرتا ہوں۔

(مکتوب نمبر ۴۹۳)

حال: عرض ہے کہ بندہ حسب دستور اپنے معمولات مذکورہ کے ساتھ مصروف کار ہے حالات وہی ہیں جو پہلے تھے، گذرے ہوئے زمانہ کے خودکردہ گناہ جو کہ ناتجربی اور ناعاقبت اندیشی کے باعث تھے یاد آکر اندر سے پھوٹ پھوٹ کر رُلائی آتی ہے۔ اس سے پہلے تو آنسو کا نام و نشان بھی نہ تھا اب کئی دنوں سے آنسوؤں سے آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔ تحقیق: الحمد للہ

حال: یوں دن بھر چلتے پھرتے یاد آتی رہتی ہے خصوصاً آخری شب میں بوقت تہجد و ذکر خوب یاد آتی ہے روتا جاتا ہوں ذکر کرتا جاتا ہوں اسوقت دل کی جلن زیادہ ہو جاتی ہے بعض وقت چلا کر روتا ہوں بس اسی شعر کیطرف خیال کرتا ہوں اور اپنے کام میں مصروف ہو جاتا ہوں۔ شعر: اندریں رہ مے تراش و مے خراش

تحقیق: الحمد للہ۔

حال: تبرکے مراقبہ کی نیت سے بیٹھتا ہوں تو زیادہ سے زیادہ دس پندرہ منٹ اس سے زیادہ نہیں بیٹھا جاتا بلکہ دل اکتا جاتا ہے جس کی وجہ سے مراقبہ قبر

کے صحیح مقصد سے محرومی ہوتی جارہی ہے اطلاعاً گذارش ہے کہ اس گنہگار ناچیز کو الگ پرچہ میں اسکا مختصر سا خاکہ اسکے سارے لوازمات ذرا واضح تحریر فرما دیئے جائیں۔ شکریہ۔ انشاء اللہ بندہ استعمال میں لانے کی کوشش کریگا اور خاصکر حضرت والا کی تحریر کردہ چیز کو بابرکت سمجھے گا۔ تحقیق: بہت بہتر۔

حال: (میرا ایک خواب) آج تین دن گذر چکا ہے میں رات کے آخری حصہ میں خواب دیکھ رہا ہوں کہ ایک عظیم الشان وسیع میدان میں خطبہ دے رہا ہوں سامعین کچھ بیٹھے ہیں اور کوئی کوئی کھڑے کھڑے سن رہے ہیں مگر جو بیٹھے ہیں فرق فرق بیٹھے ہیں یعنی ایک دوسرے کے ساتھ ملکر لگ کر نہیں بیٹھے بلکہ الگ الگ بیٹھے ہوئے ہیں اگر حضرت والا کو بار خاطر نہ ہو تو تعبیر بتلادیں۔

تحقیق: آپ سے مخلوق کو فائدہ ہوگا۔

حال: زیادہ کیا عرض کروں اس پریشان حال پر توجہ فرمائیں اور ہماری اولاد پر دعاء خیر فرمادیں۔ تحقیق: دعا کرتا ہوں۔

حال: حضرت کیا کہوں یہاں کوئی کسی کو اسکی برائی پر گالی دیتا یا ڈانٹا ہے تو میں خود اپنے اوپر قیاس کرنے لگتا ہوں یعنی اگر یہ شخص تیری شرارت و نافرمانی کو دیکھتا تو تجھ کو بھری مجلس میں جوتہ مارتا دیکھ اللہ تجھ پر کس قدر مہربان ہے کہ نافرمانیوں کو ان لوگوں سے مستور رکھا تحقیق: بیشک

حال: اسی وقت اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں، اور اندر سے و زبان سے استغفار کا نعرہ بڑی گرمی و حرارت سے بلند ہونے لگتا ہے مگر میں اپنے کو سنبھال کر آہستہ خفیہ حمد و استغفار کرنا شروع کرتا ہوں، بس یہی سب حالات اسوقت طاری ہیں۔ تحقیق: الحمد للہ۔

حال: ہمارے وطن کا ایک نوجوان حسین احمد ہے، ... یہ لڑکا اچھا دیندار ہے۔ حضرت والا سے بیعت کا خیال رکھتا ہے مجھ سے تقاضا کرکر کے پریشان کردیا تحقیق: میں نے انکو بیعت کرلیا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ان سے کہدیجئے یہ بیعت عثمانی کہلاتی ہے۔

(اسفارِ مئو)

پھر بعد میں حضرت اقدس کی جانب لوگوں کا رجوعہ ہونے لگا یہاں تک وہاں کے اکابر علماء بھی حضرت سے ملے اور باہم پیام وسلام کا سلسلہ جاری رہنے لگا۔ اور مدرسہ دارالعلوم کے ناظم مولانا محمد صاحب مرحوم اور وہاں کے اکثر مدرسین اور طلبہ کا تو حضرت والا سے تعلق ہی ہو گیا۔ اور مدرسہ مفتاح العلوم کے بھی بعض اساتذہ مثلاً ابوالمآثر محدث وقت حضرت مولانا حبیب الرحمان صاحب مدظلہ و حضرت مولانا عبداللطیف صاحب مفتاحی اعظمی مرحوم اور حضرت مولانا محمد ایوب صاحب شیخ الحدیث بھی حضرت والا سے محبت اور عظمت کے ساتھ پیش آتے تھے اور بہت سے حضرات نے تو اپنا اصلاحی تعلق بھی قائم کر لیا۔ حضرت والا کے قلب میں بھی ان سب حضرات کا احترام تھا جیسا کہ آئندہ صفحات میں ذکر کئے ہوئے واقعات سے ظاہر ہے۔

اسی دور کا وہ واقعہ بھی ہے کہ حضرت والا نے (مئو کے کسی ہوٹل میں بیٹھ کر آپسی گفتگو میں کسی شخص کے حضرت کا تذکرہ بے ادبی کے ساتھ کرنے پر) مواخذہ فرمایا تھا اور خواص اہل مئو کے نام ایک پیغام بھیجا' اور سب علماء اور سیٹھ صاحبان نے حضرت والا کی جانب سے اس شخص سے باز پرس کی بالآخر اس نے معافی مانگی۔ غرض سب نے اس معاملہ میں حضرت کی نصرت فرمائی۔

اس نوع کے واقعات بھی شاید اسی لئے پیش آئے ہوں کہ ان سے وہاں کے لوگوں کے انقیاد اور احترام کا اندازہ ہو گیا' بہرحال اب مئو کی فضا بالکل بدل چکی تھی اس لئے اب اس موقع پر جبکہ چند مخلصین نے پھر دعوت دی تو ارتفاع موانع کی بنا پر حضرت اقدس نے انکی درخواست منظور فرمائی اور مئو کا سفر شروع ہو گیا۔

ابتداءً کبھی حضرت والا وہاں کے حالات بیان فرماتے ہوئے یہ بھی فرماتے تھے کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ مئو کے حضرات بھی مجھے مانیں گے مطلب یہ تھا کہ بری جانب سے یا حضرت مولانا رحمۃ اللہ کی جانب سے جو وہاں کے لوگوں کو ابھی بُعد ہے وہ انشاء اللہ

زائل ہوگا اور کیا عجب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دیار کے خواص کو میری جانب متوجہ فرما دے جہاں کے عوام نے حضرت مولانا تھانویؒ کی بے ادبی کی تھی۔ فرماتے تھے کہ حضرت مولانا مسلمانوں کے نہایت ہی خیرخواہ تھے دل سے چاہتے تھے کہ دین و دنیا میں ترقی کریں مگر لوگوں نے محض اپنی نفسانیت کی وجہ سے انکو ایذا پہونچائی اللہ تعالیٰ کی بڑی قدرت ہے وہ یہ بھی کرسکتے ہیں کہ اب انھیں لوگوں سے حضرت تھانوی کے کسی خادم کی عزت بھی کرا دیں۔ اور فرماتے تھے کہ ان شاء اللہ اگر کبھی مئو جانا ہوا تو حضرتؒ کی تعلیمات اور ان کے نام کو بلند کرونگا اور جو عزت مجھے حضرت ہی کی جانب سے ملی ہے اس کو حضرت کے نام کی سربلندی میں صرف کرونگا۔

یہ سب تو وہ حالات و واقعات تھے جو اپنے سامنے گذرے یا حضرت اقدسؒ نے بنفس نفیس ارشاد فرمائے اب آگے زمانۂ قیام مئو کے ملفوظات اور مجالس کی جو گفتگو پیش خدمت ہے اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ یہ راقم اسفار مئو میں حضرت والا کے ہمراہ نہ تھا بلکہ بعض ان احباب سے فرمائش کی جو ان مجالس میں شریک تھے کہ حضرت کی کچھ باتیں ہوں تو مجھے مطلع فرمائیں چنانچہ دو حضرات نے کچھ باتیں لکھکر ارسال فرمائیں اور باصرار منع فرمایا کہ میرا نام نہ لیا جائے بلکہ تم خود دیکھ لو اگر مناسب سمجھو تو اشاعت کرو ورنہ چاک کردو۔ بہرحال میں نے مطالعہ کیا اور اس نتیجہ پر پہونچا کہ انشاء اللہ تعالیٰ باتیں سب صحیح ہیں اور حضرت اقدس کے مزاج اور انداز کے مطابق معلوم ہوئیں اسلئے ناظرین کی خدمت میں بھی انھیں پیش کرنے کی جسارت کرتا ہوں۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ میری عرض کی ہوئی سابقہ تمہید کے ساتھ یہ باتیں اور باتوں کے مناشی خوب سمجھ میں آجائیں گے۔

یہ ملفوظات کیف ما اتفق ہیں نہ ان میں ملفوظات کی ترتیب ہے نہ دن تاریخ کی بہرحال یہ ساری باتیں مختلف مواقع پر زمانۂ قیام مئو میں مختلف اسفار میں بیان فرمائیں ہدیہ ناظرین ہے۔

(خلاصۂ وعظ)

حضرت اقدس مخدومنا ومطاعنا مولانا فتح پوری دامت برکاتہم دعمت فیوضہم سہ شنبہ ۸ بجے ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۱ھ جا پیا علی الکرسی، جامع مسجد شاہی ۔ مئو ۔ ضلع اعظم گڈھ

خطبۂ مسنونہ کے بعد آیت وذکر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین تلاوت فرماکر اپنی بیاض خاص سے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہٗ کی تشریحات کتاب الیواقیت والجواہر کی عبارت سے اس آیت مذکورہ کی شرح اور توضیح کے لئے پڑھکر سنائی ۔

حضرت شیخ اکبر کے ارشاد کا ماحصل یہ ہے کہ یہ آیت بتلا رہی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ کو تذکیر کا امر فرمایا جارہا ہے کہ آپ تذکیر کیجئے کیونکہ ذکریٰ مومنین کو نفع دیتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو مومن ہوگا اسکو وعظ ونصیحت سے نفع حاصل ہوگا (اسی ضمن میں آپ نے فرمایا کہ ذکر صیغہ امر کا ہے جو کہ وجوب پر دلالت کرتا ہے اس سے ثابت ہوا کہ تذکیر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی آپ اسکے مامور تھے اور حضورؐ کے بعد یہ منصب آپ کے خلفاء اور ورثاء کا ہے) یعنی موعظہ پر مومن کے لئے اثر نفع کا ترتب ہوتا یقینی ہے کیونکہ یہ کلام خداوندی ہے ہمکو اسکی تصدیق کرتے ہوئے اسپر یقین کرنا ضروری ہے ۔ خداوند تعالیٰ اپنے قول میں صادق ومصدوق ہیں اور تحقق کی علامت یہ ہے کہ اسکے مقتضیٰ پر عمل کریگا اور عمل کا وجود ہوجائیگا ۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تذکیر سے بہتوں کو نفع نہیں ہوتا یعنی تذکیر کے بعد ان میں عمل کا داعیہ نہیں پیدا ہوتا، پس کلام ربانی تو بالکل سچا ہے اسمیں تو کسی ریب وشک کی گنجائش نہیں لہٰذا اس سے ثابت ہوا کہ اسکے ایمان میں نقص ہے یا ایمان ہی نہیں (جو عمل نہیں کرتا) ۔

چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکریٰ فرماتے تھے تو صحابۂ کرام دل سے اسکی تصدیق کرتے تھے اور اس پر عمل پیرا ہوجاتے تھے اور جو منافق تھے وہ زبان سے آمنا وصدقنا کہہ دیتے لیکن انکا دل یقین نہیں کرتا تھا اسلئے ان سے عمل کا صدور

نہیں ہوتا تھا پس عمل کا عدم صدور صاف بتلاتا ہے کہ وہ یا تو ناقص الایمان ہے یا اسکا ایمان اس سے مستور ہے یا ایمان سے یکدم عاری ہے۔

اہل اللہ کے کلام میں کوئی حرف رکھنے کی گنجائش نہیں ہوتی وہ حضرات تو منجانب اللہ کلام فرماتے ہیں اور بسا اوقات الفاظ بھی الہام شدہ ہوتے ہیں پس انکے کلام کو عرفا ہی ٹھیک طور سے سمجھ سکتے ہیں۔ غرضیکہ حضرت شیخ اکبر قدس سرہٗ کے اس کلام میں کوئی کلام نہیں کرسکتا ہاں صرف ایک موقع ہو سکتا ہے وہ یہ کہ کوئی کہے کہ نفع کے تحقق کے لئے عمل کا وجود کوئی ضروری نہیں ہوسکتا ہے کہ ذکر ہی سے صرف ایمان کو نفع پہونچے اور عمل کا صدور نہ ہو پس باوجود عمل کے نہ پائے جانے کے بھی ذکری کے نفع کا تحقق ہوگیا۔ اسکے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ آپکے قول کے مطابق جب ایمان کو نفع ہوا اور یہ امر اجلی بدیہات سے ہے کہ ایمان اصل کے مرتبہ پر ہے اور اعمال فرع کے درجہ پر پس جب اصل کا وجود ہو جائے گا تو محال ہے کہ وہاں فرع نہ پائی جائے (جیسا کہ طلوع شمس کے بعد وجود نہار کا عدم ہونا محض باطل و محال ہے کما حقق فی موضعہ) پس یہ قول کہ نفع ایمانی کے بعد عمل کا وجود نہ ہونا سراسر باطل اور بداہت کا انکار ہے اور یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ جب عمل کا تحقق نہیں ہو رہا ہے تو اسکے ایمان کو بھی نفع نہیں ہوا اور یہ اسکے ناقص الایمان ہونے کی علامت واضحہ اور بینہ ساطعہ ہے۔ ایسی صورت میں ایمان کا دعویٰ کرنا بالکل جھوٹ ہوگا کیونکہ عمل کا وجود نہ ہونا اسکے اس دعویٰ کا مکذب ہے اور ذکری کے بعد عمل کے وجود نہ ہونے کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے کہ اسکو مخبر صادق ﷺ کے قول دا امر میں احتمال ہے، تردد و تذبذب ہے۔ دھکڑ پکڑ رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی فرمائی ہوئی باتوں پر بعض کو تو کسل کی بنا پر اور بعض کو دنیوی غرض کیوجہ سے تصور رہتا ہے۔

اور ایک ذرا دقیق اور بہت ہی عمدہ بات ارشاد فرمائی کہ:—

کبھی تو سوال نفس ایمان کے متعلق ہوتا ہے مثلاً ایمان باللہ اور بالآخرت اور

جنت و دوزخ پر اذعان و یقین کرنا ایسی حالت میں نفع کا اثر بلا واسطہ ایمان پر پڑیگا اور اگر سوال اعمال سے ہے جیسے نماز روزہ حج زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے تو اس صورت میں بھی اولاً تو اثر بلا واسطہ ایمان پر ہوگا اور اس کے واسطہ سے اعمال پہ ہوگا کیونکہ جب ایمان میں حرکت ہوگی تب اسکی برکت سے پھر اثر و نفع کا ترتب ہوگا اور عمل کی طرف قدم اٹھے گا۔ حضرت ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ ایمان کی دو قسم ہے ایک تو ضروری دوسرے ایمان نظری ایمان ضروری وہ ہے جو بدیہی اور بلا کسی دلیل و برہان کے حاصل ہو یعنی اسکا حصول برہان پر موقوف نہ ہو اسکا حصول وجدانی بدیہی اور ضروری ہو از قبیل علم ضروری جیسے بصر میں رویت اور آذان میں سمع اور ید میں لمس اور بطش کی اور لسان میں نطق کی اور حرارت و برودت گرما اور سرما میں بلا کسی حجت کے معلوم اور محسوس ہوتی ہے اسی طرح مومن اپنے اندر ایمان ایسا پاتا ہے جیسے علوم ضروریہ پائے جاتے ہیں جسکی شان یہ ہوتی ہے کہ اگر انکو اپنے اندر سے خارج کرنا اور نکالنا بھی چاہے تو وہ اسپر قادر نہیں ہے اور ایمان نظری وہ ہے جو معلل بالعلۃ ہو یعنی اسکا حصول دلائل و براہین سے ہے پس ایسا ایمان شکوک و شبہات کی آماجگاہ رہتا ہے۔ جہاں کوئی دلیل اسکے خلاف مل گئی وہ اسکے لئے قادح ہو جائیگی جب دلیل میں قدح ثابت ہو جائیگا۔ بلکہ حقیقت میں یہ ایمان ہی نہیں بلکہ یہ تو دلیل ایمان ہے جو اس سے الگ ہے اس سے معتزلہ کا رد ہوگیا جو کہ ایمان بالدلائل ہی کو نافع کہتے ہیں۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی الفوز الکبیر میں فرمارہے ہیں کہ معقولیوں کا ایمان منافقوں جیسا ہے انکے ایمان میں جزم و یقین نہیں ہوتا اسلئے غیر معتبر ہوتا ہے۔

" در انصاف ہیچ فرق نیست درمیان آنانکہ کلام آنحضرتؐ بے واسطہ شنیدہ نفاق ورزیدند و درمیان آنانکہ الحال پیدا شدہ اند و بطریق یقین حکم شارع معلوم کردہ اند بعد ازاں بر ایثار خلاف آں اقدام می نمایند و علیٰ ہذا القیاس جماعۃ معقولیان کہ شکوک و شبہات بسیار

بخاطر دارند و معاد را نسیًا منسیًا ساختہ اند نمونہ آں گروہ اند۔ ص۱

(ترجمہ: انصاف کی رُو سے کوئی فرق نہیں انکے درمیان جو کہ کلام آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو براہِ راست سنکر بھی نفاق کرتے تھے اور انکے درمیان جو فی زمانا پیدا ہوئے ہیں کہ شارع (علیہ السلام) کا حکم بطریق یقین معلوم کرنے کے بعد بھی اپنے اختیار (و تاویل) سے اسکے خلاف اقدام کرتے ہیں۔ اور اسی طرح معقولیوں میں سے بھی لوگ ہیں کہ بہت سے شکوک شبہات دل میں رکھتے ہیں اور آخرت کو نسیًا منسیًا کئے ہوئے ہیں، وہ بھی اسی گروہ کی مثل ہیں۔)

حضرت شیخ اکبرؒ تنبیہ یا اخی: اطلاق فرماکر ارشاد فرماتے ہیں" اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح حاضر ہونا کہ اعمال تو ثقلین جن و انس کا ہو اور ایمان ناقص ہو اس سے تو کہیں بہتر یہ ہے کہ عمل تو قلیل ہوں مگر ایمان کامل لیکر حاضر ہوا" اسپر حضرتؒ نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب کیخدمت میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب حضرت مولانا قاسم صاحب حضرت مولانا یعقوب صاحب حضرت مولانا تھانوی (قدس اللہ اسرارھم) جیسے علمائے متبحرین کس لئے گئے اور زانوئے تلمذ کیوں تہ کیا اور اورادو وظائف اور ظاہری اعمال سیکھنے کے لئے گئے تھے؟ نہیں بلکہ اسلئے گئے تھے کہ انکی فیض صحبت سے ایمان میں کمال پیدا ہوگا اور اس میں جلاء و ضیاء پیدا ہوگی۔ یہ چیز کتابوں سے نہیں حاصل ہوئی یہ تو صرف صحبت کاملین ہی سے نصیب ہوسکتی ہے۔ اگر ایمان میں کمال نہیں پیدا ہوا بلکہ ناقص ہے تو اسوقت یہ ظاہری اعمال نافع اور مکمل تو کیا ہونگے بلکہ اور حاجب بن جائیں گے' اہل اللہ کے پاس یہی چیز حاصل کرنے کے لئے ملازمت کیجاتی ہے اور عرصہ تک قیام کیا جاتا ہے۔ مکاتیب رشیدیہ میں حضرت گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ کبھی پیر کو بھی مرید سے نفع پہونچتا ہے مگر یہ نفع نوافل وغیرہ میں ہوسکتا ہے کہ مرید نوافل واذکار پیر کی بہ نسبت کچھ زیادہ کرے مگر ایمان و فرائض میں تو مرید شیخ ہی کا محتاج ہے

اور شیخ ہی سے اسکے ایمان میں کمال روشنی اور فرائض میں نفع ہو سکتا ہے ایمان و فرائض میں ہرگز مرید سے پیر کو نفع نہیں پہونچ سکتا۔

اسی سلسلہ میں فرمایا کہ ۔ ایک بات میں کہتا ہوں جس کو کسی سے نہ سنا ہوگا اور نہ سنو گے، ایک مرتبہ ہمارے حضرت تھانوی قدس سرہٗ ہم سب خدام کے سامنے مثنوی کا یہ شعر پڑھنے لگے ؎

ہر کسے از ظن خود شد یار من ۔۔۔ وز درون من نجست اسرار من

(ہر شخص اپنے وہم وگمان میرا دوست بنا ہے لیکن میرے باطن میں (چھپے) رازوں سے بےخبر ہے)

پہلا مصرعہ جب پڑھا تو ہم لوگ بہت خوش ہوئے کہ حضرت ہم لوگوں کو یارِ من اور اپنا دوست سمجھ رہے ہیں لیکن جب دوسرا مصرعہ پڑھا تب تنبہ ہوا کہ جس طریق پر حضرت لیجانا چاہتے ہیں اور جو چیز حضرت سے حاصل کرنا اور سیکھنا چاہیئے اسکی طرف کوئی متوجہ نہیں ہو رہا ہے جو حاضری کا اصل مقصد ہے اس سے کوسوں دور ہیں۔

اسی سلسلہ میں فرمایا ۔ ایک مرتبہ حضرت تھانوی نے فرمایا کہ یہ امرار و اغنیار جو کچھ ہدایا و تحائف اور روپیہ پیسہ دیتے ہیں اس سے ایک گونہ خوشی تو ہوتی ہے کہ حوائج پورے ہونے کے اسباب ہیں مگر جو شخص کہ ہم سے دین سیکھ رہا ہے علوم و معارف اخذ کر رہا ہے اور ایمان میں کمال پیدا کر رہا ہے اتنی خوشی تھوڑا ہی ان وغیرہ سے ہوتی ہے کیونکہ یہ تو ہمارے دین و آخرت کا حامی ہے

پھر فرمایا کہ لوگ میرے بدن پر گرنا چاہتے ہیں اور اصل کام کی چیز نہیں سیکھتے اس سے کیا حاصل آجکل جلسہ وغیرہ کی کامیابی تکثیر سواد اور تکثیر جماعت کو سمجھ لیا گیا ہے جہاں بہت سے آدمی جمع ہو جائیں تو کہتے ہیں کہ جلسہ بہت کامیاب رہا حالانکہ باتوں کو سمجھکر کام میں لگ جانا اصل کامیابی ہے نہ کہ

سه - بعض دیگر مواقع میں فرمایا کہ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ

بھیڑ بھکڑ مجھے تو یہ پسند ہے کہ اگر کام کے اور سمجھدار دس پندرہ آدمی بھی مل جائیں اور اپنے قیام گاہ ہی پر ان سے کچھ دین کی باتیں کرلوں اور وہ سمجھکر اسپر عمل پیرا ہو جائیں تو میں سمجھوں گا کہ کام ہو گیا بھلا کہیں صرف عمدہ عمدہ الفاظ سے کام چل سکتا ہے اور اس سے مقصود حاصل ہو سکتا ہے ؟ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سہ

کامیابی تو کام سے ہوگی　　نہ کہ حسن کلام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی　　فکر اور اہتمام سے ہوگی

لفظ کامیابی مرکب ہے کام اور یابی سے اسمیں کام مقدم ہے اور یابی مؤخر جو مشیر ہے کہ اسکو کہ پہلے کام کروگے تب کہیں پاؤگے اور مقصد حاصل ہوگا۔ بس کام میں لگ جاؤ۔

آخر میں حضرتؒ نے حدیث شریف کی ایک دعاء پڑھی جو سارے وعظ کا لب لباب اور خلاصہ ہے وہ دعاء یہ ہے اللّٰھم انی اسئلك ایمانا یباشر قلبی اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں ایسا ایمان جو میرے قلب میں مباشرت کرے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ مباشرت کسے کہتے ہیں یعنی ایسا ایمان جو قلب میں حرکت دیتا رہے اور ایمان کی روشنی اور کمال کی برکت سے اعمال حسنہ کی توفیق اور اسکی طرف رغبت پیدا ہوتی رہے[۵]۔

---

[۴] فہم کھلتا ہے تین چیزوں سے اول صدق نیت، دوم تعظیم، سوم طعمۂ حلال، نیز فرمایا کہ کتاب کی فہم اور استعداد اور شے ہے اور اس طریق کا فہم امر آخر ہے ہو سکتا ہے کہ کسی کی کتابی استعداد تو اچھی ہو مگر اس طریق کا فہم نہ ہو۔

[۵] بعد میں مناجات مقبول کی تیسری منزل میں یہ دعاء کھولکر دکھائی اور ارشاد فرمایا کہ اللّٰھم انی اسئلك ایماناً یباشر قلبی میں مباشر یعنی فاعل تو ایمان ہے اور محل مباشرت قلب ہے اور یہ بھی فرمایا کہ موجودہ ترجمہ میں یہ لکھا ہے کہ ایسا ایمان مانگتا ہوں جو قلب میں پیوست ہو جائے یہ ترجمہ بھی صحیح ہے لیکن میں اس سے بھی عمدہ ترجمہ کرونگا جو کہ مباشرت کے مفہوم کو خوب واضح کردے۔ ۱۲

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ سورج طلوع نہیں ہوا اور غروب نہیں ہوا کسی دن پر جو جمعہ سے افضل ہو (یعنی سب دنوں سے افضل دن جمعہ کا دن ہے) اور روئے زمین پر چلنے بسنے والا کوئی جاندار نہیں ہے جو جمعہ کے دن سے ڈرتا نہ ہو گھبراتا نہ ہو سوا جنات کے اور انسانوں کے (کہ یہی دونوں تو بے فکر رہتے ہیں باقی ہر جانور ڈرتا اور خوف کھاتا ہے کہ آج ہی قیامت نہ آجائے) نیز ہر مسجد کے دروازے پر دو فرشتے خدا کی جانب سے موجود رہتے ہیں جو جمعہ میں شرکت کرنے والوں کے نام لکھتے رہتے ہیں چنانچہ جو سب سے پہلے آتا ہے اسکے لئے اونٹ کے صدقہ کرنے کا ثواب لکھتے ہیں اور اسکے بعد جو آتا ہے اسکے لئے بکری صدقہ کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے، اسکے بعد والے کے لئے ایک پرندہ صدقہ کرنے کا ثواب لکھا جاتا ہے، اسکے بعد والے کیلئے ایک انڈا راہِ خدا میں دینے کے بقدر ثواب لکھا جاتا ہے۔ یہانتک کہ جب امام خطبہ کے لئے ممبر پر بیٹھ جاتا ہے تو یہ دونوں فرشتے بھی اپنا رجسٹر بند کر دیتے ہیں۔

حضرت ابو صالحؒ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے جمعہ کے دن اچھی طرح سے وضو کیا پھر نماز جمعہ میں شرکت کے لئے مسجد آیا اور خطبہ سننے کی جانب کان لگایا اور اگلی صف میں امام کے قریب بیٹھا (یعنی یہ نہیں کہ دور دروازہ ہی کے قریب رہا ہو تاکہ بعد نماز مسجد سے باہر نکلنے میں آسانی رہے جیساکہ بدقسمتی سے ہمارے زمانہ میں اہل زمانہ کا دستور ہے) اور خاموشی اختیار کی تو اِس جمعہ سے اُس جمعہ تک کے اسکے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (بشرطیکہ وہ حقوق العباد سے نہ ہوں) بلکہ تین دن کی مزید معافی ہو جائیگی۔ اور جو شخص کنکریوں سے کھیلا اس نے لغو کام کیا اور جس نے لغو کام کیا اسکا جمعہ نہیں ہوگا۔ راقم عرض کرتا ہے کہ ایسی لغو میں چٹائی کے تنکے ادھیڑنا یا جانماز کے دھاگے اور سوتے شغل رکھنا بھی داخل ہے

خاموشی سے زبان کے سکون کے ساتھ ساتھ ہاتھ پیر کا سکون کلی مراد ہے والناس عنہا غافلون (افسوس کہ لوگ اسکی طرف سے غافل ہیں)

حضرت ابوسلمہؓ حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دنوں میں سے سب سے بہتر دن جن میں کہ سورج طلوع کرے جمعہ کا دن ہے اسی دن حضرت آدم پیدا ہوئے۔ اسی دن وہ جنت میں داخل فرمائے گئے۔ اسی دن وہ دنیا میں اتارے گئے اسی دن قیامت قائم ہوگی اور اسدن میں ایک ایسی گھڑی ہے کہ مومن جب اللہ تعالےٰ سے کچھ طلب کرے تو اللہ تعالےٰ اسکو عطا فرما دیتے ہیں۔ راوی حدیث ابوسلمہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلامؓ یہ فرماتے تھے کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ گھڑی کونسی ہے جمعہ کے دن کے آخری اوقات ہیں اسی میں حضرت آدم علیہ السلام پیدا ہوئے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہی ہے کہ خلق الانسان من عجل یعنی انسان (مراد آدم) ہے جلدی میں پیدا کئے گئے کیونکہ وہ زمانہ قلیل ہی ہوتا ہے

حضرت سعید بن المسیبؒ فرماتے ہیں کہ میں جمعہ میں حاضر ہوں یہ مجھے نفل حج سے زیادہ پسند ہے۔

حضرت کعب احبارؓ فرماتے ہیں کہ مجھے آگ بھرا پیالہ پینا منظور ہے لیکن شراب کا پینا پسند نہیں اور میں شراب کا پینا پسند کر لونگا لیکن جمعہ کا فوت ہونا مجھے گوارا نہیں ہے اور جمعہ کا فوت ہو جانا مجھے گوارا ہے لیکن لوگوں کی گردن پھلانگنا مجھے پسند نہیں (دیکھئے نماز جمعہ کے لئے بعد میں آنا اور لوگوں کی گردنیں پھلانگنا اس فعل کی کسقدر شناعت معلوم ہوئی کہ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ چاہے کیوں نہ فوت ہو جائے میں لوگوں کی گردنوں پر سے پھلانگ کر جانا کبھی گوارا نہ کرونگا۔ اہل زمانہ اس سے عبرت حاصل کریں اور خود کو ایسے امور سے بچائیں واللہ الموفق)

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ منبر پر ایک آیہ تلاوت فرمائی حضرت ابن مسعودؓ نے اسی حالت میں حضرت ابی بن کعبؓ سے پوچھا کہ

یہ آیت کب نازل ہوئی ہے ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے کہ حضرت ابوالدرداؓ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے پوچھا کہ یہ آیت کب نازل ہوئی (بہرحال جس نے بھی پوچھا ہو) حضرت ابی بن کعبؓ نے (بوجہ خطبہ شروع ہو جانے کے) آنکھ سے اشارہ کیا کہ چپ رہیئے جب نماز سے فارغ ہوکر لوٹنے لگے تو حضرت ابی نے فرمایا کہ نماز (یا خطبہ) میں جو لغو کام کیا جاتا ہے بس وہ پوری نماز ہی لغو شمار ہوتی ہے (اسلئے نماز میں نہیں بولنا چاہیئے اسی وجہ سے میں نے آپ کو اسوقت جواب نہیں دیا تھا بلکہ آنکھ سے خاموشی کا اشارہ کر دیا تھا) یہ بات عبداللہ بن مسعودؓ کو کچھ عجیب سی معلوم ہوئی چنانچہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوئے اور اس مسئلہ کی وضاحت چاہی آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ابی بن کعب نے جو کہا ہے وہ صحیح کہا ہے (یعنی نماز یا خطبہ میں فضول کلام نہیں کرنا چاہیئے) اور آپؐ نے یہ فرمایا کہ جمعہ کے دن کوئی بندہ غسل نہیں کرتا اور اسکے بعد جو اسکو میسر ہو تیل وغیرہ لگا کر جمعہ کے لیئے نہیں جاتا اور کسی کو ایذا نہیں پہونچاتا اور گردنوں کو نہیں پھاندتا اور اس کے بعد جو کچھ خدا اسکو توفیق دے وہ نماز نہیں پڑھتا اور پھر جب امام خطبہ پڑھنے کے لئے آکر ممبر پہ بیٹھ جائے اسوقت خاموشی نہیں اختیار کرتا مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ اسکی دو جمعوں کے درمیان کی خطایا معاف فرما دیتے ہیں۔

حضرت ابولبابہ بن عبد المنذرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جمعہ کا دن تمام دنوں کا سردار ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ معظم ہے چنانچہ یہ دن اللہ کے نزدیک عید اور بقر عید کے دن سے بھی بڑھا ہوا ہے اسکے اندر پانچ خصوصیات ہیں۔ اسی دن حضرت آدمؑ کی پیدائش ہوئی۔ اسی دن اللہ تعالےٰ نے انھیں جنت سے زمین پر اتارا۔ اسی دن حضرت آدمؑ کی وفات ہوئی تھی۔ اسی دن میں ایسی ایک گھڑی ہے کہ جو شخص اسوقت میں اللہ تعالیٰ سے جو چیز مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو مرحمت

فرماتے ہیں جب تک کہ وہ کوئی حرام بات نہو۔ اسی دن میں قیامت آئیگی، اللہ تعالیٰ کے یہاں کا کوئی مقرب فرشتہ یا آسمان و زمین کا کوئی فرشتہ نہیں ہے جو جمعہ کے دن سے خوف نکرتا ہو۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ سے مروی ہے کہ جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو شیطان اپنے لشکر کو لیکر نکلتا ہے اور لوگوں کے لئے انکے بازار کو خوب سنواتا ہے اور رونق دیتا ہے ان سب شیاطین کے ساتھ جھنڈے بھی ہوتے ہیں، اور ملائکہ مساجد کے دروازوں جاکر بیٹھ جاتے ہیں اور لوگوں کا نمبروار اندراج فرماتے ہیں اور یہ سلسلہ امام کے خطبہ کے لئے آنے تک رہتا ہے۔ چنانچہ جس نے پہلے پہونچکر امام کے قریب جگہ لی اور خاموشی کے ساتھ کان لگایا اور درمیان میں کوئی لغو کام نہیں کیا تو اسکے لئے دو حصے ثواب کے دیئے جاتے ہیں اور جو شخص امام سے دور بیٹھا (یعنی دیر میں پہونچا) اور خاموشی کے ساتھ . . . .
خطبہ سنا اور کوئی لغو بات بھی نہیں کی تو اسکے لئے ثواب کا ایک حصہ ملیگا (پہلے شخص کا آدھا) اور جو شخص امام کے قریب تو بیٹھا اور خطبہ سنا لیکن درمیان میں کوئی لغو بات بھی کرلیا تو اسکے لئے ایک حصہ وزر لکھا جاتا ہے اور جس شخص نے دوسرے سے یہ کہدیا کہ چپ رہو اس نے بھی گویا کلام کرلیا اور جس نے کلام کرلیا اسنے لغو کام کیا اور جس نے لغو کام کیا اسکا جمعہ ہی اکارت ہوگیا۔

اسکے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ ایسا ہی فرماتے میں نے تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے۔

حضرت فقیہ ابو اللیث ثمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے سنا فرماتے تھے کہ مجھے یہ بات پہونچی ہے کہ حضرت صالح مریؒ ایک مرتبہ شبِ جمعہ کو جامع مسجد جانے کے لئے نکلے خیال تھا کہ وہیں فجر کی نماز پڑھیں گے راستہ میں ایک قبرستان پر سے گذر ہوا تو سوچا کہ شب یہیں گذار لی جائے اور صبح صادق کے بعد جامع مسجد چلے جائیں گے یہ خیال کرکے قبرستان

میں داخل ہوگئے دو رکعت نماز نفل پڑھی اور ایک قبر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے
تھکے تو تھے ہی نیند آگئی خواب میں دیکھا گویا سب قبر والے اپنی اپنی قبر سے نکلکر
حلقہ باندھ باندھ کر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپس میں باتیں کر رہے ہیں لیکن
ایک جوان جس کے کپڑے بھی بہت میلے کچیلے ہیں ان سب سے الگ ایک جانب
مغموم بیٹھا ہوا ہے اور ابھی لوگ بیٹھے ہی تھے کہ سب کے پاس ایک ایک طباق
آنے شروع ہو گئے جس میں کچھ تحائف تھے اور ان سب رومال ڈھنکا ہوا تھا
چنانچہ جس کے پاس طباق آتا وہ اسکو لیکر اپنی قبر میں واپس چلا جاتا تھا یہانتک کہ
سب سے آخر میں وہی ایک جوان رہ گیا کہ اسکے پاس کوئی چیز نہ آئی پس وہ غمگین
اور رنجیدہ اٹھا تا کہ اپنی قبر میں واپس جائے میں نے اس سے کہا کہ اے عبداللہ
(اے اللہ کے بندے) کیا بات ہے کہ میں تم کو افسردہ دیکھ رہا ہوں اور یہ سب
کیا معاملہ ہے؟ اس نے کہا اے صالح مُری تم نے وہ سب طباق دیکھے
تھے نا؟ حضرت صالح نے فرمایا کہ میں نے کہا کہ ہاں دیکھے تو تھے وہ کیا چیز تھیں
تھیں؟ اس جوان نے کہا کہ وہ زندوں کے ہدایا تھے جو انھوں نے اپنے اپنے مردہ
عزیزوں کو بھیجے تھے یعنی اپنا مال صدقہ کیا اور ان کے لئے ایصال ثواب کر دیا۔
تو وہ سب چیزیں ان مُردوں کے پاس شب جمعہ کو پیش کیجاتی ہیں اور میں سندھ کا
رہنے والا ایک شخص ہوں اپنی والدہ کو لیکر حج کے لئے آیا تھا جب بصرہ پہونچا تو میرا
انتقال ہوگیا میری والدہ نے میرے مرنے کے بعد اپنی دوسری شادی کر لی اور
اپنے نئے شوہر سے میرا کوئی تذکرہ نہیں کیا کہ میرے کوئی لڑکا بھی تھا اور پھر دنیوی
امور میں مشغول ہوگئیں اور ایسی مشغول ہوئیں کہ میرا ذکر نہ انکے لبوں پر آیا نہ زبان
پر آیا ظاہر ہے اسکی وجہ سے میرا غم اور زیادہ ہوگیا کہ مجھے یاد کرنے والا اب میرا کوئی
عزیز و قریب دنیا میں نہیں رہا ایک ماں تھی جس کا حال میں نے ابھی بتایا ہی ہے۔
حضرت صالح نے فرمایا تمھاری والدہ کہاں رہتی ہیں؟ اس نے مقام و پتہ
بتا دیا۔ حضرت صالح فرماتے ہیں کہ میں نے صبح کی اور نماز فجر پڑھکر فارغ ہوا تو میں

اسکی ماں کا پتہ لگانے کے لئے چلا بالآخر اس جگہ پہونچا اور اسکی ماں سے ملنے کی اجازت چاہی میں نے کہا کہ صالح مری دروازہ پر حاضر ہے اس نے اندر بلا لیا اندر گیا اور اس سے کہا کہ ایک بات آپ سے تنہائی میں کہنی ہے چاہتا ہوں کہ کوئی دوسرا ہماری بات نہ سنے چنانچہ میں پردہ کے بالکل قریب ہوگیا اور اس سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم کرے یہ بتا کہ تیرے کوئی لڑکا ہے (سوال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہ میں نے "ہے" سے سوال کیا تھا) کہا کہ نہیں کوئی لڑکا نہیں ہے۔ پھر میں نے اس سے دریافت کیا کہ آپ کے کوئی لڑکا تھا؟ یہ سنکر اس نے ٹھنڈی سانس لینا شروع کی پھر کہا کہ میرا ایک بچہ تھا نوجوان لیکن اسکا انتقال ہوگیا ہے اسکے بعد میں نے اس سے اس جوان کو خواب میں دیکھنے کا سارا واقعہ بیان کیا یہ سنکر وہ رونے لگی یہاں تک کہ آنسو اسکے رخسار پر گرنے لگے۔ اس نے کہا کہ ہاں اے صالح وہ میرا ہی لڑکا ہے، میرا لخت جگر ہے، میرا پیٹ اسکا ظرف رہا ہے، میری چھاتی سے اس نے دودھ پیا ہے، میری گود ایک زمانہ تک اسکی آرامگاہ رہ چکی ہے۔ یہ کہا اور مجھے ایک ہزار درہم دیئے اور کہا اسکو صدقہ کرکے اسکا ثواب میرے بچے کو پہونچا دیجئے جو کبھی میری آنکھوں کی ٹھنڈک رہ چکا ہے اور میں آپ سے کہتی ہوں کہ اسکو برابر دعاء اور صدقہ و خیرات کرکے ایصال ثواب میں تا زندگی یاد رکھوں گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت صالح مریؒ فرماتے ہیں کہ میں وہاں سے واپس آیا اور ان ہزار درہموں کو صدقہ کردیا جب اگلا جمعہ آیا تو میں پھر نماز جمعہ پڑھنے کے لئے چلا راستہ میں وہی قبرستان پھر پڑا میں وہاں گیا دو رکعت نماز پڑھی اور ایک قبر سے ٹیک لگا کر ذرا بیٹھ رہا، نیند کا غلبہ ہوا اور میرا سر ادھر ادھر جھومنے لگا اسی حالت میں دیکھتا کیا ہوں کہ قبر والے پھر سب اپنی اپنی قبروں سے نکلے اور ان میں وہ جوان بھی تھا مگر آج اسکے بدن پر سفید لباس تھا اور بہت ہی خوش اور مسرور نظر آرہا تھا چنانچہ وہ خود میری جانب کو بڑھا اور بالکل میرے قریب آکر کہا کہ اے صالح

مُری جزاک اللہ خیرًا اللہ آپکو جزائے خیر عطا فرمائے مجھے وہ آپکے واسطہ سے والدہ کا بھیجا ہوا ہدیہ وصول ہوگیا۔ میں نے کہا (اُس شب جمعہ کو بھی تم لوگ آئے تھے اور آج پھر شب جمعہ سے آئے ہو) کیا تم لوگوں کو جمعہ کا علم ہو جاتا ہے؟ اس جوان نے کہا ہاں ہاں بالکل ہوتا ہے اور ایک ہم ہی کیا ہوا میں اڑنے والے تمام پرندوں کو اسکا علم ہو جاتا ہے کہ جمعہ کس دن ہے وہ سب کہتے ہیں کہ سلام ہو یوم مبارک یوم صالح پر یعنی جمعہ کے دن پر۔

فقیہ ابواللیث ثمرقندیؒ فرماتے ہیں مجھ سے ایک ثقہ شخص نے حضرت انسؓ بن مالک سے روایت کیا انھوں نے فرمایا کہ ایک دن حضرت جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے ان کے ہاتھ میں ایک چمکدار آئینہ کی طرح کوئی چیز تھی جس کے وسط میں ایک کالا سا دھبہ پڑا ہوا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ اے جبرئیل یہ کیا چیز ہے؟ انھوں نے عرض کیا یہ جمعہ کا دن ہے اللہ تعالیٰ نے اسکو آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ اسکو آپؐ اور آپؐ کے بعد آپکی امت عید بنائے اور تم سب کے لئے اس میں خیر ہے۔ اور جو شخص کوئی اچھی چیز اس دن خدا سے طلب کرے گا تو اگر وہ اسکے مقدر میں ہوئی تو اللہ تعالیٰ ضرور عطا فرمادیں گے اور اگر اسکا ملنا مقدر نہ ہوا تو اسکے لئے آخرت میں اس سے بہتر شئے بطور ذخیرہ جمع فرمادینگے۔ اور یہ دن ہملوگوں کے (یعنی فرشتوں کے) نزدیک یوم المزید کہلاتا ہے۔ نیز ہملوگ اسکو سید الایام کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کیوں؟ حضرت جبرئیل نے عرض کیا کہ آپکے رب نے جنت میں ایک بہت کشادہ وادی بنائی ہے اس میں سفید ٹیلے ہیں مشک کے جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو حضرات انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے ہیں نور کے ممبروں پر جن میں جواہر جڑے ہوتے ہیں جلوہ افروز ہوتے ہیں پھر ان ممبروں کے پیچھے کرسیاں رکھی جاتی ہیں اور وہ بھی نور کی ہوتی ہیں ان پر صدیقین اور شہدا آکر بیٹھتے ہیں پھر جنت عدن والوں کو لایا جاتا ہے وہ بھی اسی سفید ٹیلے پر

بیٹھتے ہیں اسکے بعد انسے حق تعالیٰ فرمائیں گے کہ میں نے تو اپنا وعدہ پورا کر دیا اور تم پر اپنی نعمتیں مکمل کر دیں اور تم سب کو اس کرامت کے مقام پر بٹھایا ہے تاکہ مجھ سے سوال کرو اور جو خواہش ہو اسکو طلب کرو وہ لوگ عرض کریں گے کہ پروردگارا ہم آپ سے آپکی رضا کے اور جنت کے طالب ہیں اس پر حق تعالےٰ فرمائیں گے کہ میری رضا تو یہی ہے کہ میں نے تمکو اپنے دارِ جنت میں ٹھیرایا اور اس کرامت سے تمکو نوازا پھر وہ لوگ رضا ہی کا سوال کرینگے پس اللہ تعالےٰ اسکے بھی انکیں سرفراز فرمائے گا اور انکی رغبت اور چاہت سے زیادہ عطا فرمائیگا اور یہ سب باتیں اتنی دیر میں ہونگی جتنی دیر میں تمھارا امام جمعہ نماز سے فارغ ہو کر لوٹتا ہے اور اسوقت ان کیلئے ایسی نعمتوں کا دروازہ کھول دیا جائیگا جو کسی بشر کے گوشہ خیال میں کبھی نہ گذری ہونگی اور نہ کسی آنکھ نے اسے دیکھا ہوگا اسکے بعد انبیاء صدیقون اور شہدا حضرات سب واپس ہونگے اور اہل غرفت بھی اپنے اپنے جائے قیام پر واپس چلے جائیں گے اسکے بعد سے ان سب حضرات کے لئے کوئی حاجت باقی نہ رہیگی سوا انتظار جمعہ کے تاکہ انکو مزید کرامت ملے ۔ (بقول حضرت خواجہ صاحبؒ کے ؎

کب رات ہو کب انسے ہوں خلوت میں پھر بہم
رہتی ہے دُھن یہی ہمیں دن بھر لگی ہوئی)

حضرت انسؓ بن مالکؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ نماز جماعت سے پڑھنا اور جمعہ ادا کرنا اپنے اپنے درمیان کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے بشرطیکہ کوئی گناہ کبیرہ نہو ۔ اسی لئے اس دن کو یوم المزید کہا جاتا ہے ۔ اور اسی دن قیامت بھی آئیگی ۔

(پینتیسواں باب)

(مساجد کی عظمت و احترام کا بیان)

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اسمیں بیٹھے نہیں جب تک کہ دو رکعت (تحیۃ المسجد) نہ ادا کرلے۔ فقیہ ابو اللیثؒ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ جب مباح وقت ہو (یعنی جس وقت نفل جائز ہو) چنانچہ جب کوئی شخص مسجد میں مثلاً نماز عصر پڑھنے کے بعد داخل ہوا یا فجر کی نماز پڑھنے کے بعد داخل ہوا تو اب اسوقت (نماز (تحیۃ المسجد نہ پڑھے اسلئے کہ ان اوقات میں نماز پڑھنے کی ممانعت آئی ہے بلکہ ایسے وقت میں تسبیح و تہلیل یا درود شریف پڑھے اسکی وجہ سے اسکو نماز کا ثواب بھی مل جائیگا اور مسجد کا حق بھی ادا ہو جائے گا۔

حضرت لیث بن ابی سلیمؒ اپنے بعض مشائخ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا کہ حضرت ابو الدرداءؓ کو یہ خبر پہونچی کہ حضرت سلمان فارسیؓ نے ایک غلام خریدا ہے (انکا یہ فعل پسند نہ آیا اس پر حضرت ابو الدرداءؓ نے حضرت سلمان فارسیؓ) عتاب لطیف کے طور پر ایک خط لکھا جس میں یہ مضمون بھی تھا کہ ــــ اے میرے بھائی! مصیبت کے آنے سے پہلے عبادت کرو، ایسی مصیبت کہ اسوقت تم عبادت کرنا بھی چاہو گے تو نہ کرسکو گے۔ اور مصیبت زدہ مومن کی بددعا سے ڈرو اور یتیم پر رحم کرو اسکے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اپنے طعام میں سے اسکو کھلاؤ اسکی وجہ سے تمھارا قلب نرم ہو جائے گا اور تمھارے مقاصد پورے ہونگے۔ برادرم سنو! ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا کہ اتنے میں ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اپنے قساوت قلبی کی آپ سے شکایت کی۔ آپؐ نے ارشاد

یعنی مؤمن جب تک ان تینوں میں سے کسی میں رہتا ہے تو شیطان سے گویا قلعہ بند ہو جاتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ جنت کی حوروں کا مہر مسجد میں جھاڑو دینا اور انکو آباد رکھنا ہے۔

حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے مسجد میں چراغ جلادیا تو فرشتے اور حاملان عرش اسکے لئے دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ چراغ مسجد میں جلتا رہتا ہے۔

حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا کہ مساجد روئے زمین میں خدا تعالیٰ کا کا گھر ہیں اور ان میں نماز پڑھنے والا خدا کا زائر ہے اور جس کی زیارت کو جایا جائے اس پر حق ہوتا ہے کہ اپنے زائر کا اکرام کرے (پس اللہ تعالیٰ نمازی کا کیا کچھ نہ اکرام فرمائیں گے)۔

فقیہ ابو اللیث سمرقندیؒ آداب مسجد کے سلسلہ میں بیان فرماتے ہیں کہ مساجد کا احترام پندرہ امور سے کرنا چاہیئے ایک تو یہ کہ جب داخل ہو تو سلام کرنا بشرطیکہ سب لوگ فارغ بیٹھے ہوں نماز و تلاوت نہ کر رہے ہوں اور اگر کوئی شخص مسجد میں نہ ہو یا لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو یوں کہے کہ السلام علینا من ربنا و علی عباد اللہ الصالحین (یعنی ہمارے رب کی جانب سے ہم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے صالح بندوں پر ہو۔ دوسرے یہ کہ بیٹھنے سے قبل دو رکعت نماز تحیۃ المسجد پڑھے (اگر وقت مکروہ نہ ہو) اسلئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر شے کے لئے ایک تحیہ ہوتا ہے اور مسجد کا تحیہ دو رکعت نماز پڑھنا ہے۔ تیسرے یہ کہ مسجد میں خرید و فروخت نہ کرے۔ چوتھے یہ کہ اسکے اندر تلوار میان سے باہر نہ نکالے۔ پانچویں یہ کہ اس میں گم شدہ چیز کے لئے اعلان نہ کرے چھٹے یہ کہ اس میں سوا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے اور کوئی کلام میں آواز بلند نہ کرے ساتویں یہ کہ اس میں دنیا کی باتیں نہ کرے۔ آٹھویں یہ کہ لوگوں کی گردن پھلانگ کر

آگے جانے کی کوشش نہ کرے۔ نویں یہ کہ جگہ کے بارے میں کسی سے لڑے نہیں کہ یہ جگہ ہماری ہے یا تم وہاں جاکر بیٹھو۔ دسویں یہ کہ صف کے درمیان ذرا سی جگہ میں گھس کر دوسرے لوگوں کے لئے تنگی کا باعث نہ بنے۔ گیارھویں یہ کہ نمازی کے سامنے سے نہ گذرے۔ بارھویں یہ کہ مسجد میں تھوک وغیرہ نہ کرے۔ تیرھویں یہ کہ اسمیں انگلیاں نہ چٹخائے۔ چودھویں یہ کہ مسجد کو نجاسات سے پاک رکھے۔ پندرھویں یہ کہ اس میں زیادہ سے زیادہ ذکر اللہ کرے، غافل نہ رہے۔

حضرت حسن بصریؒ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر ایک زمانہ آئے گا کہ انکی امور دنیا سے متعلق باتیں مسجد میں ہوا کرینگی اللہ تعالیٰ کو ایسے لوگوں کی کچھ ضرورت نہیں تم لوگ ایسے لوگوں کے ساتھ نہ اٹھا بیٹھا کرو۔

حضرت زُہریؒ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دنیا میں غریب یعنی اجنبی چار چیزیں ہیں۔ قرآن جو کسی ظالم کے سینے میں ہو۔ مسجد جو ایسے لوگوں کی بستی میں ہو جس میں وہ لوگ نماز نہ پڑھتے ہوں۔ اور مصحف جو ایسے گھر میں ہو جہاں اسکی تلاوت نہ کیجاتی ہو اور کوئی صالح اور نیک شخص جو بُرے لوگوں کے درمیان میں رہتا ہو (یعنی پھنس گیا ہو یہ سب غریب یعنی اجنبی ہیں)

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مساجد قیامت میں سفید بختی اونٹ کی شکل میں محشور ہونگی جن کے پیر عنبر کے ہونگے اور گردنیں زعفران کی اور سر مشک اذفر کا ہوگا اور جو سب سے آگے ہوگا وہ سبز زبرجد کا بنا ہوا ہوگا اسکے قائد آگے سے کھینچنے والے مؤذنین ہونگے جو آگے مہار پکڑے اسکو لیجاتے ہوں گے اور ان کے سائق یعنی پیچھے سے ہانکنے والے ائمہ مساجد ہوں گے اس منظر کے ساتھ یہ لوگ محشر کے میدان میں سے تیز رفتاری میں مثل کوندنے والی بجلی کے جب گذریں گے تو انکیں دیکھکر اہل محشر کہیں گے کہ یہ جماعت

جو جا رہی ہے یا ملائکہ مقربین کی ہے یا انبیاء مرسلین کی ہے کچھ پکارنے والے کہیں گے کہ اے اہل محشر یہ نہ تو ملائکہ مقربین ہیں نہ انبیاء و مرسلین ہیں بلکہ یہ امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ کے وہ لوگ ہیں جو نماز با جماعت پابندی کیساتھ ادا کرتے تھے۔

وھب بن منبہؓ سے مروی ہے کہ مساجد کو کل قیامت کے روز کشتیوں کی صورت میں لایا جائے گا جو کہ یاقوت اور موتیوں سے سجی اور جڑی ہونگی اور آکر وہ سب اپنے اپنے نمازیوں کی شفاعت کرینگی۔

حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہٗ سے مروی ہے فرمایا کہ لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ اسوقت صرف اسلام کا نام نام باقی رہ جائیگا (یعنی کام سب غیر اسلامی ہوں گے بس لوگ نام کے مسلمان ہوں گے) اور قرآن کا صرف رسم خط (یعنی لکھاوٹ باقی رہ جائیگی (نہ تلاوت باقی رہیگی نہ عمل) لوگ بس مساجد کی بناوٹ سجاوٹ اور تعمیر میں خوب حصہ لیں گے اور ذکراللہ (اللہ تعالیٰ کی یاد) کے اعتبار سے تم اسکو نہایت خستہ و خراب پاؤگے اس زمانہ والوں کے سب سے برے لوگ اسوقت کے علماء ہونگے انھیں کے درمیان (نزاع و شقاق) کی ابتداء ہوگی اور فتنہ انھیں میں لوٹے گا (العیاذ باللہ) ونعوذ باللہ من شرور انفسنا و سیئات اعمال)۔ واللہ الموفق)۔

(کتاب کا حصہ اوّل ختم ہوا)

انتباہ کتاب تنبیہ الغافلین کا صفحات کی روسے یہاں باب حرمۃ المساجد کے اختتام پر نصف حصہ ہو جاتا ہے، مصنف نے تو ایک ہی جلد میں سارے ابواب بیان فرمائے ہیں ہم نے اس ترجمہ (یعنی تنویر السالکین) کی ضخامت زیادہ نہ ہو جائے اس خیال سے کتاب کا نصف ترجمہ یہیں پر ختم کر کے اسکو نصف اول قرار دیدیا ہے اسکے بعد بقیہ نصف کا ترجمہ دوسرے حصہ میں پیش کیا جائے گا جس کا پہلا باب باب الصدقہ ہوگا ناظرین صفحات رسالہ میں انشاء اللہ تعالیٰ اسے بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔ اور ہو سکتا ہے کہ ہم حصۂ اول کو علٰحدہ کتابی شکل میں بھی پیش کر سکیں۔

(فہرست ابواب تنویر السالکین ترجمہ تنبیہ الغافلین)
(نصف اوّل)

مرتب ومترجم عبد الرحمن جامی۔ مقیم خانقاہ وصی اللّٰہی ۔۲۳ بخشی بازار الٰہ آباد

۱۵ ربیع الاول سنہ۱۴۰۷ھ مطابق ماہ دسمبر سنہ۸۶ء

پس شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اوس ہی مجلس کا ذکر لکھا ہے کہ ممنوع نہ تھی کیونکہ اوس زمانہ میں ہرگز یہ بدعات نہ ہوئے تھے اور اب جو تشدد ہے اِس زمانہ کی مجلس پر ہے۔ سو ایسے وقت میں بیشک یہ مجالس بدعت ہیں نہ کہ موجب خیرات لہٰذا تم مجالس اس زمانہ میں شریک مت ہونا اور ایسا ہی حال قیام کا ہے کہ وہ بھی بدعت ہے۔ فقط۔ ایک حدیث میں مذکور ہے کہ جوان کو دودھ پلایا اور اس سے حرمت ثابت ہوئی مگر تمام علماء کے نزدیک وہ حرمت اوسی شخص کے ساتھ خاص تھی سوائے حضرت عائشہؓ کے کہ وہ تو اِس مسئلہ کو عام سب کے حق میں جانتی تھیں سوائے اونکے سب صحابہؓ نے اوسکو نہیں مانا فقط اوس ہی شخص پر خاص کیا ہے اور مدت رضاعت فقط دو برس یا دو نیم برس رکھتے ہیں۔ چونکہ والاجاہ[س۵] کو نئی بات بہت پسند ہے خواہ حق ہو یا ناحق لہٰذا سب کے خلاف ہو کر اوس مسئلہ کو لکھدیا ہے سو کالائے بد بریش خاوند ؎ اون کو ہی ایسا مذہب مبارک ہو۔ فقط۔ یہ قسم ہو گئی سوا ایسی قسم کو توڑ دے اور کفارہ قسم کا دیدیوے ایسی قسم مکروہ ہے۔ فقط۔ زعفران کا زرد اور کسنبہ کا سرخ اور زرد اور گلابی سب کے نزدیک حرام ہے اور سرخ تول وغیرہ کا پختہ رنگ اکثر علماء جائز کہتے ہیں اور بعض مطلق سرخ کو ناجائز کہتے ہیں اگر تقوےٰ کرے اولیٰ ہے ورنہ پختہ سرخ جائز ہے۔ بقر کی قربانی حضرت سے ثابت ہے اور کھانا بھی ثابت ہوتا ہے باقی اوس سے مرض ہونا دوسری بات ہے، بہت سی اشیاء ہیں کہ حلال ہیں اور خلط فاسد اون سے پیدا ہوتی ہے فقط۔ کثرتِ گوشت سے دل کو سختی ہوتی ہے لہٰذا مشائخ نے کثرت کو مناسب نہیں جانا گو مباح ہے ہفتہ میں دو تین بار گوشت کھاوے باقی دو تین روز دال وغیرہ کھاوے۔ سو یہ مسئلہ اہل ریاضت کا ہے اباحت میں اسکو دخل نہیں۔ فقط۔ یہ گیارہ جوابات آپ کے سوالات کے ہوئے —— بارھویں بات بندہ کی سنو

س۵۔ اشارہ بجانب نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم ہے۔ ۱۲ حصہ تا حصول مطلب کسی شے احترام کرلینا۔

کہ اپنے واسطے جو ساری کتاب نقل کی ہے مع رسالہ اصطرلاب کے تو وہ ہی عنایت ہووے اگر پسند ہووے گی تو اسمیں جو جو پسند آدینگے آپکو اطلاع دونگا کہ میرے واسطے نقل کردو اور ساری پسند آئی تو آپ دوسری لکھ لیویں بعد مدت تو عنایت کی توجہ ہوئی پھر اسمیں کیوں کوتاہی ہے مثل مشہور ہے اتنی سی مسلمانی اسمیں بھی آنا کانی۔ فقط۔ والسلام

اور بعد اسکے آپ نے اپنا حال لکھا ہے سو وہ حال و کیفیت تو مبارک حال ہے اوسکی کیا تعریف کروں حق تعالیٰ مبارک کرے سر پایہ قادریہ برابر کرتے رہو واقعی عمدہ شغل ہے مگر ثمرہ اوسکا کہ ذوق و شوق ہے بعنایت الٰہی آپکو حاصل ہورہا ہے آئندہ یہ کہ آپ کسی شئے کو چاہتے ہو اور حاصل نہ ہو تو کیا مضائقہ ہے۔ اسقدر کہ قرب حق تعالےٰ کا خیال رہے اعلیٰ حال ہے اور یہ قرب خیال میں قائم ہونا ضروری ہے ورنہ حق تعالیٰ کی ذات کوئی محسوس شئے نہیں، جو نور یا کچھ مشاہدہ ہو یا خیال میں آوے حق تعالیٰ اوس سے برتر ہے ؎

اے برادر بے نہایت درگہیست   ہرچہ بروی می رسی بروی مایست

پس جو کچھ خیال یا شہود میں ذات آوے اوس سب کو نفی کرنا واجب ہے اسکو ذات جاننا شرک ہے، ذات پاک بے چون و چگون ہے سب کیفیت سے پاک ہے ؎

دور بینان بارگاہ الست   غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

پس اپنے خیال ہی کو راسخ کرو اور مشاہدہ ظاہری و باطنی سے کام مت رکھو۔ جب خیال اپنے منتہا کو پہونچتا ہے وہی مشاہدہ ہو جاتا ہے بارک اللہ تعالےٰ، اپنے دل کی خواہش میں مت رہو ؎

کار کن کار بگذر از گفتار   کاندریں راہ کار دارد کار

والسلام۔ حافظ محمد یوسف صاحب و شاہ جی عبدالرحمٰن صاحب اور جملہ احباب کے نام بنام سلام مسنون فرمادیویں۔

(۱۴۶) برادرم حافظ محمد وحید الدین صاحب السلام علیکم آپکا خط آیا معنی میر نقرہ[۵] کے پہنچے

۵۔ سابق والا نامہ کا فقرہ، یہ آخری خط ہے مراد ہے ۱۲۔ عاشق الٰہی

کہ اب کوئی خط نہ لکھوں گا مر جاؤں گا یا ناخوش ہو کر ترک تحریر کروں گا۔ یہ ہی معنی تھے "کہ بسبب فرصت نہونے کے جمعہ کو خط لکھا جاتا ہے یہ جواب خط آپکا سب خطوط سے فارغ ہو کر لکھنا شروع کیا ہے کیونکہ اول تو لوگوں کے خطوط اول آئے تھے وہ ترتیب مرعی تھی دوسرے پچھلا خط طمانیت سے لکھا جاتا ہے فارغ د فرصت میں آپ کا خط لکھوں"۔ سو آپکو ہر حال افسوس ہی رہتا ہے اسکا کیا علاج ؟ اجی صاحب! یہ ہی غنیمت جاننا تھا کہ جواب نہ لکھتا تو بمکافات آپکی ترک تحریر کے کیا عجب تھا میں کبھی برس دو برس میں جواب لکھدیتا، مگر خیر آپکو کوئی حال رہنا چاہیئے۔ اب سنو کہ بندہ تمکو اپنے سے عمدہ جانتا ہے خصوصًا یہ حال جو آپ نے اپنے لکھے اس سے تو صاف ظاہر ہوگیا کیونکہ یہ احوال نصیب بندہ نہیں ہوئے حق تعالےٰ مبارک فرماوے اور بندہ کو بھی حصہ مل جاوے۔ آمین یہ آپکے حالات عمدہ حالات ہیں۔ دیکھنے کی ہوس مت کرو، شوق ذوق، ذکر او جفو یو نماز تلاوت میں رہتا ہے اعلیٰ مقصد یہ ہی ہے اس سے زیادہ کوئی امر نہیں باقی سب امور اس سے ادنیٰ ہیں۔ دیکھنا دکھانا اسکے سامنے کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ بس اسبات میں تو کچھ لکھنا ضرور نہیں۔ دوسری بات ایصال ثواب اگرچہ ایک مٹھی چنے ہی ہوں مگر کسی کو توقیر سے دینا چاہیئے باقی یہ کہ ایک روٹی آدمی سے کہکر کسیکو دیدی البتہ بے توقیری ہے، پلاؤ کی رکابی اگر کسی گدا کو دیوے بے توقیری ہے اور خشک روٹی کا پاس بٹھلا کر عزت سے دینا عزت کی بات ہے۔ آپ تم کچھ دو چار آنہ کا یا کم زیادہ کچھ طعام یا نقد مقرر کر کے سب اہل سلاسل کے یا تمام اولیاء کے نام پر ثواب پہونچا کر کسی حاجت مند صالح کو با ادب دیدیا کرو کچھ ضرورت تاریخ کے لکھنے کی نہیں، شب یا روز جمعہ یا جس روز چاہا اس طرح کر لیا کیا ضرورت تاریخ وفات کی ہے۔ فقط۔ بھوپال میں جمعہ کے دو فرض کے بعد سنت پڑھو فرض ظہر مت پڑھو۔ آپکو بندہ نے یہ نہیں لکھا بھوپال دار الاسلام ہے مگر یہ لکھا ہے کہ فرض ظہر جمعہ کے بعد مت پڑھو سو پلہ سے باندھو۔ اشراق کا وقت جب دس پندرہ منٹ دن نکل آوے ہو جاتا ہے اور جب تین گھنٹہ دن چڑھا

چاشت کا وقت ہوگیا۔ اشراق کی دو رکعت یا چار رکعت ہیں، چاشت دو رکعت سے بارہ تک ہیں کوئی سورۃ خاص نہیں۔ جوتہ جدید پاک ہے خواہ مسلمان سے یا ہو خواہ چمار کافر سے۔ توکل یہ ہے کہ جو کچھ آدمی کے ہاتھ میں ہے اس پر چنداں بھروسہ نہ ہوئے جبقدر بھروسہ اللہ تعالیٰ کی رزاقی پر ہووے۔ اور ترک کسب کو توکل نہیں کہتے کسب کرے اور اعتماد کسب پر بالکل نہ ہووے حق تعالیٰ پر اعتماد رہے۔ گناہ مکہ کا بہ نسبت اور جگہ کے شدید ہے لاکھ گونہ نہیں مگر بہت شدید ہے۔ اگر دن ڈھل جاوے تو نماز ظہر ہو جاتی ہے ورنہ نہیں تو اسکو دیکھ لو کہ اذکی نماز بعد دن ڈھلنے کے ہوتی ہے یا پہلے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں، بہر حال بارہ بجے کا اعتبار نہیں دن ڈھلنے کا اعتبار ہے بارہ بجا آگے پیچھے ہو جاتا ہے۔ کھانے شیرینی پر فاتحہ وغیرہ پڑھنا بدعت ہے نہ کرے اگرچہ تنہا ہی ہووے۔ کھٹمل وغیرہ سے خواہ مخواہ کھلا رہا ل کرنی مکروہ ہیں زیادہ حرکات کرے گا تو نماز فاسد بھی ہو جاویگی ایسی حرکات نہ کرے۔ عرش پر نام علی لکھا دیکھنا یہ سب حال مبارک ہے میرے واسطے بھی دعا کرنا۔ اداے قرض کی دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ ادا کرے۔ آمین۔ جب عزم سفر مکہ کروگے تو مناسک حج بھی مل جاوے گی ابھی سے کیا کروگے۔ فقط۔ والسلام۔

(بنام مولانا سعید الدین صاحب پوری سائیکل بھوپال زید مجدہ)

(۱۴۷) از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ عزیزم مولوی سعید الدین صاحب سلمہ بعد سلام مطالعہ فرمایند آج آپ کا خط دیوبند سے پہونچا صدمۂ ضرب سے ملال ہوا مگر شکر کیا کہ صحت ہوئی۔ بقایا بھی رفع ہو جاوے گی اگرچہ تمکو ایسی حالت میں کہ اسباب ظاہری پر نظر نہیں کچھ لکھنا لغو ہے بحکم الدین النصیحۃ لکھتا ہوں کہ بار بار زیارت وطن اور بہانۂ دلداری ختن تدبیر کے خلاف ہے اگر حق تعالے نے سامان رزق مقرر کردیا ہے اسکو متغیر متنکر بنانا اور پر فاش عباد کا سبب ٹھیرانا قرین مصلحت نہیں آئندہ

جو مناسب جانو بہتر ہے۔ محراب کی تعریف پوچھتے ہو" محراب اس مقام کو کہتے ہیں کہ وسط دیوار قبلہ میں مکان مخصوص امام کے واسطے بنایا جاوے پس اوس میں قیام بسبب مشابہت یہود کے اور مخفی ہونے حال امام نظر مقتدین کے مکروہ ہے اگر قدم بھی اندر ہوں ورنہ نہیں اور دوستوں کے درمیان قیام امام بسبب مشابہت محراب کے مکروہ ہے" فقط۔ والسلام۔ باقی خیریت ہے مولوی عزیز الرحمٰن بھی قریب عزم بھوپال کا رکھتے ہیں میرا سلام مسنون جسکو چاہو کہدیویں اور تمکو یہاں سے مولوی عزیز الرحمٰن حافظ مسعود احمد سلام کہتے ہیں مورخہ ۲۲ رذی الحجہ پنجشنبہ تصغیر ترجمہ قرآن تحریف مکروہ ہے، آپ نے زجر کیا بہتر ہوا۔ فقط۔

(۱۴۸) برادر مولوی سعید الدین صاحب سلمہٗ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا آپکا شغل" مطالعہ کتب، تدریس طلبہ اور اس میں ہی وقت صرف کرنا ہے" اور اسکو ہی موجب رضاء حق تعالیٰ تصور کرنا۔ فقط۔ بندہ تمہارا دعاگو ہے۔ تعبیر خواب یہی ہے مکہ میں جانا اور سبقت جماعات اور زیارت شیخ الشیوخ شاہ ولی اللہ صاحب رؤیاء صالحہ ہے کہ شکر کرنے کی جگہ ہے۔ اور نواب صاحب اگر نقل کتاب سے خوش ہوں تو عجب نہیں کہ دوسرا کام سپرد کر دیویں نقدین کا عدد معتبر نہیں بلکہ وزن کا اعتبار معتبر ہے بارہ کے عوض تیرہ درصورت مساواۃ درست ہے اور کم زیادہ ناجائز اور ربوا ہے فرض احتیاط ظہر مت پڑھا کرو بھوپال میں جمعہ درست ہوتا ہے پھر احتیاط کی کیا ضرورت ہے بلکہ تاکد اسکا بدعت ہے باقی دہلی کے قصے قابل ذکر نہیں غرض احتیاط الظہر کا تام مت لوجمعہ درست ہے اور بحث اسکی طویل ہے موجب طلب ہے، آجکل اسمیں دہلی میں مباحثہ ہے۔ فقط۔ مسعود احمد بنڈولی مریض کے دیکھنے کو گئے مولوی عبدالکریم مولوی عزیز الرحمٰن کا سلام مسنون پہونچے اپنے والد صاحب بھائی صاحب، حاجی عبدالرحمٰن خان، حافظ محمد یوسف صاحب، بخشی صاحب اور محمود صاحب اور جس کو چاہو سلام مسنون پہونچا دینا ورنہ جیسا مناسب ہو۔ فقط۔

(۱۴۹) عزیزم مولوی سعید الدین دعلمہ وعمرہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند

آپ کا خط آیا تمھاری تبدیل محکمہ تعلیم میں موجب سرور ہے الحمد للہ علیٰ ذالک بندہ کو ضعف چلا جاتا ہے ایسے میں تمھارے دو سوال بھی آئے دونوں کا جواب لکھا مگر مراجعت کتب تفسیر نہو سکی کہ انکا حاصل کچھ لکھتا جو اپنے ذہن میں آیا لکھدیا ہے بندہ آپکا دعا گو ہے میرا اسلام مسنون جسکو چاہو پہونچا دیویں ۔ کلب غیر معلم اگر جانور پکڑلے اور ذبح ہو جاوے تو حلال ہے ایسا ہی کوئی عالم مسلمان جو گریہ مشروع کرے یا کیفیت مقبول پیدا ہووے وہ مقبول ہے فَابْکُوْا وَتَبَاکُوْا عہ کہ قول خود شارع کا ہی ہے تو اس سے کیوں تردد کرتے ہو یہ تو خیر محض ہے ۔ فقط ۔ پوڑیا کا رنگ نجس جب ہوا تو جہاں تک ممکن ہو اجتناب چاہیئے اسکے شیوع کا جواب کیا لکھوں کہ شیوع نجس سے نجس پاک نہیں ہو سکتا مگر ہاں دوسری تاویل سے نجات ہو سکتی ہے جسکو لکھنا مصلحۃ نہیں جانتا ہوں ۔ اصل ترجمہ مکیہ کا بندہ نے حضرت کی خدمت میں دیا تھا اونھوں نے حکیم صاحب کو دیا اب وہ ایسا مشبک کرم خوردہ ہو گیا کہ پڑھنا مشکل ہے، میرے پاس کوئی نہیں رہا تھا ۔ حافظ مسعود احمد کا سلام پہونچے ۔

قول منافقین نَشْهَدُ ۱ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ تین امر پر دال ہے ایک إِنَّكَ ۲ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ کہ صادق ہونا رسالت کا اور مطابق واقع کے ہونا ہے ۔ دوسرے یہ کہ ہم بھی دل سے آپکی رسالت کی تصدیق کرتے ہیں کیونکہ شہادۃ وہی ہوتی ہے کہ علم اسکا قطعی قلب میں ہو تردد نہو اور اسکو مطابق واقعہ بھی جانے ورنہ وہ شہادت کاذبہ ہوتی ہے پس اس جملہ سے اپنا علم بلا تردد رسالۃ کا اور مطابق واقع کے ہونا تو ظاہر و یقین ہے اور یہ کہ ہم مومن صادق ہیں منافق نہیں یہ لازم معنی ہے کیونکہ آپکی رسالت کی تصدیق ہی ایمان ہے پس اگر حق تعالیٰ اس جملہ کے بعد فرماتے واللہ ۳ یشہد انہم لکاذبون تو ہر سہ مضمون جملۂ سابق کی تکذیب لازم آتی کیونکہ ہر گاہ وہ اپنے قول میں کاذب ہوئے اور کسی مضمون کا استثنار نہوا تو جملہ سابقہ کے سب مضامین خلاف واقع

عہ ۔ پس روؤ اور رونی صورت بناؤ ۔ ۱؎ ہم گواہی دیتے ہیں کہ تحقیق تم (اے محمد) البتہ اللہ کے پیغمبر ہیں ۲؎ ۔ بیشک تم البتہ اللہ کے پیغمبر ہو ۔ ۳؎ اور اللہ گواہ ہے کہ بیشک وہ جھوٹے ہیں ۔

ہوسے اور وہ کذاب مطلق ہوسے لہذا مرسہ مضامین کا کذب ہونا بادی الرای میں مفہوم ہوتا ہے پس اہل اسلام کو تردد ہوتا کہ یہ جملہ تو رسالہ کو ہی رفع کرتا ہے کفار کو اعتراض کی گنجائش ہوتی اہل اسلام محتاج تاویل اور دوسری آیات سے جواب دینے کے محتاج ہوتے کفار تعارض کا اعتراض کرتے لہذا حق تعالی نے اس جملہ سے وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُہٗ آپکے رسول ہونیکا تو امر اول ہی اثبات فرما دیا کہ رسالت تیری واقعی اور صادق ہے اور اسقدر قول منافقین کا صادق ہے مگر دوامر کہ منافقین کو یقین رسالت ہے اور وہ مومن ہیں یہ کاذب ہے اور فصیح و بلیغ کلام وہ ہی ہے کہ شبہات اپنے آپ ہی رفع کر دیوے نہ یہ کہ دوسرے کلام پر حوالہ کرے کو پس لطف اعتراض اس جملہ کا خود واضح ہے باقی آپکی تقریر کہ کیا یہ نہ ہوتا تو مومنین کو تکذیب رسالہ کا خیال ہوتا خود لغو ہے کیونکہ اگر یہ خیال نہ ہوتا تو محتاج تاویل ہوتے کفار کو محل اعتراض ہوتا کلام میں یہ خوبی بلاغت نہ ہوتی اور مفسرین کا تاکید کہنا بایں معنی ہے کہ تاکید دفع احتمال کے واسطے ہوتی ہے جو مجاز یا غلط کی محتمل ہو مثلاً جاءنی زید زید میں احتمال خطا کو دفع کیا ہے کہ زید ہی مراد ہے اسمیں غلطی وسہو ہے نہ مجاز ہے اور جاءنی القوم کلھم میں بھی احتمال اکثر کا تھا کہ اکثر پر لفظ کل کا مجازاً بولتے ہیں ایسا ہی یہاں اول ایک معنی کو نکالکر معنی موکد کر دیئے اور رفع ریب و رفع اعتراض کر دیا کلام موکد بالمعنی ہو گئی اور شبہات کفار کو رد کر دیا یہ معنی تاکید کے ہیں فقط۔ اور اِذَا جَاءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ میں بعد غور معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شبہ رفع نہیں ہوا منافقون باعتبار شہرۃ اور عقیدۃ مسلمانوں کے فرمایا ہوا ورضرور نہیں کفار او رمنافقوں کے سب کلام غلط ہی ہوں یا صحیح ہی ہوں بلکہ الصدوق قد یکذب والکذوب قد یصدق بھی شایع ہے اور لفظ جاءوک میں بھی کوئی رفع شبہ نہیں وَجَاءَ الْمُعَذِّرُوْنَ اور اَنْ جَاءَہُ الْاَعْمٰی مجیئۃ کیا رفع شبہ ہو سکتا ہے علیٰ ہذا قَالُوْا سے معلوم نہیں کہ یہ کونسا فائدہ کس طرح پیدا ہوا ہے قول کو صدق وکذب کا محتمل سب کہتے ہیں پھر یہاں کونسا قرینہ مخصص ہو سکتا ہے اِتَّخَذُوْا اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً سے کچھ رفع نہو گا کیونکہ یمین کے جنہ ہونیمے کذب وصدق کا کچھ امکان نہیں صادق یمین بھی جنہ ہوتی ہے اور کاذب بھی معہذا وہ دوسری کلام ہے کہ معارض پہلی کے ہو جاتی وَلَوْ کَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوْا فِیْہِ اخْتِلَافًا کَثِیْرًا یہ محل طعن و استدلال کا بنتا فافھم واللہ تعالی اعلم

لہ آیا میرے پاس زید زید آئی میرے پاس قوم سب کی سب بیشک تُو (اے محمد) تیرے پاس منافق لوگ سچا کبھی جھوٹ بولدیتا ہے اور جھوٹا کبھی سچ بولدیتا ہے اور آئے عذر بیان کرنیوالے کہ آیا اسکے پاس نابینا اونھوں نے بنایا انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال اور اگر یہ قرآن ہوتا اللہ کے سوا اور دوسرے کیطرف سے البتہ پاتے لوگ بہتیرا اختلاف ۱۲ — عاشق الٰہی میرٹھی جامع اوراق ہذا حنفی رشیدی

نقل والا نامہ مولانا گنگوہی قدس سرہٗ

از بندہ رشید احمد عفی عنہ برادرم آں مکرم بانشہ مولوی محمود حسن صاحب و مولوی خلیل احمد صاحب زید فیضہما بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائیں آپکی چند خطوط پہونچے جس سے وہاں کا حال معلوم ہوتا رہا آج مولوی خلیل احمد صاحب کا خط آیا جس سے پریشانی مدرسہ حال دریافت ہوئی لہذا یہ تحریر مقرر ہوئی ہے بیچارے دوستو تمکو کیوں اضطراب و پریشانی ہے تم تو وہاں بیٹھو کل کی فکر ہو جب پر تم نوکر ہو اور مدرسہ سے آپکو فقط اتنا تعلق ہے کہ درس دیتے جاؤ اگر مدرسہ ختم ہو گا یا کر دی گا تم اپنے گھر بیٹھے رہنا اگر مہتمم رہا درس میں مشغول رہنا جو تمسے درس کرانا اہل شوری کو منظور ہو گا تو دوسرا اب منتظم ہو جاوی گا تم کس واسطے پریشان ہوتی ہو خبر بھی ہے کہ کیا ہوتا ہے اپنا کام کیے جاؤ تمہاری [illegible] دست و پا نہیں چلتی تم کیوں بی دست و پا ہو اب کہ کچھ ہو جس کام کی تم ہو وہ [illegible] نہیں اب تعطیل ختم ہوتی کہ اللہ تعالی زیادہ ہوشیار کیا صحیح ہے تم اپنا کام کرو حاجی صاحب مہتمم کا کام کرا کرتے ہیں دعا ہی تدبیر میں اگرچہ کچھ ہو ہماری تمہاری رضا کے موافق ہو یا مخالفت اور اہل شوری بطوع خود سب اختیار حاجی صاحب کو دیکر مطلق ہو گئی تو تمکو کیا [illegible] تم جیسے لوگوں کا تردد کا ہونا بی موقع [illegible] ہو کوئی پوچھے تو جواب دو کہ درس کی باب میں ہم سے پوچھو ہمارا کام [illegible] انتظام دنیا کو ہم جانیں نہ ہم دخل دیتے ہیں اور اندیشہ [illegible] کچھ بحث کرو تمکو حضرت شیخ [illegible] مدرسہ کو منظور رکھو

قصد ظالم بسوی کشتن ما — دل مظلوم ما بسوی خدا
او درین فکر تا بما چہ کند — ما درین فکر تا خدا چہ کند

اے عزیزان روز ازل سے مقدر ہو چکا ہے ذرہ ذرہ جو واقع ہوگا مدرسہ کے امور میں بھی بس وہی ہوگا اور ہو کر رہیگا خواہ کوئی دفع کرے یا دافع کرے پھر تم کیوں سرگشتہ ہوتی ہو ہرچہ از محبوب شیرین بود ہم کو [illegible] اگرچہ [illegible] جو کچھ ہوگی وہ عین لطف ہوگا اور جو عالم میں صادر ہوگا وہ عین مصلحت ہوگا خواہ خرابی مدرسہ ہو یا بقا خواہ عزت و منصب تمہارا ہو خواہ ذلت و عزل تم یہ سب وقائع نازگری کے سانگ سمجھ کر اپنے درس کے شغل میں بسر کر دو اور اس کو زید عمرو پر چھوڑ دو ہر کس بخیال خویش خبطی دارد تمکو [illegible] کہ کوئی مصلحت کر سکتا ہے سب فاعل مختار کا ہے وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ من ازیں جا عنان برگیرم [illegible] و ہو ارحم الراحمین بس تمام ہوا قصہ [illegible] دوستوں کا دعا گو خیر طلب ہو [illegible] کہیں جاوی [illegible] جان کر [illegible] سب عزیزوں کو سلام مسنون یہ ہی مضمون جان بخش بعد سلام [illegible] شکر و رضا [illegible] مقید [illegible] انجام خیر ہی خیر واجب [illegible] —

nthly

Regd. No.L2/9/AD-111

Nov, 1986

WASIYATUL IRFAN

23, Buxi Bazar Allahabad

حیاتِ مصلح الامتؒ

یعنی حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ کی

نہایت مستند اور مکمل سوانح عمری

قیمت ۵۰ روپیہ

مجموعہ تالیفاتِ مصلح الامۃ

اول حصہ

. 42/-

حصہ چہارم

Rs. 45/-